پیش گفت

(مولانا جمال الدین عبدالوہاب صاحب المعروف بہ جمال میاں فرنگی محل)

حسرت نے سیادت وشرافت کے خانوادے میں آنکھ کھولی۔ تصوف و روحانیت کی فضا میں پرورش پائی۔ علوم قدیمہ وجدیدہ پر عبور حاصل کیا۔ سخندانی وغزل گوئی میں مہارت حاصل کی۔ طالب علمی کا زمانہ ختم ہوا تو ملازمت کی تلاش اور دولت وجاہ کی خواہش نہ تھی۔ صحافت کی طرف توجہ کی اور اردو معلی کا ایسا معیاری رسالہ نکالا۔ اردو پریس قائم کیا اور کتب فروشی ذریعہ معاش بنایا۔ مگر خدمت کا ذوق۔ ملت کا درد آزادی کا سودا چین سے کہاں بیٹھنے دیتا۔ اردو معلی کے ادبی حصے کے ساتھ ساتھ سیاسی مسائل پر مباحث شروع ہوئے۔ حسرت کی طبیعت خوف ومصلحت سے نا آشنا تھی۔ سست رفتاری ونرم گفتاری کی طرف مائل نہ تھی۔ آخر ایک مضمون کی بدولت مقدمہ چلا اور قید ہوئے تجارت برباد ہوئی۔ رسالہ بند ہوا۔ اور کتب خانہ کوڑیوں کے مول نیلام ہوا۔ اسی دوران والد کا انتقال ہوا۔ دوستوں کی جدائی کے داغ پہنچے۔ مگر اس ساری ظاہری آشفتہ حالی پر فطری بے غمی غالب تھی۔ بلائیں اور مصیبتیں شیوہ حسن نوازی وجدید عاشقی کی معین ونصیر ثابت ہوئیں۔ اذیتیں وکلفتیں نردبان حقیقت ومعرفت بن گئیں۔ یہ مرد مومن قید خانے میں بھی آزاد وشاد رہا۔ برطانوی استعمار کی ساری آتش سامانیاں اس قسم کی سکون بخشیوں پر اثر انداز نہ ہوسکیں۔ جس میں یہ سالک ورضا سانس لے رہا تھا، کڑیوں اور بیڑیوں کی جھنکار نے معجز نگار حسرت کو نغمہ سرا کردیا۔ قید تنہائی اور چکی کی مشقت نے طبیعت میں سوز وگداز بڑھایا۔ غزل گوئی کے جوہر کھلے اور سید فضل الحسن کی بہار ذکر نے ریاض غزل اردو کے مرجھائے ہوئے پھولوں کو پھر سے شگفتہ کردیا۔

خوب لکھی غزل جزاک اللہ

حسرت سحر کار کیا کہنا

جب وہ پہلی بار جیل جا رہے تھے تو دیوان حافظ ان کے پاس تھا۔ راہ میں کھولا تو لسان الغیب کی زبانی اپنی ترجمانی سنی۔

خیر تا از درِ مے خانہ کشادہ طلبیم

بر درِ دوست نشینم و مرادے طلبیم

اس فال میں ان کا پورا حال آ گیا۔ اس غزل میں ایک شعر تو ایسا ہے جس میں حسرت کے فلسفہ حیات کی پوری تصویر کھینچی گئی ہے۔

چوں غمت را نتواں یافت مگر با دل شاد

ما بہ امید غمت خاطر شادے طلبیم

شاعر کی حیثیت سے حسرت کا درجہ دوسرے شعراء سے ان کے کلام کا مقابلہ کیوں کیا جائے؟۔ جسے آرزو ہو کلیات حسرت دیکھے۔ یہ آپ بیتی ہے جگ بیتی نہیں۔ آمد ہے۔ آورد نہیں۔ کون استاد ہے؟۔ جس کی اس میں پیروی نہیں۔ کون شعر ہے جس میں ہنر وری نہیں؟۔ سچ یہ ہے کہ یہ کلیات اردو غزل گوئی کا انتخاب ہے۔ اور ہر حیثیت سے لاجواب ہے۔

مولانا سید فضل الحسن حسرت موہانی علیہ الرحمت کی شخصیت تعارف کی اور ان کی شاعری تعریف کی محتاج نہیں۔ ہماری داستان حریت نامکمل ہے۔ جب تک ان کا نام نہ لیا جائے۔ اور کام نہ بیان ہو۔ اردو ادب کی کہانی ادھوری ہے، جب تک ان کی شاعری کا ذکر نہ ہو۔ وہ سید الاحرار تھے۔ رئیس المتغزلین تھے۔ میر کاروان آزادی تھے۔ مگر ان کا اصلی رتبہ ان سب درجات سے بلند ہے۔ وہ پکے صوفی اور سچے ولی تھے۔ یعنی دور حاضر میں ایک مثالی مسلمان تھے۔

ان کی بے نظیر شخصیت ان کے پیر کی سب سے بڑی کرامت اور ان کی شاعری

مرشد کی جناب میں ایک پر خلوص اور پر جوش عقیدت ہے۔

☆

کلیات حسرت کے مقدمہ کے سلسلے میں درج ذیل کتابوں اور رسالوں سے مواد اخذ کیا گیا ہے۔ اور بعض جگہ پوری پوری عبارتیں نقل کر دی گئی ہیں۔ مقدمے میں بھی حوالے موجود ہیں۔ یہاں اعتراف سے مقصود یہ ہے کہ اگر خدانخواستہ کہیں فرو گزاشت ہو تو اس کی بھی تلافی ہو جائے۔ ہم ان تمام حضرات اور مدیران رسائل کا تہہ دل سے شکر گزار ہیں۔

۱۔ حالات حسرت از مولانا عارف ہسوی مرحوم

۲۔ حسرت موہانی از پرنسپل عبدالشکور صاحب

۳۔ مقدمہ کلیات حسرت از عشرت رحمانی صاحب

۴۔ حسرت نمبر رسالہ نگار لکھنؤ از جناب نیاز فتح پوری

۵۔ حسرت نمبر رسالہ اردو ادب علی گڑھ از آل احمد سرور صاحب

ان کے علاوہ رسالہ اردوئے معلی کی قدیم جلدوں اور مولانا حسرت موہانی کے غیر مطبوعہ روزنامچوں سے بھی کافی مواد حاصل کیا گیا ہے۔

مقدمہ کلیات حسرت

مختصر سوانح حیات

مولانا سید فضل الحسن حسرت موہانی رحمت اللہ علیہ ۱۸۷۸ء میں پیدا ہوئے۔ ان کا مولد اودھ کا مشہور قصبہ موہان ہے۔ جسے علم و فضل کا مرکز ہونے کی وجہ سے خطہ اودھ کا یونان کہا جاتا ہے۔ حسرت تخلص نام سے زیادہ مشہور ہوا۔ وہ خود کہتے ہیں۔

عشق نے جب سے کہا حسرت مجھے
کوئی بھی کہتا نہیں فضل الحسن

وطن سے ایسا لگاؤ تھا کہ اس کی طرف نسبت نام کا جزو بن گئی۔ اور حسرت موہانی مشہور ہوئے۔ امام علی موسیٰ رضا علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے۔ والد کا نام سید ازہر حسن تھا۔ ان کے جد امجد سید محمود نیشاپور سے موہان آئے تھے۔ نیشاپوری نسبت کا ذکر ان کے ایک شعر میں بھی ہے۔

کیوں نہ ہو اردو میں حسرت ہم نظیری کے نظیر
ہے تعلق ہم کو آخر خاک نیشاپور سے

ابتدائی تعلیم پرانے طرز پر ہوئی۔ قرآن شریف نیز اردو و فارسی کی متداول کتابیں میاں جی غلام موہانی اور میاں جی بلاقی موہانی سے پڑھیں۔ بعد کو موہان مڈل اسکول میں داخل ہوئے۔ جس کے ہیڈ ماسٹر پنڈت لچھی نرائن مولانا پر بہت قربان تھے۔ ۱۸۹۴ء میں وہیں سے مڈل کا امتحان پاس کیا اور پورے صوبے میں اول آئے۔

حسرت موہانی کے والد ماجد کی کچھ جائیداد فتح پور ہسوہ میں تھی۔ جس کے انتظام کے لئے ان کا قیام فتح پور میں رہتا تھا۔ چنانچہ انگریزی تعلیم حاصل کرنے کے بعد وہ اپنے والد کے پاس گئے اور ۱۸۹۹ء میں گورنمنٹ ہائی سکول فتح پور سے انہوں نے ہائی

سکول کا امتحان خاص امتیاز سے پاس کیا۔ جس پر سرکاری وظیفہ بھی ملا۔ یہیں انہوں نے عربی و فارسی کی تکمیل کی۔ فتح پور ہسوہ کی آب و ہوا حسرت موہانی کی ادبی و ذہنی تعلیم کے لئے بہت راس آئی۔ مولانا سید ظہور الاسلام جو ایک نہایت متقی پرہیز گار اور با صفات بزرگ تھے۔ علاوہ مولانا نور محمد اور مولانا حبیب الدین جیسے بزرگوں کا فیض بھی نصیب ہوا۔ دیوان ہشتم کے دیباچے میں حسرت نے لکھا ہے۔

دو فارسی غزلیں قیام فتح پور کے اس زمانے کی یادگار ہیں۔ جب کہ حضرت استاد یعنی مولانا سید ظہور الاسلام مرحوم نیز حضرت نیاز فتح پوری کے والد ماجد کے فیض قرب نے نظم و نثر فارسی کی مشق کا ایک خاص شوق پیدا کر دیا تھا۔

وہ صورتیں نہ جانے کس دیس بستی ہیں
اب جن کے دیکھنے کو آنکھیں ترستیاں ہیں

سید ہاشم ساکن کوڑہ اور مولانا نیاز فتح پوری اس زمانے کے مخصوص احباب میں تھے۔ حسرت فتح پوری کے اثرات کو کبھی نہیں بھولے

اب تلک موجود ہے کچھ کچھ لگا لائے تھے ہم
وہ جو اک لپکا کبھی خاک جہان آباد سے؎۲

فتح پور سے مزید تعلیم حاصل کرنے کے بعد ڈاکٹر ضیاالدین مرحوم کی دعوت پر علی گڑھ پہنچے۔ یہاں ان کے ہم جماعت خادم کعبہ مولانا شوکت علی جیسے سیاسی رہبر سجاد حیدر یلدرم جیسے ادیب، ان کے احباب میں عبدالہادی خان، وفا اور کرامت اللہ گستاخ جیسے شاعر تھے۔ اور ان کے اساتذہ میں پروفیسر جے سی چکروتی، صاحب زادہ آفتاب احمد خان اور ڈاکٹر ضیاالدین جیسے نامی گرامی حضرات تھے۔ ۱۹۰۳ء میں انہوں نے بی اے کا امتحان ریاضی اور عربی کے اختیاری مضامین کے ساتھ پاس کیا۔

علی گڑھ کے زمانہ تعلیم ہی میں ان کے ادبی ذوق اور سیاسی رجحان کا شہرہ ہو چکا تھا۔ ان سرگرمیوں کے سلسلے میں وہ کالج سے بھی نکالے گئے تھے۔ اور بی اے کا امتحان

انہوں نے پرائیویٹ طور پر دیا تھا۔

امتحان کا نتیجہ نکلنے سے پہلے ہی انہوں نے اردوئے معلی نامی رسالہ نکالنا شروع کر دیا۔۔اس رسالے کا پہلا پرچہ جولائی ۱۹۰۳ء میں نکلا۔اردو معلی میں ادبی مضامین کے علاوہ مذہبی اور سیاسی امور پر بھی مضامین شائع ہوتے تھے۔سیاسی مضامین کا درجہ یہ تھا کہ ۱۹۰۸ء میں مولانا شبلی مرحوم نے اردوئے معلی کا پہلا سیاسی مضمون پڑھ کر داد دی اور لکھا:

ایں	سحر	حکایت	گفتی	کہ	است
روز	قدر	در	ہنوز	روشن	است

آج جب کہ زبانوں کے قفل ٹوٹ گئے ہیں۔حکومت کو جا و بے جا مطعون کرنا۔ بلکہ اس کے خلاف زہر اگلنا بچوں کا کھیل ہو گیا ہے۔انقلاب زندہ باد کے نعرے ہر گلی کوچوں میں ہر کہہ ومہہ کی زبان پر ہیں۔سیاسی مظاہرے،ہنگامے،ہڑتالیں،مرن برت بھی زندگی کا روز مرہ ہو رہا ہے۔جیل جانا تو معمولی بات ہے۔جس پر یہ ٹھپا نہیں لگا۔اس کے لئے تو پبلک لائف میں کوئی جگہ نہیں۔جن لوگوں نے اس ماحول میں آنکھیں کھولی ہیں اور اس فضا میں پرورش پائی ہے۔ان کے لئے اس کیفیت کا اندازہ کرنا،جواب سے پچاس برس پہلے ملک پر چھائی ہوئی تھی۔اور ان لوگوں کی اولعزمی اور جانبازی کا اندازہ لگانا کہ جنہوں نے سوئی ہوئی قوم کو جگایا آسان بات نہیں ہوگی۔ ۔۔اس گدلی فضا میں حسرت موہانی نے آزادی کا چرچا دلیری اور بے باکی کے ساتھ شروع کیا۔۔۔۔ے[1]

مئی ۱۹۰۴ء میں انڈین نیشنل کانگرس کا اجلاس بمبئی میں منعقد ہوا۔حسرت نے اس میں ڈیلی گیٹ کی حیثیت سے شرکت کی۔۱۹۰۵ء میں انہوں نے آل انڈیا انڈسٹریل کانفرنس میں حصہ لیا۔اور اسی وقت سے سدیشی کی تحریک کے مبلغ بن گئے۔ اردوئے معلی میں متعدد مضامین سدیشی کی حمایت اور بدیشی مال کے بائیکاٹ کے

بارے میں شائع کیے۔ کانگرس کی کاروائیاں درج کیں۔ موتی لال گھوگھلے اور کانگرس کے نرم فریق پر نکتہ چینیاں کیں۔ ان کی ہمدردیاں تلک کے ساتھ تھیں۔ (تلک کی شان میں متعدد اشعار ان کے کلیات میں بھی موجود ہیں۔)

۱۹۰۷ء میں کانگرس کا اجلاس سورت میں ہوا۔ جس کے بعد تلک کی پارٹی کانگرس سے نکل آئی۔ اور حسرت موہانی نے بھی کانگرس کو چھوڑ دیا۔ حسرت موہانی نے اسی زمانے میں دفاعی مزاحمت کا لائحہ عمل پیش کر دیا تھا۔ جسے بہت بعد کا گاندھی جی نے اپنایا۔ حاکم سے محکوم اپنے ملکی حقوق کو تین ہی صورتوں میں لے سکتے ہیں۔ اول درخواست مرحمت کے ساتھ، گدایانہ دست طلب دراز کر کے، جس کا بیکار ہونا قطعی ثابت ہو چکا ہے۔ دوسرے خون ریزی وفساد کے ذریعے سے حاکم کو مغلوب ومجبور کر کے جس کے بظاہر حالات کی کوئی صورت نظر نہیں آتی۔ پس اب ہمارے لئے سوائے اس کے کوئی کاروائی مناسب معلوم نہیں ہوتی کہ فی الحال نہ تو ہم گداگری کی ذلت گوارا کریں، نہ جنگ وجدل کی آزمائش میں پڑیں۔ بلکہ ان دونوں سے علیحدہ رہ کر دفاعی مزاحمت کے اس درمیانی طریقے پر چلنا شروع کر دیں جو مفید ہونے کی بجائے کبھی مضر ہو ہی نہیں سکتا۔ اور یہی وہ بات ہے جس کی بنا پر مزاحمت کی پالیسی کو طلب کی پالیسی پر صریحا ترجیح حاصل ہے۔ کیونکہ بحالت ناکامی گداگر کی طبیعت مایوسی کے ایسے قعر میں گر جاتی ہے۔ جس سے دوبارہ نکلنا اس کے لئے بالکل محال ہو جاتا ہے۔ لیکن برخلاف اس کے مزاحم اگر ناکام بھی رہے تو دوران مزاحمت میں اسے جو قوت اور تجربہ حاصل ہو جاتا ہے۔ اس کا فائدہ کسی طرح زائل نہیں ہو سکتا۔"[2]

[1] علامہ سلیمان ندوی — [2] پنڈت کشن پرشاد کول، نگار حسرت نمبر

۱۹۰۸ء میں اسی رسالے میں ایک مضمون مصر میں انگریزوں کی حکمت عملی پر شائع ہوا۔ جس پر حکومت نے حسرت کے خلاف مقدمہ چلایا۔ مضمون نگار بقول علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم علی گڑھ کے ایک اور ہونہار طالب علم اقبال سہیل مرحوم تھے۔ مگر

حسرت موہانی نے مضمون کی پوری ذمہ داری اپنے سر لی۔اس مقدمے کے نتیجے میں ان کو قید با مشقت کی سزا ہوئی۔اس زمانے میں سیاسی قیدیوں کے ساتھ جو بہیمانہ سلوک کیے جاتے تھے۔اس کا اندازہ حسرت کی آپ بیتی پڑھ کر ہوتا ہے۔جو مشاہدات زنداں کے عنوان سے انہوں نے بعد کو اردوئے معلی میں شائع کیے۔اسی قید کے زمانے میں ان کے والد سید اظہر حسن کی وفات ہوئی:

۱۹۱۰ء میں حسرت موہانی رہا ہوئے۔اردو معلی پھر جاری ہوا۔اور حسرت موہانی نے نہایت شد و مد کے ساتھ اپنے سیاسی خیالات کی تبلیغ شروع کر دی۔اور اپنے سیاسی مسلک کو ایک بار پھر واضع کیا۔

اردوئے معلی کی دوبارہ اشاعت پر چند احباب نے بہ مقتضائے محبت و ہمدردی یہ صلاح دی کہ ہم کو پالیٹکس سے بالکل دست کش ہو جانا چاہیئے۔بعض کا مشورہ یہ تھا کہ اگر سیاسی مضامین بھی ہوں تو مسلم لیگ کی مسلمہ پالیسی کے موافق ہوں۔چند دوستوں نے جو یقیناً زیادہ آزاد خیال ہیں یہاں تک اجازت دی کہ اگر جمہور اہل ہند کی ہم خیالی منظور ہو تو کانگریس کے فریق نرم کی روش اختیار کی جائے۔

۱؎ اردوئے معلی اگست ستمبر ۱۹۰۷ء

ہم پر ان تمام نیک نیت مشوروں اور مصلحت کوش صلاحوں کا شکریہ فرض ہے۔لیکن مشکل یہ ہے کہ ہمارے خیال میں یقین یا عقیدہ عام اس سے کہ وہ مذہبی ہو یا سیاسی،ایک ایسی چیز ہے،جس کو کسی خوف یا مصلحت کے خیال سے ترک یا تبدیل کر دینا اخلاقی گناہوں میں سے ایک بدترین گناہ ہے۔جس کے ارتکاب کا کسی حریت پسند یا آزاد خیال اخبار نویس کو خیال بھی نہیں آ سکتا۔پالیٹکس میں ہم مقتدائے وطن پرستاں مسٹر تلک اور سرگروہ احرار بابو آربندو گھوش کی پیروی کو اپنے اوپر لازم سمجھتے ہیں ۔چنانچہ اس حیثیت سے فیروز شاہی کانگریس سے ہم کو اتنی ہی بے زاری ہے جتنی ہیری مسلم لیگ یا نوازائیدہ لال چندی کانفرنس سے۔اور ہمارے خیال میں یہ

بیزاری بالکل حق بجانب ہے۔اس لئے کہ دنیا کی رفتار اور اہل دنیا کے طبائع کا میلان صریحا حریت کی جانب ہے۔ چنانچہ خوابیدہ براعظم ایشیا میں بھی ہندوستان کے سوا کوئی بڑا ملک اس وقت آزادی کی نعمت سے محروم نہیں۔ پس عقل سلیم کسی طرح باور نہیں کرسکتی کہ تمام عالم میں ایک ہندوستان ہی ایسا ملک باقی ہے۔ جس کی قسمت میں محکومی دوام لکھ دی گئی ہو۔ایسا گمان بظاہر مشیت ایزدی کے سراسر خلاف نظر آتا ہے۔ غرض کہ ارباب بینش ودانش کو یہ بات ماننی پڑے گی کہ فرنگی حکومت کا غیر طبعی نظام ہمیشہ کے لئے ہندوستان میں باقی نہیں رہ سکتا۔اور اپنی موجودہ صورت حال میں تو اس کا چند سال قائم رہنا دشوار نظر آتا ہے۔گرم فریق کے رہنما عموما اور آروبند گھوش خصوصا تمام پولیٹکل کوششوں میں مذکورہ بالا اصول کو پیش نظر رکھتے ہیں۔اس واسطے ہمارے نزدیک وہ حق پر ہیں۔ برخلاف اس کے رہنمایان فریق نرم، پیروان مسلم لیگ، اور بانیان ہندو کانفرنس اہل ہند اور دوامی محکومی کولازم وملزوم سمجھتے ہیں۔ کیونکہ ان حضرات کے نزدیک ہمارے انتہائی عروج کا مفہوم صرف اسی قدر ہے کہ ہم غلام سے ترقی یافتہ غلام یا محکوم سے خوش حال محکوم ہو جائیں ۔ یہ لوگ آزادی ہند کی خواہش کو خواب وخیال سے زیادہ وقعت نہیں دیتے ۔ان کا دائرہ خیال اور اس لئے دائرہ عمل بھی نہایت تنگ اور محدود ہے۔ان کی روش دنیائے کی رفتار حریت کے خلاف اور اس لئے قطعی طور پر ہر لحاظ سے ناقابل قبول ہے۔ ملک کی سیاسی تحریکوں سے یہ دلچسپی صرف تحریر یا مضمون نگاری تک محدود نہ رہی ۔ بلکہ اب مضامین لکھنے کے ساتھ ساتھ ملک کے مختلف مقامات کے دورے کیے۔اور لوگوں کو سودیشی مال استعمال کرنے کی ترغیب دلائی۔انجمن خدام کعبہ اور ہلال احمر کی تحریکوں میں حصہ لیا۔

متعدد مضامین دول مغرب کی کارستانیوں کے خلاف لکھے، سودیشی کی حمایت میں علما کے فتوے حاصل کیے۔اور مشتہر کیے۔ترکوں کے لئے چندہ جمع کیا اور ترک روانہ کیا۔اسی زمانے میں حکومت صوبجات متحدہ نے ان کے پریس سے تین ہزار کی

ضمانت طلب کی۔ حسرت نے اردوئے معلیٰ بند کرتے ہوئے اس واقعہ پر یوں تبصرہ کیا ہے: اردو پریس کا خاتمہ!

ضمانت کے لئے نوٹس

۱۲ مئی ۱۹۱۳ء کو نو بجے شب کے قریب علی گڑھ کے سپرنٹنڈنٹ پولیس نے بذات خاص وارد ہو کر راقم حروف کے سامنے حکومت کی جانب سے ایک نوٹس پیش کیا۔ جس کا مفہوم یہ تھا کہ اردو پریس میں چونکہ ازروئے پریس ایکٹ ۱۹۱۰ء چند الفاظ خلاف چھپے ہیں۔ اس لئے ایک ہفتے کے اندر تین ہزار کی ضمانت مجسٹریٹ ضلع کے پاس جمع کرنی چاہیئے۔ واضع ہو کہ اردو پریس کل کائنات ایک لکڑی کی پریس، اور دو پتھروں پر مشتمل ہے۔ جس کی مجموعی قیمت پچاس روپے سے زائد نہیں۔ ایسے بے بضاعت پریس سے تین ہزار ضمانت طلب کرنا مضحکہ خیز ہونے کے علاوہ جبر سے گزر کر کینہ پروری کی حد تک پہنچ گیا ہے۔ جس کا مطلب اس کے سوا کچھ نہیں ہوسکتا کہ اردو پریس کے جاری رہنے کا کسی صورت سے کوئی امکان باقی نہ رہے۔ خیر ۱۹ مئی سے پریس بند کر دیا جائے گا مگر بند ہو کر اپنے بعد سر جیمس میسٹن کی جفاشعاری کا یہ افسانہ یادگار چھوڑ جائے گا۔ کہ آپ نے ایک بے مایہ دستی پریس سے اتنی کثیر رقم طلب کی۔ جس سے زیادہ اس وقت ہندوستان میں کسی بڑے سے بڑے سٹیم پریس سے بھی نہ لی گئی۔ ہم جناب موصوف کی اس خاص نوازش کو بمصداق ہر چہ از دوست مے رسد نیکو است، بخوشی برداشت کرتے ہیں۔ ایک بات البتہ قابل اطمینان اور لائق شکر ہے، وہ یہ کہ اس نوٹس سے راقم کو کسی قسم کا مالی جسمانی یا روحانی صدمہ نہ اس وقت پہنچا، نہ آئندہ پہنچے گا۔ ان شاءاللہ تعالےٰ

سر جیمس مسٹن اور ان کے مانند جملہ ارباب قہر و غرور کو معلوم ہونا چاہیئے کہ ان کی ناراضی اہل دولت و جاہ کے لئے خواہ کیسی ہی مہیب اور اہم کیوں نہ ہو مگر ہم جیسے آزاد

فقیروں کا اس سے مرعوب و مغلوب ہونا کسی صورت سے ممکن نہیں ہے۔ اردو پریس ۱۹ مئی کو بند ہو جائے گا۔ الحمد للہ کہ وہ اپنا فرض ادا کر کے بند ہو گا۔ جن میں تحریکوں کے پیش نظر یہ پریس جاری کیا گیا تھا۔ وہ اس وقت جملہ اہل ملک کو معلوم ہو کر مقبول ہو چکی ہے۔ باقی آئندہ ہوتی رہے گی۔ آزادی خیال اور طلب حریت کا جذبہ جمہور میں عام ہو چکا ہے۔ سدیشی اور بائیکاٹ کی روز افزوں ترقی کا زمانہ شروع ہو گیا ہے۔ اور اب آخر کار انجمن خدام کعبہ کی تجویز بھی مسلمانوں کے روبرو پیش کر دی گئی ہے۔

ہم نے اپنے دل میں یہ عہد کر لیا ہے کہ ان تمام تحریکوں کی اعانت ہر حال میں اور ہر وقت اپنے اوپر لازم سمجھیں گے۔ اگر تحریر کے ذریعے سے ممکن نہ ہوگا تو تقریر کے ذریعے سے اور اس سے بھی نہ ہو سکے تو عملی کاروائی تحریر و تقریر دونوں سے زیادہ مفید اور زیادہ ضروری ہے۔ اس سے ہم کو دنیا کی کوئی طاقت نہیں روک سکتی۔ و ما توفیقی الا باللہ۔ ا۔ مولانا ابوالکلام آزاد مرحوم نے اس موقع پر الہلال'' میں تحریر فرمایا تھا:

تین ہزار روپے کی ضمانت پریس ایکٹ کی مقدار مقررہ انتہائی کے اندر ضروری ہے، لیکن عملاً پانچ سو یا ہزار سے زیادہ طلب نہیں کی جاتی ہے۔ اور صرف دو ایک مثالیں دو ہزار کی سنی گئی ہیں۔

پھر ہز آنر سر جیمس مسٹن بالقابہ کا دربار سطوت و جلال نہیں معلوم اتنی بڑی سنگین رقم کے لئے کیا وجہ بیان کر سکتا ہے۔ گورنمنٹ اس سے بے خبر نہیں ہے کہ اردو پریس اور اس کے مالک کی حالت کیا ہے؟۔ حسرت موہانی جب قید سے رہا ہو کر آیا تو کوئی چیز ایسی اس دنیا میں باقی نہ تھی کہ جو اس کے لئے ذریعہ تقویت مال ہوتی۔ ڈیڑھ دو روپے ماہوار کرائے کا ایک جھونپڑا ہے۔ جس کے اندر ایک چھوٹی سی صحنچی اور کوٹھری ہے۔ اور باہر بھی اتنی ہی مکانیت ہے۔ اندر وہ فقیر حریت مع اپنے کوہ عزم و ثبات بیوی کے خود رہتا ہے۔ اور باہر کاٹھ کے ادنیٰ پریس اور دو چار پتھر ہیں۔ بسا اوقات ایسا ہوا ہے کہ اس نے اردوئے معلیٰ کی کاپیاں لکھی ہیں خود ہی پتھر پر جمائی ہیں اور خود ہی پریس چلا کر

چھاپا ہے۔ یہ کل کائنات اردو پریس اوراس کے مالک کی ہے۔کوئی دوسرا ذریعہ آمدن نہیں، اورنہ ہی اس کی طبع غیور کسی کا شرمندہ احسان ہونا پسند کرتی ہے۔اردو معلی کے دو چار سو خریدار ہیں۔اس کی قیمت سے شاید چند روپے مہینے میں بچتے ہیں۔اوراس سے دو وقت کی روٹی کھا کر نشہ آزادی کی بے خودی اور دولت لازوال حق وصداقت کے غنا غیر فانی سے مست رہتا ہے۔

۱اردوئے معلی مئی جون ۱۹۱۳ء

مبین حقیر گدایان عشق را کہ ایں قوم
شہان بے کمروخسروان بے کلمہ اند

اصل دولت دل کی دولت ہے۔اور غنا فقر کے آگے دنیا کے تمام سازو سامان ہیچ ہیں جوفقر وفلاکت کی زندگی حق وحریت کی معیت میں گر دوخاک پر بسر ہو۔وہ چاندی سونے کے بنے ہوئے ان ایوان تعیش سے ہزار درجہ بہتر ہے۔جس کے اندر حق کے چراغ کی روشنی نہ ہو۔خدا کے در کا فقیر ہونا دولت و بندگان دولت کے فقیر ہونے سے کیا بہتر نہیں۔یہی تو اس راہ کے منازل امتحان ہیں۔ان حالات کے ساتھ ایک ایسے فقیر زندگی شخص سے تین ہزار کی ضمانت طلب کرنا یقیناً ایک ایسا واقعہ ہے۔جو برٹش انڈیا کی تاریخ اور گورنمنٹ کے اظہار سطوت وجلال کو ہمیشہ یاد دلاتا رہے گا۔

اردوئے معلی کے بند ہونے کے بعد حسرت موہانی نے معاش کی جو راہ اختیار کی، وہ ایک طرح سے ان کے سیاسی جذبات کی تسکین کا باعث بھی بنی۔انہوں نے خود ایک سدیشی سٹور کی بنیاد ڈالی،جس پر مولانا شبلی نے فرمایا تھا تم آدمی ہو یا جن ،پہلے پالیٹیشن بنے۔اوراب بنیئے ہوئے۔حضرت اکبرالہ آبادی نے بھی ایک قطعے میں اس تجارت کا اس طرح ذکر فرمایا ہے:

تھا دل حسرت بھرا ارمان میں
ہم نے لکھ بھیجا انہیں موہان میں

بھائی صاحب رکھ دو تم اپنا قلم
ہاتھ میں لو اب تجارت کا علم
ہو چکی غیروں سے خویشی کی بہار
بس دکھاؤ اب سدیشی کی بہار
کام کو اٹھو چڑھاؤ آستین
لایضیع اللہ اجر المحسنین

سید الاحرار

۱۹۰۶ء میں مسلم لیگ قائم ہوئی ۔لیکن اس کی سیاست کانگرس کے ابتدائی دور کی طرح سرکار سے عرض و معروض تک منحصر تھی ۔ ۱۹۱۱ء میں تقسیم بنگال کی منسوخی نے مسلمانوں کی سیاست کا رخ پھیر دیا۔

۱۹۱۳ء میں کان پور کی مسجد کے ایک حصے کے انہدام پر طول وعرض ہند کے مسلمانوں میں ایک ہیجان عظیم پیدا ہو گیا ۔مولانا محمد علی ،مولانا ابوالکلام آزاد، مولانا ظفر علی خان، اور خواجہ حسن نظامی کے مضامین اور تقریروں ،علامہ شبلی اور مولانا آزاد سبحانی کی نظموں نے مسلمانوں کے سیاسی خیالات میں انقلاب عظیم پیدا کر دیا۔

سر علی امام مہاراجہ صاحب محمود آباد مرحوم اور شیخ الوقت مولانا عبد الباری رحمتہ اللہ علیہ کی کوششوں سے مسجد کانپور کے قضیے کا اختتام مصالحت پر ہوا۔:

یہی زمانہ تھا جس میں آغا خان کی سر پرستی میں مسلم یونیورسٹی کی تحریک ہندوستان میں کھڑی ہوئی ۔اور مسلمان اس کی طرف متوجہ ہوئے ۔لیکن چند ہی روز کی یہ سامان سکنیت ایک نئے اضطراب کا پیش خیمہ بن گئی ۔یعنی یہ یونیورسٹی کن اختیارات اور شرائط کے ساتھ لی جائے ۔اس بحث نے مسلمانوں کے نرم و گرم دو فریق پیدا کر دیئے۔ اور یہی وقت ہے جب مسلمانوں میں احرار نے جنم لیا۔جن کے رہنماؤں اور رہبروں میں محمد علی مرحوم، شوکت علی مرحوم، مولانا ابو الکلام آزاد،ظفر علی خان اور حسرت موہانی تھے ۔اور یہیں سے حسرت موہانی کو سید الاحرار کہا جانے لگا

۱۹۱۴ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس آگرہ میں منعقد ہوا۔ اس میں مولانا حسرت نے حصہ لیا۔ کانپور کی مسجد کے قضیے کو طے کرانے کے سلسلے میں لارڈ ہارڈنگ کے شکریے کا ریزولیشن، اس اجلاس میں جب پیش ہوا۔ تو مولانا حسرت موہانی نے اس کی مخالفت کی ہے۔[1]

[1] بحوالہ سید سلیمان ندوی مرحوم:

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

نظر بندی اور قید

اسی سال پہلی عالمی جنگ شروع ہوئی۔ اور مسلمانوں کی سیاسی سرگرمیاں تیز تر ہو گئیں۔ حکومت مولانا حسرت موہانی کو تحریک آزادی کے صف اول کے قائدین میں شمار کرتی تھی۔ مسلم یونیورسٹی کے بارے میں بھی ان کی سرگرمیاں حکومت کی نظر میں پسندیدہ نہیں تھیں۔ پہلے ان کی خانہ تلاشی ہوئی اور پھر نظر بندی کا حکم دیا گیا۔ جس کو مولانا حسرت موہانی نے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور مئی ۱۹۱۶ء میں للت پور کی جیل میں قید کر دیئے گئے۔ حکومت ہند نے اس گرفتاری کا سبب ممالک غیر سے تعلق قرار دیا۔ فضل الحسن مولانا حسرت موہانی علی گڑھ کے مشہور شورش پسند کو حکومت صوبہ متحدہ نے للت پور ضلع جھانسی میں نظر بند کر دیا۔ یہ معلوم ہوا کہ ان کا اور مولانا ابوالکلام کا ارادہ کابل جانے کا تھا۔ یہ بھی خبر ملی ہے کہ ان کا اور مولانا ابوالکلام کو برکت اللہ کی عارضی حکومت ہند کی طرف سے مراسلات وصول ہوئے ہیں۔

---

[1] علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم [2] علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم

مولانا حسرت موہانی کی اہلیہ اور ان کے احباب نے کوشش کی کہ وہ نظر بندی قبول کر لیں اور جیل کے شدائد میں اپنے آپ کو نہ ڈالیں۔ مگر مولانا حسرت موہانی کے ضمیر نے یہ گوارا نہ کیا کہ وہ تسلیم ستم کر لیں۔ اسی زمانے میں انہوں نے ایک خط اپنے مرشد زادے حضرت شیخ الوقت مولانا عبدالباری فرنگی محلی کو لکھا، جس سے اس پر بخوبی روشنی پڑتی ہے۔ کہ وہ جیل کو نظر بندی پر کیوں ترجیح دے رہے تھے۔

"للت پور ۱۸ مئی ۱۹۱۶ء"

مخدومی و مطاعی۔ السلام علیکم!

آج جناب کے گرامی نامے نے عزت افزائی کی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نظر بندی پر قید کو کیوں ترجیح دیتا ہوں۔ میں نے جناب کی سمع خراشی کے خیال سے پہلے

نہیں کہا تھا۔ اب عرض کرتا ہوں کہ قانون حفاظت ہند چونکہ جلدی میں بنایا گیا ہے۔ اس لئے اس میں بہت سی خامیاں باقی رہ گئی ہیں۔ میں ان سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہوں۔ اصل بات یہ ہے کہ اس قانون کی رو سے میرا مقدمہ یہاں کی کسی مجسٹریٹ کی عدالت میں نہیں ہوسکتا۔ یا تو ہائی کورٹ میں ہوگا یا پھر سر جیمس مسٹن کو گورنر جنرل سے منظوری لے کر پہلے قانون حفاظت ہند کی ۹ دفعوں کو صوبجات متحدہ میں یا کسی مقام پر جہاں میرا مقدمہ ہوگا نافذ کرنا پڑے گا۔ اس لئے کہ ان صوبجات میں ابھی صرف دو دفعہ نافذ ہیں۔ ان دوسرے دفعات کے نفاذ کے بغیر لیفٹیننٹ گورنر بھی کچھ نہیں کرسکتا۔ اس کے بعد البتہ وہ اسپیشل کمشنر مقرر کرسکتا ہے۔ جو خاص میرے مقدمے کے لئے مقرر کیے جائیں گے۔ اول تو اسپیشل کمشنروں کے تقرر کی نسبت خدا کے فضل سے ایسی قانونی باریکیاں میرے ذہن میں آئی ہیں۔ جن کا اظہار اس وقت نہیں کرسکتا۔ مگر جن کی بنا پر ان کمشنروں کو میرے خلاف مقدمہ چلانے میں سخت دقت پیش آئے گی۔ اور اگر بالفرض انہوں نے زبردستی مقدمہ چلایا تو بھی قید سخت کی سزا وہ دے نہیں سکتے۔ اس لئے میرے اعتراضات سب اخلاقی یا مذہبی ہیں۔ اور صاف ظاہر ہے کہ کوئی عدالت کسی شخص کو اپنے اخلاق اور مذہب کے خلاف عمل کرنے پر مجبور نہیں کرسکتی۔ نہ ایسے احکام کی خلاف ورزی جو اخلاقی و مذہبی حیثیت سے کسی شخص کے لئے ناقابل قبول ہوں۔ قید سخت کی سزا دے سکتی ہے۔ پس رہی قید محض اس میں اور نظر بندی میں کوئی فرق نہیں۔ اور جب حال یہ ہے تو ظاہر ہے کہ میں نظر بندی کو منظور کر کے جبر وستم کے سامنے عاجزی و ناچاری کے ساتھ سر جھکا دینے کی ناقابل برداشت ذلت کو خواہ مخواہ کیوں گوارا کروں؟۔

---

[1] خلافت اور عدم تعاون کی تحریک از پی سی بافورڈ حکومت ہند کے محکمہ سراغ رسانی کے ڈپٹی ڈائریکٹر پی سی بامفورڈ نے یہ رسالہ لکھا تھا، جو حکومت ہند کے مطبع میں چھپا اور صرف سرکاری افسروں کی تقسیم کے لئے تھا۔ چونکہ اس کا ماخذ خفیہ پولیس کی فراہم

کی ہوئی خبریں اور مخفی سرکاری کاغذات تھے۔ اس لئے اس کی عام اشاعت ممنوع تھی ۔ یہ رسالہ سرکاری نقطہ نگاہ سے لکھا گیا تھا، لیکن اس لحاظ سے نہایت کارآمد ہے کہ اس میں مسلمانوں کی سرگرمیوں اور قربانیوں کا تفصیلی حال ملتا ہے۔ جن سے ہندو وقائع نگاروں کی تحریریں عموماً خالی ہیں۔

فرض کیجئے کہ میرا یہ خیال صحیح ثابت نہ ہو۔ اور قید سخت کی سزا مجھے دی جائے۔ تو میں اس حکم قید کے ماننے سے بھی انکار کروں گا۔ خواہ اس کا نتیجہ کچھ ہی کیوں نہ ہو۔ ظاہر ہے اس میں مجھ کو کسی قدر تکلیف برداشت کرنا پڑے گی۔ لیکن اپنی زات کو اس تھوڑی سی تکلیف سے بچانے کے لئے میں اپنے اس اصول کو نہیں توڑ سکتا کہ تسلیم ستم بہ شرط امکان ہر حال میں ناجائز ہے۔

مسٹر محمد علی نے اس باب میں مجھ کو ایک طول وطویل خط لکھا تھا۔ اور جناب نے بھی علی گڑھ کے خطبہ میں تحریر فرمایا تھا کہ لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ ط کو ملحوظ رکھنا چاہیئے۔ اور حضور کا اسیر الامور کو اختیار کرنا متواتر ہے۔ میں نے ان کو اسی وقت جواب لکھ دیا تھا۔ اور اب آپ کی خدمت میں بھی گزارش ہے کہ کہ حضور کے وجود گرامی کے ساتھ تو بنائے اسلام وقیام اسلام کا ایک اس درجہ اہم امر وابستہ تھا۔ جس کے لحاظ سے اس ذات مقدس کی حفاظت کے لئے جو کچھ کیا جاتا مناسب تھا۔ لیکن ہر عامی کا وجود ہرگز اتنا اہم نہیں ہوسکتا کہ اس کے لئے بھی وہی عذر قابل قبول سمجھے جا سکیں:

دنیاوی مثال سامنے موجود ہے۔ کہ بادشاہ یا فوج کے جنرل کے لئے حالت جنگ میں بہت سی ایسی باتیں جائز ہوتی ہیں۔ جو ایک سپاہی کے لئے ہرگز ہرگز جائز نہیں ہوسکتیں۔ اور ظاہر ہے کہ موجودہ ــــــــــــــــــــــــــ جنگ کذب وصداقت میں میری حیثیت ایک معمولی سپاہی سے زیادہ نہیں۔ پس میرے لیے صرف اپنی ذات کی حفاظت کے لحاظ سے پیٹھ دکھانا یا جبر وستم کے مقابلے سے صبر

کر کے بیٹھ رہنا کسی طرح مباح نہیں ہوسکتا۔ اگر ایسا ہوتا تو غالباً امام حسینؑ کی شہادت واقع نہ ہوتی۔ حالانکہ یہ امر مسلم ہے کہ امام علیہ السلام کی ذات مبارک اس عہد کی افضل ترین ذات تھی۔ جس کی حفاظت کا زیادہ خیال جائز سمجھا جا سکتا تھا۔ بہر حال میری یہ توجیہہ صحیح ہو یا غلط میرا دل کسی طرح اس حکم نامعقول کو گوارہ نہیں کرتا۔

گورنمنٹ سے جو امداد نظر بندوں کو دی جاتی ہے وہ سب خیرتی فنڈ سے دی جاتی ہے۔ چنانچہ میرے نام جو حکم اس ضمن میں آیا تھا اس میں یہ صاف لکھا تھا کہ مجھے اس کے لینے میں بے شک تامل ہے۔ ایک تو مذہبی اعتبار سے دوسرے اس خیال سے بھی کہ انکار حکم نظر بندی کے اسباب میں سے ایک سبب اس واقعہ کو بھی قرار دینا چاہتا ہوں اور مشتبہ ہونے کی حالت میں میرا فائدہ اسی میں ہے کہ اس کو مذہبی سبب قرار دوں۔ اور ظاہر ہے کہ ایسا کرنا میرے لیے جائز ہے۔

علاوہ بریں ظلم کو تسلیم نہ کرنے کی بابت جتنی آیتیں میں نے منتخب کی ہیں اس کی نسبت میرا وطیرہ یہی ہوگا کہ اگر ان سے جواب انکار کا شائبہ بھی نکلتا ہو تو میں ان کو اپنے لیے دلیل مذہبی قرار دوں گا کیونکہ اسی میں میرا فائدہ ہے۔ فائدہ مذہبی بھی اور دنیاوی بھی مذہبی اس لحاظ سے کہ اگر کسی امر کے جائز یا ناجائز ہونے میں شبہ ہو تو جو طرز عمل مذہب کی رو سے بہتر معلوم ہو اور جس میں گناہ کا اندیشہ نہ ہو وہی اختیار کرنا چاہیے۔ اور دنیاوی اس طور پر کہ وجوہ انکار کے اخلاقی و مذہبی ہونے پر کوئی عدالت قید سخت کی سزا غالباً نہیں دے سکتی۔

میں نے کارڈ سے پہلے ایک لفافہ بھی خدمت مبارک میں روانہ کیا تھا جس میں اخیر میں لکھ دیا تھا کہ ملاحظہ عالی وہ مولانا ابوالکلام کو بھیج دیا جائے غالباً جناب نے بھیج دیا ہو۔ یہ عریضہ بھی بعد ملاحظہ ان کو بھیج دیا جائے۔ تو بہتر ہے کیونکہ انہوں نے بھی قریب قریب وہی باتیں مجھ کو لکھی ہیں جو جناب نے تحریر فرمائی ہیں اور ان کو بھی وہی جواب دوں گا جو آپ کو دیا ہے۔ پتہ ان کا یہ ہے:

مولانا ابوالکلام آزاد ایڈیٹر ''البلاغ'' بذریعہ پوسٹ ماسٹر رانچی

میں نے لیفٹیننٹ گورنر کے پاس جو تحریر روانہ کی ہے اس کا کچھ جواب نہیں آیا۔ شاید غور کر رہے ہوں گے کہ کیا کرنا چاہیے۔ کیونکہ بظاہر ان کو بھی اس کا فیصلہ آسان نہ نظر آتا ہو گا معلوم نہیں کہ اب کس تاریخ کو اور کہاں پیش ہو گا۔ آپ دعا فرماتے رہیں یہی کافی ہو گا باقی کسی بیرسٹر وغیرہ کی جیسا کہ غالباً میری بیوی نے عرض کیا ہو گا بظاہر کوئی حالات ابھی کوئی ضرورت نظر نہیں آتی۔ اچھا ہوا کہ کوئی صاحب تشریف نہ لائے ورنہ انہیں مفت میں زحمت ہوئی اور بے کار زیر بار احسان ہوتا''۔ فقط کمترین

فضل الحسن

حضرت مولانا عبدالباری صاحب رحمتہ اللہ علیہ نے اس خط کا جواب دیا وہ بھی ذیل میں درج کیا جاتا ہے:

جواب از حضرت مولانا عبدالباری صاحب

آپ کا طویل خط پہنچا۔ مجھے آپ کے مقصد کا علم نہ تھا۔ اس واسطے اس مسئلے کو ظاہر کرتا تھا۔ لہٰذا اب بھی کہتا ہوں کہ جو مناسب اور مفید ہو عمل کیجیے۔

ہر فعل جو قابل شکایت کنار ہو جائز ہے چاہے اس میں خطرہ جان کیوں نہ ہو۔ مگر کوئی فعل جس میں سوائے اہانت مسلم اور کوئی مقصد نہ ہو شرعاً جائز نہیں۔

اور ہمارے حضورؐ نے شریعت کو...... عمل...... کر کے دکھایا ہے اس واسطے کوئی بات حضورؐ کی از خود کہ وہ خصوصیت نہیں رکھتی ہے یہ دوسری بات ہے کہ خداوند عالم کسی امر کو حضورؐ کے ساتھ مخصوص کر دے بہر حال میری تحریر آپ کے طرز عمل کے منافی بھی نہیں ہے۔

میں بلاشبہ آپ کی بیوی کے پریشانی کے خیال سے کسی شخص کے بھیجنے کی فکر میں تھا اور تعجب ہے کہ خلاف امید مجھ سے شیخ شاہد حسین کہا بھیجا ہے کہ اگر تم کہو تو میں بلا فیس حسرت کی تائید کے لیے جا سکتا ہوں۔ اگر آپ کی رائے ہو تو مطلع کیجیے۔ میں نے خود

ان کو ابھی کوئی جواب نہیں دیا۔ میں آپ کے لیے دست دعا ہوں اللہ تعالیٰ جو امر آپ کی فلاح دارین کا باعث ہو اس کی توفیق دے۔ والسلام

1919ء میں کانگرس کا سالانہ اجلاس امرتسر میں منعقد ہوا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس بھی اس کے ساتھ ہوا۔ مولانا حسرت نے اس میں نمایاں حصہ لیا۔

مسلم لیگ کے اجلاس امرتسر منعقدہ 1919ء میں ایک تجویز منظور کی گئی جس کے ذریعے حکومت برطانیہ کی اس بے توجہی کی شکایت کی گئی جو خلافت اور جزیرۃ العرب کے بارے میں مسلمانان ہند کے جذبات کے ساتھ روا رکھی گئی۔ اس تجویز میں کہا گیا تھا کہ مسلمانان ہند آئینی ایجی ٹیشن کے تمام ذرائع اختیار کرنے میں حق بجانب ہوں گے۔ اس تجویز میں حسرت موہانی نے ایک ترمیم پیش کی جس میں ان ذرائع میں ہندوستانی افواج کا بائیکاٹ بھی شامل تھا کیونکہ ان افواج کے بارے میں اندیشہ ہے کہ وہ شاہنشاہی اور غیر اسلامی مقاصد کے لیے ہندوستان کے باہر استعمال کی جانے والی ہیں یہ ترمیم کافی اہمیت رکھتی تھی کیونکہ بعد کو علی برادران نے اسی کو عملی جامہ پہنا کر ہندوستانی افواج کی وفاداری میں خلل ڈالنے کی کوشش کی۔[1]

امرتسر کے ایک اجلاس کانگرس کے بعد گاندھی جی کے مشورے پر مسلمانوں کے ایک وفد نے وائسرائے سے ملاقات کی۔ مولانا حسرت موہانی اس وفد میں شریک تھے مگر عرض و معروض کے جواب کے بعد جب وائسرائے سے ہاتھ ملانے کا اعزازی لمحہ آیا تو حسرت چپکے سے اٹھ کر بے ہاتھ ملائے کترا کر اس طرح نکل گئے کہ کسی نے دیکھا بھی نہیں۔[2]

19 جنوری 1920ء کو ایک مسلم وفد نے وائسرائے سے ملاقات کی اس وفد کا مقصد صلح کانفرنس میں خلافت کے لیے ان کی ہمدردیاں حاصل کرنا اور اس کے لیے انگلستان ایک وفد بھیجنے کے لیے آمادہ کرنا تھا۔ وفد میں 35 آدمی تھے علی برادران اجمل خان' انصاری عبدالباری شیخ چھوٹانی' ابوالکلام آزاد' حسرت موہانی اور ڈاکٹر کچلو

کے علاوہ گاندھی، ہور شردھانند بھی اس میں شریک تھے[1]۔ مولانا حسرت موہانی نے ترک موالات کی تحریک میں بھی سرگرم حصہ لیا دسمبر 1920 میں کانگرس کا سالانہ اجلاس ناگپور میں ہوا۔ اس میں انہوں نے شرکت کی۔

اسی سال مولوی فضل الحق کی صدارت میں آل انڈیا مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس دہلی میں ہوا اس اجلاس کی ایک خصوصیت یہ بھی تھی کہ پہلی بار علماء نے مولانا عبدالباری کی سرکردگی میں سیاست میں عملی حصہ لینے کا فیصلہ کیا۔ گاندھی جی نے بھی اس اجلاس میں شرکت کی۔ مولانا حسرت شروع ہی سے چرخے اور کھدر کے خلاف سدیشی کے موافق تھے چنانچہ اجلاس میں بھی کھدر اور چرخے کے بارے میں گاندھی جی کی تجویز سے انہوں نے اختلاف کیا۔

---

[1] خلافت اور عدم تعاون از بامفورڈ[2] علامہ سلیمان ندوی مرحوم

☆☆☆

آزادی کامل

اب 1921ء کا سال آیا جب گاندھی جی کانگرس پر چھائے ہوئے تھے۔ ادھر خلافت ے لیڈر محمد علی‘ شوکت علی‘ ڈاکٹر کچلو‘ ظفر علی خان تصدق احمد خاں شیروانی‘ ڈاکٹر محمود‘ مولانا ابوالکلام‘ حسرت موہانی وغیرہ تھے۔ ترک موالات کا زور تھا ڈاکٹر انصاری اور سید محمود کے ساتھ اجلاس میں میں بھی تھا۔ اجلاس کے پنڈال سے باہر مسلمانوں کو قیام گاہ کے سامنے ایک شامیانے میں مغرب کے بعد خاص مسلمانوں کا جلسہ تھا حکیم صاحب وغیرہ موجود تھے۔ گاندھی جی خاص طور پر مسلمانوں کو کچھ کہنے آئے ہوئے تھے اتنے میں دیکھا کہ کانگرس کی سبجکٹ کمیٹی کے پنڈال سے گھبرائے ہوئے بھاگتے ہوئے دو والنٹئر آئے۔ اور گاندھی جی سے نہایت اضطراب سے کہا کہ چلیے سبجکٹ کمیٹی میں حسرت موہانی نے ہندوستان میں استقلال کی تجویز پیش کر دی ہے۔ اور کسی طرح واپس نہیں لے رہے ہیں :ل فضا میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ کوئی غیبی گولا گر پڑا ہے۔ چنانچہ گاندھی جی وغیرہ بھی گھبرائے ہوئے جلسے سے اٹھ کر سبجکٹ کمیٹی میں چلے گئے۔ مگر حسرت...... یہ وہ نشہ نہیں جسے ترشی سے اتار دے...... حسرت بدستور اپنی بات جمے رہے اور نوٹس دیا کہ وہ اس کو کھلے اجلاش میں پیش کریں گے۔ ؎

احمد آباد کانگرس کا ایک نمایاں پہلو یہ تھا کہ ایک ایسی جماعت منظر عام پر آئی جس نے مقاصد کانگرس کے حصول کے لیے رسمیطور پر تشدد کی حمایت کی۔ حسرت موہانی نے سبجیکٹ کمیٹی اور کھلے اجلاس میں دونوں جگہ زور دیا کہ کریڈ Crald (طریق کار و معتقدات) میں ایسی ترمیم کر دی جاے س کی رو سے مکمل آزادی کا حصول ممکن اور ذرائع سے کانگرس کا نصب العین ہو۔ انہوں نے اپنی تقریروں علانیہ تشدد اور گوریلا جنگ کی تبلیغ کی حسرت موہانی کی حمایت میں آندھرا بنگال اور سی پی کے تمام نمائندے تین کے سوا یو پی کے نمائندے کچھ بمبئی کے اور دہلی کے سکھ نمائندے کے سوا سب سکھ

نمائندے تھے۔[2]

---

[1] خلافت اور عدم تعاون از بامفورڈ وہ خود شریک مولانا ابوالکلام کا نام شریک تھا۔[2] سید سلیمان ندوی مرحوم[3] حکیم اجمل خاں مرحوم[4] سید سلیمان ندوی مرحوم

تاہم گاندھی جی کی کوششوں سے یہ تجویز نامنظور کر دی گئی۔ اسی سال کانگرس کے اجلاس کے ساتھ احمد آباد ہی میں آل انڈیا مسلم لیگ کا بھی سالانہ اجلاس ہوا جلسے کے صدر مولانا حسرت تھے اور اپنے صدارتی خطبے میں انہوں نے وہی خیالات پیش کیے جو کانگرس کے اجلاس میں پیش کر چکے تھے۔ یکم جنوری 1922ء کو انڈین ری پبلک (یونائیٹڈ اسٹیٹس آف انڈیا) کا اعلان کر دیا جائے مسلم لیگ کمزور ہے لیگ کے جو مقاصد ہیں وہی کانگرس اور خلافت کے بھی ہیں۔ صرف مسلمانوں کے حقوق کی حفاظت مسلم لیگ سے مخصوص ہے چاہیے کہ یہ اول سوارج حاصل کیا جائے۔ اس کے بعد حقوق کی حفاظت ہو۔ مسلم لیگ میں دوسرے خیال کے لوگ زیادہ ہیں۔ چاہے یہ کہ فیس ممبری کم کر کے ممبر بڑھائے جائیں اور اگر گورنمنٹ خلافت اور پنجاب کے مسائل نہ طے کرے تو مسلم لیگ کا مقصد کامل آزادی سمجھی زیادہ چاہیے۔ یہ خطبہ صدارت ضبط ہوا اور مولانا 22 اپریل 1922ء کو تیسری اور آخری مرتبہ گرفتار ہوئے اور دفعہ 124 الف اور 121 کے تحت دو سال کے لیے سزائے سخت قید ملی لیکن میعاد گزرنے سے پہلے ہی دوسرے قیدیوں کے ساتھ رہا کر دیے گئے۔

☆☆☆

کمیونزم سے دلچسپی

کمیونزم کے مقاصد سے مولانا کو شروع ہی سے ہمدردی تھی مئی 1920ء میں اودھ خلافت کانفرنس میں جو شیخ مشیر حسین قدوائی کی صدارت میں ہوئی تھی۔ نہایت قابل اعتراض تقریریں کی گئیں۔ ہیں جن میں بیرونی حملہ آوروں کی اعانت کی طرف اشارے تھے۔ اور بالشویکوں کی فتح کے خیر مقدم کا رجحان پایا جاتا تھا۔ مولانا حسرت بھی اس کانفرنس میں شریک تھے اور انہوں نے اپنی تقریر میں یہ بھی کہا تھا کہ اگر پرنس آف ویلز اپنا سفر ہند ملتوی نہ کرے گا تو جہاں وہ جائے گا ہڑتال کرادی جائے گی۔[1]

1925ء میں مولانا حسرت ہی کی کوششوں سے پہلی آل انڈیا کمیونسٹ کانفرنس کانپور میں منعقد ہوئی اس کی مجلس استقبالیہ کے صدر مولانا ہی تھے اپنے خطبہ استقبالیہ میں جن خیالات کا اظہار انہوں نے کیا اس کا اندازہ درج ذیل اقتباس سے لگایا جا سکتا ہے۔

---

[1] خلافت اور عدم تعاون از بامفورڈ [2] خطبہ صدارت اجلاس آل انڈیا مسلم لیگ منعقدہ 1931ء احمد آباد بحوالہ مسلمانوں کا روشن مستقبل [3]۔۔۔

کمیونزم کی تحریک کاشتکار اور مزدوروں کی تحریک ہے۔ اس تحریک کے اصول اور اغراض و مقاصد سے جمہور اہل ہند عموماً اتفاق کرتے ہیں۔ البتہ بعض صریح غلط فہمیوں کی بنا پر کمیونزم کے نام سے بعض کمزور اور وہمی طبیعت سے گھبراتے ہیں مثلاً بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ کمیونزم اور خونریزی وفساد لازم و ملزوم ہیں حالانکہ اس کی حقیقت اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ہم لوگ عدم تشدد کی ضرورت و مصلحت کی بنا پر جائز سمجھتے ہیں۔ اور مہاتما گاندھی کی طرح اس کو ہر حالت میں بطور اصول لازم نہیں قرار دیتے''۔

کمیونزم کے مقاصد کی تشریح کرنے کے بعد مذہب کے بارے میں کمیونسٹ رویے کی توضیح اس طرح کرتے ہیں:

واقعہ یہ ہے کہ ہم لوگ مذہب کے بارے میں انتہا درجے کی رواداری کو مناسب سمجھتے ہیں۔ ہم ہر مذہب کے وجود کو تسلیم کرتے ہیں ہمارے نزدیک لامذہبی بھی ایک مذہب ہے۔ ہمارے بعض مسلمان لیڈر بلا وجہ کمیونزم کو اسلام کے خلاف بتاتے ہیں حالانکہ حقیقت حال اس کے خلاف ہے مثلاً کم از کم سرمایہ داری کے خلاف تو اسلام کا فیصلہ شاید کمیونسٹ عقیدے سے زیادہ سخت ہے۔ اور فریضہ زکوۃ کا منشا بھی زیادہ تر یہی ہے کہ خلق خدا میں جب تک ایک شخص بھی بھوکا رہے اس وقت تک مالداروں کو عیش کرنے کا کوئی حق نہیں ہے۔ قرآن میں نماز کے بعد سب سے زیادہ زور زکوۃ پر ہی دیا گیا ہے'' لے

☆☆☆

خدام الحرمین

اسی سال حجاز پر ابن سعود نے حملہ کر دیا حضرت مولانا عبدالباری کی قیادت خدام الحرمین کے نام سے ایک انجمن بنائی گئی مولانا حسرت اس کے ممتاز بانیوں میں سے تھے انجمن کے زیر اہتمام لکھنو میں ایک آل انڈیا حجاز کانفرنس منعقد ہوئی جس کی صدارت مولانا حسرت نے کی۔ خطبہ صدارت کے اقتباس ذیل سے مولانا کا اس بارے میں پوری طرح واضح ہو جاتا ہے۔

آج کا اجتماع کا خاص مقصد اس کے سوا اور کچھ نہیں کہ ابن سعود اور اہل نجد کے ہاتھوں آج سرزمین حجاز میں مقابر و مساجد کی تباہی اور بالقصد بے حرمتی کی جو نا شائستہ حرکات اس وقت سرزد ہو چکی ہیں ان کی نسبت ہم اپنی انتہائی بیزاری کا ایک قطعی اور آخری اعلان کر دیں اور چونکہ نجدیوں کی وحشت اور بربریت کے محرک ان کے مذہبی عقائد ہیں جن پر وہ اس وقت سختی سے قائم ہیں اور رہیں گے اور ان کے وثوق پر وہ تخریب جرم کو بہ کمال بے باکی کی تطہیر حرم کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس لیے آئندہ کے لیے بھی ان سے کسی بہتر طرز عمل کی توقع نہ رکھتے ہوئے صاف صاف کہہ دیں کہ مقامات مقدسہ پر ان کی حکومت یا اقتدار کو ہم کسی بھی حالت میں منظور یا گوارہ نہیں کر سکتے“۔[1]

---

[1] خطبہ استقبالیہ آل انڈیا کمیونسٹ کانفرنس کانپور اردوئے معلی مئی 1926ء

اس سلسلے میں یہ ذکر شاید بے جا نہ ہوگا کہ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی مرحوم کو یہ باور کرا دیا گیا تھا کہ ان کے مرشد حضرت مولانا عبدالباریؒ مسئلہ حجاز میں مولانا حسرت اور شیخ مشیر حسین قدوائی کے رائے سے متاثر ہو کر علی برادران سے اختلاف کر رہے ہیں اسے مولانا حسرت موہانی نے حضرت مولانا عبدالباریؒ کے انتقال کے بعد ان کے مختصر حالات اردوئے معلی میں تحریر کیے جس کے درج ذیل

آخری جملے سے اس غلط فہمی کی تردید میں ہیں۔

بعض آپ کی وفات کے بعد لکھ رہے ہیں کہ آپ کی خاص کمزوری یہ تھی کہ بعض غلط مشورہ دینے والوں پر اعتبار بہت زیادہ قائم کر لیا تھا اور اپنی ذاتی عقل وبصیرت کو ان اثرات سے مغلوب کر لیا تھا۔ حالانکہ حقیقت حال جس کا راقم کو ذاتی اور یقینی علم ہے اور جسے آپ کے بعد ظاہر کر دینے میں مضائقہ نہیں معلوم ہوتا یہ ہے کہ اکثر امور مذہبی ونیم مذہبی میں آپ کی رائے ہمیشہ اشارہ ہائے باطن کے تابع رہا کرتی تھی جس وقت جس قسم کا طرز عمل اختیار کرنے کی ہدایت ہوتی تھی آپ اس پر بلا تامل کاربند ہوتے تھے[1]

بہ مے خانہ جامی نہ از خود رود
مگر ہمت شیخ جامش برد[2]

ابن سعود کی حکومت نے اصلاحات وتطہیر کے نام پر جو نئے قوانین وضع کیے تھے ان میں حاجیوں پر ٹیکس بھی تھا۔ چنانچہ مولانا حسرت موہانی جب پہلی مرتبہ حج کے لیے گئے تو انہوں نے یہ سعودی ٹیکس دینے سے انکار کر دیا اور وہاں کی حکومت کو انکے سامنے جھکنا پڑا اور یہ ٹیکس ان سے اور ان کے ساتھیوں سے نہ لیا گیا۔

---

[1] علامہ سید سلیمان ندوی مرحوم نے اپنے تعزیتی مضمون میں اس خبر کی تصدیق کر دی ہے[2] اردوئے معلی جنوری وفروری 1926ء

☆☆☆

گاندھی جی سے جنگ

1929ء میں سائمن کمیشن ہندوستان آیا مولانا کمشن کے بائیکاٹ کے مخالف تھے گاندھی جی نے کمشن کی مخالفت میں مظاہروں کی تنظیم کے لیے سارے ملک کا دورہ کیا اور زور شور کے سائمن واپس جاؤ کے نعرے کی تبلیغ کی دورہ کرتے ہوئے گاندھی جی جب کانپور پہنچے تو مولانا حسرت نے گنتی کے چند آدمیوں کے ساتھ کالے جھنڈوں کا مظاہرہ کیا ''سائمن گو بیگ'' کے توڑ پر وہ نعرہ بلند کر رہے تھے ''گاندھی گو بیک''۔ ایک موقعہ وہ بھی آیا کہ مولانا تنہا رہ گئے کالا جھنڈا ان کے ہاتھ میں تھا اور وہ چاروں طرف سے کانگریس رضا کاروں میں گھرے ہوئے تھے۔ برابر نعرے لگاتے رہے۔ آخر گاندھی جی نے کانگرس رضا کاروں کو مولانا کی مزاحمت سے روکا تو تب مولانا بھی واپس ہوئے یہ بھی بتا دینا چاہیے کہ سائمن کمشن کی آمد تک کانگرس اور مسلم لیگ کے درمیان کوئی سمجھوتہ نہ ہو سکا تھا۔ اس درجہ سے مسلم لیگ کے لیڈروں کے درمیان کمیشن کے بائیکاٹ کرنے میں اختلاف تھا خاصا بڑا طبقہ بائیکاٹ کے خلاف چاہتا تھا کہ مسلم لیگ کا نقطہ نگاہ ضرور کمیشن کے روبرو پیش کرنا چاہیے۔ البتہ سمجھوتہ ہو جائے تو وہی کیا جائے جو ملک کا متفقہ فیصلہ ہو اس پر لیگ دو ٹکڑوں میں بٹ گئی اسی سال مولانا نے مستقبل کے نام سے ایک روزنامہ کانپور سے جاری کیا لیکن یہ زیادہ دن تک نہ چلا البتہ اردوے معلیٰ جسے انہوں نے 1925ء میں پھر سے جاری کیا کسی نہ کسی طرح ایک زمانے تک چلتا رہا۔

کمیونل اوارڈ کے اعلان کے بعد اور 1925ء آئین کی منظوری اور نفاذ سے قبل مولانا نے شیخ مشیر حسین قدوائی مرحوم، مولانا آزاد سبحانی مرحوم، سید ذاکر علی صاحب کے ساتھ مل کر ایک آزاد پارٹی بنائی۔ کامل آزادی کے حصول کے لیے ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان تعاون کی یہ ایک مخلصانہ سعی تھی ملک وملت نے مولانا حسرت کی تمام انقلابی تجاویز کی طرح اس کی بھی قدر نہ کی اور یہ پارٹی عام انتخابات میں حصہ نہ لے سکی۔

مسلم لیگ کی نشاۃ الثانیہ

1936ء میں حسرت مسلم لیگ کی تنظیم جدید سے وابستہ ہوئے۔ یو پی مسلم لیگ پالیمنٹری بورڈ کے سرگرم ممبر بنے۔ اس وقت مسلم لیگ عوام میں مقبول بنانے میں مولانا شوکت علی، مولانا ظفر علی خاں، اور مولانا حسرت کا بڑا حصہ ہے۔ دیہات کے اکثر مسلمان قائداعظم جناح کے نام سے بھی باخبر نہ تھے کانگرس کی طرف سے یہ بھی کہا جاتا تھا کہ مسلم لیگ صرف نوابوں اور آرام طلبوں کی جماعت ہے مسلم لیگ کی جانب سے مولانا کا نام ان اعتراضات کا مسکت جواب تھا بارہا ایسا ہوا کہ راقم تحریر نے قائداعظم کا تعارف اس طور پر کرایا کہ وہ مولانا حسرت، مولانا شوکت علی خاں کے ایسے مجاہدین حریت اور زعمائے اسلام کے تسلیم کیے ہوئے رہبر ہیں۔

مولانا حسرت یو پی مسلم لیگ کی مجلس عاملہ کے مستقل ممبر رہے۔ 1937ء میں لیگ کا سالانہ اجلاس لکھنو میں ہوا اس میں انہوں نے نمایاں حصہ لیا اور انہی کی کوششوں سے اس اجلاس میں لیگ کا نصب العین کامل آزادی اور ایسا وفاقی طرز حکومت معین ہوا جس کے صوبے اندرونی طور پر آزاد ہوں۔ اجلاس عام میں جدید نصب العین کی تحریک کرتے ہوئے مولانا نے صاف طور پر اعلان کر دیا کہ وفاق ہند کے صوبوں کو اسو لیے وہ آزاد رکھنا چاہتے ہیں کہ مرکزی حکومت مسلمانوں کی اکثریت کے صوبوں کے ساتھ انصاف نہ کرے تو یہ صوبے وفاق ہند سے باہر نکل آئیں اور اگر ہندو اکثریتی صوبے نوآبادیاتی طرز حکومت پر قناعت کریں تو اسلامی اکثریت کے صوبے آزاد حکومت بنالیں۔ اور ضرورت ہو تو جمہوریہ شوریہ روسیہ سے مل جائیں۔ اس اجلاس کے بعد وہ لیگ کے ہر سالانہ اجلاس اور آل انڈیا لیگ کونسل کی ہر نشست سے پابندی سے شریک ہوتے رہے۔

1938ء میں وہ ہندی مسلمانوں کے وفد کے ایک رکن کی حیثیت سے قاہرہ کی

فلسطین کانفرنس میں شریک ہوئے۔

1939ء میں ممالک مغربی کا سفر کیا۔ اس سفر میں راقم تحریر بھی دمشق تک ان کے ساتھ تھا۔ اسی اثنا میں دوسری جنگ عظیم (2 ستمبر) کو چھڑ گئی اور دمشق سے انگلستان کے تمام راستے مسدود ہو گئے اس سفر میں مولانا حسرت کو اتنا اصرار تھا کہ وہ کسی نہ کسی طرح وہاں سے بیروت پہنچے۔ دو ہفتہ تک کوئی جہاز نہ ملا۔ مولانا نے وہاں سے مجھے دمشق لکھ بھیجا کہ وہ مسئلہ فلسطین اور ہندوستان کے سیاسی مسائل پر اپنے خیالات باشندگان انگلستان اور خصوصاً حکومت برطانیہ کے سامنے پیش کرنے کا عزم مصمم کر چکے ہیں۔ اگر جہاز نہ ملا تو سمندر میں تیر کر جائیں گے مگر جائیں گے ضرور۔

آخر وہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوئے۔ بیروت سے یونان تک ان کے لیے ایک جہاز میں جگہ مل گئی۔ یونان سے لندن تک ریل میں گئے۔ راستے میں کئی ملکوں کا ویزا نہ ہونے کی وجہ سے قید ہوئے مگر کسی نہ کسی طرح منزل مقصود تک پہنچ ہی گئے۔ کئی ماہ لندن میں قیام کیا اس سفر کی یادگار ان کی وہ غزلیں ہیں جو کلیات کے حصہ یازدہم اور حصہ دوازدہم میں ہیں۔

☆☆☆

دیارِ رسولؐ کی تڑپ

مالی عسرت کے باوجود انہوں نے گیارہ حج کیے اور بارہ مرتبہ مدینہ طیبہ میں حاضری دی۔ مدینہ طیبہ میں ان پر ایک عجیب کیف تھا۔ مسجد نبویؐ میں نماز ختم ہوتے ہی دعا کا انتظار کیے بغیر مواجہ اقدس میں حاضر ہو کر درج ذیل اشعار سلام کے ساتھ ذوق شوق سے عرض کرتے تھے۔

یا نبی اللہ السلام علیک
انما الفوز و الفلاح لدیک

بہ سلام آمدم جو ابم دہ
مرہمے بر دل کبابم نہ

بس بود جاہ و احتشام مرا
یک علیک از تو صد سلام مرا

جب وہ پہلی بار حجاز گئے تو شیخ عبدالباقی ایوبی علیہ الرحمۃ سے سلاسل حدیث کی اجازت لی تھی اہل مدینہ کی خدمت کا بڑا خیال رکھتے مخیّر حضرات سے رقمیں مقرر کرا دی تھیں جو خود لے جا کر نذر کرتے۔

1942ء میں براہ کراچی و بحرین حج پر جانا چاہتے تھے کہ حجاج کے ایک قافلہ کے ساتھ بمبئی پہنچے وہاں معلوم ہوا کہ جہاز میں جگہ کراچی پہنچ کر ملے گی۔ چنانچہ ریل سے کراچی گئے۔ وہاں حکومت سندھ اور حکومت ہند سے ہر ممکن کوشش پاسپورٹ اور اجازت سفر حاصل کرنے کی کرتے رہے۔ ملک کے سیاسی رہنماؤں کو تار بھی دیے مگر کامیابی نہ ہوئی آخر میں جب کوئی صورت کامیابی کی نہ نکلی تو حیدرآباد دکن واپس آ گئے۔ اس واقعے کا ان پر جو اثر ہوا وہ درج ذیل الفاظ سے ظاہر ہے۔

آج یوم عید تھا۔ میں نے عید گاہ میں جا کر نماز پڑھنا مناسب نہ سمجھا اس لیے کہ

عید دوگانہ عید الضحیٰ درحقیقت دوگانہ شکر متعلق بہ ادائے حج ہوتا ہے اور حج کو اہل ہند کے لیے امسال حکومت ہند نے ناممکن بنا دیا تھا۔ مکان کے قریب والی مسجد میں میں نے نماز پڑھی امسلم لیگ کے وہ مخلص رکن تھے مگر اس جماعت میں بھی قیادت یا اکثریت کے خلاف اظہار خیال میں تامل نہیں کرتے تھے۔

1942ء میں مسلم لیگ کا سالانہ اجلاس الہ آباد میں اس وقت ہو رہا تھا جب سر سٹافورڈ کرپس ہندوستانی لیڈروں سے گفت وشنید کرنے دہلی آئے ہوئے تھے۔ مولانا حسرت کو اندیشہ تھا کہ قائد اعظم درجہ نو آبادیات پر راضی ہو جائیں گے۔ مجلس مضامین میں انہوں نے کرپس کی پیش کش کے متعلق اپنی تجویز پر اجلاس عام میں پیش کرنے کے لیے رکھی۔ قائد اعظم اسے پیش کرنے کی اجازت نہیں دی تو مولانا نے ایک اور تجویز میں ترمیم کا نوٹس دیا جس تجویز میں مولانا پیش ترمیم کرنا چاہتے تھے۔ اس کا مدعا قائد اعظم کو کامل اختیارات سونپنا تھا۔ جب یہ تجویز اجلاس عام میں پیش ہوئی تو مولانا تنہا اس کی مخالفت میں کھڑے ہو گئے۔ پچاس ہزار سے زائد آدمی اس وقت جلسے میں موجود تھے ہر طرف سے آوازیں آ رہی تھیں نہیں سنیں گے نہیں سنیں گے۔

مولانا مائیکروفون کے سامنے کھڑے ہوئے نہایت معصومانہ انداز میں مگر انتہائی جوش سے فرما رہے تھے کیوں؟ آپ کیوں نہیں سنیں گے؟ اور ہم آئے کاہے کے لیے ہیں۔ آخر مولانا جیتے اور مجمع ہارا۔ انہوں نے تقریر کی اور وضاحت کے ساتھ اپنا نقطہ نظر بیان کیا۔ دراصل حسرت کی سیاست ان دو عناصر سے تعمیر ہوئی تھی۔ کامل آزادی اور اشتراکیت چنانچہ سوال کرنے پر ارشاد فرمایا کہ میں پاکستان کا موید ہوں لیکن پاکستان ڈومینین کا قائل نہیں بلکہ پاکستان جمہوریت کا علم بردار ہوں۔ اور یہی نکتہ میرے اور قائد اعظم کے درمیان خلیج پیدا کر رہا ہے ان کا خیال ہے کہ ہندوستان میں پانچ جمہوریتیں قائم ہونی چاہئیں جن کی تفصیل یہ ہے:

(۱) مشرقی پاکستان (۲) مغربی پاکستان

(۳) مرکزی ہندوستان (۴) جنوب مشرقی ہندوستان (۵) جنوب مغربی ہندوستان اور ریاست حیدر آباد ان سب کو وفاقی اتحاد ہند کا اجزائے ترکیبی ہونا چاہیے تھے۔

ا فرنگی محل کے ایک بزرگ جو مدینہ طیبہ ہجرت کر گئے تھے ایک عرصے تک مسجد نبوی میں درس دیتے رہے اور وہیں وفات پائی۔ ۲ اقتباس از روزنامچہ حسرت ۳ پروفیسر عبدالشکور

مولانا کی مذکورہ بالا آئینی تجاویز تقسیم ہند کے عمل میں آنے سے پہلے کی ہیں اور انہی تجاویز کے سلسلے میں انہوں نے کانگرس اور مسلم لیگ کے زعماء سے مشورے کیے اور ملک کے اکثر حصوں کا دورہ کیا ان کے روزنامچے درج ذیل اقتباسات بھی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

26 مارچ 1942ء آج میں نے دفعتاً فیصلہ کیا کہ دہلی جا کر جناح صاحب کو پاکستان اور برطانستان کی پالیسی ترک کرنے پر مجبور کر دوں گا اور ہو سکا تو کانگرس ورکنگ کمیٹی میں جا کر اس میں کانفیڈریشن آف الائیڈ فیڈریشن کی تجویز تسلیم کرنے پر مجبور کر دوں گا۔ وما توفیقی الا باللہ شب کی ایکسپریس سے دہلی روانہ ہو گیا۔ 27 مارچ 1942ء آج صبح کی گاڑی دہلی پہنچی 9 بجے دفتر مسلم لیگ حسن ریاض کے ہاں قیام کیا اس وقت لیاقت علی خاں کے بنگلے پر جا کر قریب قریب کل ممبران مسلم لیگ اور ورکنگ کمیٹی سے ملاقات کی نواب زادے نے جناح صاحب سے پوچھ کر مجھ کو ساڑھے چار بجے شام...... کا وقت دیا۔ اس وقت مسلم لیگ ورکنگ کمیٹی کے ممبر جمع ہوں گے تم اپنے خیالات ان کے سامنے رکھ سکتے ہو اسی وقت پہنچا اور دو باتیں مختصر طور پر کہیں۔ اول یہ کہ ورکنگ کمیٹی یا قائد اعظم کو بھی اختیار نہیں کہ ڈومینین اسٹیٹس کی بنیاد پر کرپس سے کوئی بات چیت کریں دوم یہ کہ برطانوی شکست کی حالت میں گاندھی پارٹی یا بوس پارٹی سے مل کر آزاد کنفیڈریشن کی بنیاد پر مصالحت ہو سکتی ہے۔ کم

وبیش ایک مہینے کے بعد اسی مقصد کی خاطر انہوں نے واردھا کا سفر کیا۔ گاندھی جی راجگو پال اچاریہ اور ولبھ بھائی پٹیل سے ملاقاتیں کیں۔

28 اپریل 1942ء راجہ جی نہایت ذہین واقعہ ہوئے اور ان کی نگاہ بہت دور رس ہے۔ فوراً میری سکیم کو سمجھ گئے اور اس سے اتفاق ظاہر کیا رات کو گاندھی جی کے ساتھ یہی واقعہ پیش آیا خدا کی شان کہ جو شخص ڈومینین اسٹیٹس کا شیدائی اور آزادی کا کامل دشمن تھا وہ بالکل میرا ہم نوا ہو گیا۔

فالحمدللہ علی ذلک

☆☆☆

سیاست اور اشارہائے غیبی

حقیقت الامر یہ ہے کہ مولانا کی سیاسی سرگرمیوں کے کبھی کبھی ان کے خواب یا مکاشفات بھی ہوتے تھے اور جب کسی معاملہ میں اشارہ غیبی انہیں مل جاتا تو عجب شان جلال سے وہ اپنے عقائد کی تبلیغ کیا کرتے۔ایک واقعہ اس سلسلے میں درج کردینا ضروری معلوم ہوتا ہے۔

جولائی 1946ء میں مسلم لیگ کونسل کا ایک تاریخی اجلاس بمبئی میں منعقد ہوا اس اجلاس میں شرکت کے لیے راقم بھی ہوائی جہاز میں ان کے ساتھ روانہ ہوگا۔اثنائے راہ میں انہوں نے فرمایا کہ بیٹے صاحب پاکستان تو مل جائے گا۔اب آئندہ کی فکر کرنی چاہیے۔میں نے عرض کیا کہ آپ کو یہ کیسے یقین ہے کہ پاکستان مل جائے گا۔فرمانے لگے کہ میں نے خواب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت کی ہے اور حافظ کے دیوان سے تفاول کیا تو شعر بھی نہایت مناسب نکلا اور حافظ کی اس غزل پر میں نے تضمین بھی کردی ہے اور اسی وقت ڈائری سے مندرجہ ذیل اشعار سنائے۔

جب کہے خود اب میں خود آ کے وہ شاہ خوباں
جب کہ حافظ بھی مصدق ہو بہ فال دیواں
تجھ کو حسرت یہ مبارک سند مہر و نشاں
پردہ بردار کہ تا سجدہ کند جملہ جہاں
طاق ابروئے تو محراب جہاں خواہد بود

مورخہ 18 مارچ 1946ء

دوسرے دن مسلم لیگ کے اجلاس میں وہ تجویز پیش ہوئی جو راست اقدام کی تجویز کے نام سے مشہور ہے۔اس تجویز کی ایک خاص بات یہ تھی کہ حکومت برطانیہ چونکہ نے مسلمانوں کا مطالبہ پاکستان نہیں مانا اس لیے تمام خطاب یافتہ حضرات کو

اپنے خطابات واپس کر دینے چاہئیں۔ مولانا حسرت نے اس تجویز میں ترمیم پیش کی جس کا مدعا یہ تھا کہ مسلم ممبران مجالس قانون ساز پاکستان دستور اسمبلی قائم کر لیں اور پاکستان کا دستور تیار کریں۔ قائداعظم نے اس ترمیم کو علیحدہ تجویز قرار دیا اور ترمیم کے طور پر اسے پیش کرنے کی اجازت نہیں دی۔ مولانا حسرت کو شدید ہیجان تھا اور وہ بار بار کھڑے ہو کر تقریر کرنے کی کوشش کرتے اور روکے جاتے۔ آخر میں ان کے پاس گیا اور ان سے کہا کہ آپ نے اپنا نظریہ پیش کر دیا ہے اب لوگ سننا نہیں چاہتے تو آپ کیوں مصر ہیں مولانا نے مجھے جواب دیا کہ مجھے ان لوگوں کی مخالفت پر تعجب نہیں مگر حیرت ہے کہ آپ بھی مجھ سے بیٹھ جانے کو کہہ رہے ہیں حالانکہ میں آپ کو سب کچھ بتا چکا ہوں‘‘۔ مولانا کا اشارہ اپنے خواب کی طرف تھا۔[1]

☆☆☆

اسمبلی کی رکنیت

1945ء میں وہ مسلم لیگ کے ٹکٹ پر یوپی اسمبلی اور ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور دنیا جانتی ہے کہ جس بے خوفی اور صفائی سے ان مجالس میں اپنے خیالات پیش کیے وہ انہی کا حصہ تھا۔ ہندوستان کی دستور ساز اسمبلی کے ابتدائی ایام میں مسلم لیگ نے اس کے بائیکاٹ کا فیصلہ کیا لیکن مولانا اس فیصلے کی تائید میں نہ تھے۔ قائداعظم سے اختلاف رائے کے باوجود مولانا ان کا بہت خیال کرتے تھے اور خود قائداعظم نے بھی ہمیشہ ان کا لحاظ کیا۔

قائداعظم کی وفات پر اپنے روزنامچے میں تحریر فرماتے ہیں۔

12 ستمبر 1948ء آج صبح گھر سے نکلنے پر قائداعظم کے انتقال کی خبر معلوم ہوئی۔

اناللہ وانا الیہ راجعون مرحوم اپنا مقصد پورا کرکے دنیا سے اٹھے ایسی کامیابی بہت کم لیڈروں کو حاصل ہوتی ہے۔

☆☆☆

تقسیم ہند کے بعد

قیام پاکستان کے بعد مولانا حسرت ہندوستان ہی میں رہے مگر انہوں نے کبھی اپنے بیان یا تقریر میں پاکستان پر نکتہ چینی نہ کی ان کو پاکستان کی بہت سی باتیں ناپسند تھیں لیکن وہ ہندوستان میں بیٹھ کر ان پر تنقید اس لیے ناپسند کرتے تھے کہ ایسی باتوں سے ہندوستانی حکومت کی خوشامد کی بو آتی تھی۔

۱؎ مولانا کی وفات تک پاکستان کا دستور نہیں بنا تھا اور دس سال کے بعد تیار ہوا۔ اگر مولانا کی ترمیم منظور ہو گئی ہوتی اور یہ کام اس وقت ہو جاتا تو معلوم نہیں ہے کہ مسلمانوں کی تاریخ اور اس ملک کا سیاسی جغرافیہ کس قدر مختلف ہوتا۔

تقسیم ہند کے بعد ہندوستانی مسلمانوں کے لیے ان کا وجود بہت بڑا سہارا تھا۔ اور اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ انہوں نے ہندوستانی مسلمانوں کی طرف سے اپنی ذمہ داریوں کو کبھی فراموش نہ کیا۔ اس زمانے کے روزناچوں سے اقتباسات ذیل میں درج کیے جاتے ہیں جن سے بخوبی اندازہ ہو سکتا ہے کہ اتنے بڑے انقلاب کے بعد بھی مولانا ایک انچ جگہ سے ہٹنے کے لیے تیار نہ تھے۔

16 ستمبر 1947ء آج شام کو احمد نبی خاں نے بانس منڈی میں بغرض تبادلہ خیالات میری دعوت کی تھی۔ میں نے بھی مسلمانوں کے لیے آئندہ لائحہ عمل کے باب میں تفصیلی گفتگو کر کے تقریباً جملہ اہالیان بانس منڈی کو اپنا نقطہ نظر سمجھا دیا کہ مسلمانوں کو اظہار مایوسی کی ضرورت نہیں۔ اگر ضرورت ہو تو انہیں حکومت موجودہ کے خلاف گوریلا طریق جنگ اختیار کرنا چاہیے۔

23 نومبر 1947ء آج دس بجے کے قریب نوری صاحب کے ہاں ناشتہ کر کے میں نے بلی ماران کی طرف گیا اور اس آخری حصے سے چاندنی چوک سے بالکل متصل ہے بغور معائنہ کیا۔ چاندنی چوک میں عمل دخل اغیار کا ہے۔ ایک آدھ کے سوائے اور

کوئی مسلمان ادھر کا رخ نہیں کر سکتا......۔

11 ستمبر 1947ء: آج صبح کو سردار علی ملنے آئے میں نے ان کو تبرک کے بتاشے دیے اور کل اپنے بیوی بچوں کے لیے باقی کل بتاشے لے جانے کو کہہ دیا۔ بریسال کے فضل الحق بھی ملنے کو آئے۔ وہ انڈیا کے مسلمانوں کی مدد کا جذبہ لے کر مشرقی پاکستان سے آئے ہیں آدمی مخلص معلوم ہوتے ہیں میں نے اکا شکریہ ادا کیا مگر آگاہ کر دیا کہ الحمدللہ کم سے کم یوپی کے آپ لوگوں کی مدد کے بغیر بھی اپنی حفاظت کر لیں گے۔

اسی زمانے میں کانگرس حکومت کے اشارے پر ایک آزاد مسلم کانفرنس لکھنو میں بلائی گئی۔ مولانا آزاد اس میں پیش پیش تھے۔ اور ان کی خواہش تھی کہ مسلم لیگی زعما بھی اس کانفرنس میں شریک ہو کر ذہنیتوں کی تبدیلی کی تلقین کریں اور مسلمانوں کو حالات کے مطابق بدل جانے پر آمادہ کریں۔ یوپی مسلم لیگ نے پانچ اصحاب پر مشتمل ایک وفد مولانا آزاد سے گفت وشنید کے لیے ترتیب دیا۔ اس گفت وشنید کی داستان حسرت کے 27 دسمبر 1947ء کے روزنامچے سے پیش کی جاتی ہے۔

آج صبح سے ساڑھے دس بجے تک ناشتہ خوری اور اخبار بینی سے فارغ ہو کر کل کے فیصلے کے مطابق ہم پانچ نمائندے اور رضوان اللہ حسرت موہانی، ذاکر علی، فاروق نفیس الحسن، 11 بجے کے قریب کارلٹن ہوٹل میں ابوالکلام صاحب سے بات چیت کرنے کو پہنچے۔ مختصر گفتگو ہی کے دوران میں معلوم ہو گیا کہ میں نے جلسہ مشاورت میں جو بدگمانی مولانا ابوالکلام آزاد کی نیت کے متعلق ظاہر کی تھی وہ خود ان کی زبانی بھی محقق ہو گئی انہوں نے صاف صاف اقرار کیا کہ آج کی کانفرنس کا صرف ایک مقصد ہے اور وہ یہ کہ تمام مسلم ادارے سیاسی حیثیت سے ختم ہوں کل فرقہ ورانہ جماعتیں کانگرس میں مدغم ہو جائیں۔ اس پر ہم لوگ یہ کہہ کر چلے آئے کہ ہم لوگوں کی شرکت بالکل بیکار ثابت ہو گی۔ دوران گفتگو میں چلتے چلتے میں نے ایک فقرہ ابوالکلام کے

متعلق چست کر دیا جس سے ان کی ساری کارستانیوں پر پانی پھر گیا اور جس سے وہ انتہا درجہ بھنائے۔ میں نے کہا کہ 1857ء میں برٹش گورنمنٹ کی بدگمانیاں رفع کرنے کے لیے جس طرح سر سید نے مسلمانوں کو صرف تعلیمی اور سماجی امور پر زور دینے اور سیاسی وفاداری برطانیہ کی تلقین کی تھی بالکل اسی طرح 1947ء میں آپ کانگرس کے ساتھ مسلمانوں کو بلاشرط وفاداری سکھاتے ہیں اور اسلامی اداروں کو سماجی امور کے لیے محدود کر دینے کے درپے ہیں لاحول ولاقوۃ الا باللہ۔

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

پارلیمنٹ میں

ہندوستانی پارلیمنٹ میں ایک ایسا وقت بھی آیا کہ جب مولانا حسرت کے سوا کوئی ممبر ایسا نہ تھا جو مسلمانوں کے جذبات کی ترجمانی کر سکے۔ جونا گڑھ اور حیدر آباد پر ہندوستانی افواج کے قبضے کے بعد تنہا مولانا حسرت ہی نے ایوان پارلیمنٹ میں وہ باتیں کہہ دیں جو کروڑوں مسلمانوں کے دلوں میں تھیں' لیکن کسی میں اظہار کی جرات نہ تھی۔ انہوں نے سردار پٹیل کے انتہائی دور عروج میں ان کو مخاطب کر کے فرمایا:

تم نے وہی کام کیا ہے جو ہسٹینگز ولزلی اور کلائیو نے کیا تھا۔ تم نے اپنی طاقتور فوجوں کے بل بوتے پر کمزور ریاستوں سے آزادی چھینی ہے۔ تمہارے محکمے پر خدا کی لعنت ہو''۔

اس کے علاوہ یوپی اسمبلی میں بھی تنہا مولانا حسرت نے اس تجویز کی مخالفت کی جو حیدر آباد میں ہندوستانی افواج کی فتح پر مبارکباد دینے کے لیے پیش کی گئی تھی۔

پارلیمنٹ کے رکن ہونے کے بعد بھی حسرت نے اپنے زندگی بھر کے اصول کو نہیں بدلا ہمیشہ کی طرح تھرڈ کلاس میں ہی سفر کرتے رہے دہلی میں ان کا قیام بھی کبھی دفتر وحدت میں رہتا اور کبھی ایک مسجد کے حجرے میں دستور سازی کے زمانے میں ہندوستان میں سخت فرقہ وارانہ فسادات ہو رہے تھے۔ خصوصاً دلی کی سرزمین پر مسلمانوں کے لیے عرصہ حیات تنگ ہو چکا تھا۔ مولانا اس وقت بھی پابندی سے دلی جاتے رہے اور دستور سازی میں حصہ لیتے رہے۔ دستور مکمل ہو گیا چونکہ مولانا کی مرضی کے مطابق نہ تھا اس لیے انہوں نے اس پر دستخط کرنے سے انکار کر دیا۔

مولانا حسرت ہندوستان کے لیے ایک کانفیڈریشن بنائے جانے کے حامی تھے۔ دیسی ریاستوں کے بارے میں ان کا خیال تھا کہ بشرط حصول آزادی و جمہوریت کانفیڈریشن میں اپنی اپنی حسب حیثیت واہمیت شامل ہو سکتی ہے۔ شیخ عبداللہ سے بھی

اس سلسلے میں ان کی جھڑپ ہوئی جس پر ان کی ڈائری کے درج ذیل اقتباسات سے روشنی پڑتی ہے۔

16 جون 1949ء: آج کانسٹی ٹیوانٹ اسمبلی میں نمائندگان کشمیر پہلی بار شریک ہوئے میں نے شیخ عبداللہ سے دیر تک بحث کی کہ راجہ کشمیر کی حکمرانی کیوں تسلیم اور تسلیم نہیں کی تو پھر ان کی طرف سے نامزد ہو کر تم یہاں تک کیوں پہنچے؟ میں نے بڑودہ میسور اور بھوپال کی نسبت بھی پوچھا کہ ان کو دھوکا کیوں دیا؟

مولانا جس طرح ہندوستان کے دستور سے مطمئن نہ تھے اس سے کچھ زائد ہی وہ ہندوستان کی آزادی کو اصل آزادی سمجھنے کے لیے تیار نہ تھے۔ اس کا اندازہ ان کے روزنامچے کے درج ذیل اقتباس سے بھی لگایا جاسکتا ہے:

15 اگست 1949ء آج یوم آزادی کے سلسلہ میں ''راجہ جی'' کے یہاں شب کی دعوت تھی میں بھی مدعو تھا۔ مگر موٹر یا سواری کا انتظام نہ ہوسکا۔ اس لیے نہ گیا۔ علاوہ ازیں حاصل شدہ آزادی کو حقیقی آزادی سمجھنے کا بھی میرے دل کو اطمینان نہیں ہے۔

اسی روزنامچے میں دلی کے ایک مشاعرے کا بھی دلچسپ تبصرہ ہے۔

---

[1] راجگوپال اچاریہ گورنر جنرل ہندوستان

---

26 نومبر 1949ء: آج دہلی کالج میں ایک مشاعرہ تھا مرزا جعفر علی خاں اثر کی صدارت کے اعلان نے پھر ان شاعروں کو بھی اس مشاعرے پر آمادہ کر دیا جو ایسے نافہم سامعین کے سامنے اپنا کلام اور وقت نہ ضائع کرنے کا ارادہ کر چکے تھے۔ مثلاً جوش اور میں خود کالج کے کل لڑکے اردو زبان سے بیگانہ محض ہیں اسلیے بے سوچے سمجھے جہاں چاہتے ہیں تالیاں بجاتے ہیں اور جہاں چاہتے ہیں واہ واہ سے آسمان سر پر اٹھا لیتے ہیں لاحول ولاقوۃ اثر صاحب بھی اس لغویت سے متاثر ہوئے اور اپنی تسلیم صدارت سے منفعل۔

آخری ایام

1950ء میں مولانا نے آخری بار فریضہ حج ادا کیا۔ اور غالباً اسی سفر کے دوران میں انہیں اپنے وقت کے آجانے کا احساس ہو گیا تھا۔ مدینہ طیبہ میں دو تین مرتبہ کی حاضری کے بعد انہوں نے واپسی کا قصد ظاہر کیا اور مجھ سے فرمایا کہ وہ جلد از جلد کراچی اور لاہور سے ہوتے ہوئے لکھنؤ پہنچ جائیں گے کیونکہ اب انہیں زیادہ دن نہیں جینا۔

ان کی صحت 1949ء ہی سے گرنے لگی تھی۔ سفر حج میں بھی وہ بہت کمزور معلوم ہوتے تھے۔ کانپور واپسی کے بعد وہ فوراً لکھنؤ منتقل ہو گئے مجھے ان کی نازک حالت اور تشویش ناک علالت کی خبر ان کے رشتے دار بھائی اور میرے عزیز دوست مولوی علی حسین کے خط سے ہوئی اور حسرت صاحب کا یہ مختصر پیغام بھی معلوم ہوا کہ میں یہاں ہوں اور مجھے یہ خیال ہوتا ہے کہ آپ یہاں نہیں ہیں۔

جب میں لکھنؤ پہنچا اور انکی خدمت میں حاضر ہوا تو وہ ایک پلنگ پر لیٹے ہوئے تھے جس پر ترپال یا ٹاٹ کی ایسی کوئی چیز بچھی ہوئی تھی۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ مولانا کو اصرار ہے کہ وہ نرم گدے یا قالین استعمال نہیں کریں گے۔ میں نے با اصرار پلنگ پر توشک بچھوائی اور ان سے کہا کہ اگر آپ ٹاٹ پر لیٹے رہے تو آپ کی پیٹھ پر زخم پڑ جائیں گے۔ جس سے آپ کے علاوہ تیمارداروں کو اذیت ہو گی۔ تب وہ توشک بچھوانے پر راضی ہوئے۔ مگر عجیب انداز سے کہنے لگے کہ تمام زندگی اسی طرح بسر کی۔ آپ چاہتے ہیں کہ میرا وقت گدوں اور قالینوں پر آئے۔

دوا استعمال کرنے اور انجکشن لینے سے بھی بہت الجھتے تھے۔ ایک ڈاکٹر نے طنزاً کہا مولانا آپ ذرا کی سوئی کی تکلیف سے ڈرتے ہیں۔ اس پر سخت ناراض ہوئے اور کہا کہ میں اپنی تمام زندگی کسی تکلیف سے نہیں ڈرا۔ آپ کی سوئی سے کیا ڈروں گا۔

مزاحمت اس لیے کرتا ہوں کہ اس کو بیکار سمجھتا ہوں۔

دوران علالت میں مولانا حبیب الرحمان لدھیانوی مرحوم عیادت کے لیے تشریف لائے کلمات تسکین وتشفی کے طور پر کہنے لگے مولانا گھبرائیے نہیں۔آپ کی علالت خطرناک نہیں ہے آپ اچھے ہو جائیے گا۔مولانا حسرت اٹھ کر بیٹھ گئے اور جواب دیا سنیئے صاحب! میں بیمار تو ہوں مگر بے وقوف نہیں ہوں مجھے اچھی طرح معلوم ہے کہ میرا وقت آ گیا ہے"۔

1951ء کے روزنامچے کے درج ذیل صفحات سے بھی معلوم ہوتا ہے کہ موت کی قربت کا انہیں پورا علم تھا۔

یکم جنوری 1951ء آج نئے سال کا پہلا دن ہے ہر شخص خیال ہوتا ہوگا کہ اس کی عمر میں ایک سال کا اضافہ ہو گیا مگر درحقیقت مقدار عمر ایک سال کم ہو گئی اور مرنے کا دن ایک سال قریب ہو گیا۔

15 فروری 1951ء: حسن اتفاق مردم شماری میں میرا نام لکھنو ہی میں لکھا گیا ہے کانپور میں اس وقت تک نوبت نہیں آئی تھی میرا مسقطع بالکل درست نکلا۔

نہ چھوٹا حسرت دیار نہ چھوٹا
بہت ہم نے چاہا بنیں کانپوری

6 مارچ 1951ء: آج رات کو میں نے عالم رویا میں جنت کا نظارہ بہت اچھی طرح کیا۔بہشت کی ایسی تصویر پیش نظر ہوء کہ دل کو یقین ہو گیا یہی اس کی اصلی صورت ہے واللہ اعلم۔

اس سال کی ڈائری کا بیشتر حصہ بیماری اور علاج کی تفصیلات پر مشتمل ہے آخری روزنامچہ 16 مارچ 1951ء کو تحریر کیا۔

انتقال سے تین دن پہلے مولانا حسرت نے خواہش ظاہر کی کہ ان کی دواؤں کا حساب صاف کر دیا جائے۔وہ میرے یہاں مقیم تھے مگر اپنے اخراجات کسی کے

شرمندہ احسان نہیں ہوئے۔ میں نے عرض کیا کہ حساب کی صفائی کی کیا عجلت۔ صحت کے بعد رقم دے دی جائے گی مگر مولانا نے کسی نہ مانا اور کل رقم ادا کر دی۔ عجیب امر یہ ہے کہ انہوں نے چند روپے دواخانے میں فاضل جمع کرا دیے۔ انتقال کے دن حساب بالکل برابر تھا۔ کوئی پیسہ ان کے ذمے فاضل نہ تھا۔ دوران علالت میں کسی تکلیف کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ اف یا آہ تک کے منہ سے کسی نے نہیں سنی۔ زیادہ تر درود شریف پڑھتے یا استغفار پڑھتے رہتے تھے۔

13 مئی 1951ء کو ساڑھے تین بجے صبح، مجھے ان کے داماد سید عبدالسمیع صاحب نصرت موہانی نے خبر دی کہ مولانا کی حالت بہت نازک ہے۔ جب میں پہنچا تو پلنگ کے گردان کے اعزا گریہ وزاری کر رہے تھے مولانا کی سانس اکھڑ رہی تھی۔ انہوں نے مجھ کو پہچانا اور اعزا کی طرف اشارہ کر کے بمشکل کہا کہ ان سے کہیے کہ یہ کوئی نئی بات نہیں ہو رہی ہے۔

یہ ان کا آخری کلام تھا۔ اس کے بعد صرف درود یا استغفار پڑھنے کا اندازہ ان کے لبوں کی جنبش سے ہوتا تھا۔ اسی دن 12 بجے دوپہر کو انہوں نے رحلت فرمائی بعد مغرب باغ مولانا انوار میں نماز جنازہ ہوئی اور وہیں دفن ہوئے وفات کے وقت ہجری اعتبار سے وہ پچھتر برس کے تھے انا للہ وانا علیہ راجعون۔

مولانا حسرت کی پہلی بیوی سے صرف ایک صاحبزادی (بیگم سید عبدالسمیع موہانی ہیں) ان کے پانچ لڑکے اور دو لڑکیاں ہیں۔ بڑے لڑکے سید رضوان الحسن کو ان کی نانی نے پالا تھا۔ مولانا نے تاریخ ولادت جیل میں کہی تھی۔

سال	پیدائش	رضوان	حسرت
ثانی	حسرت	موہانی	ہے

نعیمہ بیگم اپنے شوہر اور لڑکوں کے ساتھ کراچی میں مقیم ہیں۔ مولانا حسرت نے دوسری شادی اپنے ہی خاندان کی ایک بیوہ حبیبہ بیگم سے کی۔ ان سے بھی صرف ایک

صاحبزادی خالدہ ہیں جو اپنی والدہ کے ساتھ کانپور میں رہتی ہیں۔

مولانا کے تین بھائی تھے۔ بڑے بھائی سید روح الحسن اور ایک چھوٹے بھائی سید کریم الحسن جن کا انتقال مولانا کی زندگی ہی میں ہو گیا تھا۔ سب سے چھوٹے بھائی سید مبین الحسن بقید حیات ہیں اور بندکی ضلع فتحپور میں مقیم ہیں۔

انکی تین بہنیں بھی تھیں۔ جن میں سے دو بقید حیات ہیں اور حیدر آباد دکن میں رہتی ہیں۔

مولانا نے کوئی قابل ذیل ذکر ترکہ نہیں چھوڑا۔ آبائی ورثے میں ان کو جو جائیداد ملی تھی اس کا ایک حصہ اپنے جد شاہ وجیہ اور ایک حصہ اپنے مرشد مولانا عبدالوہاب فرنگی محلی کے اعراس کے لیے وقف کر چکے تھے۔ ایک حصہ وقف علی الاولاد تھا جس کا منافع ان کی صاحبزادی نعیمہ بیگم کو ملتا تھا۔ وہ خود اس سے بھی متمتع نہیں ہوئے تھے۔ ایک قلیل سرمایہ بعض تجارتی کمپنیوں میں بھی لگا ہوا تھا۔ جو بعد کو ان کے ورثا میں تقسیم ہوا۔

☆☆☆

حلیہ اور اوصاف

ان کا قد چھوٹا تھا اور رنگ گندمی آنکھیں بڑی تھیں اور چہرے پر چیچک کے داغ نمایاں آواز باریک تھی اور جوانی میں کافی مترنم تھی دور کی نظر ان کی ہمیشہ سے کم تھی اس لیے عینک لگانے کے وہ عادی تھے۔ جو وضع انہوں نے اختیار کی اس پر آخر دم تک قائم رہے۔ شیروانی ترکی ٹوپی اور پائجامہ عموماً پہنتے تھے جوانی میں ڈاڑھی منڈوایا کرتے تھے۔ مگر ایک بار ان کے مخلص دوست عبدالہادی خاں وفا نے ان سے وعدہ لے لیا کہ ڈاڑھی کبھی نہ منڈوائیں گے۔ حسرت قول دے چکے تھے اس وعدے کو پورا کیا اور پھر تمام زندگی کبھی ڈاڑھی نہیں منڈائی۔ ترکی ٹوپی کے وہ پابند نہ تھے۔ ان کے سدیشی اسٹور کے بچے ہوئے سامان میں بہت سی ترکی ٹوپیاں تھیں جب تک یہ چلتی رہیں پہنتے رہے۔ بعد کو دوسری ٹوپیاں بھی استعمال کیں۔

رات کو سوتے وقت سر میں کوئی کپڑا باندھ لیتے۔ صبح بہت جلد اٹھتے۔ کھانا اس وقت کھالیا کرتے کھانے پینے میں بھی کسی چیز کے پابند نہ تھے۔ جو مل گیا وہ بخوشی تناول کر لیتے البتہ ترش چیزیں یہاں تک کہ دہی تک نہ کھاتے پان تو خیر کھا لیتے تھے لیکن تمباکو حقے سگریٹ وغیرہ سے انہوں نے ہمیشہ اجتناب کیا اور سرمہ لگانا کبھی نہ چھوڑا۔[1]

---

[1] نیاز فتح پوری

اخبار بہت پابندی کے ساتھ اور شروع سے آخر تک پڑھتے تھے زیادہ باتیں نہیں کرتے تھے سیاسی امور پر جب مباحثہ ہوتا اور ان کو جوش آجاتا تو اور بات تھی۔ سیاسی اختلافات کی بنا پر وہ سخت تنقید سے تامل نہیں کرتے تھے مگر ذاتی طور انہیں کسی سے عداوت یا عناد نہ تھا اپنے عقائد میں بڑے مضبوط تھے مگر ان کے احباب کے دائرے میں بلا امتیاز مذہب و ملت ہر قسم کے لوگ تھے۔

اپنے ذاتی کام سے کبھی کسی امیر یا حاکم کے یہاں نہیں گئے مگر ضرورت مندوں کے لیے ارباب ثروت سے سفارش کرنے میں انہیں تامل نہ ہوتا تھا۔ ارباب غرض اپنے کاموں کے لیے انہیں وزراء یا حکام لے جاتے تو وہ بے تکلف چلے جاتے۔

طبیعت میں نہایت انکسار تھا کسی شاعر کی مذمت یا تذلیل نہیں کرتے تھے۔ بلا ضرورت اپنے علم کا اظہار نہیں کرتے تھے۔ بہت اصرار کیا جاتا تو اپنے شعر سنا دیتے تھے۔ اپنی تقریر یا گفتگو میں اپنا کوئی شعر کبھی نہ پڑھا۔

ان کی زندگی درویشانہ بلکہ قلندرانہ قسم کی تھی اور مزاج میں حد درجہ استغنا تھا انہوں نے کبھی لیڈر بننے کی کوشش نہیں کی۔ اور نہ کسی بڑے سے بڑے لیڈر سے مرعوب ہوئے دنیاوی لحاظ سے وہ بڑی مختصر تمنائیں رکھنے والے انسان تھے۔ اس لیے ان پر کبھی مایوسی کی کیفیت طاری نہیں ہوتی تھی۔

☆☆☆

اسلامیت کا پیکر

حسرت کی زندگی صحیح معنوں میں ایک مرد مسلمان کی زندگی تھی ان کی سب سے بڑی صفت یہی تھی کہ ظاہر و باطن یکساں اور ہر لوث سے پاک و صاف تھا۔ وہ نصاب سیم و زر کے عمر بھر قابل ہی نہ ہوئے ایک سچے خدا پرست انسان کی طرح انسانیت سے محبت رکھتے۔ نمود و نمائش سے نفرت کرتے ایسی اعلیٰ فضیلت اور درجت کے باوجود حلم و تواضع منکسر المزاجی ان کی طبیعت کا خاصا رہی۔ ان کے احباب میں امیر و کبیر ہستیاں نامور مدبرین اور مشاہیر شامل تھے۔ لیکن انہوں نے کبھی کسی کا آسرا نہ ڈھونڈا اور نہ کبھی کسی سے اپنے مقصد یا غرض کی خاطر کسی توقع یا اعانت کے طالب ہوئے۔ اپنی سادہ زندگی کے ہمیشہ خود کفیل رہے۔ کسی دوست کی کوء مدد کسی حالت میں بھی قبول نہ کی۔ یہاں تک کہ گھر کے کام کاج کے لیے بھی نوکر تک کی امداد گوارہ نہ کرتے۔ اپنے تمام کام اپنے ہاتھ سے کرتے میں نے بارہا بچشم خود انہیں گھر کا سودا سلف بازار سے لاتے محلے کے نل سے پانی بھر کر بالٹیاں اٹھاتے دیکھا ہے۔

لے نیاز فتح پوری

اسی طرح سادہ وضع پر تا حیات قائم رہے اور دوسروں کے دست نگر نہ رہے لے

☆☆☆

محشر عمل

کس قیامت کا یہ آدمی تھا۔ محشر خیال نہیں محشر عمل۔ جس بات کو اپنے نزدیک حق سمجھتا تھا اس کو بغیر تامل کے بغیر گھٹائے بڑھائے بغیر ہموار کیے بغیر مصلحت یا موقع کا انتظار کیے بے ضغطہ زبان بغیر پلک جھپکائے تخاطب افلاطون ہو یا فرعون اس کے سامنے کر ڈالنا حسرت کے لیے معمولی بات تھی۔

ایسا نڈر سچا محبت کرنے والا اور محبت کے گیت گانے والا اب کہاں سے آئے گا کسی سے نہ دبنے والا ہر شخص پر شفقت کرنے والا زبان کا بناض شاعروں کا والی غزل کا امام ادب کا خدمت گار۔

کیسی سچی بات کسی نے کہی کہ سیاست کوئلے کا کاروبار ہے جس میں سبھی کا ہاتھ تھوڑا بہت ضرور کالا ہوتا ہے سوائے حسرت کے!

☆☆☆

مرحومہ بیگم حسرت

مولانا حسرت کے تمام سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ ان کی سیرت کی تعمیر اور ان کی سیاسی اور ادبی خدمات میں بڑا حصہ مرحومہ بیگم حسرت کا ہے ان کا نام نشاط النساء تھا اور مولانا کے قریبی عزیز سید شبیر حسین موہانی کی دختر نیک تھیں ۔ غالباً 1885ء میں پیدا ہوئیں ۔ اور ان کا عقد مولانا حسرت کی طالب علمی ہی کے زمانہ میں ہو گیا تھا ۔ رواج کے مطابق گھر پر ہی تعلیم پائی تھی تصوف کا ذوق اور ادبی مذاق دونوں میں مولانا حسرت کی شریک تھیں ۔ اس خاتون نے جس دلیری بہادری اور استقلال اور صبر سے ان مشکلات کا سامنا کیا اس کی نظیر ملنا مشکل ہے ۔ مولانا کی قید کے زمانے میں ان کے مقدمات کی پیروی اردوئے معلیٰ کی اشاعت پریس کا بندوبست تجارت کی نگرانی دوادیں کی ترتیب وطباعت سب کام ان کو محترم خاتون نے سرانجام دیے حقیقی معنی میں مولانا حسرت کی شریک حیات تھیں ۔

---

[1] عشرت رحمانی [2] رشید احمد صدیقی

سیاسی معاملات میں بھی وہ مولانا کے ساتھ شریک رہیں 1925ء میں کانگرس کا سالانہ اجلاس مسز نیڈو کی صدارت میں کانپور میں ہو رہا تھا مولانا حسرت اور بیگم حسرت مزدوروں کے ایک جلوس کی قیادت کر رہے تھے ۔ جب کانگرس کے پنڈال کے قریب یہ جلوس پہنچا تو پنڈت جواہر لال نہرو نے جو کانگرس رضا کاروں کی کمان کر رہے تھے اس جلوس پر لاٹھی چارج کرنے کی دھمکی دی ۔ اس پر مرحومہ بیگم حسرت موہانی نے بڑھ کر جواہر لال نہرو کے منہ پر طمانچہ لگایا اور اس نادری حکم کی بدتمیزی پر سرزنش کی جواہر لال نہرو نے اپنی غلطی کا اعتراف کیا اور یہ جلوس کانگرس کے اجلاس میں داخل ہو گیا ۔

مولانا کی پہلی گرفتاری کے موقع پر انہوں نے جس کردار کا مظاہرہ کیا اس کا اندازہ

درج ذیل عبارتوں سے کیا جاسکتا ہے۔

گرفتاری کے وقت راقم حروف کی شیر خوار لڑکی نعیمہ حد درجہ تک علیل تھیں اور اتفاق سے مکان میں والدہ نعیمہ اور ایک خادمہ کے سوا کوئی موجود نہ تھا۔لیکن ان کی ذات سے اس نازک وقت میں بربنائے سیادت وتائید ربانی حیرت انگیز حوصلہ و استقلال کا اظہار ہو۔خود پریشان ہو کر راقم کو بھی مغموم کرنے کے بجائے انہوں نے دوسرے ہی دن بذریعہ سپرنٹنڈنٹ جیل میں ایک ایسا ہمت افزا خط بھیجا۔جسے دیکھ کر جملہ کارپردازان زنداں متحیر رہ گئے راقم کا دل بفضلہ امر حق کی بہبودی کے باعث یونہی قوی تھا لیکن ان کی یہ تحریر کہ تم پر جو افتاد پڑی ہے اسے مردانہ وار برداشت کرو میرا یا گھر کا مطلق خیال نہ کرنا۔خبردار تم سے کسی قسم کی کمزوری کا اظہار نہ ہو۔تقویت مزید کا باعث ہوئی حائی صاحب کو انہوں نے تار دے کر بلوالیا تھا جن کے ہمراہ وہ مجھ سے ملنے بھی آئیں ارو جب تک مقدمہ چلتا رہا ہر ہفتہ آیا کرتیں اور آخر تک ان کی جرات و ہمت میں ذرہ بھر فرق نہیں آیا الحمدللہ۔

ان محترم خاتون کی وفات پر مولانا حسرت نے یہ تحریر فرمایا۔

18 اپریل 1937 ٹھیک گیارہ بجے دن کے وقت بیگم حسرت مکروہات دنیا سے آزاد ہو کر بہ اطمینان تمام واصل بحق ہوگئیں۔اناللہ وانا الیہ راجعون۔

سلسلہ عدالت کئی ساری سے جاری تھا۔سال بھر بیمار رہتی تھیں مگر موسم حج کے قریب ان کی صحت حاصل کر لیتی تھیں کہ حج کے لیے میرے ساتھ جانے میں کوئی دشواری نظر نہ آتی تھی۔چار سال یہی حال رہا۔آخری بار یعنی 1934ء میں براہ عراق سفر حج کے وقت البتہ وہ اس قدر کمزور و بیمار تھیں کہ ان کو ساتھ لے جانے کی ہمت نہ ہوتی تھی مگر ان کی دل شکنی اور مایوسی کا خیال بھی سوہان روح تھا مجبوراً مجھ کو یہ فیصلہ کرنا پڑا کہ بصرہ تک جہاز اور وہاں سے بغداد تک ریل میں جانا چونکہ نسبتاً آسان ہے۔ اس لیے ان کو وہاں چھوڑ دوں گا۔اور خود صحرائے عرب 1200 میل موٹر میں طے کر

کے مدینہ اور مدینہ سے ہو کر ملہ پھر اسی راہ پر آجاؤں گا۔ اور بغداد سے انہیں ساتھ لے لوں گا۔ اس تجویز کو انہوں نے سنا مگر کچھ نہ کہا۔ اور ساتھ ہو لیں۔ بغداد پہنچ کر اپنے جد امجد حضرت امام موسیٰ کاظمؑ کے روبرو اپنے اللہ سے دعا کی کہ زیارت روضہ رسولؐ اور حج وزیارت سے محروم نہ رہوں۔ اس دعا نے تریاق کا کام کیا اور انہوں نے باوجود علالت و نقاہت تمام ارکان حج بخوبی ادا کیے اور دوبارہ مدینہ اور دوہی بار بغداد و کاظمین ونجف وکربلا میں حاضری دے کر صحیح سلامت واپس کانپور پہنچ گئیں۔ مگر بصرہ سے کراچی پہنچتے پہنچتے علالت پھر نمودار ہوگئی جس کی روز افزوں تکلیفیں آخر کار ان کی جان ہی لے کر گئیں۔

ریڑھ کی ہڈی میں کچھ خرابی ایسی پیدا ہوگئی تھی جو ڈاکٹروں کی رائے میں لاعلاج تھی اور جس کی وجہ سے ان کے جسم کا نصف حصہ اسفل کئی ماہ سے بالکل بے حس ہوگیا تھا پلنگ پر پڑے پڑے کئی زخم نہایت درجہ تکلیف دہ پیدا ہو گئے تھے۔ پسلیوں میں شدید درد رہنے لگا مگر ان کی زبان سے اس کے سوا کہ جو اللہ کی مرضی اور اس کی صلحت کا تقاضا کسی نے بھی کوئی حرف شکایت نہ سنا کبھی کبھی البتہ اتنا کہہ دیتی تھیں کہ جب بیماری میں تکلیف کی یہ شدت ہو تو افتراق جسم وروح کے وقت کیا حال ہوگا مگر انتقال سے ایک روز قبل نماز فجر کے اول وقت ٹوٹے پھوٹے الفاظ میں کہا کہ اب مجھ کو کسی تکلیف کا اندیشہ نہیں ہے۔ اسلیے کہ میں ابھی ابھی حضورؐ تشریف لائے تھے تو میں نے دامن تھام لیا اور عرض کیا کہ مجھ کو بھی مدینے لے چلیے آپؐ نے فرمایا! تم گھبراؤ نہیں ہم تم کو جلد بلا لیں گے۔ اور تکلیف جان کنی کی نسبت بھی ارشاد ہوا کہ ہم ذمہ دار ہیں تم کو ایسی کوئی تکلیف نہ ہوگی چنانچہ اب ہم کو کوئی فکر نہیں ہے۔

الحمد للہ کہ نتیجہ بھی واقعی اس شکل میں ظاہر ہوا میرے سوا کسی کو آخر تک اس کا احساس نہ ہوا کہ ان کا خاتمہ اس درجہ قریب ہے۔

خدا گواہ ہے کہ راقم اس قول میں ذرہ برابر بھی مبالغہ نہیں ہے کہ ایثار وحیا وغیرت و

مروت و محبت فہم و فراست، جرات و صداقت عزم و ہمت، وفا و سخا حسن عقیدت صدق نیت خلوص عبادت حسن خلق صحت مذاق پاکی و پاکیزگی صبر و استقلال اور سب سے بڑھ کر عشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور محبت حضرت حق کے لحاظ سے شاید مسلمان عورتوں بلکہ مردوں میں بھی آج ہندوستان میں کم ایسے افراد موجود ہوں گے جن کو ہم بیگم حسرت سے بہتر بلکہ برابر جگہ دے سکیں ان تمام باتوں کی تفصیل ایک جداگانہ تصنیف کی طالب ہیں۔

ایں سعادت بہ زور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

راقم کو بیگم حسرت کی جدائی سب سے زیادہ اس خیال سے شاق ہے کہ اب کوئی اس کی کوتاہیوں پر ملامت کرنے والا نہ رہا۔ ظاہری تعلیم چھوڑ کر باقی کل باتوں میں بیگم اس سے بدرجہا بہتر تھیں اور ان کو ہر قسم کی تنبیہہ کا حق حاصل تھا۔ جس کا اثر بھی خاطر خواہ ہوتا تھا۔ افسوس کہ گزشتہ چند ماہ کے دوران میں مجھ سے بعض خانگی امور میں بالکل نادانستہ طور پر چند ایسی خامیاں ظاہر ہوئیں جن کی بنا پر انہیں اپنے لیے میری جانب سے بے رخی و کم التفاتی کا گمان پیدا ہو گیا اور اس کا انہیں بہت صدمہ ہوا۔ بعد میں اگرچہ فطری نیک نیتی اور عالی حوصلگی کی بنا پر انہوں نے میری معذرت کو صحیح تسلیم کر کے اپنے دل کو صاف کر لیا تھا مگر مجھ کو پاداش ہی کا خطرہ لگا رہتا تھا جس کا اظہار میں نے اپنی آخری غزل میں بہ ایں الفاظ میں کیا تھا:

چھوڑ کر وہ چل نہ دیں آخر زراہ انتقام
مجھ کو تنہا رات دن آنسو بہانے کے لیے

افسوس کہ جس بات کا ڈر تھا وہی سامنے آئی اور ہمیشہ کے لیے مجھ کو مغموم محروم بنا گئی۔[1]

---

[1] منقول از حسرت موہانی (مصنفہ از پرنسپل عبدالشکور)

مولانا حسرت کا سلسلہ طریقت

مولانا حسرت کے مرشد حضرت مولانا شاہ عبدالوہاب فرنگی محلی ایک ایسے خاندان کے رکن تھے جن کا علمی تبحر اور روحانی درجہ مسلم ہے۔ ان کے جد اعلیٰ حضرت ملا قطب الدین شہید دہالوی سلسلہ چشتیہ سے وابستہ تھے لیکن حضرت قطب شہید کے فرزند استاذ الہند ملا نظام الدین اور پوتے حضرت ملا احمد عبدالحق ایک ایسے بزرگ کے وسیلے سے سلسلہ قادریہ میں داخل ہوئے جو عارف رموز شریعت اور طریقت تھے مگر بظاہر نوشت خواندے سے بھی ناآشنا تھے۔

نگار ما کہ بہ مکتب نہ رفت و خط ننوشت
بغمزہ مسئلہ آموز صد مدرس شد

ان جلیل القدر بزرگ کا نام نامی اور اسم گرامی (سید السادات شاہ عبدالرزاق علیہ الرحمتہ تھا) حضرت ممدوح اودھ کے ایک گاؤں بانسہ شریف میں اقامت پذیر ہوئے اور وہیں آپ کا مرقد منور ہے۔ حضرت سید صاحب نے مولا علی کرم اللہ وجہہ کی خواب میں زیارت کی اور ان کے ارشاد کے بموجب حضرت میر سید عبدالصمد خدا نما احمد آبادی کے دست حق پر بیعت پر بیعت سے مشرف ہوئے میر خدا نما علیہ الرحمتہ کے ایک خادم خصوصی بابا تاج نے بیعت کے بعد درخوات کی کہ معمول کے مطابق حضرت سید صاحب کو چلہ کشی کی ہدایت کی جائے۔ اس پر حضرت میر عبدالصمد خدا نما نے فرمایا اولیائے کاملین کو جو کچھ خلوت اور چلہ کشی میں حاصل ہوا ہے وہ اس سپاہی کو گھوڑے کی پیٹھ پر حاصل گا حضرت سید صاحب کو رخصت کرتے وقت ہدایت کی کہ جب دہلی سے گزریں تو میر سید حسن رسول نما سے ملاقات کریں۔ جب وہ دہلی پہنچے اور میر سید حسن رسول نما سے ملے تو انہوں نے فرمایا کہ اے مرد سپاہی ایک بات ہے جو تم کو تمہارے پیر و مرشد دے پہنچی۔ اور مجھ کو میرے پیر سے۔ لیکن مطالب کا حصول ہر ایک

کی سعی اور کوشش کی بقدر ہے۔ ایسا نہ چاہیے کہ خوب شکم سیر ہو کر کھائے اور پیر پھیلا کر سوئے اور کسی فقیر کو بدنام کرے۔

مولانا حسرت کے جد سید محمود نیشا پوری کی دسویں پشت میں حضرت شاہ وجیہہ الدین محمد تھے جو 1108ء میں پیدا ہوئے اور 1208ء میں وفات ہوئی۔ شاہ وجیہ الدین تحصیل علوم کے بعد دہلی گئے تھے وروہاں سید حسن رسول نما کی خدمت میں حاضر ہوئے اور غالباً بیعت سے بھی مشرف ہوئے۔ شاہ وجیہہ الدین مولانا حسرت کے پر دادا تھے اوران کا عرس موہان میں ہوتا ہے۔ اور مولانا حسرت نے اپنی جائیداد کا ایک حصہ اس عرس کے لیے پہلے حج کو جانے سے قبل ہی وقف کر دیا تھا۔

ملا احمد عبدالحق فرنگی محلی کے فرزند مولانا انوارالحق سلسلہ رزاقیہ قادریہ کے نمایاں بزرگ تھے۔ قبرستان فرنگی محلی جہاں مولانا مدفون ہیں انہیں کے نام سے منسوب ہے۔ اور باغ انوار کہا جاتا ہے۔ سادات موہان مولانا انوارالحق کے زمانے ہی سے شیخ فرنگی محلی سے وابستہ ہو چکے تھے۔ مولانا حسرت کے پرنانا مولانا سید آل حسن مرحوم مولانا انوارالحق کے مرید تھے مولانا انوارالحق کے جانشین مولانا عبدالوالی اوران کے جانشین مولانا عبدالرزاق فرنگی محلی تھے مولانا حسرت کا نانا ولانا احمد سعید مولانا عبدالرزاق کے خصوصی مرید تھے اور مدت العمر فرنگی محلی میں اپنے پیرومرشد کے پاس رہے مولانا حسرت کا پورا خاندان شاہ عبدالرزاق فرنگی محلی کا ارادت مند تھا اوران کی والدہ اعراس میں شرکت کے لیے پابندی سے فرنگی محلی جایا کرتی تھیں اور مولانا ان کے ساتھ ہوتے تھے اس لیے عہد طفولیت ہی سے وہ حضرت مولانا شاہ عبدالرزاق کے معتقد تھے اور ارادت مند تھے بہت ممکن ہے کہ انہوں نے بچپن ہی سے ان سے بیعت کی ہو کیونکہ اکثر اشعار میں اس کی طرف اشارے ملتے ہیں مثلاً

غلام حضرت رزاق کیا ہوئے حسرت
کہ آپ نام خدا عاشقوں کے میر ہوئے

مولانا حسرت کو مولانا عبدالرزاق سے بے حد عقیدت تھی۔ اردوئے معلی اگست 1928ء کی اشاعت میں انوار رزاقیہ (سوانح حیات حضرت مولانا شاہ عبدالرزاق) پر تبصرہ کرتے ہوئے لکھتے ہیں۔

ہمارے حضرت کامل ولی کامل امام وقت اور غوث دوراں ہونا ارباب نظر اور اہل تحقیق کے نزدیک مسلم ہے۔ خوش قسمت ہیں وہ لوگ جن کو حضور کی زیارت نصیب ہوئی جن لوگوں کو یہ دولت نہیں نصیب ہوئی انہیں بھی کم سے کم اس کتاب کے مطالعے سے فیض یاب ہونا لازم ہے۔ لکھنو سنٹرل جیل میں فقیر نے حضورؐ کی شان میں یہ شعر کہے تھے:

اک خلش ہوتی ہے محسوس رگ جاں کے قریب
آن پہنچے ہیں مگر منزل جاناں کے قریب
لکھنو آنے کا باعث یہ کھلا آخرکار
کھینچ لایا ہے دل اک شاہد پنہاں کے قریب
روز ہو جاتی ہے رویا میں زیارت حسرت
آستان شہ رزاق ہے زنداں کے قریب

مولانا عبدالرزاق کے وصال کے بعد ان کے فرزند مولانا عبدالوہاب جانشین ہوئے مولانا نے حسرت نے تجدید بیعت یا باقاعدہ بیعت ان سے کی خود بیان فرماتے ہیں کہ یہ بیعت بعض قلبی شکوک کے رفع ہو جانے کی وجہ سے کی گئی تھی۔ اس مقطعے میں اس واقعہ کی طرف بھی اشارہ ہے:

کیا چیز تھی وہ مرشد وہاب کی نگاہ
حسرت کو جس نے عارف کامل بنا دیا

اردوئے معلی می جو شعر شائع ہوئے ہیں وہ مولانا عبدالباری کی عنایت کیے ہوئے ہیں اور عبارت ذیل ان پر لکھی ہے "مولوی فضل الحسن کہ بردت حضرت ابی

مرشدی مولانا عبدالوہاب قدس سرہ العزیز توبہ کردہ و بیعت نمودہ داخل سلسلہ قادریہ رزاقیہ والیہ رزاقویہ شدہ استقامت بر توبہ بخشاد و خاتمہ بخیر کناد"۔

اس سلسلہ کے مشائخ کا دستور تھا کہ وہ مرید کو پہلے سلسلہ قادریہ میں اور بعد میں ظرف استطاعت کے مطابق سلاسل چشت و دیگر سلاسل میں داخل کرتے تھے۔ حضرت سید بانسوی کو سلسلہ چشتیہ کی اجازت باطنی مکاشفات کی بنا پر ہوئی تھی۔ مولانا حسرت کو سلسلہ قادریہ کی خلافت حاصل ہو چکی تھی اور بعد کو دولت چشت بعطائے خاص حاصل ہوئی۔ تفصیل اس اجمال کی درج ذیل مکتوب سے ہوتی ہے۔

نقل خط بنام حضرت مولانا عبدالباری علیہ الرحمتہ

از یرودوا سنٹرل جیل

5 شعبان المعظم

مخدومی اور مطاعی بعد سلام مسنون گزارش ہے کہ اس وقت تک میں نے شرم کے سبب سے اپنا حال آپ کو نہیں لکھا تھا۔ مگر آج بایمائے خاص بذریعہ عریضہ ہذا اور درخواست کرتا ہوں کہ بروقت ضرورت مجھ کو سلسلہ چشتیہ صابریہ رزاقیہ انواریہ والیہ رزاقیہ میں بیعت لینے کی اجازت مرحمت ہو۔ میں آپ کی اجازت کو اپنے اور آپ کے مرشد علیہ الرحمتہ کی اجازت کا قائم مقام سمجھوں گا۔

درصورت منظوری درخوات اگر جواب بذریعہ تار مرحمت ہو تو اور بھی خوب ہو۔

خاک پائے شما و بزرگان شما

فقیر حسرت موہانی

پتہ یہ ہے

درجیل خانہ سرت موہانی بذریعہ سپرنٹنڈنٹ سنٹرل جیل

یرودوا۔ پونا

جواب از حضرت مولانا عبدالباری صاحب رحمتہ اللہ علیہ

آپ کا خط مولانا عبدالباری صاحبؒ کے عرس کے دوران پہنچا جو آپ کی شرکت کا قائم مقام ہے میں آپ کو مطلوبہ اخذ بیعت کی اجازت بخوشی دیتا ہوں اور اپنے لیے باعث افتخار و مغفرت سمجھتا ہوں

کہ مجھے آپ کی تخفیف سزا کا حال معلوم ہوا۔

مولانا حسرت کو دوسرے سلاسل میں بھی بیعت لینے کی اجازت ان کے مرشد زادے نے دی تھی لیکن شاگردان شاعری کی طرح مریدان حسرت کی تعداد بہت مختصر ہے۔

مولانا حسرت نے اپنے شیوخ کی مدح میں اشعار لکھے ہیں وہ تصنع سے بری ہیں اور ان میں سے زیادہ تر ایسے معاملات کا ذکر ہے جو ان پر خود گزرے ہیں مثلاً قید فرنگ ثانی میں ان کا و بلا اطلاع فیض آباد جیل سے سنٹرل جیل لکھنو لایا گیا۔ مولانا حسرت قید تنہائی میں تھے ۔اور بند گاڑی میں لائے گئے تھے۔کسی بیرونی ذریعہ سے معلوم نہیں ہو سکا کہ وہ اس جگہ ہی پہلی ہی شب انہوں نے خواب میں حضرت مولانا شاہ عبدالرزاق کی زیارت کی حضرت نے تسلی دی اور ہا کہ وہ قریب ہیں مولانا حسرت فرماتے تھے کہ جتنے دن لکھنو جیل میں رہے ہر روز زیارت کی مقطع میں برملا اس کا ذکر موجود ہے۔

روز ہو جاتی ہے رویا میں زیارت حسرت
آستاں شہ رزاق ہے زنداں کے قریب

اس غزل کے ان دو اشعار کے علاوہ جو اوپر درج ہو چکے ہیں یہ دو شعر بھی بیان میں واقعہ ہیں:

وہ جو ہیں پاس تو مجلس بھی ہے اک باغ ہمیں
کامیابی بھی نمودار ہے حرماں کے قریب
لپٹے اس ڈھب سے کہ پھر ہو نہ جدا خاک مری
کہیں پہنچے بھی تو اس گوشہ داماں کے قریب

سلسلہ قادریہ کے بانی حضرت غوث الاعظم جیلانیؒ سے مولانا حسرت موہانی کو

والہانہ شیفتگی تھی۔ اور ان کا عقیدہ یہ تھا کہ جو بھی خواہش وہ دربار غوثیت میں کرتے ہیں وہ ضرور قبول ہوتی ہے۔ جب وہ زمانہ جنگ میں بغداد شریف میں حاضر ہوئے تو دعا کی کہ روس کو شکست نہ ہو لڑائی کے خاتمے کے بعد کہا کرتے تھے کہ ان کی یہ دعا بھی قبول ہوئی حضرت غوث پاک کی شان میں ایک غزل ان کی ایسی ہے جو بعض قادری خانوادوں میں وظیفے کے ساتھ پڑھی جاتی تھی۔

دستگیری کا طلب گار ہوں شیاء للہ
میر بغداد میں ناچار ہوں شیئاً للہ

اس غزل کے مقطعے میں بھی ان کے مستحکم عقیدے کا اظہار ہے۔

غوث الاعظم سے جو مانگو گے ملے گا حسرت
بس کہو حاضر دربار ہوں شیا للہ

سلسلہ چشتیہ کے بزرگوں کے اعراس میں بھی پابندی سے شریک ہوتے تھے۔ پہلی بار قید فرنگ سے رہا ہوتے وقت ان کو سب سے زیادہ مسرت یہ تھی کہ حضرت مخدوم عبدالحق رودولوی کے عرس میں شرکت ہو جائے فرماتے ہیں:

راقم حرف کو بزرگان دین کی عقیدت کے ساتھ جو فطری انس ہے وہ اس کی بدولت زندان فرنگ میں جیسی کچھ قلبی قوت اور روحانی آزادی و اطمینان میسر رہا اور ضمناً جو باطنی فیوض حاصل ہوئے الفاظ کے ذریعے سے ان کی حقیقت صحیح طور پر نہ بیان ہو سکتی تھی نہ ان کے ذکر کا یہ محل ہے اس لیے ان سے قطع نظر ہی مناسب ہے۔ البتہ آخر زمانہ قید فرنگ کا ایک واقعہ ایسا ہے کہ جس کے اظہار میں کوئی حرج نہیں۔ رودلوی شریف کا عرس ماہ جمادی الثانی کے درمیانی تاریخوں میں ہوتا ہے۔ 1908ء میں یہ تاریخیں ماہ جولائی کی ابتدائی تاریخوں کے مطابق واقع ہوئی تھیں۔ اتفاق سے ایک روز سوتے وقت حساب کیا تو معلوم ہوا کہ میری رہائی کا دن ٹھیک اس تاریخ کو مقرر ہوا ہے جو عرس کا آخری روز ہو گا۔ مجھ کو چونکہ حاضری عرس حضرت شیخ العالم سے

سعادت اندوز اور فیض پذیر ہونے کا اکثر اتفاق ہو چکا تھا اس لیے بے اختیار دل میں یہ خواہش پیدا ہوئی کہ رہائی کی تاریخ دو ایک روز قبل بھی مقرر ہوتی تو شرکت عرس کا موقع مل سکتا تھا۔ لیکن تاریخ رہائی ٹکٹ پر درج ہو جانے کے بعد دوبارہ تبدیلی ہو سکنے کا اس وقت میرے دل میں وہم و گمان بھی نہ تھا۔ پھر بھی صبح اٹھنے پر سب سے پہلے جو بات مجھے معلوم ہوئی وہ یہ تھی کہ سپرنٹنڈنٹ صاحب نے صبح اٹھنے پر مجھے غیر معمولی طور پر اپنے دفتر کے بجائے نئ تکلیف میں طلب کیا نئ تکلیف میں پہنچ کر منشی صاحب سے معلوم ہوا کہ صاحب بہادر میرے استقلال اور نیک چلنی سے بہت خوش ہوئے ہیں۔ اور اس لیے اپنے اختیار سے غالباً وقت مقررہ سے کچھ قبل ہی مجھے رہا کر دیں گے۔ اس مژدہ جانفزا کے سننے سے مجھ کو بھی مسرت ہوئی اور یقین ہو گیا کہ گزشتہ شب کی آرزو اب ضرور پوری ہو گی۔

سپرنٹنڈنٹ صاحب نے مجھ کو دیکھتے ہی حکم دیا کہ ہم اپنی جانب سے ان کو پندرہ دن کی رہائی پہلے دیتے ہیں۔ چنانچہ اس حکم کی تعمیل کی گئ اور تاریخ مقررہ سے پندرہ دن قبل رہا ہو کر شام تک الہ آباد پہنچا پھر مکان روانہ ہوا۔ اور وہاں سے دس دن قیام کر کے باطمینان تمام رودلی روانہ ہوا۔ ممکن ہے کہ لوگ اس واقعہ کو حسن اتفاق پر محمول کریں لیکن راقم کے نزدیک یہ سب کچھ شیخ العالم مخدوم احمد عبدالحق رودلوی رحمت اللہ علیہ کے باطنی تصرف اور توجہ کا نتیجہ تھا۔ (مشاہدات زنداں صفحہ 12)

مولانا حسرت نہ صرف باقاعدہ مرید اور بزرگان سلسلہ کے معتقد تھے وہ اپنے سلسلے کے سلوک اور ریاضیات سے بھی آگاہ تھے جس طرح انکی شاعری غور و فکر عمیق مطالعے اور قدیم قوائد کی پابندی کی وجہ سے اساتذہ قدیم کے اصول پر بھی درست ہے۔ اور ندرت مضامین وجدت فکر کے لحاظ سے جدید تقاضوں کو بھی پورا کرتی ہے۔ اسی طرح ان کی طریقت اگر ایک طرف مجاہدات و مکاشفات سے وابستہ ہے۔ تو دوسری طرف ان کے سیاسی کردار و افکار پر اس کے گہرے اثرات پڑے ہیں۔ ایک سچے

درویش کی طرح وہ زندگی بھر سازو سامان سے بے نیاز رہے۔ اللہ کے ایک فقیر کی شان سے کبھی مخلوق کے سامنے دست طلب نہیں دراز کیا۔ قید فرنگ میں جن مصائب کا سامنا ہوا وخوشی خوشی برداشت کیں۔

حق گوئی اور بے خوفی ان کا شعار رہا۔ کبھی مایوس وملول نہیں ہوئے۔ طالبان حق اور سالکان کی معرفت کو جو کچھ چلہ کشی اور ریاضت سے حاصل ہوتا ہے وہ مولانا حسرت کو چکی کی مشقت ورجیل خانوں کے اعتکاف میں حاصل ہوا۔ مشاہدات زنداں کے صفحات گواہ ہیں کہ سیاسی جدو جہد اور قید و بند کے تمام مراحل انہوں نے پکے صوفی کے انداز سے طے کیے۔ ان کے سیاسی نظریات کلیتہ ان کی درویشی کا نتیجہ تھے حد یہ ہے کہ اشتراکیت کے ایسے نظریے کو وہ بھی اپنی درویشی اور اسلام سے مرتبط سمجھتے تھے خود فرماتے ہیں

اہل ایماں رکھتے ہیں کامل بہ فتوائے جنوں
شان لا خوف علیہم شیوہ لا تحزنون
کامیاب و کامراں ہیں شاد کام و شادماں
گو کہ دیوانے تیرے ظاہر میں ہیں زار و زبوں
روشنی بخش دل و جاں ہو نہ کیوں اس کا خیال
جس کے جلوے کی درخشانی ہے انوار معیوں

☆☆☆

تکمیل علاج دنیوی کو حسرت
ہے خواہش حسن عاقبت بھی لازم
درویشی و انقلاب مسلک ہے مرا
صوفی مومن ہوں اشتراکی مسلم

زانوکہ بہ نہج بیت مال اسلام
فی الجملہ ہے آئین سویت قائم

پس پرنسپل عبدالشکور صاحب نے اپنی کتاب حسرت موہانی میں ان کا ایک جملہ نقل کیا ہے جس سے ان کے عقائد کی پوری تشریح ہو جاتی ہے۔

میں قدامت پرست سنی اور صوفی ہوں تصوب کو مذہب کا جوہر سمجھتا ہوں اور تصوف کا ماحصل میرے نزدیک جذبہ عشق ہے۔

علامہ سلیمان ندوی مرحوم نے تحریر فرمایا ہے۔

بچپن ہی میں وہ قادری سلسلہ میں مولانا شاہ عبدالوہاب صاحب فرنگی محل (پدر بزرگوار مولانا عبدالباری صاحب فرنگی محلی یعنی جد بزرگوار مولانا جمال میاں فرنگی محلی) کے مرید ہو چکے تھے اور اسی سلسلہ سے سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانیؒ سے ان کو خاص عقیدت تھی یہی وجہ تھی کہ ہزاروں انقلابات کے باوجود حسرت اپنی زندگی اور صوفیانہ مشرب میں غیر متزلزل رہے''۔

بچپن سے موت تک وہ سچے اور پکے مسلمان رہے وہ نہ صرف مسلمان بلکہ صوفی مسلمان تھے اور صوفیوں میں بھی وہ صوفی تھے جن سے بزرگوں کا کوئی مزار اور کوئی عرس اور کوئی قوالی مجلس نہ چھوٹتی تھی۔ خصوصاً فرنگی محلی اور رودولی کی مجلس سید فضل احسن موہانی کی زندگی کے واقعات پر نظر کر کے ان کی شان حضرت ابوذر کی سی نظر آتی ہے۔ جن کی نسبت رسول اللہؐ نے فرمایا کہ ابوذر سے زیادہ کسی حق گو پر آفتاب کی ایک کرن بھی نہیں چمکی۔ سچ یہ ہے کہ اس عہد پرفریب میں حسرت سے زیادہ کسی حق گو پر آفتاب کی ایک کرن کبھی نہیں چمکی۔

مولانا حسرت نے جابجا اس کا اظہار کیا ہے کہ ان کی بے انتہا قوت برداشت اور فطری شادمانی و بے غمی کا سرچشمہ ان کا ذوق تصوف اور جذبہ عشق ہے اور اس میں کوئی شک نہیں کہ ان کی شاعری اور سیاست ان کے تصوف سے وابستہ ہے۔ ان کا عشق

مجازی بھی ہے تو صرف حقیقت کی رہنمائی کے لیے۔

عشق بتاں سراج طریق صفا بنا
حق الیقین تک آئے ہیں عین الیقین سے ہم

مولانا صوفی صافی تھے۔ صاحب نسبت تھے اپنے مرشدین کی روحانیت سے اکتساب فیوض کرتے تھے۔ ان کے سلسلہ طریقت میں صفائے باطن اور تہذیب الاخلاق کے ساتھ شریعت کی کامل پابندی لازمی ہے اس لے ان کا کلام یکسر ان اصلاحات اور مضامین سے خالی ہے جو ارباب تصوف کے نقل کرنے کا شعار ہیں۔ انہوں نے ایسے اشعار نہیں لکھے جو شریعت اور طریقت کے معیاروں پر پورے نہ اترتے ہوں۔ انہوں نے اپنا سلوک دو مصرعوں میں بیانکر دیا ہے۔ اور ان کی سیرت شاہد ہے کہ وہ ان پر عامل رہے:

پڑھیے اس کے سوا نہ کوئی سبق
خدمت خلق و عشق حضرت حق

ان کا خیال تھا کہ گیتا و راگ و تیاگ پر زور نہیں دیا بلکہ سری کرشن عمل یعنی کرم یوگ کے فلسفہ کی تبلیغ کرتے تھے۔ اس لیے ان کے نزدیک اسلام اور گیتا کی تعلیمات میں جا بجا یکسانیت پائی جاتی ہے۔ کرشن جی کے ساتھ اس حسن ظن کے باوجود انہوں نے ان کی مدح میں جو غزلیں لکھی ہیں ان کے ساتھ حضرت سید بانسوی کے مکاشفے کا بھی حوالہ دیا ہے اور اس مدح میں اپنے اصول سے نہیں ہٹے ہیں۔

متھرا کہ نگر ہے عاشقی کا
دم بھرتی ہے آرزو اسی کا
پیام حیات جاوداں تھا
ہر نغمہ کرشن بانسوی کا
وہ نور سیاہ تھا کہ حسرت

سرچشمہ فروغ آگہی کا

دیوان ہفتم کے دیباچہ میں انہوں نے تحریر فرمایا ہے کہ جن جن بزرگوں سے فقیر کو فیض پہنچا ہے ان میں سے اکثر کی جانب اس مجموعہ میں کہیں نہ کہیں اشارہ موجود ہے بزرگان دین اسلام کے علاوہ ایک موقعہ پر سری کرشن کا نام بھی آیا ہے حضرت سری کرشن علیہ الرحمتہ کے سلسلے میں فقیر اپنے پیر اور پیروں کے پیر سید عبدالرزاق بانسوی قدس اللہ سرہ کے مسلک عاشقی کا پیرو ہے۔

مسلک عشق ہے پرستش حسن
ہم نہیں جانتے عذاب و ثواب

طریقت میں ان کو سب سے بڑی نعمت یہ عنایت کی کہ وہ صوم وصلوۃ حج اور خیرات کی انتہائی پابندی کے ساتھ اور منہیات شرعیہ سے مکمل احتراز کے باوجود تقشّف کی خشونت اور زہد کے غرور سے محفوظ رہے۔ کلیات حسرت کے مطالعہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ انہوں نے راہ سلوک وتصوف کو طے کرلیا تھا تصور شیخ اور محبت شیخ سے تصور رسوال اور محبت رسول تک پہنچے۔ فنافی الشیخ سے فنافی الرسولؐ ہوئے اور درجہ کمال یعنی فنافی اللہ بھی حاصل کرلیا۔ کلیات کے ابتدائی حصوں میں شیوخ طریقت کی مدح سرائی کی ہے۔ آخری حصوں میں زیادہ تر نعت وحمد ہے۔

مولانا حسرت کی شاعری اور ان کی سیاست بلکہ ان کی ساری زندگی تصوف و روحانیت سے پر تھی اور ان کے روزنامچے کے چند صفحات یہاں نقل کیے جا رہے ہیں جن سے ان کی قلبی کیفیات اور بعض رویائے صالحہ کی تفصیل معلوم ہوتی ہے۔

12 مارچ 1942ء آج بیگم حسرت مرحومہ کا فاتحہ تھا حسب معمول میں نے بتاشوں پر نیاز دے کر بچوں میں تقسیم کردیے۔ میرا تجربہ ہے کہ ہر ماہ کی گیارھویں بارھویں اور تیرھویں تاریخیں واقعت وحوادث زندگی کے لیے نہایت درجہ اہم ہوتی ہیں چنانچہ آج بارھویں اور تیرھویں تاریخ کی درمیانی شب میں پہلی بار رسول اللہؐ کی

زیارت نصیب ہوئی حضرت ایک تہ بند میں لپٹے ہوئے تھے اور جسم مبارک پر ایک کوٹ نما قمیض تھی شکل مبارک کا ایک ایک حصہ فقیر کی نظروں میں اس وقت تک موجود ہے۔ ایک قلعہ نما عمارت میں پہلی حاضری کا اتفاق ہوا۔ اور وہیں شناسائی کی دولت نصیب ہوئی۔ قلعے سے باہر میدان میں ایک بڑی نماز جماعت کے ساتھ ہو رہی تھی۔ ایک رکعت ختم ہوگئی۔ میں رسول اللہؐ سے دور تھا مگر میں نے دوڑ کر حضورؐ ہی کے قریب جماعت میں شرکت کی اور پہلی رکعت کے نہ ملنے کی پرواہ نہ کی۔ بعد نماز کرسیوں پر حاضرین کی جماعت بیٹھی رہی حضورؐ نے اپنے سامنے کی ایک قاب کی پروہ نہ کی۔ بعد نمازز کرسیوں پر حاضرین کی جماعت بیٹھی رہی حضورؐ نے اپ: نے سامنے کی ایک قاب سے دو نارنگی کی پھانکیں مجھ کو خاص طور پر مرحمت فرمائیں۔ سب لوگوں نے اس لطف پر مجھ کو مبارکبادی۔ میرے خیال میں یہ پھانکیں اس کی علامت ہیں کہ حضور کو فقیر کے ذریعے درویشی کی اشاعت منظور ہے''۔

13 مارچ 1942ء عمارات کے خواب کا آج دن بھر دل پر اثر رہا اور ایسا معلوم ہوا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو شادی آزادی ہندو مسلمین ہند کا کام مجھ سے لینا ہے اب مجھ کو یہ بھی یاد آتا ہے کہ پہلے حج کے موقع پر جبل احد پر میں نے چلہ اس غرض سے باندھا تھا کہ انگریزوں کی حکومت کا ہندوستان سے خاتمہ ہو جائے۔ رات کی خواب کی نسبت یہ دو باتیں اور یاد آئیں:

(۱) یہ کہ نماز جماعت اور اجلاس عام بعد نماز سے پہلے ہی قلعہ میں حضورؐ کی نظر مجھ پر پڑ چکی تھی۔ اور حضورؐ نے خوب پہچان کر توجہ کے لیے مخصوص کر لیا۔

(۲) اجلام عام میں جب پہلے الش ایک رکابی میں جملہ حاضرین میں تقسیم کی گئی اور ہر شخص کو چند دانہ ہائے انار نصیب ہوئے مجھ کو بھی ملے۔ نارنگی کی پھانکیں صرف مجھ کو ملیں ہے!

2 اپریل 1942ء: رات یعنی ۲، ۳ اپریل کی درمیانی رات میں ایک اور دو بجے

شب کے دفعتاً حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت دوبارہ نصیب ہوئی ۔ ایک مربع کمرے میں آپ استراحت فرمارہے تھے کہ صورت قاضی محمد حامد حسرت فیض آبادی سے مشابہ تھی فرط شوق میں جب دست بوسی کے قریب ہوا تو حضور نے لیٹے لیٹے دست مبارک میری طرف بڑھا دیا ۔ اور میری اس بیبا کی کو گستاخی پر محمول نہ فرمایا ۔ بلکہ بہ تبسم کچھ نصیحتیں کیں جو مجھ کو یاد نہ رہیں ۔

2 مئی 1948ء آج رات کے نصف آخر حصہ میں بلا تکلف رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی ۔ ایسا معلوم ہوتا تھا کہ روضہ مبارک میں جو گنبد خضراء کے تحت میں محصور محدود ہے حضور لحد مبارک کے قریب کسی چیز سے ٹیک لگائے ہوئے بیٹھے ہیں ۔ تہہ بند جادی وضع کا ہے ۔ اور بندکوٹ پھول دار کپڑے کا زیر بر ہے جس کے درمیان ایک پٹی بھی ہے ۔ جس کی وضع وہی ہے جیسی حجاج استعمال کرتے ہیں میرے دل میں بے اختیار خواہش پیدا ہوئی کہ حضور میرا ہاتھ اپنے دست مبارک میں لے کر اسی وقت مجھے مرید کر لیں ۔ میں نے بغور دیکھا تو حلیہ مبارک کو بالکل ویسا ہی پایا کہ کتب حدیث مثل شمائل ترمذی میں منقول ہے ۔

ایک موقعہ ایسا آیا کہ میں اس قدر قریب ہو گیا کہ جسد مبارک کی خوشبو بخوبی محسوس ہوئی ۔ اس کے بعد کیا ہوا وہ آنکھ کھلنے پر مجھ کو یاد نہیں رہا ۔ دوبارہ آنکھ کھلنے پر ایک بار پھر وہی منظر پیش نظر ہوا مگر اس کی تفصیل کوشش کے باوجود مجھے یاد نہ آئی‘‘ ۔

---

[1] یہ واقعہ 25 صفر 1341ھ کو پیش آیا ۔ جو ان کے مرشد کی تاریخ عرس بھی ہے ۔

مولانا حسرت کا سلسلہ سخن

شاہ ظہور الدین خاتم

مرزا محمد رفیع سودا

قیام الدین قائم...... خواجہ میر درد سے بھی تلمذ تھا

شاہ محمدی مائل دہلوی

شاہ نصیر

حکیم مومن خاں مومن

نواب اصغر علی خاں نسیم

منشی امیر اللہ تسلیم

مولانا سید فضل الحسن حسرت موہانی

مولانا شفیق جونپوری

شفقت کاظمی

☆☆☆

فن شاعری میں مولانا حسرت کا سلسلہ تلمذ ایک ایسے خاندان سے تھا جس میں یکے بعد دیگرے نامی گرامی اساتذہ سخن ہوتے رہے شیخ ظہور الدین حاتم 1111 ہجری میں دہلی میں پیدا ہوئے اور 96 برس کی عمر میں 1208ھ میں وفات پائی۔ ان کی زبان فصیح اور کلام بے تکلف تھا۔ حیرت ہوتی ہے کہ اتنے قدیم زمانے میں اتنی شیریں اور سہل اردو کیسے استعمال کی مثلاً

حاتم جہاں کو جان کے فانی خدا کو چاہ
اللہ بس ہے ار یہ باقی ہے سب ہوس
دامن تلک بھی اس کے نہ پہنچا مرا غبار
کہتے ہیں بیچ زمین کہاں آسماں کہاں
کعبے میں جس کو ڈھونڈنے جاتا ہے شیخ تو
وہ تو تیری بغل میں ہے اندھے وہاں کہاں

☆☆☆

مولانا حسرت نے ان کے دیوان کا انتخاب شائع کیا۔ بلاشبہ حاتم شاہ استاذ الاساتذہ تھے اور اردو شاعری کی موجودہ زبان کے بانی تھے۔ ان کے شاگردوں کی فہرست طویل ہے جن میں مرزا رفیع سودا کے ایسے استاد بھی شامل ہیں۔

مرزا رفیع سودا بھی دہلی کے رہنے والے تھے 1125ھ میں پیدا ہوئے ستر برس کے سن میں لکھنو میں وفات پائی۔ انتقال کے وقت شاہ حاتم موجود تھے۔ سن کر بہت روئے اور کہا افسوس ہمارا پہلوان سخن مر گیا۔ جن اشخاص نے زبان اردو کو پاک و صاف کیا ہے مرزا کا ان میں پہلا نمبر ہے''۔ (آب حیات)

سودا کی قادر الکلامی اور استادی مسلم ہے۔ خوش گو شاعر ہونے کے علاوہ رموز شاعری کے ماہر تھے اور اس فن پر ایک کتاب تنبیہ الغافلین بھی لکھی ہے ان کے اشعار زبان زد خاص و عام ہیں کون ہے جس نے نہ سنا ہو:

گل پھینکے ہیں غیروں کی طرف بلکہ ثمر بھی
او خانہ بر انداز چمن کچھ تو ادھر بھی
کیفیت چشم اس کی مجھے یاد ہے سودا
ساغر کو مرے ہاتھ سے لینا کہ چلا میں

☆☆☆

ناوک نے تیرے صید نہ چھوڑا زمانے میں
تڑپے ہے مرغ قبلہ نما آشیانے میں

☆☆☆

سودا شاگرد قیام الدین تھے قائم نے خواجہ میر درد رحمتہ اللہ علیہ سے بھی اصلاح لی

تھی ان کے شاگرد شاہ محمدی مائل اور شاہ محمدی مائل کے شاگرد رشید شاہ نصیر دہلوی ہوئے وہ شاہ نصیر کے شاگردوں کی تعداد بے شمار ہے جن میں ذوق کے ایسے اساتذہ بھی شامل تھے اور حکیم مومن خاں مومن کے ایسے رنگین بیان ارزندہ جاوید شاعر بھی

حکیم مومن خاں مومن 1215ھ میں دہلی میں پیدا ہوئے۔ حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے ان کا نام رکھا۔ علوم عربیہ و دینیہ کی تحصیل کی طبابت اور نجوم میں بھی کمال حاصل کیا۔ شاعری کا مذاق بدو شعور سے تھا۔ غزلوں میں ان کے خیالات نہایت نازک اور مضامین عالی ہیں اشعار میں فارسی ترکیبیں اور دل کش تراشیں ان کی خصوصیت ہیں اور یہ کہنا بالکل صحیح ہے کہ ایک طرز خاص کے موجد تھے نمونہ کلام درج ذیل ہے:

دشنام یار طبع حزیں پر گراں نہیں
اے ہم نفس نزاکت آواز دیکھنا

☆☆☆

تم مرے پاس ہوتے ہو گویا
جب کوئی دوسرا نہیں ہوتا

☆☆☆

اس نقش پا نے کیا کیا کیا **ذلیل**
میں کوچہ رقیب میں سر کے بل گیا

☆☆☆

نہ مانوں گا نصیحت کو نہ سنتا میں تو کیا کرتا
کہ ہر ہر بات پر ناصح تمہارا نام لیتا تھا

☆☆☆

تو کہاں جائے گی کچھ اپنا ٹھکانہ کرے
ہم تو کل خواب میں عدم میں شب ہجراں ہوں گے

☆☆☆

عمر ساری تو کٹی عشق بتاں میں مومن
آخری وقت ہے کیا خاک مسلماں ہوں گے

☆☆☆

مانگا کریں گے اب سے دعا ہجر یار کی
آخر تو دشمنی ہے اثر کو دعا کے ساتھ

☆☆☆

مومن دہلی کے سب سے بہتر شاگرد نواب اصغر علی خاں نسیم تھے وہ اپنے دو بھائیوں سے ناراض ہوکر لکھنو چلے آئے پھر بقیہ عمر وہیں ادا کی۔ اول درجے کے خوش نویس ارو باوضع شخص تھے۔ کچھ دن مطبع نول کشور میں ملازم رہے کسی گلدستے میں نسیم کی غزل دیکھ کر مرزا غالب نے نول کشور سے ان کا حال دریافت کیا اور ان کی چند

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

دیگر غزلوں کا شوق ظاہر کیا منشی صاحب نے ان سب بہ وقت تمام سب حال پوچھ کر لکھا ۔اور بھی بھیجیں۔ غالب نے جواب میں اپنی کمال پسندیدگی کا اظہار کیا اور ان کا دہلوی ہونا معلوم کر کے دیکھا۔ کہربا جستم و عقیق یا ختم نیرنگی خیال اور رنگینی بیان دو خاص جوہر نسیم کو مومن خاں سے بہ حیثیت میراث استاد حاصل ہوئے جن کو انہوں نے بہ تجدید خوب سے خوب تر بنا کر دنیائے شاعری میں اس آن بان کے ساتھ پیش کیا کہ لکھنو کے لفظ پرستوں نے بھی داد دی۔اور اظہار پسندیدگی سے باز نہ رہ سکے۔لکھنو کی زبان اور دہلی کے بیان کی پسندیدہ اور معتدل ترکیب کا جلوہ جیسا مرزا نسیم کی شاعری میں نظر آتا ہے اس کی مثال کسی دوسرے شاعر کے کلام میں نہیں مل سکتی اور یہیں سے ہے کہ ہم نسیم منتخب غزلوں کو اردو شاعری کا بہترین نمونہ قرار دیتے ہیں۔ (اردوئے معلی جنوری 1907ء)

نمونہ کلام

ساغر پلا کے بے خبر دو جہاں بنا
او پیر مے فروش ہمیں بھی جواں بنا!
اللہ رے درازی آغاز مدعا
نکلا جو حرف منہ سے مرے داستان بنا

☆☆☆

خوشا قسمت قفس میں ہم قفس پر سینکڑوں پردے
نظر بھی اب جا سکتی نہیں دیوار گلشن پر!

☆☆☆

دیکھ او قاتل بسر کرتے ہیں کس مشکل سے ہم
چارہ گر سے درد نالاں درد سے دل ہل سے ہم
سینہ و دل میں ہجوم داغ حسرت ہے نسیم
پھول چن لیتے ہیں اپنے گلشن حاصل سے ہم

☆☆☆

نسیم کو اپنا زبان دانی پر ناز تھا خود کہہ گئے ہیں:

نسیم دہلوی ہم موجد باب فصاحت ہیں
کوئی اردو کو کیا سمجھے گا جیسا ہم سمجھتے ہیں!

☆☆☆

نسیم دہلوی کے شاگرد منشی امیر اللہ تسلیم بدوسرائے مضافات دریا آباد کے رہنے والے تھے مالی پریشانیاں لکھنو لائیں اور محمد علی شاہ کی سرکار میں تیس روپے ماہوار پر ملازم ہوئے۔ پانچ سو سواروں کے افسر تھے۔اور پیشہ سپاہ گری کا تھا عہد واجد علی شاہ میں بہ حیثیت شاعر ملازم رہے۔انہوں نے ایک قصیدہ واجد علی شاہ کی خدمت میں پیش کیا جس کے چند ابتدائی شعر یہ ہیں:

کس طرح نہ دل تڑپے رگ جاں کے برابر
ہر دم ہے دم خنجر براں کے برابر!
ناکامی قسمت سے ہے مجھ کو تہہ گردوں
ہر روز تمنا' شب ہجراں کے برابر
کیا کیا نہیں خوں گشتہ تمنائیں جگر میں

سینہ ہے مرا گنج شہیداں کے برابر

واجد علی شاہ نے اس قصیدہ پر مندرجہ ذیل دو شعر میں اپنا حکم درج فرمایا ہے:

بشنو اے خوش نویس والے خوش گو
ہر دو فن مے کنی و ہر دوں نکو
اسم تو مندرج بہ دفتر شد
بست و دو روپیہ مقرر شد

سلطنت اودھ کے خاتمے کے بعد کچھ دن مطبع نول کشور میں اپنے استاد کی طرح خوش نویسی کی خدمت پر ملازم رہے۔ نواب کلب علی خاں کے عہد میں رام پور چلے گئے اور وہیں 1911ء میں وفات پائی۔ پیدائش کی صحیح تاریخ معلوم نہیں مگر سو سال سے زائد سن ہوا وہ خود کہتے ہیں:

سو برس کی عمر میں تسلیم کیسی شاعری
اب نہ دل کو نظم کی خواہش نہ انشا کی ہوس

نواب حامد علی خاں کے عہد میں 1907ء میں چالیس روپے ماہانہ پنشن مقرر ہوئی جو آخر تک ملتی رہی۔

وہ راحت پائی ہے حامد علی خاں کے تصدق میں
عجب کیا خلد میں بھی یاد مجھ کو رام پور آئے

مشاعروں میں بھی شریک ہوتے تھے فن شاعری و تمام کمال اپنے استاد نسیم سے حاصل کیا۔ استاد کی زندگی ہی میں ان کے کمال کا شہرہ ہو گیا تھا علی گڑھ کا یہ شان داد مشاعرہ جس پر منشی امیر اللہ نسیم اس قدر برہم ہوئے کہ مولانا حسرت کے لیے بڑی مشکل کا باعث ہوا۔ اس اجمال کی تفصیل جناب مجنوں گورکھپوری کی شگفتہ عبارت میں درج ہے۔

...... غالباً 1903ء کے ایام تھے تدریسی مہینے ختم ہو چکے تھے۔ اور طلبا امتحان کی

تیار کر رہے تھے۔ حسرت بھی بی اے کے امتحان میں شریک ہونے والے تھے۔ اس زمانے میں انجمن اردوئے معلی کی طرف سے جس کے معتمد مہتمم حسرت تھے۔ ایک عظیم الشان مشاعرہ منعقد ہوا۔ یہ مشاعرہ کئی اعتبار سے یادگار ہے ہندوستان کے تمام اکابر شعرا اس میں شریک ہوئے غالب کے محبوب شاگرد میر مہدی مجروح جو کافی سن رسیدہ اور ضعیف ہو چکے تھے اس محفل میں سب سے نمایاں اور ممتاز صورت تھے اس زمانے میں امیر مینائی کے شاگرد گستاخ رام پوری جن کی گستاخ نگاری کی کافی شہرت ہو چکی تھی۔ علی گڑھ میں جیلر کے عہدے پر مامور تھے۔ یہ وہی گستاخ ہیں جن کے بعض شعر زبانوں پر چڑھے ہوئے ہیں:

دل ہے گستاخ دل ربا گستاخ
ایک سے ایک ہے سوا گستاخ
پوچھتے ہیں وہ مجھ سے صبح وصال
اب کہو دل کا مدعا گستاخ
بول اٹھے رند دیکھ کر پس خم
شیخ ہے یا ریاض یا گستاخ
ان کی صحبت میں اب وہ لطف نہیں
ہو گئے جب سے پارسا گستاخ

(ریاض خیر آبادی)

نہ جانے کس نے بگاڑہ اسے علی گڑھ میں
کہ رام پور میں گستاخ یوں خراب نہ تھا

غرض کہ مشاعرہ بڑی دھوم دھام کا رہا اور بڑی چہل رہی۔

طرحی غزل میں گستاخ نے ایک مطلع سنایا تھا!

یہ مرض گستاخ کیسا تجھ کو پیدا ہو گیا

جس کی صورت اچھی دیکھی اس پر شیدا ہو گیا

مشاعرے کی محفل بڑی کامیاب رہی کالج کی تمام سربرآوردہ ہستیاں اور شہر کے منتخب اور ممتاز اصحاب و مشاعرے میں موجود تھے اور سب اس یادگار بزم کی تعریف کر کے ہی اٹھے۔ دوسرا دن حسرت کے لیے بڑی آزمائش کا دن تھا ہم کو یاد رکھنا چاہیے کہ یہ زمانہ برطانوی قیصریت کے شباب کا زمانہ تھا۔ مسٹر ماریس کالج کے پرنسپل تھے۔ اور نواب محسن الملک سیکرٹری ارباب اہل وعقد پر سرکار برطانیہ کا رعب چھایا ہوا تھا اور کالج میں گھر کے بھیدی لنکا ڈھانے والوں کی بھی کمی نہ تھی۔ پیٹھ پیچھے برائی کرنے والوں نے جنھیں حسرت کی آزاد مستغنی طبیعت سے روز اول ہی سے اختلاف تھا ماریس سے جا کر کہہ دیا کہ مشاعرے میں تہذیب سے گرے ہوئے اشعار پڑھے گئے اور مثال کے طور پر گستاخ رامپوری کا وہ شعر پیش کیا جو اوپر حوالہ قلم ہو چکا ہے اور اس اعتراض کرنے والے فرقے کے امام محمد علی مرحوم تھے اس وقت وہ تازہ ولایت سے واپس آئے تھے اور نہایت خالص مسٹر محمد علی تھے۔ ان لوگوں نے مشاعرے کو نہ جانے کس روشنی میں پیش کیا گستاخ رامپوری اور بے چارے شعر کی کیا تشریح کہ ماریس آگ بگولہ ہو گیا اور حسرت کو بلا کر نہایت خشونت کے لہجے میں کہا کہ تمہارا مشاعرہ نہایت غیر مہذب اور مخرب اخلاق تھا۔ حسرت نے پہلے تو نرم لہجے میں اختلاف کیا لیکن ماریس کا غصہ کسی طرح دھیما نہیں پڑا تو نہایت بے باکی کے ساتھ کہہ دیا کہ ممکن ہے کہ آپ کے معیار اخلاق سے ایسا ہی ہو ہمارے معیار اخلاق سے تو مشاعرے میں کوئی خلاف تہذیب بات نہ تھی۔ حسرت کا یہ کہنا تھا کہ ماریسن آپے سے باہر ہو گیا ور انتہائی غیض وغضب میں چیخ چیخ کر کہنے لگا کہ یہ ممکن ہے دنیا میں اخلاق وتہذیب کے دو معیار ہوں؟ اس کے فوراً بعد کالج کے عمائدین کا ایک خاص اجلاس طلب کیا گیا اور اس میں یہ تجویز پیش کی کہ حسرت کو کالج سے نکال دیا جائے کسی میں اتنی ہمت نہ تھی کہ ماریس کی درائے سے اختلاف کرتا لیکن چونکہ حسرت کی شخصیت کا رعب سب پر

چھا چکا تھا۔ یہاں تک کہ نواب محسن الملک خود ان کی قابلیت اور فضیلت کے معترف تھے اور اس لیے اس تجویز میں اتنی ترمیم کر دی گئی کہ حسرت کو کالج سے نکال تو دیا جائے لیکن امتحان میں شریک ہونے سے نہ روکا جائے......''

تسلیم کے شاگرد غزلیں اصلاح کے لیے انہیں دکھاتے تھے۔

تسلیم آخری مشاعرے میں مولانا حسرت کے اصرار سے شریک ہوئے تھے۔ یہ مشاعرہ علی گڑھ میں ہوا تھا۔ جس میں اس عہد کے تمام معمر شعراء موجود تھے۔ مشاعرے سے واپسی کے بعد اپنا شاگرد عرش کو تحریر کیا۔

مولوی فضل الحسن حسرت موہانی کی ضد سے میں اس مشاعرے میں شریک ہوا اس مشاعرے میں نئی روشنی والوں یہ قدر دانی نہیں بھولتی کہ عرض واہ واہ کے یاروں نے تالیاں بھی بجائیں:

مٹائے جاتے ہیں اردو کو انگریزی مشن والے

خرابی اس کی قسمت میں خدا جانے کہاں تک ہے

مولانا سید فضل الحسن حسرت موہانی ایسے خاندان میں پیدا ہوئے جس کی مستورات میں بھی تعلیم کا چلن اور چرچا تھا۔ ان کی نانی صاحبہ نے نسیم دہلوی کے کلام کے مطالعے کی انہیں ہدایت کی موہان مڈل اسکول کے ہیڈ ماسٹر پنڈت چھمی نرائن شعر وسخن کا ذوق رکھتے تھے۔ مولانا حسرت فرماتے تھے کہ پنڈت جی ہی نے ان کو شاعری کی طرف مائل کیا۔ منشی امیر اللہ تسلیم سے انہوں نے اس فن کی تکمیل کی فارسی شعرا کلام بغور پڑھا تھا۔ رومی نغانی۔ نظیری' حافظ' سعدی' جامی سب کے انداز سخن سے متاثر تھے ۔

غزل میں وہ سعدی کی برتری کے قائل تھے۔ اردو شعراء کو تو جتنا کلام ان کی نظر سے گزرا اس کا اتفاق شاید ہی کسی شاعر یا ادیب کو ہوا ہو۔ انہوں نے اپنے سلسلہ تلمذ کا لحاظ ہمیشہ رکھا استاذ الاساتذہ شاہ حاتم کی طرح مولانا حسرت نے بھی اپنی غزلوں

میں تاریخیں ڈالیں ہیں۔ زبان لکھنو میں بیان دہلی کی نمود تو خاص کا جوہر ہے واقعہ یہ ہے کہ مولانا حسرت کے کلام میں جامعیت ہے اور ان کا کلام ان کے تمام اساتذہ کی شاعری کا منتخب گلدستہ ہے۔

مولانا حسرت کی شاعری کی خصوصیت یہ ہے کہ انہوں نے زبردستی شعر کہنے کی کبھی کوشش نہیں کی قید خانوں کی تنہائیوں میں فرصت ملی تو شعر کہے کسی سفر میں موقع مل گیا اور غزل موزوں ہوگئی۔ آخر میں تو ایسا ہوا کہ حالات خواب میں ایک غزل کہی اور یاد رہی تو لکھ لی۔ حصہ سیزدہم میں اس اپنے استاد کی طرح زبان لکھنو میں بیان دہلی کے بہترین نمونے ان کی شاعری میں سے ہیں۔

تسلیم کے دو شعر خوب ہیں:

یادگار ہستی موہوم ہم رکھتے نہیں
صورت عمر رواں نقش قدم رکھتے نہیں
ایک صورت پر بسر کرتے ہیں زیر آسماں
صورت ماہ و ہفتہ بیش و کم رکھتے نہیں

طرح کی کئی غزلیں ہیں۔ انہوں نے اپنے کمال سے وہ معاملے بھی نظم کر دیے جو عموماً ذاتی مشاہدات اور تجربات سے ہی حاصل ہوتے ہیں۔

مولانا حسرت کی پوری زندگی پاک بازی اور تقوے میں گزری عیش کوشی اور ہوس ناکی سے ان کا دامن کبھی آلودہ نہ ہوا...... ریاض کی مے خواری کی طرح حسرت کی فاسقانہ عاشقی بالکل فرضی اور خیال ہے مولانا کا کلام ضائع بھی ہوا ہے جیل خانوں میں لکھی ہوئی غزلوں کی غزلیں درج نہیں کی جاسکیں۔ جو شعر یاد آئے احتیاط کے طور پر درج کر دیے وہ خود دوسرے شعراء کے اشعار کی تعریف میں بڑے وسیع القلب تھے

۔ایک بار راقم حروف سے فرمانے لگے۔ ہر شعر اچھا ہوتا ہے میں نے جب اس کی وضاحت چاہی تو فرمایا کہ ہر شاعر کچھ نہ کچھ محنت کرتا ہے خیال قدیم ہو یا پامال ہو کم سے کم اس کی بندش میں جو شاعر نے محنت کی ہے اس کی قدر کرنا چاہیے اور اس لحاظ سے میرا خیال ہے کہ ہر شعر اپنی جگہ اچھا ہوتا ہے۔

کلام حسرت کی دل پذیری میں بڑا دخل الفاظ کی شیرنی کو ہے اور وہ انتخاب الفاظ کا خاص خیال رکھتے تھے خود تحریر فرماتے ہیں شاعری اور استادی کا صرف یہی کمال نہیں کہ مضمون بلند ہو اور زبان فصیح یا ردیف کھلتی ہوئی ہو اور قافیہ تازہ بلکہ ان باتوں کے علاوہ سب سے بڑی خوبی جو سب سے بڑھ کر مشکل لیکن سب سے زیادہ قابل لحاظ ہے وہ انتخاب الفاظ سے متعلق ہے (اردوئے معلی اگست 1905ء) منقول از مضمون آل احمد سرور۔

مولانا حسرت نے بہ اعتبار مضامین غزلیات یا اشعار کی تقسیم کی تھی پرنسپل عبدالشکور صاحب نے اپنی کتاب میں یہ غیر مطبوعہ مقالہ درج کیا ہے چونکہ اس مقالے سے مولانا مرحوم کے نقطہ نظر کی تشریح ہوتی ہے اس لیے ہم پورے مقالے کی نقل کرتے ہیں۔

غزلوں یا (اشعار) کی قسمیں حسرت کے خیال میں یہ ہیں:

آمد	(۱)	عاشقانہ
	(۲)	عارفانہ
	(۳)	فاسقانہ
آورد	(۱)	ماہرانہ
	(۲)	ناقعانہ
	(۳)	ضاحکانہ
آمد آورد	(۱)	شاعرانہ

(۲) واضعانہ

(۳) باغیانہ

چنانچہ بقول حسرت ناسخ کا کلام ماہرانہ ہے کیونہ ان کے ہاں آورد ہی آورد ہے۔ اور جگر کا کلام بالعموم شاعرانہ ہوتا ہے کیونکہ ان کے ہاں اکثر آمد پائی جاتی ہے ناصحانہ کلام میں عام طور سے پند و نصائح ہوتے ہیں اور ہجو ضاحکانہ کلام کی مثال ہے یہ ضرور ہے کہ چونکہ شاعری کا تعلق وجدان اور کیفیت روحانی سے ہے اس لیی اسے کسی کاغذی نقشے میں مقید نہیں کیا جا سکتا۔ لیکن حسرت نے جو شکل پیش کی تھی وہ بڑی حد تک جامع ہے۔ وران کا خیال تھا کہ جب تک کسی خاص رنگ یا کم از کم پانچ مکمل غزلیں موجود نہ ہوں تب تک وہ رنگ کسی شاعری سے منسوب نہیں ہے پانچ چھ مکمل عارفانہ غزلیں کہنے کے بعد شاعر کا کلام عارفانہ کہا جا سکتا ہے۔

حسرت نے داخلی شاعری کو تین قسموں پر مشتمل کیا تھا جو کلام خالص جذبات حسن وعشق کا حامل اور اپنی خوبی کے لیے کسی محسوس صنعت گری کا محتاج نہ ہو وہ عاشقانہ کہلائے گا اور جس کلام میں عشق مجازی سے برتر درجہ پر عشق سے اور حسن سے حسن مطلق مراد ہو وہ عارفانہ ہوگا اور اس کے برخلاف جن غزلوں میں مجازی عشق سے کم تر درجے کے جذبات ہوس کی مصوری اور صحیح اور صحیح مصوری موجود ہوں وہ فاسقانہ کہلائے گا۔ مثلاً عاشقانہ شاعری کی مثالیں زیادہ تر میر و مصحفی' قائم و غالب' شیفتہ و حالی' جلال لکھنوی و شاد عظیم آبادی کی غزلوں میں ملیں گی۔ اور عارفانہ شاعری کے نمونے درد دہلوی' نیاز بریلوی' اور آسی سکندر پوری کی غزلوں میں دستیاب ہوں گی۔ اور فاسقانہ سخن سنجی کی تصویریں زیادہ تر جرات اور کم تر مصحفی و انشا یا متاخرین میں کسی قدر مضطر خیر آبادی اور گستاخ رامپوری کی ہاں موجود ہیں۔

فاسقانہ شاعری کو بد مذاق پر معمول کرنا سوقیانہ متبذل مزاج قرار دینا انصاف کا خون کرنا ہے حقیقت حال یہ ہے کہ جب کسی شاعری کا مقصد صحیح جذبات کی مصوری

مسلم ہوتو پھر اس کے دائرے کو صرف پاک جذبہ عشق و محبت تک محدود کر دینے کی کوشش اور وہ بھی محض اس بنیاد پر کہ ان کا اظہار و اعلان بعض فقیہانہ و ملایانہ طبائع کی مصنوعی پاکیزگی خیال کے لیے ناگوار ثابت ہو گا خود مخالفین ہوس نگاری کی انتہائی بد مذاقی اور بے شعوری کے سوا اور کسی چیز پر دلالت نہیں کرتا البتہ اس ضمن میں حد اعتدال سے گزر جانا جیسا کہ رنگین کی بعض ریختیوں اور صاحب قرآن و جان صاحب کے متبذل اشعار میں پایا جاتا ہے بے شک قابل اعتراض ہے مگر ایسے کلام کو فاسقانہ کے بجائے فاحشانہ کہنا زیادہ مناسب ہو گا۔

اب اگر عاشقانہ شاعری کی خوبی بسیط ہونے کے بجائے مرکب ہو یعنی صنعت گری کی بھی شرمندہ احسان ہو اور یک سر بیگانہ تاثیر بھی ہو تو اسی کو عاشقانہ کی بجائے شاعرانہ کہنا چاہیے دور حاضر کے تقریباً کل متغزلین کی اکثر غزلیں اسی رنگ سخن کی حامل ہیں اور آمد آورد کی درمیانی تقسیم کے تحت میں آتی ہیں۔

اس بے شاعرانہ طرز سخن اگر خوبی اثر سے بالعموم محروم ہو تو پھر اس کو شاعرانہ کے بجائے ماہرانہ یا استادانہ کہنا چاہیے مثلاً امیر مینائی و منیر شکوہ آبادی سے بزم اکبر آبادی ثاقب لکھنوی و ضامن کشوری تک کی غزلیں نہ عاشقانہ ہیں نہ شاعرانہ بلکہ ماہرانہ ہیں اور آورد کے تحت میں آتی ہیں پھر اگر یہ ماہرانہ شاعری پختگی و مشاقی کے جوہر سے بھی خالی ہو اور بہ قول مصحفی موزونی وطبع کا نتیجہ ہو تو اسے ناظمانہ کہنا چاہیے۔

عاشقانہ شاعری کے مانند عارفانہ شاعری کا بھی یہی حال ہے کہ اگر اس میں عشق و حسن مطلق کی جگہ رسمی اصلاحی تصوف کا جلوہ نظر آتا ہے تو اس کو عارفانہ کے بجائے نا فعانہ کہنا چاہیے جو آورد کے تحت میں آئے گی۔

یا اگر روحانی محرکات عشق سے کم تر درجے پر جذبات خلوص و عقیدت کے ماتحت نعت منقبت یا سوز و سلام کے مضامین قید نظم میں آ گئے ہوں اور فی الجملہ اثر انگیز بھی ہوں تو اس شاعری کو راصفانہ شاعری کہنا چاہیے۔ مثلاً غلام امام شہید شاہ نیاز بریلوی

محسن کاکوروی، رضوان مرادآبادی، ضیا بدایونی حمید لکھنوی یا انیس نفیس رشید وغیرہ کا کلام لیکن اگر اس قسم کا کلام محض صنعت گری کا مرہون اور تاثیر سے محروم ہو یا محض حصول ثواب ونجات کی غرض سے وجود میں آیا ہو مثلاً امیر مینائی یا مضطر خیرآبادی کا نعتیہ دیوان یا مرزا دبیر کا تمام دفتر منظومات اس کو واصفانہ کے بجائے ماہرانہ کہنا ہوگا یا نا فعانہ اور یہ دونوں قسمیں آورد کے تحت میں آتی ہیں۔

علی ہذا القیاس فاسفانہ شاعری میں اگر خالص جذبات کی مصوری کے بجائے سماج یا مذہب وحکومت کے استخفاف یا انکار کا پہلو نمایاں ہو تو اسے باغیانہ کہنا چاہیے مثلاً جوش واحسان دانش، ساغر، اختر شیرانی، مجاز ردولوی وغیرہ۔ ترقی پسند ادب کے دعوے داروں کی بے باک نگاری......

اب صرف ایک قسم سخن اور رہ گئی ہے یعنی ضاحکانہ جس میں محض ظرافت ہوتی ہے مثلاً ظریف لکھنوی یا احمق پھپھوندوی کا کلام یا ظرافت کے ساتھ طنز وقدامت پرستی کا پہلو نکلتا ہے مثلاً اکبر الہ آبادی وظفر علی خاں کا کلام جو خاصا ضاحکانہ کے علاوہ نافعانہ بھی ہوسکتا ہے۔ مگر بہر حال آوردہی کے تحت میں آسکتا ہے......

ہزل یا ہجو کا شمار بھی اسی قسم سخن میں ہوتا ہے۔ لیکن اگر یہ چیزیں حد اعتدال سے گزر کر پھکڑ بازی یا فحش گوئی کے درجے تک پہنچ جائیں تو اس کو ضاحکانہ کے بجائے سوقیانہ کہنا چاہیے''۔

(حسرت کے ایک غیر مطبوعہ مقالے سے اخذ کیا گیا)

(از پرنسپل عبدالشکور)

☆☆☆

کلامٔ تصانیف اور طرز اصلاح

ا۔شرح دیوان غالب غالب کی یہ شرح مولانا حسرت کی ابتدائی تصانیف میں سے ہے۔یہ اس زمانہ میں لکھی گئی جب غالب کی طرف جدید تعلیم یافتہ طبقہ متوجہ ہو رہا تھا یہ کہنا بجا ہے کہ غالب کے مقبول بنانے میں اس شرح کا بڑا حصہ ہے۔اردوئے معلی میں اس کا ایک اشتہار 1925ء میں طبع ہوا ہے جس میں درج ہے کہ اب تک اس شرح کے پانچ ایڈیشن شائع ہو چکے ہیں۔دیباچے میں غالب کے حالات اور ان کی شاعری پر تبصرہ ہے اصل دیوان اور اس کی شرح کے علاوہ ایک ضمیمہ ہے جس میں غالب کی وہ غزلیں اور اشعار ہیں اور ان کی شرح ہے جو رائج دیوان میں موجود نہ تھے۔

۲۔متروکات سخن۔معائب سخن۔محاسن سخن۔شعرائے اردو کے کلام کے وسیع مطالعہ سے مولانا حسرت کو شعر کے حسن و قبح کے متعلق جو واقفیت ہوئی اس کا ان رسالوں میں جمع کر دیا۔ان رسائل کے مجموعہ کا نام نکات سخن ہے قاضی عبدالودود لکھتے ہیں انصاف متقاضی ہے کہ اس غیر معمولی زحمت کا جو مثالوں کی تلاش میں حسرت نے گوارہ کی ہے اعتراف کیا جائے۔اور ساتھ ساتھ یہ بھی تسلیم کیا جائے کہ شاید ہی اس ضخامت کی کوئی اور کتاب اردو میں ہو جس میں مختلف اردو شعرا کے اتنے اچھے اشعار اس تعداد میں موجود ہوں یہ کتاب مقبول ہوئی اور پنجاب یونیورسٹی کے نصاب میں بھی داخل ہے۔

۳۔مشاہدات زنداں۔پہلی قید فرنگ کی نہایت دلچسپ اور موثر سرگزشت۔اس عنوان سے اردوئے معلی میں سلسلہ وار شائع ہوئی۔یہ کتاب حسرت کی انشاء پردازی کا بہترین نمونہ ہے۔مولانا حسرت کے کردار و افکار سے دلچسپی رکھنے والوں کو اس کا مطالعہ لازم ہے۔

۴۔ مولانا حسرت کا سب سے بڑا کارنامہ انتخاب سخن ہے اور یہ اردو زبان کے تمام مستند اور صاحب دیوان شعراء کے کلام کا نایاب انتخب ہے جو رسائل اردوئے معلی کے صفحات اور اس کے ضمیموں کی صورت میں سالہا سال شائع ہوتا رہا۔ انتخاب سخن کی گیارہ جلدیں ہیں اور ہر جلد کے متفرق حصے بتفصیل ذیل شائع ہو چکے ہیں۔

جلد اول سلسلہ حاتم ۱۔ انتخاب دیوان شاہ حاتم ۲۔ انتخاب دیوان بقا ۳۔ رنگین ۴۔ نثار ۵۔ بیدار ۶ تاباں ۔ ۷۔ ماہر ۸۔ امیر ۹۔ بیتاب ۱۰۔ عشرت ۱۱۔ طالب ۱۲۔ معروف ۱۳۔ شاہ نصیر

جلد دوم ۔ سلسلہ ذوق ۱۔ انتخاب دواوین ذوق ۲۔ انتخاب دواوین داغ ۳۔ رسا ۴۔ جگر

جلد سوم سلسلہ مومن ۱۔ مومن ۲۔ نسیم ۔۳۔ تسلیم ۴۔ حسرت موہانی

جلد چہارم سلسلہ مظہر ۱۔ حسرت ۲۔ یقین ۳۔ حزین ۴۔ شاعر ۵۔ بیان

حصہ پنجم سلسلہ جرات ۱۔ دیوان جرات ۲۔ حسرت ۳۔ غضنفر ۴۔ رضا ۵۔ رفت ۶۔ رضوی ۷۔ محنت ۸۔ نصرت ۹۔ معروف ۱۰۔ محبت ۱۱۔ جلال ۱۲۔ شائق ۱۳۔ نساخ ۱۴۔ وحشت

جلد ششم سلسلہ مصحفی ۱۔ مصحفی ۲۔ مسرور ۳۔ منتظر

جلد ہشتم سلسلہ اسیر و امیر ۱۔ اسیر ۲۔ امیر ۳۔ جلیل

جلد نہم سلسلہ ناسخ ۱۔ ناسخ ۲۔ برق ۳۔ جلال ۴۔ آرزو

جلد دہم سلسلہ غالب ۱۔ غالب ۲۔ مجروح ۳۔ سالک ۴۔ حالی ۵۔ ذکی ۶۔ شعلہ ۷۔ رشکی ۸۔ اسمعیل

جلد یازدہم اساتذہ متفرق ۱۔ فغان ۲۔ راسخ ۳۔ رونق ۴۔ ضمیم ۵۔ ندرت ۶۔ فانی ۷۔ عزیز ۸۔ محشر

اس فہرست میں صرف ان شعراء کے نام ہیں جن کے دواوین کے انتخابات علیحدہ

کتابی صورت میں طبع ہوئے ورنہ تقریباً تمام مصروف شعرا کے کلام کا انتخاب اردوئے معلی میں ائع ہوا ہے علاوہ متذکرہ تمام معروج شعرا کے کلام کا انتخاب اردوئے معلی میں شائع ہوا ہے علاوہ متذکرہ فہرست کے بعض شعرا کے مکمل دیوان بھی مولانا حسرت نے تلاش بسیار کے بعد حاصل کیے اور ان کو طبع کرایا۔ مثلاً دیوان شیفتہ۔ حاتم۔ راسخ۔ امیرؔ سودا۔ میر۔ درد۔ سوز۔ علی میاں کامل۔ نازش بدایونی نوبت رائے نظر وغیرہ۔

اردو پریس کی تمام مطبوعات نہایت ارزاں قیمتوں پر فروخت کی جاتی تھیں۔ مولانا حسرت نے اپنا کلیات بھی ہمیشہ نہایت معمولی کاغذ پر طبع کیا۔ مشاہیر شعراء کے دیان چند آنے پیسوں میں ان کی بدولت اردوان حضرات کو دستیاب ہوئے۔

اشاعت دوادین اور انتخابات کلام کے علاوہ شعراء کے حالات بھی فراہم کر کے مولانا نے شائع کر دیے۔ ہر شاعر کے ساتھ اس کے سلسلہ کا تعین خصوصیت کلام تلامذہ کی فہرست وغیرہ کے متعلق مولانا نے محنت کر کے معلومات حاصلکیے انتخاب سخن مولانا حسن حسرت کا سب سے بڑا کارنامہ ہے۔ ان کی بدولت ان شعرا کا کلام اور حالات محفوظ ہو گئے ورنہ ادب کا بڑا سرمایہ تلف ہو جاتا۔ اردو ادب کے تذکرہ نگاروں نے مولانا کی ان تالیفات سے برابر استفادہ کیا ہے۔

۵۔ رسالہ تذکرۃ الشعراء۔ اردوئے معلی کی اشاعت جس زمانہ میں مسدود رہی تذکرۃ الشعرا سہ ماہی شائع ہوتا رہا۔

۶۔ اردوئے معلی یہ رسالہ 1903ء سے نکلا اور 1910ء تک اس کے بعد 1925ء سے 1929ء تک نکلتا رہا۔ حسرت نے اردوئے معلی کے ذریعہ سے اردو زبان وادب کی جو گراں قدر خدمت انجام دی وہ ہماری تاریخ میں سونے کے حروف سے لکھے جانے کے قابل ہے اور اردو کا کوئی طالب علم انہیں نظر انداز نہیں کر سکتا۔

(آل احمد سرور)

۷۔ مولانا حسرت کے خطبات صدارت بھی تصنیفی درجہ رکھتے ہیں۔ یہ اسی مسائل پر وہ ٹھوس رائے رکھتے تھے اور ان خطبات سے پورے پورے لائحہ عمل جاتے تھے۔

۔ مطبوعہ چیزوں کے علاوہ ان کے روزنامچے اردو انشاپردازی کے شاہکار ہیں وہ پابندی سے ڈائری لکھتے تھے۔ بلیغ جملوں اور منتخب الفاظ میں اہم اور غیر اہم تمام واقعات اس میں درج ہیں۔

۹۔ مکاتیب خطوط میں بھی انداز تحریر وہی ہے جو ان کے روزنامچوں میں اور مضامین میں ہے۔ ان کی ہر تحریر و تقریر تصنع سے بری دلائل سے پر اور معلومات سے معمور ہوتی خط بہت پختہ اور اچھا تھا۔

۱۰۔ ایک روزنامہ اخبار ''مستقل'' کانپور سے کئی برس نکالتے رہے۔

۱۱۔ کچھ دنوں سے روزنامہ ہمدم لکھنو کی عام نگرانی اور سرپرستی کی۔

☆☆☆

طرز اصلاح

مولانا حسرت کے دو شاگرد ہیں جن میں شفیع جونپوری کے نام سے اہل ادب اچھی طرح واقف ہیں۔ موصوف نہایت خوش گو اور قابل شاعر ہیں مولانا حسرت کے طریقہ اصلاح پر ایک مقالہ حسرت نمبر رسالہ نگار شفیق صاحب کا شائع ہوا جس کا اقتباس ذیل میں درج ہے:

حسرت کا انداز اصلاح اور اصلاحات

سلطان تغزل استاذی حضرت مولانا حسرت موہانی علیہ الرحمتہ کا طریقہ اصلاح عام اساتذہ سے بالکل مختلف تھا اول تو مولانا کو شاگرد بنانے کا قطعا شوق نہ تھا بہت اصرار اور پیہم تقاضوں کے بعد کسی خوش نصیب کو ان کی شاگردی کا شرف حاصل ہوا اصلاح سخن کے متعلق مولانا اکثر بے تکلف ارشاد فرمادیتے تھے کہ جتنے وقت میں کسی غزل کی اصلاح کروں گا اس میں خود کیوں نہ ایک غزل کہہ ڈالوں۔

مولانا نے اپنے رسالہ اردوئے معلی میں اساتذہ کے انتخابات کلام کا ایک سلسلہ جاری تھا جس میں ردیف وار اشعار شائع ہوا کرتے تھے میرے لیے یہ خصوصیت ہمیشہ فخر کا باعث رہے گی کہ مشاہیر کے انتخابات کے سلسلہ میں استاد معظم نے دسمبر 1932ء میں میرے ناچیز کلام کا انتخاب بھی شائع فرمایا مجھے عزت بخشی اور اپنے مایہ ناز قلم سے میرے تخلص کے ساتھ شاگرد حسرت موہانی تحریر فرمایا اس مطبوعہ انتخاب میں اشاعت سے پیشتر استاد مرحوم نے بیاض پر مختصر طور سے اصلاحی نظر ڈالی اور اسی موقع پر اصلاحات لفظی کا شوق پورا ہوا۔ اور میرے اکثر اشعار میں تقریباً نصف نصف مصرعے مولانا مرحوم نے بدلے یا ایک آدھ نقطہ کے بدل دینے سے اشعار میں جان ڈال دی جس کے نمونے میں ذیل میں پیش کرتا ہوں یہ میری مشق کا ابتدائی زمانہ تھا۔

اصل شعر:

الفت میں جدا سب سے طریقہ ہے ہمارا
سنگ در محبوب پہ سجدہ ہے ہمارا

مصرعہ ثانی میں سنگ در محبوب کی جگہ نقش قدم یار بنا دیا جو ذوق سجود کے اظہار کے لیے علاوہ بلیغ ہونے کے عام سجدوں جدا گانہ ہونے کا اہم پہلو ہے۔

اصل شعر:

ابھی زاہد مے و معشوق کا پرہیز مشکل ہے
جوانی کا زمانہ امنگیں ہیں طبیعت میں

پہلے مصرعہ میں زاہد کی جگہ ہم سے اصلاح دی گئی جس سے روانی بڑھ گئی۔

اصل شعر:

قیامت خیز ہے محفل میں ان کی یہ شرارت بھی
کہ اٹھنا چاہتا ہوں میں تو وہ دامن دباتے ہیں

قیامت خیز کی جگہ عجب پر لطف بنا دیا گیا جس سے لطف بڑھ گیا اور قیامت خیز کا لفظ مبالغہ ہی مبالغہ تھا لیکن عجب پر لطف نے موقع کی صحیح تصویر شعر میں کھینچ دی جس سے بجائے مبالغہ کے حقیقت نگاری کا رنگ غالب آ گیا۔

اصل شعر:

ذرا برقع ہٹا دیں آپ اپنے روئے زیبا سے
کہ رخصت ہو رہا ہے آپ کا بیمار دنیا سے

مصرعہ اول پورا بدلا گیا اور اب اصلاح کا مصرعہ اصل شعر کے مصرعہ ثانی کے ساتھ ملا کر پڑھیے اور مطلع کی شان دیکھیے:

گلے مل مل کر روتی ہے وفا شوق تمنا سے
کہ رخصت ہو رہا ہے آپ کا بیمار دنیا سے

استاد معظم کا طریقہ اصلاح یہ تھا کہ غلطی سے باخبر فرما کر ارشاد فرماتے تھے کہ اب شعر یا مصرعہ کو خود بدلو۔ یہ اصلاح و ترقی اور مشق سخن کا بہترین طریقہ ہے۔ میں نے اس طریق کار سے بہت کچھ فائدہ حاصل کیا۔ مولانا مرحوم ایک مصرعہ بھی کاٹ کرنا بنانا پسند نہ فرماتے تھے۔

مولانا کے دو شاگردوں کے علاوہ جن کا ذکر اوپر گزرا ہے وہ بے شمار حضرات بھی ان کے شاگرد شمار کیے جاتے ہیں جنھوں نے نکات سخن سے استفادہ کیا۔ اس تصنیف کا اصل مقصد یہی تھا کہ مبتدی حضرات استاد کے بغیر رموز سخن سے واقف ہو جائیں نکات سخن کے دیباچے میں تحریر فرماتے ہیں:

ایک عرصہ سے راقم حروف کو جہاں اردو زبان کی روز افزوں ترقی اور مذاق صحیح کی جانب نوجوان اردو شاعروں کے قابل قدر رجحان کو دیکھ کر قدرتی طور پر مسرت حاصل ہوتی تھی وہیں اس بات کا افسوس بھی ہوتا تھا کہ دور جدید کے اکثر تعلیم یافتہ شاعر اپنے کلام میں بلندی و ندرت خیال کے مقابلے میں دیبان کی خوبیوں کا کافی لحاظ نہیں رکھتے۔ جس کا نتیجہ اکثر یہ ہوتا ہے کہ اچھے سے اچھا مضمون محض ایک ادنیٰ خرابی کی وجہ سے بےلطف ہو کر رہ جاتا ہے۔

اس خرابی کے متعدد وجوہ میں سب سے بڑا اور سب سے پہلا سبب یہ ہے کہ شاعری کے موجودہ دور میں استادی و شاگردی کا سلسلہ قریب قریب ناپید ہو چکا ہے درجہ کمال تک پہنچنے کے لیے زبان و بیان کی جتنی خوبیاں کلام میں ہونی چاہئیں وہ استاد کی مدد سے جلد اور یقینی طور پر حاصل ہو جاتی ہیں۔ برخلاف اس کے بطور خود مشق کرنے میں بہت زمانہ صرف ہوتا ہے پھر بھی کامیابی یقینی نہیں ہوتی۔

یہ سب کچھ سہی، مگر دشواری یہ ہے کہ استاد شاگردی کی وہ رسم قدیم جس کا سلسلہ قریب منقطع ہو چکا ہے۔ اب دوبارہ اپنی گزشتہ روایتوں کے ساتھ از سر نو قائم نہیں ہو سکتی۔ اور جب ایسا ممکن ہیں ہوسکتا تو لازم آیا کہ نئے شاعروں کے فائدے کے لیے

اس قدیم اور متروک طریقہ کے بجائے کوئی جدید اور آسان طریقہ ایجاد کیا جائے اور راقم کو اس کا کوئی اور طریق اس سے بہتر نظر نہیں آتا کہ اپنے گزشتہ ۳۰ سال کے شاعرانہ تجربوں کو نکات سخن کے نام سے کتابی شکل دے کر پیش کر دے۔ واضح رہے کہ راقم حروف کو استادی کا زعم نہیں اور نہ اس خیال سے یہ کتاب لکھی جاتی ہے کہ کوئی شخص اس کی پیروی استاد کی ہدایتوں کے مانند کرے منشا صرف اتنا ہوتا ہے کہ جو تحقیق اور تجربہ راقم کی تیس سال کی تلاش ارکوششوں کا نتیجہ ہے اس پر طالبان فن صرف چند ماہ بلکہ چند دن میں حاوی ہو جائیں۔ جو بات ان کو پسند آئے اسے قبول کریں اور جو ناپسند ہو اس سے درگزر کر کے راقم کو دعائے خیر سے یاد کریں۔

نوشتہ	بماند	سیاہ	بر سپید
نویسندہ	را نیست	فردا	امید

اصلاح سخن کا باب نوخیز شاعروں کے لیے خصوصیت کے ساتھ قابل مطالعہ ہے اگر وہ اس کتاب کو بغور پڑھ کر اپنے کام کی اصلاح بھی اس باب میں کیے ہوئے طرز پر بطور خود کر لیا کریں تو انشاء اللہ ان کو کسی استاد کی ضرورت نہ ہو گی۔

☆☆☆

کلام پر تبصرے

مولانا حسرت کی شاعری پر تبصرہ کرنا آفتاب کو چراغ دکھانا ہے ان کے درجے کا تعین اور دوسرے شعراء کے کلام سے ان کا تقابل ضروری بہت مشکل ہے کہ کسی ماہر فن استاد کو دوسرے استاد پر ترجیح دی جائے۔

(ہر گلے را رنگ بوئے دیگر است)

لسان الغیب خواجہ حافظ شیرازی نے اس بحث کا تصفیہ کر دیا ہے۔

قبول خاطر ولطف سخن خدا داد است

مولانا حسرت کے قدر دان ان کی شاعری کے آغاز سے موجود تھے۔ اور عصر حاضر کے تمام اردو ادیبوں نے ان کو خراج تحسین پیش کیا ہے بعض مشاہیر ادب کے جملے نقل کیے جا رہے ہیں۔

''نکتہ نجاں عصر کی حسرت قدر دانی تجھے مبارک ہو''

''تجدیدی کارنامہ'' غزل کو لکھنو کے تصنع اور غالب کی مشکل گوئی کے کوچے سے سادگی اور آسان گوئی اور حقیقت رسی کی منزل تک پھیر لانا شاعری میں حسرت کا تجدیدی کارنامہ ہے۔ (سید سلیمان)

''بہترین امتزاج''

شعر سے تیرے مصحفی و میر کے بعد
تازہ حسرت اثر و حسن و بیاں کی رونق

حسرت نے ابتدا تا انتہا غزل اور صرف غزل کو اپنی فکر سخن کا مرکز بنا کر اس کی بگڑی ہوئی اداؤں کو ایسا سنوارا اور نک سک سے درست یا کہ بجا طور پر دنیا کے ادب میں رئیس المتغزلیں مشہور ہوئے۔ حسرت کی شاعری میں لکھنو کی زبان اور متقدمین و متوسطین شعرائے دہلی کی تخیل کا بہترین امتزاج ہے۔ حسرت نے کمال کیا کیا ہے کہ

مروجہ تلمیمات میں سے کسی کو بھی اپنے کلام میں جگہ نہیں دی۔ لیلیٰ مجنوں شیریں فرہادؔ خضر وموسیٰ وغیرہ کسی کا ذکر نہیں کیا جب تک اردو زبان کا وجود ہے حسرت کا نام محسنین اردو میں لیا جائے گا۔ اوران کا کلام ذوق کے لیے سامان نشاط ہی فراہم کرتا رہے گا بلکہ ذوق کی تربیت اور پرداخت میں بھی معین ہوگا۔" (نواب مرزا جعفر علی خاں اثر لکھنوی)

انتہا تکمیل:

شیرینی نسیم ہے سوز و گداز میر
حسرت ترے سخن پہ ہے لطف سخن تمام

حسرت پیش روؤں کے انداز بیان وجدان اران کے فن شاعری کی انتہا و تکمیل ہیں"۔ (فراق گورکھپوری)

اثر جو نغمہ حسرت میں ہے وہ اور کہاں
کلام دیکھ لیا سن لیا ہزاروں کا

بزرگ ترین غزل گو: ای نقاد یا محقق کیسا ہی دقیقہ سنج اور نکتہ رس دماغ رکھتا ہو اگر اس کا کردار بلند نہیں تو جیسا فریمین نے لکھا ہے کہ کچھ بھی نہیں ......حسرت نے اپنی طویل ادبی زندگی میں اپنا دامن ہر قسم کی آلودگی سے پاک رکھا اس کی جس قدر ستائش کی جائے کم ہے......حسرت عہد حاضر کے بزرگ ترین غزل گویوں ہیں"۔

(قاضی عبدالودود)

غزل گوئی رہی یکتا میان عاشقاں میری
کہاں سے پھر کوئی لاتا بیاں میرا زباں میری

انفرادیت: حسرت کی عشقیہ شاعری کا مقابلہ اس دور کے کسی بھی دوسرے شاعر کے کلام سے نہیں کیا جا سکتا۔ ان کے ذاتی تجربے کی نوعیت بالکل انوکھی ہے اور اس لیے ان کے کلام میں ایک خاص انفرادیت پائی جاتی ہے انہوں نے اپنے عشق پاک

باز کی بدولت اردو غزل کو بالکل ایک نئے قسم کے محبوب سے روشناس کرایا جو انکی شاعری میں منفرد ہے معلوم ہوتا ہے کہ حسرت کو خود اس بات کا احساس تھا کہ وہ تہذیب رسم عاشقی کا خاص انداز سے احیا کر رہے ہیں اور شان رسوائی کو دنیا کے لیے قابل اعتبار چیز بنا رہے ہیں چنانچہ کہتے ہیں:

تو نے حسرت کی عیاں تہذیب رسم عاشقی
اس سے پہلے اعتبار شان رسوائی نہ تھا

حسرت کی غزل سرائی عشق و محبت کی قلبی وارداتوں اور اس کی جاودانی کیفیتوں کی داستان ہے۔

(ڈاکٹر یوسف حسین خاں)

اردو میں کہاں ہے اور حسرت
یہ طرز نظیری و فغانی

غزل کی نئی آواز: ہم کو کسی طرف سے امید نہ تھی کہ اردو غزل سنبھالا تو خیر کیا کوئی نئی کروٹ بھی لے گی یکا یک ہمارے کان ایک نئی آواز سنتے ہیں جو ہر لحاظ سے نئی تھی مگر کسی اعتبار سے بھی اس کو بدعت یا بدراہی نہیں کہہ سکتے۔ یہ حسرت کی آواز تھی۔

حسرت کا ایک کارنامہ یہ بھی ہے کہ انہوں نے اردو شاعری میں مرکزی آمریت کو ختم کر دیا اور دلی اور لکھنو کے مدرسوں کی زندہ اور صالح خصوصیتوں کو قبول کر کے اپنے کلام میں اس طرح جذب کر لیا کہ دونوں کا فرق باقی نہ رہا...... اردو شاعری کی دنیا میں حسرت ہی ایک ایسا کردار نظر آتا ہے جو اگر شاعر نہ بھی ہوتا تو ایک انفرادی حیثیت کا مالک ہوتا...... حسرت اپنے زمانے میں اپنی نوعیت کے بالکل اکیلے انسان تھے۔ ایسی بالغ اور کھری شخصیت کا دوسرا انسان ہندوستان کے کسی فرقہ میں پیدا نہیں ہوا۔

(مجنوں گورکھپوری)

جزاک اللہ تیری شاعری ہے یا فسوں کاری

تغزل کا صحیح معیار: حسرت کی غزل کا ترنم زم ولطیب انداز بیان الفاظ کی شیرینی فارسی ترکیبوں کی حلاوت اور متوازن خیالات سے ہم آہنگی یہ سب مل کر کچھ ایسی چیزیں بن جاتی ہیں جو ہمیں اس وقت کسی اور کے کلام میں نہیں ملتیں ۔پچھلے پچاس برس کے اندر سب سے پہلے جس نے تغزل کا صحیح معیار پیش کیا اور لکھنو کی ابہامی شاعری کی طرف سے جس نے دفعتاً زمانہ کا رخ پھیر دیا وہ صرف حسرت کی ذات تھی ۔حسرت کی نغمہ سنجیوں کو سن کر لوگ چونک اٹھے اور روحیں وجد کرنے لگیں ۔اور شعروسخن کی فضا چمک اٹھی حسرت نے جس وقت غزل گوئی شروع کی اس وقت بھی وہ اپنے رنگ میں منفرد تھے اور اب بھی کہ تغزل کا معیار بہت بلند ہو گیا ہے ان کا کوئی ہمسر نہیں''۔

(نیاز فتحپوری)

حسرت تری شگفتہ کلامی پہ آفریں

نئے دور کی ابتدا: حسرت نے اس پرانی درباری غزل سے آزاد ہو کر ایک نئے دور کی ابتدا کی اس کا عشق خلوص و نیاز کا آئینہ دار ہے ۔عالمگیر ہوتے ہوئے ایک انفرادی حیثیت رکھتا ہے۔

(ڈاکٹر تاثیر)

نسیم دہلوی کی پیروی آساں نہیں حسرت

حسرت کے کلام میں صحیح تغزل جو دہلی کا اصل طرز ہے نہایت اعلیٰ ہے صحیح خدمات وارادات جوش وشوق و لطافت بیاں جدت اسلوب سب کچھ نہایت دلکش وموثر شکل میں موجود ہے۔

(حامد حسن قادری تاریخ وتنقید ادبیات اردو)

غالب و مصحفی و میر و نسیم و مومن
طبع حسرت نے اٹھایا ہے میر استاد سے فیض

طرفہ حسرت بہ شوخی انشاء
رنگ جرات میرے بیان میں ہے

جامعیت: حسرت میر کی سادگی اور سوز و گداز کے دلدادہ ہیں۔ چنانچہ اپنے تغزل کے یہ خصوصیات انہوں نے میر ہی سے لی ہیں مومن کی رنگین زندگی اور سرمستی انہیں پسند ہے اور یہ رنگ ان کی شاعری میں بھا اسی سرچشمے سے آیا ہے۔ تسلیم و نسیم کی صاف گوئی پر وہ فدا ہیں اور یہ خصوصیات ان کی شاعری میں ان ہی استادوں سے حاصل ی ہیں لیکن حسرت ان تمام خصوصیات کو جمع کر کے چند قدم آگے بھی بڑھے ہیں۔ جرات کی معاملہ بندی۔ انشاء کی شوخی۔ غالب کی تعیش پرستی۔ داغ کی ہولناکی کے اثرات بھی ان کے تغزل میں کسینہ کسی حد تک ضرور آئے ہیں۔ (ڈاکٹر عبادت بریلوی)

حسرت اردو میں ہے غزل تیری
پہ تو نقش سعدی و جامی

غزل کا معیار: حسرت کا غزل پر بڑا احسان ہے اور میرے نزدیک جس کا غزل پر احسان ہے اس کا پوری اردو شاعری اور اردو زبان پر احسان ہے حسرت نے غزل کی آبرو اس زمانہ میں رکھ لی جب غزل بہت بدنام ارو ہر طرف سے نرغہ میں تھی۔ انہوں نے اردو غزل کی اہمیت اور عظمت ایک نامعلوم مدت تک منوالی حسرت خالص غزل گو تھے اس سے پہلے بڑے جید غزل گو گزرے ہیں۔ معاصر غزل گو بھی اپنا اپنا مقام رکھتے ہیں پھر بھی حسرت کی غزل گوئی ممتاز و منفرد ہے۔ اس لیے کہ حسرت غزل کا سہارا غزل ہی سے لیتے ہیں کسی اور سے نہیں غزل گوئی کوئی کرے غزل کا معیار حسرت ہی رہیں گے۔ (پروفیسر رشید احمد صدیقی)

قائم ہے ترے دم سے طرز سخن قائم
پھر ورنہ کہاں حسرت یہ طرز غزل خوانی

آخری کلاسیکل شاعر: حسرت نہ صرف ایک قدیم روایت عظمیٰ کی آخری بڑی

یادگار ہیں بلکہ اردو غزل میں برائے نام جو کچھ نئی تحریک کے اثر پائے جاتے ہیں۔ اسکے موجد بھی ہیں...... حسرت کے یہاں اردو غزل کی پوری انجمن آباد ہے اور وہ ہمارے آخری کلاسیکل شاعر ہیں۔

(آل احمد سرور)

پسند آیا طریق شاعری ترا ہمیں حسرت
کہ جب کہنا کبھی کچھ نغز کہنا بے بدل کہنا

بلند مقام: حسرت سنی سنائی باتوں کے دہرانے کے قائل نہ تھے انہوں نے وہی کہا جوان کے دل نے کہلوایا۔اور اس طرح کہا کہ سننے والے چونک پڑے گوان کا مقصد دوسروں کو چونکانا نہ تھا۔کوئی شک نہیں کہ اردو غزل گوشعرا میں حسرت موہانی ایک بلند مقام رکھتے ہیں اور میرو مصحفی و مومن کے دوش بدوش ہیں۔ (حسیب احمد صدیقی)

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

وہ انداز قلندرانہ وہ طرفہ درویشانہ وہ ایثار،وہ خود فراموشی جو حسرت کے کردار کی نمایاں ترین خصوصیات تھیں۔ان کا سرچشمہ جذبہ عشق ہے جس کی مجازی اور حقیقی جھلکیاں حسرت کے دیوان میں جابجا موجود ہیں خود فرماتے ہیں:

مقابل ہوں کشاکش ہائے شوق بے نہایت کا
وہی میں بیٹھنے والا جو تھا کنج سلامت کا

حسرت کے کلام میں ماورائیت اور آفاقیت کی مثالیں بہت کم ملتی ہیں۔ان کا کلام خودان کے ذاتی محسوسات جذبات اور واردات کا آئینہ دار ہے۔صرف وہ باتیں لکھی گئی ہیں جوان سے پیش آئیں اور جن کے نقوش ان کے لوح دل پر مرتسم ہوئے ا ایسی صورت ماورائیت اور آفاقیت کا رنگ پیدا ہونا مشکل ہے غزل ان کے اظہار خیال کا

واحد ذریعہ ہے۔ اس لیے ان کا تصوف ان کی سیاست ان کی حسن پرستی سب کچھ اسی میں موجود ہیں۔ بعض شعرا فطرتاً اپنے کلام میں اپنی ذات کو نمایاں نہیں ہونے دیتے۔ اس کے برخلاف حسرت کی ہر ادا ان کے پاؤں کی ہر لغزش اور ان کے دماغ کی ہر لہر ان کے کلام کے آئینے میں جلوہ گر ہے مرحومہ بیگم حسرت موہانی کی جدائی۔ احباب کی بے مہری دوستوں کی یاد عزیزوں کی موت حکومت کی چالبازیاں سیاسیین کی بے راہ روی ابن سعود کی پالیسی۔ شعراء کی شاعری مرشدین کی رہنمائی چکی کی مشقت کے ساتھ ساتھ مشق سخن عشق کی بادیہ پیائی اور حسن کی کارفرمائی غرض حسرت کی زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جس کے گہرے اور پائیدار نقوش ان کے اشعار میں نہ پائے جاتے ہوں۔ یہ ساری باتیں ہیں مگر بعض انفرادی نقطہ نظر سے اپنے شعار کی دنیا میں مرکز ثقل خود حسرت کی ذات تھی۔ اس ذات کو اگر جدا کر دیا جائے تو حسرت کا کلیات ایک ورق سادہ رہ جائے۔ (پرنسپل عبد الشکور)

تو نے حسرت یہ نکالا ہے عجب رنگ غزل
اب بھی کیا ہم تیری یکتائی کا دعویٰ نہ کریں

سچی غزل کا بہترین نمونہ: مولانا حسرت کی حیات صادقہ کو تین اہم حیثیتوں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے یوں تو ان کے گوناگون خصائص بے شمار ہیں پہلی خصوصیت ایک دیندار مسلمان کی ہے جس میں قلندری اور درویشی کو خاص دخل ہے۔ دوسری خصوصیت سیاسی مفکر و علم بردار حریت کی ہے اس میں انہوں نے علم و عمل کے میدان میں انسانیت کے اعلیٰ جوہر آشکارا کیے ہیں اور ملک و ملت کو تابانی بخشی تیسری بڑی کیفیت قادر الکلام شاعر اور رئیس المتغزلین کی ہے جس میں ان کی حکمت سخن جدت فکر اور ندرت خیال نے سرمایہ اردو کو آبدار دولت کمال سے مالا مال کر کے ادب کو نئی زندگی بخشی ہے حسرت اپنی ہر شان میں انفرادیت کے مالک اور نئی آن بان کے انداز دکھاتے ہیں۔ حسرت منفرد شاہ تغزل ہیں جو مصور فطرت بھی تھے اور مصور جذبات بھی

۔ان کے کلام میں زبان کی چاشنی وحلاوت اور بیان میں برجستگی سادگی دلفریبی اور تخیل میں بلندی جدت ندرت جذبات میں سرمستی ورعنائی اور دلکشی کی تمام خوبیاں ہیں ۔ ان کے اشعار نمونہ یاس بھی ہیں اور پیکر نشط وعشرت بھی یہی خصائص سچی غزل کا بہترین نمونہ ہیں ۔ایک شعر میر سے ایک مرحوم بزرگ عزیز کرامت خاں گستاخ کے ایک واقعہ سے متعلق ہے گستاخ مرحوم اور مولانا کے درمیان گہری دوستی تھی ۔وہ نہایت باوضع علم دوست اور ادب نواز انسان تھے ۔لیکن ان کی زندگی ''رند شاہد باز'' کی حیثیت سے بڑی رنگین تھی ۔رئیس ابن رئیس ہونے کے سبب سے بے حد غیر محتاط تھے ۔انہوں نے اپنی ایک داشتہ طوائف سے نکال کر کے ان کو پردہ نشین بنالیا اور سخت پابندی لگادی کہ ان کے عزیز سے عزیز دوست کے سامنے بھی نہ آنے پائیں خاتون مذکور نے اس پابندی کو قبول کیا ۔مگر ساتھ یہ شرط لگائی کہ مولانا حسرت سے پردہ ہرگز نہ کروں گی'' ۔گستاخ مرحوم نے مولانا سے خصوصی یگانگت کے اعتبار سے منظور کیا مولانا نے اس واقعہ کی طرف اپنے شعر میں اشارہ کیا ہے:

کہتا ہے عجب ناز سے اٹھلا کے یہ وہ شوخ
حسرت سے تو پردہ نہ کیا ہے نہ کریں گے

(عشرت رحمانی)

بخشا ہے پسندیدگی خلق نے یکسر
درجہ مرے اشعار کو ضرب المثلی کا

☆☆☆

ترتیب کلیات حسرت

کلیات حسرت کی بڑی خصوصیت یہ ہے کہ اکثر غزلوں پر تاریخ پڑی ہے جس رسالہ میں شائع ہوئی یا جس شخص کو بھیجی گئی اس کا نام موجود ہے مولانا حسرت کی شاعری کے مختلف دور سمجھنے میں ان تفاصیل سے بڑی مدد ملتی ہے ۔کلیات میں تیرہ دیوان ہیں ہر دیوان میں علیحدہ علیحدہ شائع ہوا اور اکثر دواوین کی متعدد اشاعتیں ہوئیں جس زمانے میں مولانا حسرت قید تھے ان کی اہلیہ دیوان موصول ہونے پر مرتب کر کے شائع کرتی رہیں ۔چونکہ قواعد غزل گوئی کی پوری پابندی اور اساتذہ کی مکمل پیروی مولانا حسرت کرتے تھے اس لیے ہر ردیف غزل کہ دیوان مرتب کرتے تھے آخری دو حصوں کے سوا تمام دواوین میں حروف تہجی کے اعتبار سے ردیف اور غزلیں موجود ہیں ۔

ذیل میں ان کے مختلف دواوین کے دیباچوں کے اقتباسات درج کیے جاتے ہیں ۔تا کہ ان کلیات کے بارے میں خود مولانا کے خیالات سے واقفیت ہو جائے ۔

(خودنوشت)

☆☆☆

دیباچے

ابتدائے شاعری اس فقیر کی 1898ء سے ہوئی اسی سنہ میں اس کی غزلیں پیام یار لکھنو وریاض سخن وغیرہ گلدستوں اور رسالوں میں شائع ہونے لگیں۔ اس سے قبل کا کلام عشق ابتدائی کا نمونہ ہے۔ اعتبار کے قابل نہیں اب تک وہ کہیں شائع ہوا ہے نہ آئندہ ہوگا۔ (دیباچہ دیوان حسرت حصہ ششم) 23 جون 1908ء کو اردوئے معلی پر مقدمہ سیڈیشن قائم ہوا اور 4 اگست 1908ء کو دو سال قید سخت اور پانچ سو روپے جرمانے کا حکم سنایا گیا۔

مولانا نیاز صاحب فتحپوری نے نگار کے حسرت نمبر میں کلام حسرت کی پوری ''توقیت'' شائع کی ہے اس کی مدد سے ہمیں مولانا کی غزلیات اور اشعار کی تاریخ کے علاوہ ان کی تعداد بھی معلوم ہو جاتی ہے۔ تعداد کے بارے میں انہیں کے شمار پر بھروسہ کیا گیا ہے۔

ایڈیٹر اردوئے معلی کو علی گڑھ جیل اور چند روز الہ آباد سنٹرل جیل میں جانا پڑا۔ جہاں حکام کے اشارے یا خود الہ آباد جیل کے یورپین سپرنٹنڈنٹ کی رائے سے اس کو معمولی قیدیوں سے بھی زیادہ سختی برداشت کرنا پڑی اور تقریباً سال بھر ایک من آٹا پیسنے کی اس سخت مشقت سے سابقہ رہا جو عام طور پر دیگر قیدیوں سے بھی ایک ماہ سے زیادہ نہیں لی جاتی۔ کھانے پینے اور عام برتاؤ کی ابتری کے بیان سے ہم دیدہ دانستہ اس لیے قطع نظر کرتے ہیں کہ مبادا قومی فریق پر یہ الزام قائم ہو کہ ان میں اپنے یقین اور عقیدے کی خاطر سختی برداشت کرنے کی کافی ہمت نہ تھی اسی باعث سے وہ لوگ بعد میں سرگرم شکایت ہوتے ہیں۔

ہم پولیٹکل قیدیوں کی خوش قسمتی دیکھیے کہ جیل کے اندر ایک دوسرے جیل میں رہنا پڑتا ہے یعنی ایک خاص وارڈ یا بعض اوقات ایک خاص کوٹھڑی کے علاوہ جیل میں

بھی نہ کسی دوسری جگہ جاسکتے ہیں نہ کسی سے بات کر سکتے ہیں' پھر اس وارڈیعنی جیل در جیل میں دوسرے قیدیوں کے برخلاف اس قدر نگرانی کی جاسکتی ہے کہ الامان والحفیظ ۔

عام قیدی چرا چھپا کر کبھی کبھی اچھی غذا بھی حاصل کر سکتے تھے ہم نہیں کر سکتے ۔ عام قیدی جن کو نوشت وخواند کا کوئی کام سپرد کیا جاتا تھا چرا چھپا کر کتاب وغیرہ بھی دیکھ سکتے تھے اور کاغذ پنسل بھی رکھ سکتے تھے ہم یہ بھی نہیں کر سکتے ۔فقیر نے بمصداق:

اذیت' مصیبت' ملامت' بلائیں
تیرے عشق میں ہم نے کیا کیا نہ دیکھا

ان تمام باتوں کو برداشت کیا اور بے تکلف برداشت کیا' کچھ تو جانب حق ہونے کے یقین سے دل کو تقویت تھی اور کچھ فطری بے غمی اور بے پرواہی کا فیضان تھا جس کی بدولت شعراء وفقراء ہر حال مین راضی اور خوش رہ سکتے ہیں کہ فقیر کے دل پر بھی ان واقعات وحالات کا ذرا بھر مضر اثر نہ ہوا بلکہ حسن پرستی و وطن پرستی کے جذبات نے نمایاں بلندی حاصل کی ۔فالحمدللہ علی ذلک۔

تمام مذکورہ بالا موانعات کے باوجود یہ کل غزلیں دن بھر چکی پینے کے اثنا میں کہی جاتی تھیں ۔اور بوقت شام ایک قیدی دوست کو لکھوادی جاتی تھیں جو بہ حیثیت برقنداز نسبتاً زیادہ آزاد تھے اور مخصوص طور پر زیر نگرانی نہ ہونے کی وجہ سے کاغذ وپنسل بھی اپنے پاس چھپا کر رکھ سکتے تھے۔

راقم کی رہائی کے کچھ ہی دنوں کے بعد وہ دوست بھی رہا ہوئے اور ان چند غزلوں کے سوا جو کسی طرح ضائع ہوگئیں باقی کل غزلیں ان سے دستیاب ہوگئیں۔

ابتدا میں چند متفرق غزلیں لکھی گئیں تھیں لیکن میر ظفر حسین فوق ضلع بجنور کے اصرار سے جو خود بھی الہ آباد جیل میں قید تھے اور اب رہا ہو گئے ہیں کل ردیفوں میں غزلیں تیار کی گئیں اور اس طرح پر ایک مختصر سا دیوان مرتب ہوگیا ۔فقیر کی لاابالی

طبیعت سے اس پابندی کی امید نہ تھی اس لیے میر صاحب موصوف کا اصرار خاص شکریے کا مستحق ہے۔

(دیباچہ غزلیات حسرت از اردوئے معلیٰ اکتوبر 1909ء)

☆☆☆

دیوان حسرت حصہ اول: یہ حصہ 1903ء سے 1908ء تک کی ان غزلوں کا مجموعہ ہے جو رسالہ اردوئے معلیٰ علی گڑھ اور اس عہد کے بعض دوسرے مشہد ادبی رسالوں میں شائع ہوئیں اس میں قید فرنگ اول 1908ء تا 1909ء کا بھی کلام شامل ہے اور وہی گویا اس حصہ دیوان کی جان ہے۔

دیوان حسرت حصہ دوم: یہ قید فرنگ ثانی کی ان غزلوں کا مجموعہ ہے جو 1916ء میں علی گرھ، للت پور، جھانسی اور الہ آباد کی جیلوں میں لکھی گئیں۔ اس مجموعے میں وہ غزلیں بھی شامل ہیں جو قید فرنگ اول اور قید فرنگ ثانی کے درمیانی زمانہ میں 1910ء سے 1915ء تک میں بمقام علی گڑھ کہی گئیں۔

دیوان حسرت حصہ سوم: یہ حصہ قید فرنگ ثانی 1916ء سے 1918ء تک ان غزلوں کا مجموعہ ہے جو 1917ء میں پرتاب گڑھ فیض آباد اور لکھنو کے جیل خانوں میں لکھی گئیں:

دیوان حسرت حصہ چہارم: یہ حصہ قید فرنگ ثانی کی ان غزلوں کا مجموعہ ہے جو 1918ء میں فیض آباد اور میرٹھ کے جیل خانوں میں لکھی گئیں۔ اس کے ساتھ قید فرنگ کا دوسرا دور بھی ختم ہوا۔

دیوان حسرت حصہ پنجم: ی حصہ ان غزلوں کا مجموعہ ہے جو قید فرنگ ثانی کے بعد اوقات مختلف 1918ء سے 1921ء تک کھور، میرٹھ، علی گڑھ اور کانپور میں لکھی گئیں اس مجموعے میں قید فرنگ ثالث (اپریل 1923ء سے شروع ہو کر اس وقت تک

جاری رہا) کی وہ غزلیں شامل ہیں جو سابرمتی جیل احمد آباد گجرات میں لکھی گئیں۔ یہ مجموعہ بغرض اشاعت سنٹرل خلافت کمیٹی بمبئی کے سپرد کر دیا گیا تھا مگر معلوم نہیں کہ کس سبب سے اب تک اس کے شائع ہونے کی نوبت نہیں آئی''۔

دیباچہ دیوان حسرت حصہ ششم: مگر واضح رہے کہ فقیر نے یہ کل اور ان کے علاوہ اور بھی متعدد غزلیں اکتوبر 1922ء میں مرتب کر کے سابرمتی جیل سے بہ دشواری تمام کسی نہ کسی طرح پر کارکنان سنٹرل خلافت کمیٹی کو بغرض اشاعت بھجوا دی گئیں مگر اب معلوم ہوا کہ انہوں نے ازراہ کمال قدردانی اشاعت کے بجائے ان کو خدا جانے کہاں گم کر دیا انا للہ وانا الیہ راجعون مجبوراً جو کچھ دوبارہ فراہم ہو سکا یا یاد آ سکا اس حصے میں درج کر دیا گیا جو کچھ رہ گیا اس کے لیے مشتاقان سخن کارکنان خلافت کو دعائے خیر سے یاد کریں''۔

(فقیر حسرت موہانی 26 نومبر 1923ء سنٹرل جیل یروا)

یہ مجموعہ غزلیات جو دیوان حسرت کا ساتواں حصہ ہے اس کی بعض خصوصیتیں قابل لحاظ ہیں مثلاً اس کی تصنیف میں کل گیارہ دن صرف ہوئے ہیں جن جن بزرگوں سے فقیر کو فیض پہنچا ہے ان میں سے اکثر کی جانب اس مجموعے میں کہیں نہ کہیں اشارہ موجود ہے۔ بزرگان دین اسلام کے علاوہ ایک موقع پر سری کرشن کا نام بھی آیا ہے حضرت سری کرشن علیہ الرحمتہ کے باب میں فقیر نے اپنے پیر اور پیروں کے پیر حضرت سید عبدالرزاق بانسوی قدس اللہ سرہ کے مسلک عاشقی کا پیرو ہے:

مسلک عشق ہے پرستش حسن
ہم نہیں جانتے عذاب و ثواب

یہ کل غزلیں اس زمانے میں لکھی گئیں جب کہ فقیر پر حکومت کی جانب سے ایک دوسرا مقدمہ چلایا جا رہا تھا مگر اس کے سبب سے انشاءاللہ تعالیٰ کہیں پریشانی خیال کے نمونے نظر نہ آئیں گے (وما توفیقی الا باللہ)

(دیباچہ طبع اول دیوان حسرت حصہ ہفتم) حصہ ہشتم نہم و دہم یروودا جیل میں مکمل ہوا دیوان حسرت حصہ یازدہم میں وہ غزلیں جو جنوری 1925 سے دسمبر 1934ء تک لکھی گئیں حصہ دوازدہم میں وہ غزلیں جو جنوری 1935ء سے 1940ء تک لکھی گئیں۔

ضمیمہ دیوان حسرت میں چند ابتدائی غزلیں درج ہیں جو موہان فتحپور اور علی گڑھ میں بہ زمانہ طالب علمی لکھی گئیں تھیں (1894ء سے 1903ء تک)

حصہ سیزدہم میں نومبر 1950ء کی لکھی ہوئی غزلیں شامل ہیں مولانا کی آخری غزل کا مطلع ہے:

شوق کو داد حیا ملتی نہیں
وہ نگاہ آشنا ملتی نہیں

یہ غزل 20 نومبر 1950ء کو لکھی گئی۔

حسرت کی تمام غزلوں کی تعداد 77 ہوتی ہے جن میں سے 373 یعنی تقریباً نصب قید یا نظر بندی کی حالت میں لکھی گئیں۔ مجموعی اشعار تقریباً 7 ہزار ہیں۔

(نیاز فتح پوری)

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الٰہی بحرمت راز و نیاز یکہ

شجرہ طیبۃ اصلھا ثابت وفرعھا فی السماء ہ

سلسلہ قادرہ رضویہ رزاقیہ

۱۔سیدالعالم ختم النبیین حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم	باتوارد
۲۔سیدالاولیاء حضرت علی ابن ابی طالب کرم اللہ وجہہ	باتوارد

۳۔امام الائمہ حضرت امام حسینؓ

۴۔امام الائمہ حضرت امام زین العابدینؓ

۵۔امام الائمہ حضرت امام باقرؓ

۶۔امام الائمہ حضرت امام جعفر صادقؓ

۷۔امام الائمہ حضرت امام موسیٰ کاظمؓ

۸۔امام الائمہ حضرت امام علی موسیٰ رضاؓ

۹۔حضرت شیخ معروف کرخی قدس اللہ سرہ

۱۰۔حضرت شیخ سری سقطی قدس اللہ سرہ

۱۱۔حضرت خواجہ جنید بغدادی قدس اللہ سرہ

۱۲۔حضرت عبداللہ ابو بکر شبلی قدس اللہ سرہ

۱۳۔حضرت شیخ عبدالعزیز یمینی قدس اللہ سرہ

۱۴۔حضرت شیخ عبدالواحد الیمنی قدس اللہ سرہ

۱۵۔حضرت خواجہ ابوالفرح طرطوسی قدس اللہ سرہ

۱۶۔حضرت شیخ ابوالحسن ہکاری قدس اللہ سرہ

۱۷۔حضرت شیخ ابوسعید مخزومی قدس اللہ سرہ

۱۸۔غوث الاعظم حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی قدس اللہ سرہ

۱۹۔حضرت میر سید عبدالرزاق ابن حضرت غوث الاعظم قدس اللہ العزیز

۲۰۔حضرت میر سید محمد بن ابوصالح قدس اللہ سرہ

۲۱۔حضرت میر سید احمد برادر سید محمد بغدادی قدس اللہ سرہ

۲۲۔حضرت میر سید علی قدس اللہ سرہ

۲۳۔حضرت شاہ موسیٰ قادری قدس اللہ سرہ

۲۴۔حضرت میر سید حسن قدس اللہ سرہ

۲۵۔حضرت شیخ ابوالعباس احمد قدس اللہ سرہ

۲۶۔حضرت شاہ بہاؤالدین قدس اللہ سرہ

۲۷۔حضرت میر سید احمد قادری قدس اللہ سرہ

۲۸۔حضرت شاہ جلال قادری قدس اللہ سرہ

۲۹۔حضرت میراں سید بخش فرید بھکری قدس اللہ سرہ

۳۰۔حضرت شاہ ابراہیم ملتانی قدس اللہ سرہ

۳۱۔حضرت شاہ ابراہیم بھکری قدس اللہ سرہ

۳۲۔حضرت شاہ امان اللہ قدس اللہ سرہ

۳۳۔حضرت شاہ حسین خدانما قدس اللہ سرہ

۳۴۔حضرت شاہ ہدایت اللہ قدس اللہ سرہ

۳۵۔حضرت شاہ سید عبدالصمد خدانما قدس اللہ سرہ

۳۶۔حضرت سید شاہ عبدالرزاق بانسوی قدس اللہ سرہ

۳۷۔حضرت مولانا مولوی عبدالحق لکھنو فرنگی محلی قدس اللہ سرہ

۳۸۔حضرت مولانا مولوی احمد انوار الحق قدس اللہ سرہ

۳۹۔حضرت مولانا حافظ محمد عبدلوالی قدس اللہ سرہ

۴۰۔حضرت پیشوائے عشاق حضرت شاہ عبدالرزاق فرنگی محلی قدس اللہ سرہ

۴۱۔مرشدی حضرت شاہ عبدالوہاب فرنگی محلی قدس اللہ سرہ

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆☆☆

حصہ اول 1903ء سے 1912ء تک کا کلام

حصہ دوم 1912ء سے 1916ء

حصہ سوم اکتوبر 1916ء سے جولائی 1917ء

حصہ چہارم اگست 1917 سے اپریل 1918ء

حصہ پنجم اپریل 1918ء سے اپریل 1922ء

حصہ ششم مئی 1922ء سے ستمبر 1923ء

حصہ ہفتم 23 ستمبر 1923ء سے 30 ستمبر 1923ء

حصہ ہشتم یکم اکتوبر 1923ء سے 9 نومبر 1923ء

حصہ نہم نومبر 1923ء سے آخر مارچ 1924ء

حصہ یازدہم جنوری 1924ء سے آخر مارچ 1924ء

حصہ یازدہم جنوری 1925ء سے دسمبر 1934ء

حصہ دوازدہم جنوری 1935ء سے جون 1940ء

حصہ سیزدہم جنوری 1943ء سے دسمبر 1950ء

ضمیمہ (الف) زمانہ طالب علمی 1893ء تا 1903ء

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

لاؤں کہاں سے حوصلہ آرزوئے سپاس کا
جبکہ صفات یار میں دخل نہ ہو قیاس کا
عشق میں تیرے دل ہوا ایک جہان بے خودی
جال خزینہ بن گئی حیرت بے قیاس کا
رونق پیرہن ہوئی خوبی جسم نازنین!
اور بھی شوخ ہو گیا رنگ تیرے لباس کا
لطف و عطائے یار کی عام ہیں بسکہ شہرتیں
قلب گناہ گار میں نام نہیں ہراس کا
دل کو ہو تجھ سے واسطہ لب پہ ہو نام مصطفٰے
وقت جب آئے اے خدا خاتمہ حواس کا
ملنے نہ کسی سے ہو سکا تیرے سوا معاملہ
جان امیدوار کا حسرت محو یاس کا

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

☆☆☆

حسن بے پروا کو خود بین و خود آرا کر دیا
کیا کیا میں نے اظہار تمنا کر دیا

بڑھ گئیں تم سے تو مل کر اور بھی بیتابیاں
ہم یہ سمجھے تھے کہ اب دل کو شکیبا کر دیا

پڑھ کے تیرا خط مرے دل کی عجب حالت ہوئی
اضطراب شوق نے اک حشر برپا کر دیا

ہم رہے یاں تک تری خدمت میں سرگرم نیاز
تجھ کو آخر آشنائے ناز بے جا کر دیا

اب نہیں دل کو کسی صورت کسی پہلو قرار
اس نگاہ ناز نے کیا سحر ایسا کر دیا

عشق سے تیرے بڑھے کیا کیا دلوں کے مرتبے
مہر ذروں کو کیا قطروں کو دریا کر دیا

کیوں نہ ہوں تیری محبت سے منور جان و دل
شمع جب روشن ہوئی گھر میں اجالا کر دیا

تیری محفل سے اٹھا تھا غیر نے مجھ کو کیا مجال
دیکھتا تھا میں کہ تو نے بھی اشارہ کر دیا

سب غلط کہتے تھے لطف یار کو وجہ سکوں
درد دل اس نے تو حسرت اور دونا کر دیا

IqbalCyberLibrary All rights reserved ©2002-2006

☆☆☆

رنگ سوتے میں چمکتا ہے طرحداری کا
طرفہ عالم ہے ترے حسن کی بیداری کا

مایہ عشرت بے حد ہے غم قید وفا
میں شناسا بھی نہیں رنج گرفتاری کا

جور پیہم نہ کرے شان توجہ پیدا
دیکھو بدنام ہو نام ستمگاری کا

ہیں جو اے عشق تری بے خبری کے بندے
بس ہو ان کا تو نہ لیں نام بھی ہشیاری کا

کٹ گیا قید میں ماہ رمضاں بھی حسرت
گرچہ سامان سحر کا تھا نہ افطاری کا

All rights reserved ©2002-2006

☆☆☆

تجھ سے وہ ملا شوق سے تو نے نجانا
حسرت کو ابھی یاد ہے تیرا وہ زمانہ
ہے اک در پیر مغاں تک تو رسائی
ہم بادہ پرستوں کا کہاں اور ٹھکانا
مخصوص غم عشق ہیں ہم لوگ ہمارا
اچھا نہیں اے گردش افلاک ستانا
صد شکر غم ہر دو جہاں سے ہے وہ فارغ
جو دل ہے ترے تیر محبت کا نشانا
اب عشق کا وہ حال نہ ہے حس کا وہ رنگ
باقی ہے فقط عہد تمنا کا فسانا
آتی ہے تری یاد سو حسرت کو شب غم
ہر بار اسے دل کہہ کے سنانا

☆☆☆

کوئی بھی پرساں نہیں حال دل رنجور کا
یہ ستم دیکھو دیار شوق کے دستور کا

جاتے جاتے رہ گیا وہ نازنین صبح وصال
ناز بردار اثر ہوں گریہ مجبور کا

سر اٹھائے بزم جاناں میں بھلا کس کی مجال
رعب غالب ہے یہ اس کے جلوہ مغرور کا

ہے غضب کی دلفریبی آج حسن ماہ میں
بھر بھی دے اک جام ساقی بادہ پر نور کا

خاطر مایوس میں نقش امید وصل یار
نور ہے صحرا میں گویا اک چراغ دور کا

یک قلم بے سود ہے اظہار حال آرزو
حسن بے پروا کے آگے عشق نامنظور کا

مستی عیش دو عالم کی نہیں مجھے پروا
دیکھنے والا ہوں میں اس نرگس مخمور کا

ہے سپرد خاک حسرت واں جو اک یار عزیز
قصد اک مدت سے ہم رکھتے ہیں گورکھپور کا

☆☆☆

دل کو خیال یار نے مخمور کر دیا
ساغر کو رنگ بادہ نے پرنور کر دیا

مانوس ہو چلا تھا تسلی سے حال دل
پھر تو نے آ کے بدستور کر دیا

گستاخ دستیوں کا نہ تھا مجھ میں حوصلہ
لیکن ہجوم شوق نے مجبور کر دیا

کچھ ایسی ہو گئی ہے ترے غم کی مبتلا
گویا کسی نے جان کو مسحور کر دیا

بیتابیوں سے چھپ نہ سکا ماجرائے دل
آخر حضور یار بھی مذکور کر دیا

اہل نظر کو بھی نظر آیا نہ روئے یار
یاں تک حجاب نور نے مستور کر دیا

حسرت بہت ہے مرتبہ عاشقی بلند
تجھ کو تو مفت لوگوں نے مشہور کر دیا

۱؎ اشارہ بجانب عزیز اللہ مرحوم گورکھپوری کہ یکے از عزیز ترین احباب فقیر بود

(حسرت)

☆☆☆

ہم نے کس دن ترے کوچے میں گزارا نہ کیا
تو نے اے شوخ مگر کام ہمارا نہ کیا

ایک ہی بار ہوئیں وجہ گرفتاری دل
التفات ان کی نگاہوں نے دوبارہ نہ کیا

محفل یار کی رہ جائے گی آدھی رونق
ناز کو اس نے اگر انجمن آرا نہ کیا

طعن احباب سنے سرزنش خلق سہی
ہم نے کیا کیا تری خاطر سے گوارا نہ کیا

جب دیا تم نے رقیبوں کو دیا جام شراب
بھول کر بھی مری جانب کو اشارہ نہ کیا

روبرو چشم تصور کے وہ ہر وقت رہے
نہ سہی آنکھ نے گر ان کا نظارہ نہ کیا

گریہی ہے ستم یار تو ہم نے حسرت
نہ کیا کچھ بھی جو دنیا سے کنارہ نہ کیا!

☆☆☆

چہرہ یار سے نقاب اٹھا
دل سے اک شور اضطراب اٹھا

رات پیر مغاں کی محفل سے
جو اٹھا مست اٹھا خراب اٹھا

ناز بیجا اٹھائے تھے ان کے
اے دل اب ناز اضطراب اٹھا

ہم تھے بے باک اور وہ محجوب
شب غرض لطف بے حساب اٹھا

تھے اسی پر نباہ کے دعوے
سر تو اے شوخ بے حجاب اٹھا

میکشوں سے محتسب کی چلی
آخر کار لاجواب اٹھا

اس قیامت خرام کو یوں چھیڑ
حشر اے جوش اضطراب اٹھا

مست صہبائے شوق ہے حسرت
ہم نشین ساغر شراب اٹھا

☆☆☆

ہجوم بیکسی کو وجہ لطف بے کراں پایا
کہ ہم نے آج اس نامہرباں کو مہرباں پایا

مگر تھا رنگ بزم یار میں نیرنگ عالم کا
کسی کو سرنگوں دیکھا کسی کو شادماں پایا

ستم سمجھے ہوئے تھے ہم تری بے اعتنائی کو
مگر جب غور سے دیکھا تو اک لطف نہاں پایا

کسے فرصت تمہاری جستجو کے شوق بے حد سے
ابھی ہم نے کہاں ڈھونڈا ابھی ہم نے کہاں پایا

نہ سمجھا بانی جور و جفا اس شوخ کو کوئی
کہ ہم نے جس کو پایا شکوہ سنج آسماں پایا

نہ پا سکتے کبھی پابند رہ کر قید ہستی میں
سو ہم نے بے نشاں ہو کر تجھے او بے نشاں پایا

حقیقت نالہ دل سے کھلی غمہائے پنہاں کی
سنا شور جرس جس نے نشان کارواں پایا

ہنسی عبرت بہت جب رنگ گل کی بے ثباتی پے
چمن میں عندلیب سادہ دل کو شادماں پایا

نجانے کوئی میری وضع رسوا پر کہ اے حسرت
کمال عاشقی نے مجھ کو یکتائے زماں پایا

Iqbal Cyber Library All rights reserved ©2002-2006

☆☆☆

پیہم دیا پیالہ مے برملا دیا
ساقی نے التفات کا دریا بہا دیا

اس حیلہ جو نے وصل کی شب ہم سے روٹھ کر
نیرنگ روزگار دو عالم دکھا دیا

اللہ رے بہار کی رنگ آفرینیاں
صحن چمن کو تختہ جنت بنا دیا

اب وہ ہجوم شوق کی سرمستیاں کہاں
مایوسی فراق نے دل ہی بجھا دیا

حسرت یہ وہ غزل ہے جسے سن کے سب کہیں
مومن سے اپنے رنگ کو تو نے ملا دیا

☆☆☆

اضطراب عاشقی پھر کار فرما ہو گیا
صبر میرا ناشکیبائی سراپا ہو گیا

سادگی ہائے تمنا کے مزے جاتے رہے
ہو گئے مشتاق ہم اور وہ خود آرا ہو گیا

وائے ناکامی نہ سمجھا کون ہے پیش نظر
ہیں کہ حسن یار کا محو تماشا ہو گیا

بعد مدت کے ملے تو شرم مجھ سے کس لیے؟
تم نئے کچھ ہو گئے یا میں نرالا ہو گیا

نوجوانی تھی کوئی شیدا نہ تھا میرے سوا!
ایک حسن کا دکا بھی وہ زمانہ ہو گیا

شورشیں جاتی رہیں وہ آرزوئے وصل کی
رنج دوری مرہم زخم تمنا ہو گیا

سحر وہ کیا تھا نگاہ آشنائے یار میں
جو دل بیمار کے حق میں مسیحا ہو گیا

ضبط سے راز محبت کا چھپانا تھا محال
شوق گر پنہاں ہوا غم آشکارا ہو گیا

یہ زبان لکھنو میں رنگ دہلی کی نمود
تجھ سے حسرت نام روشن شاعری کا ہو گیا

☆☆☆

نہاں شان تغافل میں ہے رمز امتیاز اس کا
باندازِ جفا ہے التفات دل نواز اس کا
نگاہ آرزو تاب نگاہ یار کیا لائی
اگر حائل نہ ہو جاتا حجاب کارساز اس کا
غلط ہے شکوہ سنجی میرے عشق ناشکیبائی
بجا کرتا ہے جو کرتا ہے حسن بے نیاز اس کا
چھڑایا دام زون میں دل کو فر شادی و غم سے
قیامت پر اثر تھا جلوہ حیرت نواز اس کا
دیار شوق میں اتم بپا ہے مرگ حسرت کا
وہ وضع پارسا اس کی وہ عشق پاکباز اس کا

☆☆☆

بر سرِ ناز وہ اندرہ کرم پہنچا تھا
شب عجب لطف کا سامان بہم پہنچا تھا
شرحِ بے مہری احباب کروں کیا حسرت
رنج ایسا دلِ مایوس کو کم پہنچا تھا

☆☆☆

از بسکہ نازِ یار بہ شکلِ عتاب تھا
جو کامیاب تھا وہی ناکامیاب تھا
اب آرزوئے شوق کی بے تابیاں کہاں
یعنی وہ سب ملازمِ عہدِ شباب تھا
حالت عجیب تھی دلِ بے اختیار کی
بزمِ خیال میں جو بتِ بے حجاب تھا
اب میں ہوں اور تغافلِ بسیار کے گلے
وہ میں کہ موردِ کرمِ بے حساب تھا
حیرانیِ نگاہ سے حسرت جمالِ یار
تھا پردۂ حجاب میں گو بے نقاب تھا

☆☆☆

یاد کر وہ دن کہ تیرا کوئی سودائی نہ تھا
باوجود حسن تو آگاہ رعنائی نہ تھا
عشق روز افزوں پہ اپنے مجھ کو حیرانی نہ تھی
جلوہ رنگیں پہ تجھ کو نازیکتائی نہ تھا
دید کے قابل تھی میرے عشق کی بھی سادگی
جبکہ تیرا حسن سرگرم خود آرائی نہ تھا
کیا ہوئے وہ دن کہ محو آرزو تھے حسن و عشق
ربط تھا دونوں میں گو ربط شناسائی نہ تھا
تو نے حسرت کی عیاں تہذیب رسم عاشقی
اس سے پہلے اعتبار شان رسوائی نہ تھا

☆☆☆

مٹتا ہے مٹائے سے اب شوق کہیں تیرا
ہے پیش نظر ہر دم حسن نمکیں تیرا

اے قصر امارت کی ویرانی و بربادی
کس گوشہ عبرت میں سوتا ہے مکیں تیرا

آنکھوں کے تبسم نے سب کھول دیا پردہ
ہم پر نہ چلا جادو اے چیں جبیں تیرا!

جز کثرت محرومی جز غایب دل گیری
مونس نہ ہوا کوئی اے جہان حزیں تیرا

تھا سحر وہ کیا ایسا تاثیر محبت کا
پڑھتے ہیں جو سب کلمہ اے دشمن دیں تیرا

جس نور سے روشن ہیں جان و دل مشتاقاں
شاید وہ تصور ہے اے ماہ جبیں تیرا

مرغوب تمنا ہے محبوب دل و جاں ہے
ہر وضع جفا تیری، ہر شیوہ کہیں تیرا

ہم خوب سمجھتے ہیں حسرت سے تری باتیں
اقرار کا پردہ ہے انکار نہیں تیرا

☆☆☆

سرگرم ناز آپ کی شان جفا ہے کیا
باقی ستم کا اور ابھی حوصلہ ہے کیا

آنکھیں تری جو ہو شربائی میں فرو ہیں
ان میں یہ سحر کاری کا رنگ حیا ہے کیا

گر جوش آرزو کی ہیں کیفیتیں یہی
میں بھول جاؤں گا کہ مرا مدعا ہے کیا

آتے ہیں وہ خیال میں کیوں میرے بار بار
عشق خدا نما ی یہی ابتدا ہے کیا

اک برق مضطرب ہے کہ اک سحر بے قرار
کچھ پوچھیے نہ وہ نگہ فتنہ زا ہے کیا

اس درجہ دل پذیر ہے آہنگ نغمہ کیوں
پنہاں لباس درد میں تیری صدا ہے کیا

چل بھی دیے وہ چھین کے صبر و قرار دل
ہم سوچتے ہی رہ گئے یہ ماجرا ہے کیا

نزدیک بام یار سے ہے نردبان عشق
اے دل یہ جائے حوصلہ ہے دیکھتا ہے کیا

حسرت جفائے یار کو سمجھا جو تو وفا
آئین اشتیاق میں یہ بھی روا ہے کیا

☆☆☆

مجھ کو خبر نہیں کہ مرا مرتبہ ہے کیا
یہ تیرے التفات نے آخر کیا ہے کیا
ملتیں کہاں گداز طبیعت کی لذتیں
رنج فراق یار بھی راحت فزا ہے کیا
حاضر ہے جان زار جو چاہو مجھے ہلاک
معلوم بھی تو ہو کہ تمہاری رضا ہے کیا
ہوں درد لادوائے محبت کا مبتلا
مجھ کو خبر نہیں کہ دوا کیا دعا ہے کیا
میری خطا پہ آپ کو لازم نہیں نظر
یہ دیکھیے مناسب شان عطا ہے کیا
ہیں بہترین صلح پہ ظاہر کی رنجشیں
ناحق ہوں میں ملول وہ مجھ سے خفا ہے کیا؟
گردیدہ جس سے تو ہے خبر بھی نہیں اسے
پھر تیرے اضطراب کی حسرت بنا ہے کیا

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

☆☆☆

کیا کہیے آرزوئے دل مبتلا ہے کیا
جب یہ خبر بھی ہو کہ وہ رنگین ادا ہے کیا

کافی ہیں میرے بعد پشیمانیاں تری
میں کشتۂ وفا ہوں مرا خوں بہا ہے کیا

وقت کرم نہ پوچھے گا لطف عمیم یار
رند خراب حال ہے کیا پارسا ہے کیا

دیکھو جسے ہے راہ فنا کی طرف رواں
تیری محل سرا کا یہی راستہ ہے کیا

ہم کیا کریں گے اگر نہ تری آرزو کریں
دنیا میں اور بھی کوئی تیرے سوا ہے کیا

یوں شکر جور کرتے ہیں تیرے ادا شناس
گویا وہ جانتے ہی نہیں ہیں گلا ہے کیا

رونے لگے ابھی سے کہ ہے ابتدائے حال
تم نے کبھی فسانۂ حسرت سنا ہے کیا

☆☆☆

ہم بندگان درد پہ مشق جفا ہے کیا
دل جوئی وفا کا یہی مقتضا ہے کیا

محرومیوں نے گھیر لیا ہے خیال کو
اے عشق یار تیری یہی انتہا ہے کیا

شوق لقائے یار کہیاں میں حزیں کہاں
اے جان بے قرار یہ تجھے ہوا ہے کیا

ہو جائے گی کبھی نہ کبھی جان نذر یار
بیمار عشق ہم ہیں ہماری شفا ہے کیا

لاکھوں کو جس نے صبر سے بیگانہ کر دیا
کیا کہیے آہ وہ نگہ آشنا ہے کیا

گردیدہ اس قدر ہے جو محرومیوں سے دل
اے درد یار تیری اسی میں بقا ہے کیا

سودائے عشق یار ملامت کی جا نہیں
حسرت کو پیر عقل یہ سمجھ رہا ہے کیا

☆☆☆

غضب ہے دل کا حال شوق سے ان بے محل کہنا
مگر کاہے کو مانے گا یہ پابند اجل کہنا

ارادے تھے کہ ان سے حال دل سب مل کے کریں گے
مگر ملنے پہ ہم سے آج ہوتا ہے نہ کل کہنا

غضب میں جان ہے پابندی آواز الفت سے
کہ ہر ہر بات کو درپردہ کہنا فی المثل کہنا

الہی کیا ہوئے وہ ولولے آغاز وحشت کے
کہ اب تو ہم ہیں اور افسانہ دشت و جبل کہنا

مقرر ہے خیال یار کی یہ کار فرمائی
نہ ہوتا ورنہ ہم فرقت کے ماروں سے غزل کہنا

فنا ہو جاتے ہم کار محبت میں تو بہتر تھا
کہ یوں پڑتا نہ حال پائے تنگ و دست شل کہنا

پسند آیا طریق شاعری تیرا ہمیں حسرت
کہ جب کہنا کبھی کچھ نغز کہنا بے بدل کہنا

☆☆☆

فراق یار میں بے صرفہ غم کھانے سے کیا ہو گا
اگر مر بھی گئے اب تو ہم مر جانے سے کیا ہو گا

ہجوم آرزو کی کہہ رہا ہے داستاں سہرا
مگر نوشاہ کے دل کا بنا ہے ترجماں سہرا
سر ہر تار سے رنگینیاں جلوے کی پیدا ہیں
چھپائے گا کہاں تک حسن روئے مہوشاں سہرا
ہوا سے ہلتی ہیں لڑیاں کہ قرب روئے روشن سے
وفور شوق میں کرنے لگا بے تابیاں سہرا
رخ نوشاہ اگر اک گلستان حسن و خوبی ہے
تو اس گلشن کے حق میں ہے بہار بوستاں سہرا
نمایاں ہو گیا کچھ اور حسرت حسن یاس اس سے
نگاہ شوق سے ناحق ہوا تھا بدگماں سہرا

☆☆☆

ادا نہ ہم سے ہوا حق تری غلامی کا
نصیب شوق رہا داغ نا تمامی کا

بچھی ہیں راہ تمنا میں سینکڑوں آنکھیں
کہ ناز جلوہ کرے تیری خوش خرامی کا

کھلے نہ ہم سے خموشان آرزو کی زبان
جو اتفاق بھی ہوا ان سے ہم کلامی کا

حضور مجھ پہ نہ ضائع کریں عطا اپنی
کہ مستحق ہوں جفا ہائے التزامی کا

یہ قدر شوق کہاں تاب التماس ہمیں
لکھیں جواب جو اس نامہ گرامی کا

بہت ہے میرے لیے جو نگاہ گاہ کی یاد
امیدوار نہیں التفات سامی کا

نہاں نہ ہو کرم یار میں ستم حسرت
بہت نہ کیجیے اظہار شاد کامی کا

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006

☆☆☆

راحت کو اضطراب سے مقرون کر دیا
ان سرخ پوشیوں نے تو دل خون کر دیا

بے تابیاں ہیں عام کہ اس حسن شوخ نے
دنیا سے محو صبر کا مضمون کر دیا

اب دل ہے اور فراغت حیرت کہ یاس نے
تکلیف انتظار سے مامون کر دیا!

منسوب کر کے حسرت عاصی سے خلق نے
جذبات پاک شوق کو مطعون کر دیا

iqbalcyberlibrary.net All rights reserved ©2002-2006

☆☆☆

اک برق طپاں ہے کہ تکلم ہے تمہارا
اک سحر ہے لرزاں کہ تبسم ہے تمہارا

پایا جو مجھے درپۓ اظہار تمنا
بولے وہ سراسر یہ توہم ہے تمہارا

اشکوں سے ہے یہ خواہش دیدار کو شکوہ
کچھ آج غضب تنگ طلاطم ہے تمہارا

دیکھے نہ ہمیں کوئی محبت کی نظر سے
کیا خوب یہ انداز تحکم ہے تمہارا

ان سے نہ کہو آرزوۓ شوق نہ حسرت
وہ حسن بیاں آج کہاں گم ہے تمہارا

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

☆☆☆

صحبت اہل عشق و شغل شراب

تھا یہ مقتضائے عہد شباب

کس قدر سبز و تر ہے کشت خیال

گریہ انتظار ہے شاداب

غیر پر دیکھ کر کرم تیرا

ہو گئی جان آرزو بے تاب

عشق سے ہے کہاں روا اے حسن

اس قدر اہتمام شرم و حجاب

ہم کو یکساں ہے لطف ہو کہ جفا

ہم کہ ہیں بادہ وفا کے خراب

جان بھی دی پیام شوق کے ساتھ

ہم نے کھینچا نہ انتظار جواب

مذہب عشق ہے پرستش حسن

ہم نہیں جانتے ثواب و عذاب

قدر شناس ہے جفا تیری

ورنہ جنس وفا نہیں کم یاب

ہے مرے شوق بیکراں کا شمار

نہ تری شرم ناروا کا حساب

لطف جاناں ہے جور کی تمہید

دیکھ حسرت نہ کھا فریب سراب

☆☆☆

جاں فزا تھی کس قدر یارب ہوائے کوئے دوست
بس گئی جس سے شام آرزو میں بوئے دوست

بے خودی میں اب نہیں کچھ امتیاز وصل و ہجر
رات دن پیش نظر ہے جلوہ نیکوئے دوست

ہو چکی اب ہم گرفتاران فرقت کو نصیب
آہ وہ خوشبو تھی پردہ گیسوئے دوست

اہل دل کرنے لگے ہیں جس کو نقش لوح جاں
ہے الف اللہ کا یا قامت دل جوئے دوست

بن گئی محفل کی محفل اک طلسم بے خودی
چل گیا آخر فسون نرگس جادوئے دوست

رہ گئی ناکام حیران میری چشم اشتیاق
کامیاب نور تھا کس درجہ حسن روئے دوست

شعر حسرت ہم نے یہ مانا کہ نازک ہے بہت
اس سے بھی بڑھ کر ہے نازک مگر خوشبوئے دوست

☆☆☆

جو نا حسن سے کی تھی کبھی غرور کی بات
سو آج تک ہے مجھے یاد وہ حضور کی بات

بہ دیر جا کے ہو ختم سلسلہ اس کا
چلی جو اہل خرابات میں سرور کی بات

مزاج یار مکدر عدو سے کیوں ہوتا
ضرور کوئی نہ کوئی ہوئی فتور کی بات

میں دل کی آنکھ سے دیکھوں نہ چشم سر سے انہیں
کہ پھر نہ پیش نظر ہو وہ کوہ طور کی بات!

نہ پوچھیے کہ ہوئی حسن کی عجب حالت
سنی جو پہلے پہل عشق ناصبور کی بات

ملے بھی وہ تو غرور جمال نے نہ سنی
زبان دل سے تمنائے بے شعور کی بات

وہ بے سبب ہیں خفا مجھ سے کیا کہوں حسرت
مجھے تو یاد نہیں ہے کوئی قصور کی بات

IqbalCyberLibrary All rights reserved ©2002-2006

☆☆☆

رنگ پہ لایا ہجوم ساغر و پیمانہ آج
بھر گئی سیرابیوں سے محفل رندانہ آج

بسکہ زیب انجمن ہے جلوہ جانانہ آج
ہے سراپا آرزو ہر عاشق دیوانہ آج

یہ ہوا بے تابیوں پر نشہ مے کا اثر
کہ دیا سب ان سے حال شوق گستاخانہ آج

رشک سے مٹ مٹ گئے ہم تشنہ کامان وصال
جب ملا لبہائے ساقی سے لب پیمانہ آن

ہے فروغ بزم یکتائی جو وہ شمع جمال
آ گئی ہے دل میں بھی بے تابی پروانہ آج

ہیں سرور وصل سے لبریز مشتاقوں کے دل
کر رہی ہیں آرزوئیں سجدہ شکرانہ آج

حسرتیں دل کی ہوئی جاتی ہیں پامال نشاط
ہے جو وہ جان تمنا رونق کاشانہ آج

غرق ہے رنگینیوں میں مستیوں سے چور چور
ہے سراپا بے خودی میں وہ نرگس مستانہ آج

میہمان خانہ دل ہے جو وہ رشک بار
ہو گیا ہے غیرت فردوس یہ ویرانہ آج

مل گیا اچھا سہارا مستی کا ہمیں
لے لیا آغوش میں اس گل کو بے باکانہ آج

خم لگا دے ہم بلا نوشوں کے منہ میں ساقیا
کام آئے گا نہ ساغر آج نے پیمانہ آج

دیکھیے اب رنگ کیا لائے وہ حسن دلفریب
آئینہ پیش نظر ہے ہاتھ میں ہے شانہ آج

میں ہی اے حسرت نہیں محو جمال روئے یار
پڑ رہی ہیں سب نگاہیں اس پہ مشتاقانہ آج

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
اقبال سائبر لائبریری
©2002-2006
WWW.

☆☆☆

اے غم عشق اے متاع فلاح
اہل دل کیوں نہ ہوں ترے مداح
ہم کو صبر و سکوں نہیں درکار
دل مضطر کی بھی یہی ہے صلاح
بے خبر ما جو اے عالم سے
باب فردوس عیش کی مفتاح!
ہے زبان وصال یار کی یاد
اے تجھے خون اہل شوق مباح
ہم بھی مشتاق ہیں شہادت کے
یاد ہے تیری مونس ارواح
غم ترا مایہ سرور قلوب
ہم ہیں دشت خیال کے سیاح
اب کہاں ہجر یار میں حسرت
لذت اکل شام و شرب صباح

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved © 2002-2006

☆☆☆

خون بے حرمی سے اپنی دیکھ کر تلوار سرخ
ہو گئی مارے ندامت کے جبین یار سرخ

آشکارا ہے جہاں میں ہر طرف رنگ بہار
سبز و تر ہے صحن گلشن دامن کہسار سرخ

دیکھیے کس کس کو اعزاز شہادت ہو نصیب
آج نکلا ہے بدل کر رنگ وہ عیار سرخ

اس قدر کی مستیاں ہم بادہ خواروں نے کہ آج
ہو گیا سب رنگ مے سے خانہ خمار سرخ

ملا گیا حسرت شہیدان وفا کا خوں بہا
ہو گئی ہیں روتے روتے ہر دو چشم یار سرخ

☆☆☆

دشوار ہے اے ملامت اے پند
ہوں اہل جنوں خرد کے پابند!

شرمندہ جور ہو نہ وہ شوخ!
ارباب وفا ہیں یوں بھی خرسند

زیبائش فرق عاشقی ہے
دستار جنوں میں غم کا پیوند

سیکھا ہے کہاں سے اے لب یار
یہ شیوہ دل کشِ شکرا خند

مہماں فراق ہے تری یاد
بے خود ہے خیال آرزو مند

لے صبر و سکوں سے کام حسرت
آئین وفا کی تجھ کو سوگند

یہ ماتم روز وصل تا کے
یہ گریہ بے قرار تا چند

☆☆☆

مجبور مجھ کو جان کے عہد وفا کے بعد
بے مہریاں وہ کرنے لگے اعتنا کے بعد

اہل رضا کی جان ہے اتنی سی یہ امید
کچھ اور بھی ہے اس ستم برملا کے بعد

محجوبی سوال سے اس چشم ناز میں
منظوریوں کا رنگ عیاں ہے حیا کے بعد

نے راحت سرور نہ تکلیف اضطراب
باقی نہیں ہے کچھ بھی دل مبتلا کے بعد

تم پر مٹے تو زندہ جاوید ہو گئے
ہم کو بقا نصیب ہوئی ہے فنا کے بعد

افزوں ہوئیں کچھ اور محبت کی شورشیں
تجدید آرزو جو ہوئی التوا کے بعد

دامان صبر ہاتھ سے حسرت نہ دیجیو
کہ خواہش طرب ہے ہجوم بلا کے بعد

☆☆☆

کچھ درد دل سے بڑھ کے ہے درد جگر لذیذ
تجھ سے ہیں جتنے درد وہ سب ہیں مگر لذیذ

مایوسیوں سے کام نہ لے جان مبتلا
رنج فراق جیار بھی ہے سربسر لذیذ

جان حزیں کو بھول گئی سختی فراق
کچھ اس قدر گریہ وقت سحر لذیذ

کہتا ہے کون شورش باطن کو بے مزا
مرغوب شوق کیوں ہے نہیں اگر لذیذ

شاکر وفا سے دامن حسرت ہو لالہ رنگ
پی جائے گر نہ پا کے انہیں چشم تر لذیذ

☆☆☆

صبر مشکل ہے ضبط ہے دشوار
دل وحشی ہے اور جنون بہار

کش مکش میں ہے کامرانی شوق
مجھ کو ابرام ہے انہیں انکار

دل مایوس میں ہے نقش امید
یا مسافر کوئی غریب دیار

لطف کر لطف اے سراپا ناز
تجھ پہ رنگینی بہار نثار

دل عشق ہیں امید کے جام
بادہ اشتیاق کے سرشار

اے تری ذات مجمع ضدین
حسن سب نور ہے تو خو سب نار

غیر ممکن ہے ہم سے طاعت غیر
اے جفا کار اے غریب آزاد

روح آزاد ہے خیال آزاد
جسم حسرت کی قید ہے بے کار

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

☆☆☆

اب تو اٹھ سکتا نہیں آنکھوں سے بار انتظار
کس طرح کاٹے کوئی لیل و نہار انتظار

ان کی الفت کا یقیں ہو ان کے آنے کی امید
ہوں یہ دونوں صورتیں تب ہے بہار انتظار

عمر کیجیے صرف یاد گیسو رخسار یار
یوں بسر لے جایئے لیل و نہار انتظار

جان و دل کا حال کیا کہیے فراق یار میں
جان مجروح الم ہے دل فگار انتظار

کیا ہوئیں آسانیاں وہ روز گار وصل کی
اب تو ہم ہیں اور رنج بے شمار انتظار

میری آہیں نارسا میری دعائیں ناقبول
یا الٰہی کیا کروں میں شرمسار انتظار

صبر کی طاقت نہیں باقی دل مایوس میں
دیکھیے کیوں کر بسر ہو روزگار انتظار

راہ تیری اس قدر دیکھی کہ اے غفلت شعار
میری آنکھیں بن گئیں سرمایہ دار انتظار

ان کے خط کی آرزو ہے ان کی آمد کا خیال
کس قدر پھیلا ہوا ہے کاروبار انتظار

ہے دل مسرور حسرت اک طرب زار امید
پھونک ڈالے اگر نہ اس گلشن کو نار انتظار

☆☆☆

عشق کی روح پاک کو تحفۂ غم سے شاد کر
اپنی جفا کو یاد کر میری وفا کو یاد کر
جان کو محو غم بنا دل کو وفا نہاد کر
بندہ عشق ہے تو یوں قطع راہ مراد کر
غمزہ دل فریب کو اور بھی جاں فزا بنا
پیکر ناز حسن پر رنگ حیا زیاد کر
خرمی دو روزہ کو عشرت جاوداں نہ جان
فکر معاش سے گزر حوصلہ معاد کر
اے کہ نجات ہند کی دل سے ہے تجھ کو آرزو
ہمت سر بلند سے یاس کا انسداد کر
قول کو زید و عمرو کے حد سے سوا اہم نہ جان
روشنی ضمیر میں عقل سے اجتہاد کر
حق سے بہ عذر مصلحت وقت پہ جو کرے گریز
اس کو نہ پیشوا سمجھ اس پہ نہ اعتماد کر!
خدمت اہل جور کو کر نہ قبول زینہار
فن و ہنر کے زور سے عیش کو خانہ زاد کر
غیر کی جدوجہد پر تکیہ نہ کر کہ ہے گناہ
کوشش ذات خاص پر ناز کر اعتماد کر

☆☆☆

غضب ہے کہ پابند اغیار ہو کر
مسلمان رہ جائیں یوں خوار ہو کر
اٹھے ہیں جفا پیشگان مہذب
ہمارے مٹانے پہ تیار ہو کر
تقاضائے غیرت ہے یہی عزیزو
کہ ہم بھی رہیں ان سے بیزار ہو کر
کہیں صلح و نرمی سے رہ جائے دیکھو
نہ یہ عقدہ جنگ دشوار ہو کر
وہ ہم کو سمجھتے ہیں احمق جو حسرت
وفا کے ہیں طالب دل آزار ہو کر

☆☆☆

چلتا ہے روز دور مے ارغواں ہنوز
جاری ہے فیض محفل پیر مغاں ہنوز

ہے غضب ہنگامہ فصل بہار اب کی برس
دل پہ کاہے کو رہے گا اختیار اب کی برس

ہے جنوں شوق ابھی سے بے قرار اب کی برس
کیا غضب ڈھائے گا طوفان بہار اب کی برس

کامیابی جلد ہو گی آ کے پابوس امید
کھینچ ڈالیں اور رنج انتظار اب کی برس

حادثے سنہ آٹھ میں لے گزرے بہت اب دیکھیے
کیا دکھائے گردش لیل و نہار اب کی برس

فرقت ساقی ہم حسرت کشاں بادہ سے
مل کے رویا خوب ابر نو بہار اب کی برس

مدتیں ترک محبت کو ہوئیں پھر اے عجب
یاد یار آتی ہے کیوں بے اختیار اب کی برس

جوش گل کی ہیں یہی کیفیتیں تو کیا عجب
اشک بلبل سے قفس ہو لالہ زار اب کی برس

حسرت شوریدہ سر ہے پائمال اشتیاق
اس طرف بھی کر گزر اے شہسوار اب کی برس

☆☆☆

پیماں وفا نہ کر فراموش
اے حسرت بے قرار خاموش

دیوانہ حسن پاک داماں
ہے پردہ دل میں عشق روپوش

اس عشوہ نازنیں کے جلوے
ہیں دشمن عقل مصلحت کوش

پوشیدہ سکون یاس میں ہے
اک محشر اضطراب خاموش

آزاد ہیں قید میں بھی حسرت
ہم دل شدگان خود فراموش

۱؎ اس سے بہ ظاہر اشارہ 1908ء کی طرف ہے جس میں حسرت پہلی مرتبہ قید ہوئے تھے۔

www.IqbalCyberLibrary.Net

☆☆☆

سب ہیں تیری انجمن میں بے ہوش
نظارہ حسن کا کیے ہوش
بے ہوش کیا ہے سب کو تو نے
اب جس کو خدائے ہوش و بے ہوش
ہو جاؤ نثار حیرت عشق
اے دانش والے قرار والے ہوش
تم آ گئے کہ ختم ہو گئے ہم
باقی تھے مگر اسی لیے بے ہوش
ہم عرصہ حشر میں بھی حسرت
پہچان گئے انہیں زہے ہوش

☆☆☆

یورپ میں جیسے پھیل گئی ہے وبائے حرص
چلنے لگے نہ سارے جہاں میں ہوائے حرص
ہے چین و کوریا کے مٹانے پہ مستعد
جاپان بھی ہوا ہے مگر آشنائے حرص

☆☆☆

جان وفا شعار کو غم سے کیا غرض
عذر جفا سے کام کیا عرض کرم سے کیا غرض

☆☆☆

سر خوشیہائے شراب مشکل ہو سے کیا غرض
مست الفت ہیں ہمیں اس آرزو سے کیا غرض

☆☆☆

دل ہے غرق شادمانی جان سیراب نشاط
وصل کی شب ہے بہم ہیں جملہ اسباب نشاط
ہے جہان آرزو میں آج گویا روز عید
چل رہی ہے محفل دل میں مے ناب شراب
حسرتیں وقف طرب ہیں آرزو محو سرور
بخت نے کھولا ہے روئے شوق پر باب نشاط
ہیں نوا ہم اہل ذوق آمادہ ہے بزم طرب
اہتمام نغمہ سنجی میں ہیں ارباب نشاط
ہو گئی جوش تمنا سے مبدل بے خودی
ساز حیرت پر لگی جس وقت مضراب نشاط
کامیاب عیش بے حد ہے دل عشرت نصیب

آرزو کے سر سے گزرا جائے ہے آب نشاط
ہے غرض ہر سمت اک ہنگامہ شادی بپا
کچھ نہیں چلتی ملامت گر کی درباب نشاط
چل سکے گا اب نہ قابو دل پہ رعب حسن کا
یار مجبور حیا ہے میں ہوں بے تاب نشاط
سازوسامان خرد سرمایہ ہوش و حواس
آج لے جائے بہا کر سب کو سیلاب نشاط
رشک سے تاب ہے نیرنگی دور فلک
ہوشیار اے بے خبر اے غافل خواب نشاط
ہے اسی کا حرمان اتم اے وصل یار
خاطر محروم حسرت گو نہیں تاب نشاط

☆☆☆

کچھ ہم کو عجب گریہ مستی میں بلا حظ
ایسا تو کسی شے میں نہ ہو گا بخدا حظ

کیا آئے اگر آئے بھی دم بھر کے لیے تم
اس سے تو بڑھا درد جگر اور کجا حظ

مرغوب دل و جاں تمنا ہے نہ کیوں ہو
رکھتا ہے غم شوق ترا حد سے سوا حظ

پوچھے کوئی رندان سیہ مست کے جی سے
کیا کچھ نہ انہیں خدمت ساقی میں ملا حظ

اچھا ہے اگر فصل گل آتی ہے جہاں میں
کیا اس سے مگر پائیں گے ہم بے سروپا حظ

تم مشق جفا چھوڑ دو گر ہو تمہیں معلوم
رکھتی ہے جو پابندی آئین وفا حظ

ہے پاس ادب رسم قدیم شعرا کا
حسرت ہمیں اس قسم کے اشعار میں کیا حظ

☆☆☆

الوداع اے ماہ رمضاں الوداع
الوداع اے مونس جاں الوداع

تجھ سے روشن تھا سو ادو ملک جاں
اے چراغ نور ایماں الوداع

اے زمان رحمت حق الفراق
اے محب اہل عصیاں الوداع

اے نشان شان و صبر و فقر و عشق
شاہد عشاق حیراں الوداع

لذت افطارو اے لطف سحر
تم میں تھا عیش فراواں الوداع

عین راحت تجھ سے تھی تکلیف قید
اے انیس اہل زنداں الوداع

قدر جانی کچھ نہ تیری اے عزیز
تجھ سے حسرت ہے پشیماں الوداع

☆☆☆

دل نہ تھا رنج ہجر کا داغ
کیا ہوا آہ وہ زمان فراغ

کر نہ ہم غم زدوں پہ جور اتنا
گل نہ ہو جائے عاشقی کا چراغ

چھیڑ ناحق نہ اے نسیم بہار
سیر گل کا یہاں کسے ہے دماغ

ہے وہ اک لالہ زار ناکامی
دل نے کھائے ہیں بسکہ داغ پہ داغ

ہم نے ڈھونڈا بہت مگر حسرت
نہ ملا دل میں خرمی کا سراغ

☆☆☆

وہ شوخ عجب کیا ہے مجھ سے جو نہیں واقف
گمناموں سے ہوتا ہے کوئی بھی کہیں واقف

ہم عشق کے بندوں کو اسلام سے کیا مطلب
اس بات سے خود ہو گا وہ دشمن دیں واقف

تقریب محبت کی کیا خوب وہ تھی وہ ساعت
جس وقت ہوا مجھ سے وہ ماہ جبیں واقف

ناکامی بے حد کا رہتا ہے کرم ہم پر
ہم درد کے خوگر ہیں درماں سے نہیں واقف

بے کار تو اے دولت حسرت کو نہ دے لالچ
ہے تیرے بکھیڑوں سے وہ خاک نشیں واقف

☆☆☆

تجھ سے ہے یہ حسن و جمال و جہاں کی رونق
اے تیری یاد مرے خانہ جاں کی رونق

یاد میں اس گل رعنا کے جو نکلے آنسو
بن گئے دیدہ خون بابہ فشاں کی رونق

جاگزیں جب سے ہوئی تیری محبت دل میں
بڑھ گئی اور بھی اس جنس گراں کی رونق

مقدم یار کی آنکھوں میں بسی ہے جو بہار
قابل دید ہے چشم نگراں کی رونق

کیا نہیں شوق شہادت کا یہ کافی اعزاز
کہ مرا سر ہے ترے نوک سناں کی رونق

تیرے حسن نظر افروز کے جلوے اے شوخ
ہو گئے ہیں نگہ دیدہ وراں کی رونق

شعر سے تیرے ہوئی مصحفی و میر کے بعد
تازہ حسرت اثر و حسن بیاں کی رونق

☆☆☆

وصل کی شب روں ہے سوئے فراق
آ چلی لو ہوا میں بوئے فراق

اشک بھر لائے وہ بھی وقت سحر
جب چلی آہ گفتگوئے فراق

خود ہیں وہ جان آرزوئے وصال
یاد ہے ان کی آبروئے فراق

خریہائے وصل یار کے بعد
اب دکھائے خدا نہ روئے فراق

بہر افزائش سرور وصال
شوق کو پھر ہے جستجوئے فراق

کون ان کی فرامشی سے کرے
عرض احوال موبموئے فراق

غلغل عہد عشق ہے حسرت
بڑھ کے ہے شورہائے و ہوئے فراق

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

☆☆☆

محروم طرب ہے دل دلگیر ابھی تک
باقی ہے ترے عشق کی تاثیر ابھی تک

وصل اس بت بدخو کا میسر نہیں ہوتا
وابستہ تقدیر ہے تدبیر ابھی تک

اک بار سنی تھی سو مرے دل میں موجود ہے
اے جان تمنا تری تقریر ابھی تک

سیکھی تھی جو آغاز محبت میں قلم نے
باقی ہے وہ رنگینیٔ تحریر ابھی تک

اس درجہ نہ بے تاب ہو اے شوق شہادت
ہے میاں میں اس شوخ کی شمشیر ابھی تک

کہنے کو تو میں بھول گیا ہوں مگر اے یار
ہے خانہ دل میں تری تصویر ابھی تک

بھولی نہیں دل کو تری دزدیدہ نگاہی
پہلو میں ہے کچھ کچھ خلش تیرابھی تک

تھے حق پہ وہ بے شک کہ نہ ہوتے تو نہ ہوتا
دنیا میں بپا ماتم شبیرؑ ابھی تک

گزرے بہت استاد مگر رنگ اثر میں
بے مثل ہے حسرت سخن میر ابھی تک

☆☆☆

بکھرے رخ روشن پہ جو ہیں گیسوئے شب رنگ
نکلا ہے ترے حسن دل آرا کا غضب رنگ

کیا کیجیے بیاں اس تن نازک کی حقیقت
خوشبو میں ہے گل بو تو لطافت میں ہے لب رنگ

سب سیکھ لیا غیر سے افسون شرارت
باقی وہ کہاں سادگی یار کا اب رنگ

اک چشمہ حسرت ہے کہ آنکھوں سے ہے جاری
عشاق کا ہے صدمہ ہجراں سے عجب رنگ

پوچھو نہ شب وصل کی لذت کہ ابھی تک
بدلا ہے رخ شوق کا ارزوئے طرب رنگ

دل خون ہوئے جاتے ہیں ارباب نظر کے
رکھتی ہے قیامت کا تری سرخی لب رنگ

حسرت تری اس پختہ کلامی کی ہے کیا بات
پایا ہے کسی اور سخن ور نے یہ کب رنگ

☆☆☆

عہد مستی کے اب کہاں وہ رنگ
ساغر بادہ ہے نہ کاسہ بنگ

ایسی پھر شب نصیب ہو کہ نہ ہو
ساقی ماہ وش کرے نہ ورنگ

خوب تھا وہ زبان رسوائی
خوب تر تھی وہ عشق و عقل کی جنگ

آہ وہ شہر کانپور کی شام
وہ لب نہر وہ کنارہ گنگ

ہیں طلب گار شوق گونا گوں
حسن کے جلوہ ہائے رنگا رنگ

بڑھ چلا جوش آرزو حسرت
ختم ہونے کو آئی قید فرنگ

☆☆☆

از بسکہ حسن یار ہے خوبی سے جان دل
لائے کہاں سے روز کوئی ارمغان دل

راہ وفا میں قہر ہوئی ظلمت فراق
محرومیوں نے لوٹ لیا کاروان دل

یک قطرہ خون بھی سینہ عشاق میں نہیں
اس شوخ کو مگر ہے ابھی تک گمان دل

ٹھہرا ہے اک نگاہ کرم پہ معاملہ
اے لطف یار مفت ہے جنس گراں دل

ہیں خون آرزو سے جو سیراب داغ یاس
ہم رنگ نو بہار ہے حسرت خزان دل

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006

روشن جمال یار سے ہے انجمن تمام
دہکا ہوا ہے آتش گل سے چمن تمام

حیرت غرور حسن سے شوخی سے اضطراب
دل نے بھی تیرے سیکھ لیے ہیں چلن تمام

اللہ ری جسم یار کی خوبی کہ خود بخود
رنگینیوں میں ڈوب گیا پیرہن تمام

دل خون ہو چکا ہے جگر ہو چکا ہے خاک
باقی ہوں میں مجھے بھی کرائے تیغ زن تمام

دیکھو تو چشم یار کی جادو نگاہیاں
بے ہوش اک نظر میں ہوئی انجمن تمام

ہے ناز حسن سے جو فروزاں جبین یار
لبریز آب نور ہے چاہ ذقن تمام

نشوونمائے سبزہ و گل سے بہار میں
شادابیوں نے گھیر لیا ہے چمن تمام

جاں نازنین نے جب سے کیا ہے وہاں قیام
گل زار بن گئی ہے زمین دکن تمام

اچھا ہے اہل جور کیے جائیں سختیاں
پھیلے گی یونہی شورش حب وطن تمام

سمجھے ہیں اہل شرق کو شاید قریب مرگ
مغرب کے یوں ہیں جمع یہ زاغ و زغن تمام

شیرینی نسیم ہے سوز و گدا میر
حسرت ترے سخن پہ ہے لطف سخن تمام

☆☆☆

کام لوں نامیوں سے عشق کا کہنا کروں
ہو کے واقف لطف غم سے رات دن رویا کروں

بڑھ چلا تھا حد سے جور شیوہ بیگانگی
ورنہ میں اور اس سراپا ناز کا شکوا کروں

وصل کی شب بھی ہو جاتی ہے صرف اضطراب
اس ہجوم آرزو کو یا الٰہی کیا کروں

جان کو مجھ پر ستم بھی ہو تو ہے منظور شوق
لطف بے پرواہ کی میں کیا قدر کیوں پروا کروں

مجھ سے تم چھپنے لگے اچھا کیا یونہی سہی
اور جو میں اب دیدہ دل سے تمہیں دیکھا کروں

اس کے لطف بندہ پرور کا ہوں اک ادنٰی غلام
میری کیا طاقت کہ عشق یار کا دعویٰ کروں

ہے یہی شرط وفاداری کہ بے چون و چرا
وہ مجھے چاہے نہ چاہے میں اسے چاہا کروں

اے ستم گر مجھ سے گو ترک وفا ممکن نہیں
میں کروں لیکن کبھی ایسا تو کیا بے جا کروں

حسرت اس ویر آشنا کی آرزو آساں نہیں
دل میں پہلے ضبط غم کا حوصلہ پیدا کروں

☆☆☆

آوارہ دست جستجو میں
ہم خانہ بدوش آرزو ہیں
رندوں پہ کیا کیا ستم ہے ساقی
ساغر خالی ہیں پر سبو ہیں
دشوار ہے اہتمام تمکین
ہم پر کہ ہلاک گفتگو ہیں
اس درجہ غرور نا روا ہے
مانا کہ حضور خوب رو ہیں
ناواقف بے ثباتی گل
بلبل ہیں کہ محو رنگ بو ہیں
ہم زخمی تیغ عشق حسرت
بیگانہ خواہش رفو ہیں

☆☆☆

بدل لذت آزار کہاں سے لاؤں
اب تجھے اے ستم یار کہاں سے لاؤں
پرسش حال پہ ہے خاطر جاناں مائل
جرات کوشش اظہار کہاں سے لاؤں
ہے وہاں شان تغافل کو جفا سے بھی گریز
التفات نگہ یار کہاں سے لاؤں

نور عنقا ہے شب ہجر کی تاریکی میں
جلوہ صبح کے آثار کہاں سے لاؤں

صحبت اہل صفا خوب ہے مانا لیکن
رونق خانہ خمار کہاں سے لاؤں

شعر میرے بھی ہیں پر وردہ لیکن حسرت
میر کو شیوہ گفتار کہاں سے لاؤں

☆☆☆

اے تلک اے افتخار جذبہ حب وطن
حق شناس و حق پسند و حق یقیں و حق سخن

تجھ سے قائم ہے بنا آزادی بے باک کی
تجھ سے روشن اہل اخلاص و صفا کی انجمن

سب سے پہلے تو نے کی برداشت سے افرزند ہند
خدمت ہندوستان میں کلفت قید محن

ذات تیری رہنمائے راہ آزادی ہوئی
تھے گرفتار غلامی ورنہ یاران وطن

تو نے خودداری کا پھونکا اے تلک ایسا فسوں
یک قلم جس سے خوشامد کی مٹی رسم کہن

ناز تیری پیروی پر حسرت آزاد کو
اے تجھے قائم رکھے تادیر رب ذوالمنن

☆☆☆

خوبرویوں سے یاریاں نہ گئیں
دل کی بے اختیاریاں نہ گئیں

عقل صبر آشنا سے کچھ نہ ہوا
شوق کی بے قراریاں نہ گئیں

دن کی صحرا نوردیاں نہ چھٹیں
شب کی اختر شماریاں نہ گئیں

ہوش یاں سرراہ علم رہا
عقل کی ہرزہ کاریاں نہ گئیں

تھے جو ہم رنگ ناز ان کے ستم
دل کی امیدواریاں نہ گئیں

حسن جب تک رہا نظارہ فروش
صبر کی شرم ساریاں نہ گئیں

طرز مومن میں مرحبا حسرت
تیری رنگین نگاریاں نہ گئیں

☆☆☆

مے و مینا سے یاریاں نہ گئیں
میری پرہیز گاریاں نہ گئیں

مرے کے بھی خاک راہ یار ہوئے
اپنی الفت شعاریاں نہ گئیں

اشک باری سے سوز دل نہ مٹا
آہ کی شعلہ باریاں نہ گئیں

حسن کی دل فریبیاں نہ گھٹیں
عشق کی تازہ کاریاں نہ گئیں

سب نے چھوڑا تجھے مگر حسرت
درد کی غم گساریاں نہ گئیں

☆☆☆

گرفتار محبت ہوں اسیر دام محنت ہوں
میں رسوائے جہاں آرزو ہوں یعنی حسرت ہوں

عجب انداز ہے تیرے مزاج لاابالی کا
نہ ممنون تمنا ہوں نہ مشتاق مسرت ہوں

مری بے تابیوں کا قول ہے ہم جان تمکیں ہیں
مری افتادگی کہتی ہے تاج فرق عزت ہوں

مرا شوق سخن پروردہ آغوش حرماں ہے
میں خود شیدائے غم ہوں رفتہ درد محبت ہوں

نہیں ہے قدرداں کوئی میں ہوں قدرداں اپنا
تکلف برطرف بیگانہ رسم شکایت ہوں

کمال خاکساری پر یہ بے پروائیاں حسرت
میں اپنی داد خود دے لوں گا کہ میں بھی کیا قیامت ہوں

☆☆☆

گریباں چاک ہیں گلہائے رنگیں صحن بستاں میں
قیامت کا اثر تھا نالہ ہائے عندلیباں میں

نگاہ یار بھی کس کس ادا سے لطف کرتی ہے
تغافل ہائے پیدا میں نوازشہائے پنہاں میں

نگاہ شوق کیوں کر کامیاب شادمانی ہو
غضب کا رعب ہے اس شوخ کے حسن نگہباں میں

قیامت کا تعلق ہے قیامت کی محبت ہے
مرے زخموں کی گویا جان ہے تیرے نمکداں میں

مجھے معلوم ہے پھر جوش الفت رخنہ ڈالے گا
ترے عہد تغافل میں مرے پیا ن حرماں میں

تمہارے حسن روز فزوں کے جلوے کیا قیامت ہیں
نگاہ شوق کی بھی جا نہیں ہے چشم حیراں میں

الٰہی خیر میرے عہد ترک مے گساری کی
ہجوم شوم میں ہنگامہ فصل بہاراں میں

اثر کا مصرع رنگیں پسند طبع حسرت ہے
قیامت ہے نہاں ان کے تبسم ہائے پنہاں میں

☆☆☆

ہم پر بھی مثلِ غیر ہیں کیوں مہربانیاں
اے بدگماں یہ خوب نہیں بدگمانیاں

حیرت ہے یادگارِ زمانِ جنون و ہنوز
باقی ہیں شوقِ یار کی اب تک نشانیاں

طاعت گزار ہوں دلِ حسرت پسند کا
ناکامیاں ہیں میرے لیے کامرانیاں

رنگِ بہارِ باغ ہے مہمانِ یک نفس
اے وائے عندلیب تری شادمانیاں

ٹھہرا ہے ضبطِ شوق پہ آ کر معاملہ
اس درجہ آبرو کی بڑھیں بے زبانیاں

گو ترکِ آرزو کا زمانہ گزر گیا!
لیکن گئیں نہ ہم سے تری سرگردانیاں

حسرت تری شگفتہ کلامی پہ آفریں
یاد آ گئیں نسیم کی رنگیں بیانیاں

☆☆☆

بھلاتا لاکھ ہوں لیکن برابر یاد آتے ہیں
الٰہی ترک الفت پر وہ کیوں کر یاد آتے ہیں

نہ چھیڑا اے ہم نشیں کیفیت صہبا کے افسانے
شراب بے خودی کے مجھ کو ساغر یاد آتے ہیں

رہا کرتے ہیں قید ہوش میں اے وائے ناکامی
وہ دشت خود فراموشی کے چکر یاد آتے ہیں

حقیقت کھل گئی حسرت ترے ترک محبت کی
تجھے تو اب وہ پہلے سے بھی بڑھ کر یاد آتے ہیں

☆☆☆

وصل کی بختی ہیں ان باتوں سے تدبیریں کہیں
آرزوؤں سے پھرا کرتی ہیں تقدیریں کہیں

بے زبانی ترجمانِ شوق بے حد ہو تو ہو
ورنہ پیش یار کام آتی ہیں تقریریں کہیں

مٹ رہی ہیں دل سے یادیں روزگار حسن کی
اب نظر کاہے کہ آئیں گی یہ تصویریں کہیں

التفات یار تھا اک خواب آغاز وفا
سچ ہوا کرتی ہیں ان خوابوں کی تعبیریں کہیں

تیری بے صبری ہے حسرت خام کاری کی دلیل
گریہ عشاق میں ہوتی ہیں تاثیریں کہیں

☆☆☆

عشق میں جان سے گزر جائیں
اب یہی جی میں ہے کہ مر جائیں

یہ ہمیں ہیں کہ قصرِ یار سے روز
بے خطر آ کے بے خبر جائیں

جامہ زیبی نہ پوچھیے ان کی
جو بگڑنے میں بھی سنور جائیں

ان کو مدِّنظر ہوا پردا
اہلِ شوق اب کہو کدھر جائیں

شب وہی شب ہے دن وہی دن ہیں
جو تری یاد میں گزر جائیں

گریۂ شام سے تو کچھ نہ ہوا
ان تک اب نالۂ سحر جائیں

دوش تک بھی بلائے جاں ہیں وہ بال
جانے کیا ہوں جو تا کمر جائیں

شعر دراصل ہیں وہی حسرت
سنتے ہی دل میں جو اتر جائیں

☆☆☆

قصہ شوق کہوں درد کا فسانہ کہوں
دل ہو قابو میں تو اس شوخ سے کیا کیا نہ کہوں
خود ہے اقرار انھیں اپنی ستم گاری کا
پھر بھی اصرار ہے مجھ سے کہ میں ایسا نہ کہوں
آپ بیٹھیں تو سہی آ کے مرے پاس کبھی!
کہ میں فرصت میں حدیث دل دیوانہ کہوں

☆☆☆

اثر عشق سے نکلیں جو تمہارے آنسو
دامن جاں میں وہ لے لیجیے سارے آنسو

جلوہ حسن سے رنگین ہیں جو آنکھیں ان کی
سرخ نکلے ہیں اسی رنگ کے مارے آنسو

دیکھ کے غیر کی محفل میں انہیں مست شراب
نہ ہوا ضبط نکل آئے ہمارے آنسو

عالم حسن میں ہیں نور کی نہریں جاری
یا رواں عارض جاناں کے کنارے آنسو

گریہ شوق سے تر ہیں جو تمہاری آنکھیں
بن گئے ہیں فلک حسن کے تارے آنسو

ہو کے آگاہ غم عشق مری حالت پر
اب تو بھر لائے ہے وہ شوخ بھی بارے آنسو

ہے محبت سے سروکار ہمیں بھی حسرت!
چشم جاناں میں یہ کرتے ہیں اشارے آنسو

☆☆☆

کسی عنوان صبر آتا نہیں مجھ ناشکیبا کو
الٰہی کیا کروں اس خاطر محو تمنا کو

نہ تھی واقف جو میرے اشتیاق بے نہایت سے
نگاہیں ڈھونڈتی ہیں اس نگاہ بے محابا کو

وہ خوب ناز میں تھے اور نہ تھے اے شوق پابوسی
نہ سمجھی پستی ہمت تری اس لطف ایما کو

تمہیں یاد بھی ہو گا وہ زمانہ عیش ماضی کا
تمنا چاہتی ہے پھر اسی لطف سناسا کو

بھر آئے اشک دور افتادگان بزم ساقی کے
مئے رنگیں سے خالی دیکھ کر آغوش مینا کو

نگاہ شوق میں چمکا دیا ہے اور بھی ظالم
ترے ظلم نمایاں نے ترے حسن خود آرا کو

عیاں سب حال ہو جاتا ہماری بے قراری کا
وہ خود بھی دیکھ سکتے کاش اپنے ناز یکتا کو

چھپائے سے کہیں آثار چھپتے ہیں محبت کے
نہ دو الزام میرے اضطراب آشکارا کو

گزاری عمر شغل عاشقی میں مرحبا حسرت
نہ پاس آنے دیا غم ہائے بے پایاں دنیا کو

☆☆☆

دلجوئی اغیار سے فرصت نہیں تم کو
معلوم ہوا محبت نہیں تم کو

مٹ جائیں گے اس شیوہ بیباک پہ لاکھوں
مارا ہے مجھے اور ندامت نہیں تم کو

بھولے ہی سے اٹھ جائے نقاب رخ زیبا
کیا شوق کی اتنی بھی رعایت نہیں تم کو

کچھ غیر نہیں ہم کہ بگڑ جائیں وفا سے
اظہار مراعات کی حاجت نہیں تم کو

ڈرتے نہیں رسوائی عقبیٰ سے حسرت
دنیا میں تو پروائے ملامت نہیں تم کو

☆☆☆

وہ اب یہ کہتے ہیں کہ دیکھا کرنے نہ تو مجھ کو
سمجھ لیا ہے جو مجبور آرزو مجھ کو

☆☆☆

خاص کر ہم چاہنے والوں سے پردا کیوں نہ ہو
کیوں نہ ہو اے دشمن اہل تمنا کیوں نہ ہو

☆☆☆

قابو میں نہیں ہے دل شیدائے مدینہ

کب دیکھیے بر آئے تمنائے مدینہ
خوشبوئے رسالت سے ہے از بسکہ منور
ہر ذرہ آبادی و صحرائے مدینہ
ہے بے خودی عشق حقیقی کا سناسا
ہر دل کہ ہے مخمور تو لائے مدینہ
آئی ہے جو ہر شے سے یہاں انس کی خوشبو
دنیائے محبت ہے کہ دنیائے مدینہ
ہے شام اگر گیسوئے احمدؐ سیاہی
تو نور خدا صبح دلارائے مدینہ
اے وہ کہ سرور ابدی کا ہے طلب گار
پی ساغر دل سے مئے مینائے مدینہ
ڈر غلبہ عدا سے نہ حسرت ہے نزدیک
فرمائیں مدد سید والائے مدینہ

☆☆☆

نگاہ یار جسے آشنائے راز کرے
وہ اپنی خوبی قسمت پہ کیوں نہ ناز کرے
دلوں کو فکر دو عالم سے کر دیا آزاد
ترے جنوں کا خدا سلسلہ دراز کرے
خرا کا نام جنوں پڑ گیا جنوں کا خرد
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے
ترے ستم سے میں خوش ہوں کہ غالباً یوں بھی

Iqbal CyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

مجھے وہ شامل ارباب امتیاز کرے
غم جہاں سے جسے ہو فراغ کی خواہش
وہ ان کے درد محبت سے ساز باز کرے
امیدوار نہیں ہر سمت عاشقوں کے گروہ
تری نگاہ کو اللہ دل نواز کرے
ترے کام کا سزاوار تو نہیں حسرت
اب آگے تیری خوشی ہے جو سرفراز کرے

☆☆☆

لایا ہے دل پہ کتنی خرابی
اے یار تیرا حسن شرابی
پیراہن اس کا ہے سادہ رنگیں
یا عکس مے سے شیشہ گلابی
عشرت کی شب کا وہ دور آخر
نور سحر کی وہ لاجوابی
پھرتی ہے اب تک دل کی نظر میں
کیفیت ان کی وہ نیم خوابی
بزم طرب ہے وہ بزم کیوں ہو
ہم غم زدوں کو واں بازیابی
اس نازنیں نے باوصف عصمت
کی وصل کی شب وہ بے حجابی
شوق اپنی بھولا گستاخ دستی

دل ساری شوخی حاضر جوابی
وہ روئے زیبا ہے جان خوبی
ہیں وصف جس کے سارے کتابی
اس قید غم پر قربان حسرت
عالی جنابی گردوں رکابی

☆☆☆

اور تو پاس مرے ہجر میں کیا رکھا ہے
اک ترے درد کو پہلو میں چھپا رکھا ہے
دل سے ارباب وفا کا ہے بھلانا مشکل
ہم نے ان کے تغافل کو سنا رکھا ہے
تم نے بال اپنے جو پھولوں میں بسا رکھے ہیں
شوق کو اور بھی دیوانہ بنا رکھا ہے
سخت بے درد ہے تاثیر محبت کہ انہیں
بستر ناز پہ سوتے سے جگا رکھا ہے
آہ وہ یاد کہ اس یاد کو ہو کر مجبور
دل مایوس نے مدت سے بھلا رکھا ہے
کیا تامل ہے مرے قتل میں اے بازوئے یار
ایک ہی وار میں سر تن سے جدا رکھا ہے
حسن کو جور سے بیگانہ نہ سمجھو کہ اسے
یہ سبق عشق نے پہلے ہی پڑھا رکھا ہے
تیری نسبت سے ستمگر ترے مایوسیوں نے

داغ خرماں کو بھی سینے سے لگا رکھا ہے

کہتے ہیں اہل جہاں درد محبت جس کو

نام اسی کا دل مضطر نے دوا رکھا ہے

نگہ یار سے پیکان قضا کا مشتاق

دل مجبور نشانے پہ کھلا رکھا ہے

اس کا انجام بھی کچھ سوچ لیا حسرت

تو نے ربط ان سے اس درجہ بڑھا رکھا ہے

☆☆☆

دل کو تری دزدیدہ نظر لے کر گئی ہے

اب یہ نہیں معلوم کدھر لے کر گئی ہے

اس بزم سے آزردہ نہ آئے گی محبت

آئین وفا مد نظر لے کے گئی ہے!

جب لے کے گئی ہے ہمیں تا کوئے ملامت

مجبوری دل خاک بسر لے کے گئی ہے

پہلے ہی سے مایوس نہ کیوں ہو کہ دعا کو

قسمت مری محروم اثر لے کے گئی ہے

اللہ رے کافر ترے اس حسن کی مستی

جو زلف تری تا بہ کمر لے کے گئی ہے

مغموم نہ ہو حسرت کہ تلک تک

پیغام وفا باد سحر لے کے گئی ہے

☆☆☆

نہ ہو اس کی خطا پوشی پہ کیوں ناز گنہگاری
نشان شان رحمت بن گیا داغ سیاہ کاری

ستم تم چھوڑ دو میں شکوہ سنجی ہائے ناچاری
کہ فرض عین ہے کیش محبت میں رواداری

وفا سے دشمنی رکھ کر مرے دل کی طلب گاری
بہت مشکل ہے اس جنس گرامی کی خریداری

ہوئیں ناکامیاں بدنامیاں رسوائیاں کیا کیا
نہ چھوٹی ہم سے لیکن کوئے جاناں کی ہواداری

وہ دن اب یاد آتے ہیں کہ آغاز محبت میں
نہ چالاکی تجھے اے شوخ آتی تھی نہ عیاری

نہیں غم جیب و دامن کا مگر ہاں فکر ہے اتنی
نہ اٹھے گا مرے دست جنوں سے رنج بیکاری

نہ چھوڑا مرتے دم تک بیمار محبت کا
قسم کھانے کے قابل ہے ترے غم کی وفاداری

نہ ان کو رحم آتا ہے نہ مجھ سے صبر ہے ممکن
کہیں آسان ہو یارب محبت کی یہ دشواری

وفود اشک پیہم سے ہجوم شوق بے حد میں
مری آنکھوں سے ہے اک آبشار آرزو جاری

غضب رنگینیاں تھیں گریہ ہائے ابتدائی کی
ہوئی ہے جن سے داماں محبت پر یہ گلکاری

نہیں کھلتی مری نسبت تری اے حیلہ جو مرضی
کہ ہے اقرار دلجوئی‘ نہ انکار ستمگاری

نہ کر اتنا ستم ہم دردمندوں پر کہ دنیا سے
مبادا یک قلم اٹھ جائے تہذیب وفاداری

رواں ہے قافلہ سوئے عدم ارباب محنت کا
گیا پہلے ہی دل اب جان محزوں کی ہے تیاری

خوشی سے ختم کر لے سختیاں قید فرنگ اپنی
کہ ہم آزاد ہیں بیگانہ رنج دل آزاری

نہ دیکھے اور دل عشاق پر بھی نظر رکھے
قیامت ہے نگاہ یار کا حسن خبرداری

یہی عالم رہا گر اس کے حسن سحر پرور کا
تو باقی رہ چکی دنیا میں راہ و رسم ہشیاری

وہ جرم آرزو پر جس قدر چاہیں سزا دے لیں
مجھے خود خواہش تعزیر ہے ملزم ہوں اقراری

چلا برسات کا موسم نہ چھوٹے قید غم سے ہم
بڑی بے لطفیوں اب کی گزرا وقت ہے عاری

نسیم دہلوی کو وجد ہے فردوس میں حسرت
جزاک اللہ تیری شاعری ہے یا فسوں کاری

☆☆☆

ہے مشق سخن جاری چکی کی مشقت بھی
اک طرفہ تماشا ہے حسرت کی طبیعت بھی

جو چاہو سزا دے لو ' تم اور بھی کھل کھیلو
پر ہم سے قسم لے لو کی ہو جو شکایت بھی

دشوار ہے رندوں پر انکار کرم یکسر
اے ساقی جاں پرور کچھ لطف و عنایت بھی

دل بسکہ ہے دیوانہ اس حسن گلابی کا
رنگین ہے اسی رو سے شاید غم فرقت بھی

خود عشق کی گستاخی سب تجھ کو سکھا لے گی
اے حسن حیا پرور شوخی بھی شرارت بھی

برساتے کے آتے ہی توبہ نہ رہی باقی
بادل جو نظر آئے بدلی مری نیت بھی

عشق کے دل نازک اس شوخ کی خو نازک
نازک اسی طبیعت سے ہے کار محبت بھی

رکھتے ہیں مرے دل پر کیوں تہمت بیتابی
یاں نالہ مضطر کی جب مجھ میں ہو قوت بھی

اے شوق کی بے باکی وہ کیا تری خواہش تھی
جس پر انہیں غصہ ہے انکار بھی حیرت بھی

ہر چند ہے دل شیدا حریت کامل کا
منظور دعا لیکن ہے قید محبت بھی

ہیں شاد و صفی شاعر یا شوق و وفا حسرت
پھر ضامن و محشر ہیں اقبال بھی وحشت بھی

☆☆☆

آنکھوں کو انتظار سے گرویدہ کر چلے
تو یہ تو خوب کار پسندیدہ کر چلے

مایوس دل کو پھر سے وہ شوریدہ کر چلے
بیدار سارے فتنہ خوابیدہ کر چلے

اظہار الفت کے پردے میں اور بھی
وہ عقد ہائے شوق کو پیچیدہ کر چلے

ہم بے خودوں سے چھپ نہ سکا راز آرزو
سب ان سے عرض حال دل و دریدہ کر چلے

ہمراہ غیر آ کے اڑائی مری ہنسی
خوب آپ خاطر دل رنجیدہ کر چلے

تسکین اضطراب کو آئے تھے وہ مگر
بے تابیوں کی روح کو بالیدہ کر چلے

اہل نظر کو بے خبر دو جہاں کیا
ایسی کچھ اک نگاہ وہ دزدیدہ کر چلے

تھا عشق یار بھی کوئی گنجینہ مراد
ویران دل میں ہم جسے پوشیدہ کر چلے

ہی طرفہ ماجرہ ہے حسرت سے مل کے وہ
کچھ جان و دل کو اور بھی شوریدہ کر چلے

☆☆☆

ارباب اشتیاق سے پروا نہ چاہیے
اے حسن خود نما تجھے ایسا نہ چاہیے

ان کا ستم بھی عین ممکن کرم ہے خاص کو
اس کا مگر عوام میں چرچا نہ چاہیے

کچھ حد سے بڑھ چلی ہیں تری کج ادائیاں
اس درجہ اعتبار تمنا نہ چاہیے

جو دیکھتے ہوں دیکھنے والوں کا دیکھنا
ایسوں کو آنکھ اٹھا کے دیکھا نہ چاہیے

اتنی سی شے کا تم سے تقاضا کرے گا کون
دل لیکے ہم سے آنکھ چرانا نہ چاہیے

اخفائے عشق مدنظر ہو تو حسن سے
اظہار آرزو محابا نہ چاہیے

حسرت کی طرح اور بھی مشتاق ہیں بہت
اس حسن بے مثال کو چھپنا نہ چاہیے

☆☆☆

روشن حسن مراعات چلی جاتی ہے
ہم سے اور ان سے وہی بات چلی جاتی ہے

اس جفا جو سے بہ ایمائے تمنا اب تک
ہوس لطف عنایات چلی جاتی ہے

کچھ رہی تھی ہوس مے سو تغافل سے پرے
وہ بھی اے پیر خرابات چلی جاتی ہے

ہم سے ہر چند وہ ظاہر ہیں خفا ہیں لیکن
کوشش پرسش حالات چلی جاتی ہے

دن کو ہم ان سے بگڑتے ہیں وہ شب کو ہم سے
رسم پابندی اوقات چلی جاتی ہے
اس ستم گر کو ستم گر نہیں کہتے بنتا
سعی تاویل خیالات چلی جاتی ہے
نگہ یار سے پا لیتے ہیں دل کی باتیں
شہرت کشف و کرامات چلی جاتی ہے
حیرت حسن نے مجبور کیا ہے حسرت
وصل جاناں کی یوں ہی رات چلی جاتی ہے

☆☆☆

توڑ کر عہد کرم ناآشنا ہو جائیے
بندہ پرور جائیے اچھا خفا ہو جائیے
میرے عذر جرم پر مطلق نہ کیجیے التفات
بلکہ پہلے سے بھی بڑھ کر کج ادا ہو جائیے
خاطر محروم کو کر دیجیے محو الم!
درپے ایذائے جاں مبتلا ہو جائیے
راہ میں ملیے کبھی مجھ سے تو ازراہ ستم
ہونٹ اپنا کاٹ کر فوراً جدا ہو جائیے
گر نگاہ شوق کو محو تماشا دیکھیے
قہر کی نظروں سے مصروف سزا ہو جائیے
میری تحریر ندامت کا نہ دیجیے کچھ جواب
دیکھ لیجیے اور تغافل آشنا ہو جائیے

مجھ سے تنہائی میں گر ملیے تو دیجیے گالیاں
اور بزم غیر میں جان حیا ہو جائیے

ہاں یہی میری وفائے بے اثر کی ہے سزا
آپ کچھ اس سے بھی بڑھ کر پر جفا ہو جائیے

جی میں آتا ہے کہ اس شوخ تغافل کیش سے
اب نہ ملیے پھر کبھی اور بے وفا ہو جائیے

دل سے یاد روزگار عاشقی نکال دیجیے
آرزوئے شوق سے نا آشنا ہو جائیے

کاوش درد جگر کی لذتوں کو بھول کر
مائل آرام و مشتاق شفا ہو جائیے

ایک بھی ارماں نہ رہ جائے دل مایوس میں
یعنے آخر بے نیاز مدعا ہو جائیے

بھول کر بھی اس ستم پرور کی پھر آئے نہ یاد
اس قدر بیگانہ عہد وفا ہو جائیے

ہائے ری بے اختیاری یہ تو سب کچھ ہو مگر
اس سراپا ناز سے کیونکر خفا ہو جائیے

چاہتا ہے مجھ کو تو بھولے نہ بھولوں میں تجھے
تیرے اس طرز تغافل کے فدا ہو جائیے

کشمکشائے الم سے اب یہ حسرت جی میں ہے
چھٹ کے ان جھگڑوں سے مہمان قضا ہو جائیے

☆☆☆

اثر تیرے تغافل کا رقیب کامراں تک ہے
وجود رشک یعنی اضطراب بدگماں تک ہے

ابھی دیکھی نہیں گستاخیاں جوش تمنا کی
تمہاری کم نگاہی التماس بے زباں تک ہے

چمن میں دور فصل گل ہے لیکن وائے محرومی
قیام بلبل مجبور رحم باغباں تک ہے!

دل بے تاب کی بے باکیاں ان سے یہ کہتی ہیں
ذرا ہم بھی تو دیکھ لیں آپ کی شوخی کہاں تک ہے

مری مجبوریاں عشق جفا سے باز رکھیں گی
ترا شوق ستم ظالم خیال چنال امتحاں تک ہے

سکھا دے گی ندامت شیوہ قدر و وفا ان کو
یہ شان کج ادائی میری جان ناتواں تک ہے

مجھے طواف حرم کی آرزو کیوں ہو گزر میرا
سر کوئے بتاں تک ہے ار در پیر مغاں تک ہے

وہی جور خزاں ہو گا وہی محرومیاں ہوں گی
نشاط بلبل بیدل بہار بوستاں تک ہے

ہماری داستان بے قراری بھی سنا دیجو
گزر تیرا تو اے باد صبا ان کے مکاں تک ہے

کہاں سے آئیں گی نیرنگیاں ترکیب مومن کی
یہ لطف خوش بیانی حسرت رنگیں بیاں تک ہے

☆☆☆

ترا ناز بھول بیٹھا مری سب نیاز مندی
بہ غرور دلربائی بہ یقین دل پسندی

نہ ہے اختیار تجھ پر نہ ہے اعتبار دل پر
ترے عاشقوں کا دیکھے کوئی رنگ مستمندی

مجھے شکوہ جفا کی نہیں آنے پاتی نوبت
وہ ستم بھی گر کرے ہے تو بہ لطف ہوشمندی

تری بزم ناز ظالم ہے عجب طلسم حیرت
کہ جہاں ہے میرے دل کو سر خدمت سپندی

غم آرزو کا حسرت سبب اور کیا بتاؤں
مری ہمتوں کی پستی مرے شوق کی بلندی

☆☆☆

تھی راحت حیرت کی کس درجہ فراوانی
میں نے غم ہستی کی صورت بھی نہ پہچانی

اک میں ہوں سو کیا میں ہوں محروم فراغت ہوں
اک دل ہے سو کیا دل ہے مجبور پریشانی

کس درجہ پشیماں ہے تاثیر وفا میری
اک شوخ پہ آتا ہے الزام پشیمانی

دیکھ اے ستم جاناں یہ نقش محبت ہیں
بنتے ہیں بہ دشواری مٹتے ہیں بہ آسانی

میں اس بت بدخو کی اس آن پہ مرتا ہوں
کھینچا نہ کبھی اس نے اندوہ پشیمانی

یاں صبر میں ہے پنہاں کیفیت بیتابی
واں لطف سے پیدا ہے انداز ستم رانی
قائم ہے ترے دم سے طرز سخن قائم
پھر ورنہ کہاں حسرت یہ رنگ غزل خوانی

☆☆☆

سن چکے شکوے ملال خاطر ناشاد کے
ہم کہ خوگر ہیں سپاس لذو بیداد کے
اک ذرا اس شوخ کی محشر خرامی دیکھو
دل میں ہنگامے بپا ہیں شورش فریاد کے
دیکھ کر عالم میری حیرانی خاموش کا
اڑ گئے ہوش ان کی تمکین ستم ایجاد کے
ضبط راز عشق نے رخصت نہ دی فریاد کی
آ کے لب تک رہ گئے شکوے تری بیداد کے
ننگ نام شوق تھی پابندی سودوزیاں
لاابالی مشغلے ہیں عاشق آزاد کے
رفتہ رفتہ مٹ رہی ہے صر صر بیداد میں
رنگ ہیں بوئے وفا میں نکہت برباد کے
مرحبا حسرت بناہا خوب انداز نسیم
لطف ہر ہر شعر میں ہیں بندش استاد کے

☆☆☆

مے نوشیوں میں بے خبر دو جہاں رہے
ہم خوش رہے کہ بندہ پیر مغان رہے

اس بے وفا کو ترک وفا کے گماں رہے
محروم ہم کہ مائل ضبط فغان رہے

اے وائے آرزوئے عنادل کی سادگی
ممکن نہیں کہ جلوہ گل جاوداں رہے

یا رب ہمارے بعد بھی شراب میں
ساقی کے دم سے دور مئے ارغواں رہے

یہ مقتضائے رابطہ حسن و عشق تھا
ہم بدگماں ادھر وہ ادھر بدگماں رہے

ہنگامہ بہار کا دیکھا کبھی نہ رنگ
ہم ہیں کہ مبتلائے بلائے خزاں رہے

رنج شب فراق کی مٹ جائیں سختیاں
یوں ہی اگر خیال ترا مہرباں رہے

محرومی وفا سے نہ آیا یقیں لطف
وہ مہرباں ہوئے بھی تو ہم بدگماں رہے

ان سے شب وصال بھی کھل کر نہ ہم ملے
تا صبح شکوہ ہائے جفا درمیاں رہے

دلچسپ کس قدر تھا مرا قصہ وفا
جب تک ہوا بیاں وہ محو بیاں رہے

رہنا تھا ان کا ہو کے رہے جو عزیز خلق
ہم کیا رہے کہ طبع جہاں پر گراں رہے

حسرت روا رونی میں بھی اتنا رہے خیال
اشعار میں نسیم کا رنگ بیاں رہے

☆☆☆

اس نازنین سے ہم کو جتنے گزند پہنچے
سب دل پذیر پہنچے سب دل پسند پہنچے
عالم ہی اب نہیں وہ تفریح بے خلل کا
محفل میں تیری ناحق ہم درد مند پہنچے
دل پر گزر گئی کچھ لب تک جبھی تو آخر
آہیں بھی چند پہنچیں نالے بھی چند پہنچے
بے تابیوں نے آخر دعوائے صبر توڑا
پہنچے لبوں پہ نالے گو بند بند پہنچے
کس کو نہیں تمنا اس بزم جاں فزا کی
نزدیک ہے کہ دل بھی ہو تو سپند پہنچے
باوصف نارسائی تا ملک یاس حسرت
نالے ہمارے پہنچے اور سربلند پہنچے

☆☆☆

یاد ہیں سارے وہ عیش بافراغت کے مزے
دل ابھی بھولا نہیں آغاز الفت کے مزے
وہ سراپا ناز تھا بے گانہ رسم جفا

اور مجھے حاصل تھے لطف بے نہایت کے مزے
حسن سے اپنے وہ غافل تھا میں اپنے عشق سے
اب کہاں سے لاؤں وہ ناواقفیت کے مزے
میری جانب سے نگاہ شوق کی گستاخیاں
یار کی جانب سے آغاز شرارت کے مزے
یاد ہیں وہ جستجو الفت کی نرالی شوخیاں
التماس عذر و تمہید شکایت کے مزے
تھیں لاکھوں مری بیماری غم پر نثار
جس پر اٹھے بارہا ان کی عیادت کے مزے
میں ہوں مجبور دل ہے سودائی
رخصت اے صبر اے شکیبائی
حسن کو ہے سر خود آرائی
مژدہ اے آرزوئے شیدائی
نظر افروز اہل بینش ہے
تیری پہنائیوں میں پیدائی
متحقق ہے جلوہ رخ یار!
متحیر ہے شخص بینائی
ہے وہ رنگین ادا بہ شان وفا
جان محبوبی و دلآرائی!
مذہب عاشقی میں ہے اے عقل
بے خودی انتہائے دانائی
اثر حسن یار سے آخر

آ گئی عشق میں بھی رعنائی
عشق کامل کے دونوں ہیں مرغوب
سحر وصل و شام تنہائی
بندہ بندگان حضرت عشق
حسرت سرفراز رسوائی

☆☆☆

خیال یار میں بھی رنگ و بوے یار پیدا ہے
یہ رنگیں ماجرائے عشق شیریں کار پیدا ہے
ترے روئے دلارا کے تصور کا یہ عالم تھا
کہ چشم شوق میں اک حسن کا گلزار پیدا ہے
مرے اسرار مضطر میں نہاں تھی میری مایوسی
ترے اقرار آساں سے ترا انکار پیدا ہے
طریق عشق جاناں ہے جدا گبرو مسلمان کا
یہیں سے اختلاف سبحہ و زنار پیدا ہے
نگاہ آرزو گل چیں باغ کامرانی ہے
بہ شان خواب شکل طالع بیدار پیدا ہ
وفا میری بہ شکل بے زبانی آشکارا تھی
ستم تیرا برنگ پرسش اغیار پیدا ہے
نسیم دہلوی کی پیروی آساں نہیں حسرت
تجھی سے ہے کہ یہ نیرنگی گفتار پیدا ہے

☆☆☆

رسم جفا کامیاب دیکھیے کب تک رہے
حب وطن مست خواب دیکھیے کب تک رہے
دل پہ رہا مدتوں غلبہ یاس و ہراس
قبضہ حزم و حجاب دیکھیے کب تک رہے
تا بہ کجا ہوں دراز سلسلہ ہائے فریب
ضبط کی لوگوں میں تاب دیکھیے کب تک رہے
پردہ اصلاح میں کوشش تخریب کا
خلق خدا پر عذاب دیکھیے کب تک رہے
نام سے قانون کے ہوتے ہیں کیا کیا ستم
جبر بہ زیر نقاب دیکھیے کب تک رہے
دولت ہندوستان قبضہ اغیار میں
بے عدد و بے حساب دیکھیے کب تک رہے
ہے تو کچھ اکھڑا ہوا بزم حریفاں کا رنگ
اب یہ شراب و کباب دیکھیے کب تک رہے
حسرت آزاد پر جور غلامان وقت
از رہ بغض و عتاب دیکھیے کب تک رہے

☆☆☆

اے گریہ محرومی تو جان محبت ہے
تو جان محبت ہے ایمان محبت ہے

ہرچند کہ بے تابی ہے لازمہ محنت
ہم چپ ہیں کہ ایسا ہی فرمان محبت ہے

ہوں دولت و حشمت پر ارباب ہوس نازاں
یاں بے سروسامانی سامان محبت ہے

مجبوری و حیرانی آغاز کی تھیں باتیں
بے خویشی و بے جانی پایان محبت ہے

در خورد شکایت تھی بیداد تری لیکن
منظوری و خاموشی شایان محبت ہے

بیگانہ آرائش مستغنی آسائش
اے بیخبری حسرت حیران محبت ہے

☆☆☆

کثرت مے التفات آموز مے نوشی نہ تھی
ورنہ خم خانے میں ساقی مجھ کو بیہوشی نہ تھی

رحم تیرا تھا بہر صورت سزاوار ثنا
مدح میری بربنائے مصلحت کوشی نہ تھی

کیا ہوئے وہ دن کہ ارباب کی نظر کی آنکھ میں
اس سراپا ناز پر وائے روپوشی نہ تھی

تھا حجاب ان کا مری حیرت سے سرگرم کلام
تھی بظاہر خامشی درپردہ خاموشی نہ تھی

ظلم عصیاں سے مٹا حسرت نہ داغ عشق یار

اور یہ کیا تھا اگر اس کی خطا پوشی نہ تھی

☆☆☆

عرض کرم پہ ترک جفا بھی نہ کیجیے
ایسا نہ ہو کہ آپ ملا بھی نہ کیجیے
اس بے وفا سے مصلحت شوق ہے یہی
اپنی ستم کشی کا گلا بھی نہ کیجیے
پھر کہیے کس امید پہ ہم زندگی کریں
جب آپ التفات ذرا بھی نہ کیجیے
منظور ہے جو ترک محبت آپ کو
ہم پر ہجوم ناز و ادا بھی نہ کیجیے
حسرت یہ کیا ستم ہے کہ اک بت کے عشق میں
تو چاہتا ہے یاد خدا بھی نہ کیجیے

☆☆☆

برق کو ابر کے دامن میں چھپا دیکھا ہے
ہم نے اس شوخ کو مجبور حیا دیکھا ہے
یاد بھی دل کو نہیں صبر و سکوں کی صورت
جب سے اس ساعد سیمیں کو کھلا دیکھا ہے
پھر اسی لطف ستم کوش کا مشتاق ہے دل
ہم نے جس لطف کو ہم رنگ جفا دیکھا ہے

تجھ میں کچھ بات ہے ایسی جو کسی میں بھی نہ ملی
یوں تو اوروں سے بھی دل ہم نے لگا دیکھا ہے
دل بے تاب جو قابو میں نہیں ہے حسرت
نگہ شوق نے کیا جانیے کیا دیکھا ہے

☆☆☆

محبوبی و رنگینی ہیں جزو بدن تیری
سرشار محبت ہے خوشبوئے دہن تیری
مجبور وفا کر کے محروم کرم کرنا
بھولیں گی نہ یہ باتیں اے عہد شکن تیری
باطن میں وہ بے مہری ظاہر میں یہ دلجوئی
ہم خوب سمجھتے ہیں ترکیب سخن تیری
غارت گر تمکین ہے آشوب دل و دیں ہے
یہ طرز نگو تیرا یہ وضع حسن تیری
جو ہم سے چھپائی تھیں ہم کو نہ بتائی تھیں
روشن ہیں وہ سب ہم پر باتیں من و عن تیری
اب رونے سے کیا ہو گا پروا نہ سے بے پروا
برباد ہے سب محنت اے شمع لگن تیری
اس شاہد رعنا کے اکرام قامت سے
تقدیر چمک اٹھی اے ملک و کن تیری
تنہائی غربت سے مغموم نہ ہو حسرت

کب تک نہ خبر لیں گے یاران وطن تیری

☆☆☆

ظاہر ملال رشک و رقابت نہ کیجیے
بہتر یہی ہے کہ ان سے شکایت نہ کیجیے

یا جوش اضطراب کو ملزم نہ جانیے
یا دل کو آشنائے محبت نہ کیجیے

مٹنے نہ پائیں رنجش باہم کی لذتیں
رفع ملال و دفع کدورت نہ کیجیے

حائل شب وصال ہے پردہ حجاب
اب اس کو درمیاں سے رخصت نہ کیجیے

فوز عظیم عشق و جنون کو سراہیے
پروائے اہل پندو ملامت نہ کیجیے

واقف ہیں خوب آپ کی طرز جفا سے ہم
اظہار التفات کی زحمت نہ کیجیے

آئین دل نوازی و احسان کو دیکھیے
ہم بے دلوں پہ جور کی شدت نہ دیکھیے

میں ہوں گنہگار تو دیجیے سزا مگر
اس درجہ میرے حال سے غفلت نہ کیجیے

مجبوریوں کو صبر سے مانا نہ جانیے
اندازہ سکون طبیعت نہ کیجیے!

عذر ستم ضرور نہ تھا آپ کے لیے

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

حسرت کو شرمسار ندامت نہ کیجیے

☆☆☆

ستم ہو جائے تمہید کرم ایسا بھی ہوتا ہے
محبت میں بتا اے ضبط غم ایسا بھی ہوتا ہے

بھلا دیتی ہیں سب رنج و الم حیرانیاں میری
تیری تمکیں بے حد کی قسم ایسا بھی ہوتا ہے

جفائے یار کے شکوے نہ کر اے رنج ناکامی
امید و یاس دونوں ہوں بہم ایسا بھی ہوتا ہے

مرے پاس وفا کی بدگمانی ہے بجا تم سے
کہیں بے وجہ اظہار کرم ایسا بھی ہوتا ہے

تری دلداریوں سے صورت بیگانگی نکلی
خوشی ایسی بھی ہوتی ہے الم ایسا بھی ہوتا ہے

وقار صبر کھویا گر یہ ہائے بیقراری نے
کہیں اے اعتبار چشم نم ایسا بھی ہوتا ہے

یہ دعویٰ وفا کیوں شکوہ سنج جور ہے حسرت
دیار شوق میں اے محو غم ایسا بھی ہوتا ہے

☆☆☆

کون اس نگہ ناز کے قابو میں نہیں ہے
پھر دل کی خطا کیا ہے جو پہلو میں نہیں ہے

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2004-2006

وابہائے پریشاں کی ہے رونق ترے غم سے
اس نور کی جا خاطر یکسو میں نہیں ہے
تاثیر ہے اس جلوہ یکتا کی نمایاں!
رنگینی خوشاب یہ آنسو میں نہیں ہے
حیف اس قدم شوق کی بے راہ روی پر
جو اس گل رعنا کی نگاہوں میں نہیں ہے
دیکھا تھا اسے کس نگہ ہوشربا نے
اب تک دل بیتاب جو قابو میں نہیں ہے
رعنائی و زیبائی و محبوبی و خوبی
کیا بات ہے جو اس قدر دل جو میں نہیں ہے
آ جائے جو اندازہ ارباب نظر میں
ایسی تو ضیا اس رخ نیکو میں نہیں ہے
ہے کون سی ایسی وہ ادا دل شکری کی
پنہاں جو ترے گوشہ ابرو میں نہیں ہے
پھر اور کہاں ہے دل گم گشتہ حسرت
آخر جو ترے طرہ گیسو میں نہیں ہے

☆☆☆

بند ایسی شورش غم کس دل مضطر میں ہے
جس سے جنبش ہے زمیں کو آسماں چکر میں ہے
اس قدر تاکید کیوں ترک مے و ساغر میں ہے
محتسب خود بھی فکر جنت و کوثر میں ہے

جلوہ فرما ہے جو وہ حسن خود آرا بے نقاب
اک قیامت اور برپا عرصہ محشر میں ہے

منعموں کی ہم غریبوں پر نظر پڑتی ہے یوں
گویا سر رشتہ تقدیر دست زر میں ہے

خاطر مایوس میں پوشیدہ ہے سب راز عشق
کچھ سر پر شور میں کچھ اور چشم تر میں ہے

میرے غم خانے میں تاریکی ہے رنگ یاس کی
جو نمایاں ہر طرف دیوار میں ہے در میں ہے

عارفوں کی روح بھی جس کے لیے ہے بے قرار
ایسی کیا شے ہے وہ جو تیرے ساغر میں ہے

دام اس میں بے خطا اس میں قفس ہے بے قصور
شوق پابندی نہاں خود میرے بال و پر میں ہے

خوب ہے یہ سش پنہاں یہ لطف گاہ گاہ
بات جو کم تر سے پیدا ہے وہ کب اکثر میں ہے

اہتزاز روح بلبل ہے یہ فصل نو بہار
جو عیاں ہر سمت شکل جنبش صرصر میں ہے

دل میں دیکھو میرے تفسیر کتاب حسن و عشق
بند اک نکتے میں ہے جو کچھ کہ اس دفتر میں ہے

بزم دشمن میں ہمارا بیٹھنا ہے ناگوار
ہم پہ سب روشن ہے جو کچھ آپ کے تیور میں ہے

تجھ کو ناصح کیا خبر شور جنوں میں ہے
دل میں بھی تیرے نہیں ہے وہ جو میرے سر میں ہے

کس قدر بے باک ہے در پردہ کیسی بے حجاب
وہ نظر پنہاں جو اس چشم حیا پرور میں ہے
ڈھونڈتا کیا ہے دیار حسن میں اے شخص عشق
بے خبر جنس وفا ناپید اس کشور میں ہے
مرحبا حسرت بنائی خوب تصویر سخن
رنگ مومن خوشنما کس درجہ اس پیکر میں ہے

☆☆☆

قبضہ یثرب کا سودا دشمنوں کے سر میں ہے
اب تو انصاف اس ستم کا دست پیغمبرؐ میں ہے
جور یورپ ہے نیا بیداری اسلام کی
خیر ہے دراصل یہ باآنکہ شکل شر میں ہے
خاطر افسردہ میں باقی ہے اب تک یاد عشق
گرمی آتش ہنوز اس مشت خاکستر میں ہے
قلت افوج ٹرکی پر ہ ہو اٹلی دلیر
ایک ہے سو کے لیے کافی جو اس لشکر میں ہے
اب خدا چاہے حسرت جلد ہوتا ہے بلند
رایت حریت و حق جو کف انور میں ہے

☆☆☆

دل کی جو ترک عشق سے حالت بدل گئی

وہ بے خودی و خرمی بے خلل گئی!

تجھ کو فلک نے مجھ سے چھڑایا تو کیا ہوا
کیا تیری یاد بھی مرے دل سے نکل گئی

آہ اس سے نارسا ہی جو رہتی تو خوب تھا
کیوں اس حریم عیش میں یوں بے محل گئی

سوداہی وہ نہیں ہے جو سر سے چلا گیا
حسرت ہی وہ نہیں ہے جو دل سے نکل گئی

اب دل ہے اور فراغ محبت کی راحتیں
تشویش زندگانی و کر اجل گئی!

آہ اس نگاہ مست کی شوخی جو بے خبر
خوبی پہ روئے یار کے پہلے پھل گئی

رنگینیوں کی جان ہے وہ پائے نازنین
میری نگاہ شوق جہاں سر کے بل گئی

اچھا ہے گوشہ گیر قناعت ہوئے جو ہم
تکلیف ہم نشینی اہل و دل گئی

حسرت یہ دور جہل ہے دولت کو ہے فروغ
اب ہم سے قدردانی علم و عمل گئی!

☆☆☆

دل مایوس کو سرچشمہ صدق و صفا کر دے
گداز غم اگر چاہے تو مجھ کو باخدا کر دے
عطا ہو اس وفا دشمن کو توفیق کرم یارب

نہیں تو پھر مجھی کو بے نیاز مدعا کر دے

تقاضا کر رہا ہے اب یہ حسن تازی کار ان کا

کہ جس نے دل دیا تھا جان بھی ہم پر فدا کر دے

لے غازی انور پاشا مرحوم و مغفور

اثر ایسا کہاں سے لاؤں یارب نالہ دل میں

جو اس بے مہر کو بھی راز غم سے آشنا کر دے

گراں گزرے گا حرف آرزو اس طبع نازک پر

نگاہ شوق اس مفہوم رنگیں کو ادا کر دے

ہوا جاتا ہے نور عشق پروردہ ہوس غالب

الٰہی اصل حق سے لوث باطل کو جدا کر دے

غرور حسن کی تاثیر سے ڈر ہے مجھے حسرت

کہیں ایسا نہ ہو یہ عشق کو بھی خود نما کر دے

☆☆☆

مر کے ہم خاک راہ یار ہوئے

سرمہ چشم اعتبار ہوئے

فکر کونین سے نجات ملی

قیدی عشق رستگار ہوئے

ضبط غم تک ہے زندگی اپنی

مر مٹیں گے جو بے قرار ہوئے

اب نہ وہ شوق ہے نہ جوش و خروش
سب تری یاد پر نثار ہوئے

میری محرومیوں کی حد نہ رہی
تیرے احسان بے شمار ہوئے

نہ ہوا کوئی سرفراز کمال
جب ہوئے تیرے خاکسار ہوئے

کیوں ہے بے کار جستجو حسرت
وہ نہ ہوں گے نہ وہ دو چار ہوئے

☆☆☆

تسکین ہو سکی نہ دل ناشکیب کی
سب ہم پر کھل گئیں تری باتیں فریب کی

ہر وضع دل پسند ہے ہر رنگ دلپذیر
کیا بات ہے کسی کے تن جامہ زیب کی

حسن ذقن ہے روکش نور جبیں یار
ہے طرفہ ماجرہ یہ بلندی نشیب کی

دل ہے ہلاک اس سخن جاں نواز کا
جاں مبتلا ہے اس نگہ دل فریب کی

☆☆☆

یہ آج ہم نے جو چاہت جتائی جاتی ہے

عدو سے ملنے کی خفت مٹائی جاتی ہے
غضب ہیں آپ سے سرگوشیاں ندیموں کی
وہ بات کی اہے جو ہم سے چھپائی جاتی ہے
وفور حسن سے ٹھہری بھی ہو جب ان پہ نظر
یہ مجھ پہ مفت میں تہمت لگائی جاتی ہے
جنون عشق کا اظہار ہو ہی جاتا ہے
اڑی تو پھر یہ خبر کب دبائی جاتی ہے
پڑی تھی بزم رقیباں میں ایسی کیا افتاد
کہ بات بھی نہیں تم سے بنائی جاتی ہے
بسی ہوئی ہے جن آنکھوں کی شوخیوں کی بہار
ادائے شرم انہیں کیوں سکھائی جاتی ہے۔
نہ مجھ کو اس کی خبر ہے نہ خود انہیں ہے خیال
کچھ اس طرح سے محبت بڑھائی جاتی ہے

☆☆☆

سفارش ان سے کرے کون جان پر غم کی
کہ یہ غریب ہے ناحق ستائی جاتی ہے
دو چار ہو نظر شوق اس سے کیاحسرت
نگاہ یار تو دل میں سمائی جاتی ہے

☆☆☆

نظر یاسکوں بخش تمنا نہ ہوئی
التماس نگہ شوق پذیرا نہ ہوئی

☆☆☆

حسن ہو جس میں وہ ہر شے جلوہ گر اس دل میں ہے
جذبہ صورت پرستی میرے آب و گل میں ہے
بے خودی سے بڑھ کے آگے ہے فنا کا مرتبہ
راہرو راہ محبت آخری منزل میں ہے
مائل عشق مجازی کیوں نہ ہوں اہل نظر
جلوہ حق آشکارا صورت باطل میں ہے

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆☆☆

دل میں کیا کیا ہوس دید بڑھائی نہ گئی
روبرو ان کے مگر آنکھ اٹھائی نہ گئی
ہم رضا شیوہ ہیں تاویل ستم خود کر لیں
کیا ہوا ان سے اگر بات بنائی نہ گئی!
یہ بھی آداب محبت نے گوارہ نہ کیا
ان کی تصویر بھی آنکھوں سے لگائی نہ گئی
آہ وہ آنکھ جو ہر سمت رہی صاعقہ پاش
وہ جو مجھ سے کسی عنوان ملائی نہ گئی!
ہم سے پوچھا نہ گیا نام و ناں بھی ان کا

جستجو کی کوئی تمہید اٹھائی نہ گئی
دل کو تھا حوصلہ عرض تمنا سوا نہیں
سرگزشت شب ہجراں بھی سنائی نہ گئی
غم دوری نے کشاکش تو بہت کی لیکن
یاد ان کی دل حسرت سے بھلائی نہ گئی

☆☆☆

جو وہ نظر بسر لطف عام ہو جائے
عجب نہیں کہ ہمارا بھی کام ہو جائے
شراب شوق کی قیمت ہے نقد جاں عزیز
اگر یہ باعث کیف و دام ہو جائے
رہین یاس رہیں اہل آرزو کب تک
کبھی تو آپ کا دربار عام ہو جائے
جو اور کچھ ہو تری دید کے سوا منظور
تو مجھ پہ خواہش جنت حرام ہو جائے
وہ دور ہی سے ہمیں دیکھ لیں یہی ہے بہت
مگر قبول ہمارا سلام ہو جائے
اگر وہ حسن دل آرا کبھی ہو جلوہ فروش
فروغ نور میں گم طرف بام ہو جائے
شنا ہے بر سر بخشش ہے آج پیر مغاں
ہمیں بھی کاش کوئی عطا کوئی جام ہو جائے
ترے کرم پہ ہے موقوف کامرانی شوق

یہ ناتمام الٰہی تمام ہو جائے

ستم کے بعد کرم ہے جفا کے بعد عطا
ہمیں ہے بس جو یہی التزام ہو جائے

عطا ہو سوز وہ یارب جنونِ حسرت کو
کہ جس سے پختہ یہ سودائے خام ہو جائے

☆☆☆

دل آرزوئے شوق کا اظہار نہ کر دے
ڈرتا ہے مگر یہ کہ وہ انکار نہ کر دے

ہشیار کہ اس پرسشِ پیہم کی نوازش
عشاقِ ستم کش کو ہوس کار نہ کر دے

راضی بہ رضا ہم ہیں بہرحال مگر ہاں
ڈر ہے کہ یہ خو تم کو ستم گار نہ کر دے

فرقت میں جو کیا حال اگر گر یہ مضطر
جان و دلِ حیراں کو سبک بار نہ کر دے

ہم جور پرستوں پہ گماں ترکِ وفا کا
یہ وہم کہیں تجھ کو گناہکار نہ کر دے

سامانِ فراغت جو ترے پاس ہے اے دل
اک بار اسے نذرِ غمِ یار نہ کر دے

آگاہ نہیں ہیں جو ابھی ذوقِ ستم سے
بیتابیِ دل ان کو خبردار نہ کر دے

ہوتا ہے برا لذتِ آزاد کا لپکا

مرنا بھی کہیں مجھ کو یہ دشوار نہ کر دے
کچھ حد بھی ہے اس شورش خاموش کی حسرت
یہ کش مکش غم تجھے بے کار نہ کر دے

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شرف حاصل ہے کہ اس جان جہاں سے مجھ کو نسبت کا
غلامی کا ہی مگر ہو نہ سکتا ہو محبت کا
گروہ عاشقاں میں جوش ہے شوق زیارت کا
ترے کوچے میں اک ہنگامہ برپا ہے محبت کا
گنہگاران امت سے ہے راضی داور محشر
کہ ان کے سے نام چمکے گا ترے حسن شفاعت کا
جبین و چشم و لب میں تیرے اک گنجینہ پنہاں ہے
صباحت کا ملاحت کا لطافت کا نظامت کا
دیار عاشقی میں گرم ہے بازار رسوائی
جدھر دیکھو ادھر اک ڈھیر ہے جنس ملامت کا
قیامت اک نہاں ہے تیری آنکھوں میں شرارت کی
عبث دعوٰی ہے تیرے حسن خودبیں کو متانت کا
گنہگاروں کا بیڑا ہو جائے گا محشر میں!
جو آیا جوش غفاری میں دریا ان کی رحمت کا

وہ چشم سرمہ سا اک کان ہے گویا ملاحت کی
وہ روئے روشن اک گلزار ہے گویا صباحت کا
غضب تھی عشق کے جذبات گو نوگون کی رنگینی
دل حسرت بھی اک نیرنگ ہے راز محبت کا

رسالہ ترجمان لاہور جون 1916ء

☆☆☆

جائے یار پر چھایا ہے اک عالم ندامت کا
یہی تھا مدعا میری تمنائے شہادت کا
وہ مرے قتل ہی کو آئیں لیکن سامنے آئیں
نتیجہ کچھ تو نکلے جذب و تاثیر محبت کا
مرے ہر فعل مضطر سے ہے اک شان جنوں پیدا
نمایاں ہے مری ہر بات میں اک رنگ وحشت کا
یہاں تو اک نئی آباد ہے دنیا محبت کی
کوئی اندازہ کیا کرتا دل عاشق کی وسعت کا
ترے عشاق نے ناکام ہو کر کام جاں پایا
ذریعہ بن گئی مایوسی بے حد فراغت کا
وہ کہتے ہیں کہ یہ بیمار غم ہے بچ نہیں سکتا
کیا ہے خواب اندازہ انہوں نے میری حالت کا
میں خود مجبور ہوں اس دل کے ہاتھوں کیا کروں حسرت
نشانہ سب مجھے ناحق بناتے ہیں ملامت کا

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved 2002-2006

''زمانہ کانپور 1916ء

☆☆☆

جہاں دیکھو وہاں اک فتنہ برپا ہے محبت کا
تمہارا حسن ہے یا کوئی پرکالہ ہے آفت کا
مقابل ہوں کشاکشہائے شعرق بے نہایت کا
وہی میں بیٹھنے والا جو تھا کنج سلامت کا
وہ آئے برسر بالیں تو مجھکو بھی یقیں آیا
نہ تھا قائم میں اب تک جذب الفت کی کرامت کا
تمہارے جو رہے پروا کو بھی اک دن سنانا ہے
فسانہ رشتہ حسن و محبت کی نزاکت کا
دیار عشق کی جانب چلے ہم بے خبر ہو کر
خیال آیا مصیبت کا نہ آفت کا نہ زحمت کا
گزر جائے نہ اے دل وصل کی شب یونہی باتوں میں
نکالا ہے یہ کیا دفتر حکایت کی شکایت کا
نظر کی طرح حسرت مجھ کو بھی اک آہ کافی ہے
خلاصہ س قدر میں نے کیا ہے رنج فرقت کا

اخبار صداقت کلکتہ اکتوبر 1916ء

☆☆☆

تجھ پہ گرویدہ اک زمانہ رہا

کچھ فقط میں ہی مبتلا نہ رہا
جب تو تو مدعائے شوق رہا
پھر کوئی اور مدعا نہ رہا
آپ کو اب ہوئی ہے قدر وفا
جب کہ میں لائق جفا نہ رہا
جلد سن لی مرے خدا نے مری
صبر کو شکوہ دعا نہ رہا
راہ و رسم وفا وہ بھول گئے
اب ہمیں بھی کوئی گلا نہ رہا
حسن خود ہوگیا غریب نواز
عشق محتاج التجا نہ رہا
بسکہ نظارہ سوز تھا وہ جمال
ہوش نظار گی بجا نہ رہا
میں کبھی تجھ سے بدگماں نہ ہوا
تو کبھی مجھ سے آشنا نہ ہوا
آپ کا شوق بھی تو اب دل یں
آپ کی یاد کے سوا نہ رہا
میرے پہلو میں دل رہا جب تک
نظر یار کا نشانہ رہا
اور بھی ہو گئے وہ غافل خواب
نالہ صبح نارسا نہ رہا
حسن کا ناز عاشقی کا نیاز

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

اب تو کچھ بھی وہ ماجرا نہ رہا

عشق جب شکوہ سنج حسن ہوا

التجا ہو گئی گلا نہ رہا

ہم بھروسے پہ ان کے بیٹھے رہے

جب کسی کا آسرا نہ رہا

میرے غم کی ہوئی انہیں بھی خبر

اب تو یہ درد لا دوا نہ رہا

---

[1] منشی نوبت رائے صاحب نظر لکھنوی

آرزو تیری برقرار ہے

دل کا کیا رہا نہ رہا

ہو گئے ختم مجھ پہ جور فلک

اب کوئی مورد بلا نہ رہا

جب سے دیکھی ابو الکلام کی نثر

نظم حسرت میں بھی مزا نہ رہا

رسالہ نظارہ میرٹھ

IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved
©2002-2006

☆☆☆

نہ کچھ فکر جاں رہی نہ کچھ خوف سقر رکھا

خیال یار نے دل کو یہاں تک بے خبر رکھا

بجاں منظور ہے جو کچھ سزا ہو الفت کی

کہ ہم نے فیصلہ اس بات کا بھی آپ پر رکھا

نہ کرنا تھا ہمیں دعویٰ تمکین پر کیا دل پر
نہ رکھنا تھا انہیں الزام بے تابی مگر رکھا

قناعت کی بدولت غائت بے احتیاجی نے
فقیری میں بھی ہم کو بے نیاز اہل زر رکھا

دوبالا شان ہے خلق حسن سے حسن صورت کی
اسی نے تو انہیں منظور ارباب نظر رکھا

ملا ساقی جو دریا دل بلا نوشوں کی بن آئی
اٹھایا شام سے ساغر تو ہنگام سحر رکھا

چلے ہیں ان کی جانب ہو کے بے خود کیا خبر ہم کو
کہ ہم نے پاؤں مستی میں کہاں ڈالا کدھر رکھا

وہ تم ہو یا تمہارا درد ہو کوئی ہو دنیا میں
کیا جس سے تعلق ہم نے پیدا عمر بھر رکھا!

غرض یہ تھی نہ ہو اہل ہوس کو میل غم حسرت
نہاں عشق کو ظاہر میں حق نے بے ثمر رکھا

رسالہ خطیب دہلی 1916ء

☆☆☆

اب دل ہے نہ وہ عیش فراوان تمنا
سب لوٹ لیا یاس نے سامان تمنا

اب تک وہی رونق ہے سیہ خانہ دل کی
باقی ہے جو اک شمع فروزان تمنا

راضی ہیں بنے یا نہ بنے کام ہمارا
ہم لوگ ہیں سرگشتہ و حیران تمنا

اس چشم فسوں کار کی دردیدہ نگاہی
ہے مایہ صد نازش پنہا تمنا

رسوائی انکار سے بے دل نہیں ہوتے
ہم ہیں وہ جہاں دیدہ گدایان تمنا

اب عشق کو درکار ہے اک عالم حیرت
کافی نہ ہوئی وسعت میدان تمنا

لے مولانا ابوالکلام آزاد

آغاز کی روداد تو معلوم ہے حسرت
لیکن نظر آتا نہیں پ:ایان تمنا

رسالہ خطیب دہلی 1916ء

☆☆☆

تر گریہ حسرت سے ہے دوران تمنا!
مجھ سا بھی نہ ہو کوئی پشیمان تمنا

ناکامی پیہم سے جو ٹوٹا دل عاشق
سب چھوٹ گئے قیدی زندان تمنا

پھر تازہ ہوا جنون فصل گل آئی
پھر شوق ہوا سلسلہ جنبان تمنا

پھر سر ہے مرا اور وہ سودائے محبت
پھر دل ہے مرا اور وہی طوفان تمنا

بیعت الغزل حسن کچھ ایسے ہیں وہ ابرو
ہے جن کی ہوس حاصل دیوان تمنا

گلگوں نہ ہوئیں اشک ندامت سے وہ آنکھیں
بے صرفہ ہوا خون شہیدان تمنا

امید ہی امید رہ جائے نہ حسرت
یوں ہی نہ گزر جائے یہ دوران تمنا

ایضاً ایضاً

☆☆☆

اس حد سے بڑھے کب ہے یہ امکان تمنا
دیدار رخ ہے پایان تمنا

عالی ہے بہت مرتبہ عشق حقیقی
مایوس نہ ہوں حوصلہ مندان تمنا

ہر روز ترا ذکر ہے ہر شب ہے تری یاد
یہ جان تمنا ہے وہ جانان تمنا

واقف نہیں دشواری تعلیم فنا سے
دل ہے ابھی اک طفل دبستان تمنا

ہم کو جو وہ بھولے ہیں تو ہم کیوں انہیں بھولیں
نو نہار یہ نخوت نہیں شایان تمنا

محرومی جاوید کی تعزیر بجا ہے

کیوں توڑ دیا شوق نے پیمان تمنا
اس روئے نکو میں بھی وہی نور ہے حسرت
جس نور سے روشن ہے شبستان تمنا

رسالہ نقاد آگرہ 1915ء

☆☆☆

جذب کامل کو اثر اپنا دکھا دینا تھا
میرے پہلو میں انہیں لا کے بٹھا دینا تھا
کچھ تو دینا تھا ہمیں تیرے تغافل کا جواب
باخدا بن کے تجھے دل سے بھلا دینا تھا
تم جو افسردہ ہوئے سن کے حال سو کیوں
سرسری طور پہ باتوں میں اڑا دینا تھا
طائر جان کے سوا کس کو بناتے ہو قاصد
اس ستم گار کو پیغام قضا دینا تھا
رنجش بازوئے نازک کی ضرورت کیا تھی
مجھ کو اک جنبش ابرو سے مٹا دینا تھا
درد محتاج دوا ہوا یہ ستم ہے یارب
جب دیا تھا تو کچھ اس سے سوا دینا تھا
وہ جو بگڑے تو خفا تم بھی ہوئے کیوں حسرت
پائے نخوت پہ سر شوق جھکا دینا تھا

رسالہ ذخیرہ حیدرآباد دکن

☆☆☆

قرب میں ہے بعد یار میں تھا
جو مزہ اس کے انتظار میں تھا

فروا بنائے روزگار میں تھا
دخل جس کو مزاج یار میں تھا

مجھ پہ اب طعن اضطراب ہے کیوں
دل نہیں تو اختیار میں تھا

دل ربائی کا اک نیا عالم
اس نگاہ کرشمہ بار میں تھا

تھی سی کی تو جان شوق اسیر
خم جو اس زلف تابدار میں تھا

نذر جان بھی نہ تھی قبول وہاں
دل بیچارہ کس شمار میں تھا

آج آئی ہے مرحبا اے مرگ
کب سے میں تیرے انتظار میں تھا

ہاں اسی کا تو سحر حسن ہے نام
وہ جو چشم سیاہ یار میں تھا

درمیان ہجوم حسرت و یاس
میں بھی اک گوشہ مزار میں تھا

ہم بھی آخر ہلاک شوق ہوئے
یہی دستور اس دیار میں تھا

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
2002-2006

تھا وہی عشق میں بشکل نیاز
ناز جو حسن فتنہ کار میں تھا

اب نہ گل ہیں نہ عندلیب نہ شور
وہ جو ہنگامہ مئی بہار میں تھا

مل گیا عاشقی کا وہ حصہ
جو مرے بخت کام گار میں تھا

اب وہی میرے عشق میں ہے کمال
جو تیرے حسن بے قرار میں تھا

لوث عصیاں سے پاک تھا وہ خیال
گرچہ قلب گناگار میں تھا

سرمہ طور میں کہاں وہ اثر
دشت یثرب کے جو غبار میں تھا

نشہ عشق جس پہ دل کو ہے ناز
وہ بھی اس چشم پرخمار میں تھا

آج تک بے قرار ہے حسرت
کیا وہ افسوں نگاہ یار میں تھا

رسالہ تمدن لکھنو 1910ء

☆☆☆

مایوس نہ یوں ہوتے تو دور اگر ہوتا
ہم کچھ نہ تجھے کہتے مجبور اگر ہوتا
تھا شوق نظر کامل پھر بھ تو نہ چھپ سکتا

سو پردوں میں وہ جلوہ مستور اگر ہوتا
تاریک نہ یوں رہتی تقدیر پہ سیہ مستی
شیشہ مے گلگوں سے پر نور اگر ہوتا

جب میں نے وفا کی تھی وہ کیوں نہ وفا کرتے
ایسا ہی محبت کا دستور اگر ہوتا

پاس اور نہ تھا اپنے کچھ بڑھ کے دل و جاں سے
ہم وہ بھی فدا کرتے مقدور اگر ہوتا

ظاہر میں جفا کرتے باطن میں وفا ہوتی
سو ڈھب سے کرم ہوتا منظور اگر ہوتا

کچھ داد وفا حسرت ہم کو نہ ملی ملتی
دنیا میں یہ فسانہ مشہور اگر ہوتا

☆☆☆

تجھ کو پاس وفا ذرا نہ ہوا
ہم سے پھر بھی ترا گلا نہ ہوا

ایسے بگڑے کہ پھر جفا بھی نہ کی
دشمنی کا بھی حق ادا نہ ہوا

جاں عاشق نثار دوست ہوئی
شادی مرگ کا بہانہ ہوا

کٹ گئی احتیاط عشق میں عمر
ہم سے اظہار مدعا نہ ہوا

تیرے اس التفات کا ہوں غلام

جو ہوا بھی تو برملا نہ ہوا
حسن کی شان سادگی سے بڑھی
طرہ زلف گرد و تانہ ہوا
کچھ عجب چیز ہے وہ چشم سیاہ
تیر جس کا کبھی خطا نہ ہوا
روبرو ان کے کچھ نہیں معلوم
کیا ہوا بے خودی میں کیا نہ ہوا
حیف ہے اس کی بادشاہی پر
تیرے کوچے کا جو گدا نہ ہوا
خم کے خم غیر لے گئے ساقی
ہم کو اک جام بھی عطا نہ ہوا
مرمٹے ہم تو مٹ گئے سب رنج
یہ بھی اچھا ہوا برا نہ ہوا
ڈر گیا اس نگاہ برہم سے
دل کو یارائے التجا نہ ہوا
جب تلک میرے دل میں جاں رہی
درد مایوس مرحبا نہ ہوا
مل گئی مجھ کو صبر عیش کی داد
وہ جو شرمندہ جفا نہ ہوا
قانع رنج عشق تھا حسرت
عیش دنیا سے آشنا نہ ہوا

رسالہ الناظر لکھنو جنوری 1916ء

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

☆☆☆

پیر و عشق رہنما نہ ہوا
زاہد خشک با خدا نہ ہوا

کون لاتا ترے عتاب کی تاب
خیر گزری کہ سامنا نہ ہوا

عشق یا حسن کون ہے غالب
آج تک اس کا فیصلہ نہ ہوا

خلش خار عشق مٹ نہ سکی
چارہ جان مبتلا نہ ہوا

حسن بے مہر نے یہ کچھ نہ کیا
مونس عشق بے نوا نہ ہوا

تم جفا کار تھے کرم نہ کیا
میں وفادار تھا خفا نہ ہوا

بڑھ گیا اور بھی تغافل حسن
نالہ عشق نارسا نہ ہوا

راحت جان عاشقاں نہ ہوئی
تجھ سے اتنا بھی اے قضا نہ ہوا

اس پہ آسائش بقا ہے حرام
جو تری راہ مٰیں فنا نہ ہوا

لطف ساقی تھا بید ریغ مگر
مجھ بلا نوش کا بھلا نہ ہوا

چھڑ گئی جب جمال یار کی بات
ختم تا دیر سلسلہ نہ ہوا
جسم سے روح ہو گئی آزاد
لفظ معنی سے گو جدا نہ ہوا
عشق حسرت کے سب ہوئے قائل
ایک وہ دشمن وفا نہ ہوا!

اخبار اقدام کلکتہ 1915ء

☆☆☆

لائق حزب اولیا نہ ہوا
وہ جو بے خوف ماسوا نہ ہوا
اس جفا کار سے خدا کی پناہ
جو ترا بندہ وفا نہ ہوا
ہو گیا راہ عشق میں جو شہید
وہ فنا ہو کے بھی فنا نہ ہوا
سخت ہے عشق میں مقام رضا
ہم سے بھی طے یہ مرحلہ نہ ہوا
عشق بازی وہ کیا کرے گا جسے
جان نثاری کا حوصلہ نہ ہوا
جاں نثاری بھی کیا ہے اس کی جسے
خندہ زخم دل کشا نہ ہوا
لذت عشق کب ملی جب تک

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. 2002-2006

سرِ تہ خنجر جفا نہ ہوا!
قدرِ حریت اس کو کیا معلوم
جو کبھی تیرا مبتلا نہ ہوا
سر ترا یار دوش سے حسرت
راہِ حق میں اگر فدا نہ ہوا

☆☆☆

یوں تو عاشق ترا زمانہ ہوا
مجھ سا چال باز دوسرا نہ ہوا
خود بخود بوئے یار پھیل گئی
کوئی منت کشِ صبا نہ ہوا
میں گرفتارِ الفتِ صیاد
دام سے چھٹ کے بھی رہا نہ ہوا
ہجر میں جانِ مضطرب کو سکوں
آپ کی یاد کے سوا نہ ہوا
رہ گئی تیرے فقر عشق کی شرم
میں جو محتاجِ اغنیا نہ ہوا
خبر اس بے خبر کی لا دیتی
تجھ سے اتنا بھی اے صبا نہ ہوا
ان سے عرضِ کرم تو کیا کرتے
ہم سے خود شکوہ جفا نہ ہوا

ہو کے بے خود کلام حسرت کا
آج غالب غزل سرا نہ ہوا

رسالہ الناظر لکھنو مئی 1916ء

☆☆☆

شک انہیں مجھ پہ کاروانی کا
کچھ ٹھکانہ ہے بدگمانی کا

اک مرقع ہے حسن شوخ تیرا
کش مکش ہائے نوجوانی کا

تم جو کرتے تو ہم کو تھا کافی
اک اشارہ بھی مہربانی کا

میں وہ محروم عشق ہوں جو رہے
منتظر مرگ ناگہانی کا

بے نیازی سے تیری مل نہ سکا
کچھ صلہ میری جاں فشانی کا

کھل گیا ہے ترے جمال سے رنگ
تیرے ملبوس ارغوانی کا

مرمٹے تجھ پہ ہو گیا حاصل
مدعا اپنی زندگانی کا

جو ظاہر نہیں کہ ہو میں ہلاک
شیوہ پرسش نہانی کا

رنج شوق اک نمونہ ہے لاریب

راحت خلد جاودانی کا
ہو کے ناکام عشق نے لوٹا
بارہا عیش کامرانی کا

ہم جو بے خود رہے تو وہ محجوب
نہ اٹھا لطف مہمانی کا

ناوک یار سے ہے دل میں بپا
ایک ہنگامہ شادمانی کا

لٹ کے ہم کو ہے اب خطر نہ خیال
رہزنی کا نہ پاسبانی کا

شوق کامل جو تو دے نہ جواب
ان کے دعوائے لن ترانی کا

ایک حائل ہے وصل میں بھی پہاڑ
پردہ شرم درمیانی کا

نہ سنو تم کہ میں نشانہ رہا
کن بلا ہائے آسمانی کا

کون لے عرض حال کر کے عذاب
جان پر ان کی سرگردانی کا

سچ تو یہ ہے کہ شعر حسرت بھی
ایک گنجینہ ہے معانی کا

تمدن لکھنو جولائی 1916ء

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. 2002-2006

شوق پوشیدہ کا اظہار نہ ہونے پایا
داغ دل کوئی نمودار نہ ہونے پایا

دل کچھ اس ڈھب کے لیے اس نے کہ برسوں کوئی
حال سے اپنے خبردار نہ ہونے پایا

غلبہ حق کا زمانے میں ہے اک شور بپا
اس پر افسوس جو بیدار نہ ہونے پایا

صبر سے مقصد ناکام کی ہمت جو بندھی
وجہ نومیدی بسیار نہ ہونے پایا

شادماں تھا جو ترے رنج طرب کار سے دل
غم دنیا سے گراں بار نہ ہونے پایا

وصل میں بھی رہی بیگانگی حزم و حجاب
راستہ شوق کا ہموار ہ ہونے پایا

دم زدن میں ترے جلوے نے کیا کام تمام
شوق آمادہ پیکار نہ ہونے پایا

اس سلیقے سے کیا ذبح کہ دامن ان کا
خون عشاق سے گل نار نہ ہونے پایا

بے خود شوق تھے سب دور میں تیرے کوئی
خواہش مے کا گنہگار نہ ہونے پایا

ہم بھی سمجھیں گے ہوس بتاں نے حسرت
حل جو یہ عقدہ دشوار نہ ہونے پایا

1916ء

☆☆☆

ہر لحظہ ہے تصور اے رشک حور تیرا
آنکھوں میں نور تیرا دل میں سرور تیرا
فریاد غم نہیں ہے میری دعائے مضطر
اب نام بھی نہ لوں کیا میں ناصبور تیرا
دنیائے عاشقی میں ہر دم رہے مبارک
مجھ کو خشوع میرا تجھ کو غرور تیرا
بے باکی عدو سے ناحق ہے بدگماں دل
جب دشمن ہوس ہے حسن غیور تیرا
محفل میں ان سے کی ہوں گی گستاخیاں کسی نے
پر وہ یہی کہیں گے سب ہے قصور میرا
بیتاب دل کے ہاتھوں سے کیوں اے اسیر الفت
پھر اس گلی میں جانا ٹھہرا ضرور تیرا
کاہے کو رشک دل کی اب انتہا رہے گی
شہر پہنچ گیا ہے جب دور دور تیرا
رکھ لے مری بھی یارب شرم گنہگاری
ہے پردہ پوش عصیاں رحم غفور تیرا
کر کے وہی رہے گا جو دل میں ٹھان لی ہے
روشن ہیں ہم پہ حسرت عزم امور تیرا

النّاظر لکھنو 1916ء

☆☆☆

جو راہ غم میں ترا پائمال ہو نہ سکا
وہ باریاب مقام کمال ہو نہ سکا

انہیں منا کے بھی اظہار ہو نہ سکا
قبول عذر سے رفع ملال ہو نہ سکا

جفا سے باز نہ آئے تم اور کیوں آتے
کہ ہم سے ترک وفا کا خیال ہو نہ سکا

وہ جب ملے تو مجھے شادمان غم پایا
مرے ملال سے ان کو ملال ہو نہ سکا

قبول سب نے وہی کی سنی جو آپ سے بات
کسی کو حوصلہ قیل و قال ہو نہ سکا

وہ ابتدائے محبت وہ انتہا کے مزے
کہ جس میں لڑکے خیال مال ہو نہ سکا

کہاں سے آئی خدا جانے زلف یار کی بو
کچھ امتیاز نسیم و شمال ہو نہ سکا

بڑھا تو خوب مگر نار عاشق کا جلال
حریف جلوہ نور جمال ہو نہ سکا

جنون عشق میں حیرت سے کچھ کمی نہ ہوئی
وہ رنگ رخ جو اڑا تھا بحال ہو نہ سکا

حضور یار گئے بھی تو کیا ہوا حسرت
سلام کر نہ سکے ہم سوال ہو نہ سکا

☆☆☆

یاس کا دل پہ کچھ اثر نہ ہوا
قصہ شوق مختصر نہ ہوا
حسن کو عشق سے مفر نہ ہوا
لاکھ چاہا کہ ہو مگر نہ ہوا
عاشقی اس کی معتبر نہ ہوئی
جو ترا بندہ نظر نہ ہوا
کچھ ٹھکانا ہے اس تغافل کا
آپ کا جور بھی خبر نہ ہوا
اشک پیہم سے شوق بے حد کا
گوشہ آستین بھی تر نہ ہوا
اس نے وعدہ کیا یہی ہے بہت
شکوہ کیوں ہو وفا اگر نہ ہوا
مر مٹے ہم کہ دیں وہ داد وفا
اور جو اس کا بھی کچھ اثر نہ ہوا
نہ کھلے ہم سے پر آپ نہ کھلے
نہ ہوا اعتبار پر نہ ہوا
حال دل کی انہیں خبر نہ ہوئی
طائر شوق نامہ بر نہ ہوا
صرف دشمن وہ لطف ہوائے وائے

جو کبھی مرے حال پر نہ ہوا
کچھ نہ آیا ہمیں تو کیا اے عشق
یہ بھی اک طرح کا ہنر نہ ہوا
صدمہ پہنچا جو تجھ سے اے غم عشق
نفع جاں ہو گیا ضرر نہ ہوا
صرف عصیاں ہوا وہ لحظہ عمر
جو تری یاد میں بسر نہ ہوا
کچھ عجب چیز ہے وہ حسن عفیف
جو کبھی فتنہ نظر نہ ہوا
تم لب بام جلوہ گر نہ ہوئے
میں سر راہ بے خبر نہ ہوا
تاب نظارہ وگرنہ رہی
حسن پر غلبہ بصر نہ ہوا
ہے جہاں مدفن شہید وفا
واں کبھی آپ کا گزر نہ ہوا
خام ہے اس کی عاشقی جو عزیز
باخبر ہو کے بے خطر نہ ہوا
رہ گئی شرم بے کسی حسرت
مجھ پہ احسان اہل زر نہ ہوا

رسالہ خیال ہاپوڑ اگست 1916ء

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

شکوہ عشق جو ہم سے کسی عنواں نہ ہوا
حشر میں بھی وہ جفا کار پشیماں نہ ہوا

کامیابی نہ ہوئی اہل نظر کو کسی نصیب
روئے خورشید ہوا وہ رخ تاباں نہ ہوا

عالم جاں نہ ہوا روشن عرفاں جب تک
آفتاب ان کی محبت کا درخشاں نہ ہوا

دشمن زہد رہے حسن بتاں کے بندے
کفر الفت پہ کبھی غلبہ ایماں نہ ہوا

شکوہ جور کا دیتے ہو تغافل سے جواب
دشمنی یہ تو ہوئی مجھ پہ کچھ احساں نہ ہوا

وصل سے شوق کی شورش نہ ہوئی کم حسرت
ہے یہ وہ درد جو شرمندہ درماں نہ ہوا

☆☆☆

ہجر میں یاد جو وہ جلوہ نیکو آیا
چین پھر دل کو نہ اپنے کسی پہلو آیا

ہوش آنے پہ نہ پایا سر بالیں جو انہیں
دست افسوس پے پرسش زانو آیا

حسن خود بیں کے تغافل میں کمی کچھ نہ ہوئی
عشق مضطر کو نہ ایسا کوئی جادو آیا

مل گئی خاک میں سب آبروئے ناز و وفا
تعزیت کو بھی نہ وہ شوخ جفا جو آیا

کیا کہوں اشک کے کچھ دل کا عجب حال ہوا
نظر اس رخ پہ جو وہ طرہ گیسو آیا
تھا علی گڑھ کو جو یہ فخر کہ حسرت ہے یہاں
حیدر آباد کو ہے ناز کہ واں تو آیا

رسالہ تاج الکلام نجیب آباد دسمبر 1916ء

☆☆☆

مہرباں مجھ پہ جو وہ خسرو خوباں نہ رہا
اب کوئی میرے لیے ناز کا ساماں نہ رہا
دب گئی خاک معاصی میں ترے شوق کی آگ
دل میں وہ شعلہ جو بھڑکا تھا فروزاں نہ رہا
کچھ مری چاہ عجب چیز تھی ظاہر نہ ہوئی
یا ترا حسن عجب ہے کہ پنہاں نہ رہا
اب ہمیں تجھ سے مروت کی توقع نہ رہی
اب وہ انداز تری شان کے شایاں نہ رہا
میں جو مٹتا تو مٹتا ہے ترے عشق کا نام
فیصلہ پس مری تقدیر کا آساں نہ رہا
شان اسلام کی تخریب میں ساعی جو ہوا
حق تو یہ ہے کہ وہ جفا کار مسلماں نہ رہا
کوچہ عشق ہے مامون حوادث حسرت
اب تمہیں کچھ خطر گردش دوراں نہ رہا

رسالہ خطیب دہلی ستمبر 1916ء

☆☆☆

شوق مشتاق لقا صبر سے بیگانہ ہوا
جب سے مشہور ترے حسن کا افسانہ ہوا

ایک ہی کام تو یہ عشق سے مراد نہ ہوا
کہ ترے شیوہ تر کانہ کا دیوانہ ہوا

وصل جاناں نہ ہوا جاں دیے پر بھی نصیب
یعنی اس جنس گرامی کا یہ بیعانہ ہوا

بزم ساقی میں ہوئے سب یونہی سیراب سرور
مئے گل رنگ سے لبریز جو پیمانہ ہوا

حسن جاناں کے تصور سے بڑھی زینت دل
مقدم شہ سبب رونق کا شانہ ہوا

ہم فقیروں کی تواضع کو دعائیں دیجیے
کہ اسی سے تو مزاج آپ کا شاہانہ ہوا

پھر تیری یاد ہوئی موجب آرائش دل
للہ الحمد پھر آباد یہ ویرانہ ہوا!

خاک سے اس کی بنائی گئی اکسیر مراد
دل جو اس شمع شب افروز کا پروانہ ہوا

پیڑ پیر مغاں تھا میں یہاں تک حسرت
کہ فنا ہو کے بھی خاک رہ میخانہ ہوا

رسالہ نظارہ میرٹھ

☆☆☆

شغل مے سے فلک جناب ہوا
کون کہتا ہے کہ میں خراب ہوا
اثر مستی شباب ہوا
اب تو وہ حسن لاجواب ہوا
ہر گھڑی شیخ کو ہے فکر ثواب
یہ بھی اک طرح کا عذاب ہوا
یہ تیرے حسن کی مثال ملی
نہ مرے شوق کا جواب ہوا
پہلے اک ذرہ ذلیل تھا میں
تیری بسنت سے آفتاب ہوا
اب یہ کیوں آپ من کے پھر بگڑے
اب یہ کس بات پر عتاب ہوا
خواہش دید کامیاب ہوئی
چہرہ یار بے نقاب ہوا
نشہ میں راز عشق چھپ نہ سکا
روئے مقصود بے حجاب ہوا
آپ کے ہاتھ سے کرم یا ستم
جو ہوا مجھ پہ بے حساب ہوا
خاک ہو کر ملا یہ فخر کہ میں
تیرے توسن کا ہم رکاب ہوا

اب نہ وہ تم رہے نہ ہم افسوس
کیا زمانے کا انقلاب ہوا
مجھ کو اتنا ہی تم سے انس بڑھا
جس قدر تم کو اجتناب ہوا
ان کو دیکھا تو صبر دل حسرت
یک قلم صرف اضطراب ہوا

الناظر لکھنو — جولائی 1916ء

☆☆☆

لطف تو نے جو کیا بھی تو عجب کام کیا
دل دیوانہ کو سرگشتہ اوہام کیا
جس کو جو شے تھی سزاوار خدا نے بخشی
مجھ کو جانباز کیا تجھ کو دلارام کیا
بھر گئی نور سے تاریک شب منتظراں
جلوہ اس روئے نکو نے جو سر بام کیا
ہوس و عشق میں کچھ فرق نہ رکھا تو نے
غمزہ خاص کو بدنام کیا عام کیا
یہ بھی اک ڈھب ہے منانے کا کہ ہنگام سحر
آئے وہ آنے کا وعدہ جو سر شام کیا
بڑھ گئی آج امیری سے فقیری اپنی
کہ شاہ حق نے مجھے داخل خدام کیا

کچھ محبت بھی عجب شے ہے کہ حسرت سا غیور
اور اسے آپ نے خوکردہ دشنام کیا

اخبار ہمدرد دہلی 1915ء

☆☆☆

وصل میں بھی تو وہی ہے دل کی شان اضطراب
عیش حاصل ہو رہا ہے رایگان اضطراب
شوق بے حد کے ارادوں سے واقف حسن ناز
شرم خوباں سب سمجھتی ہے زبان اضطراب
رحم سے بیگانہ ہے تمکین بے پروائے دوست
کر چکے ہیں بارہا ہم امتحان اضطراب
حسن ہر حالت میں غالب عشق ہے مغلوب حسن
آپ کی شوخی سے ناحق بدگمان اضطراب
کب بر آئے گی سکون جاں مضطر کی امید
کب بسر آئے گا یا رب یہ زمان اضطراب
بے قراری ہے مناسب تھی ترے ناکام کو
ہو گیا ہے سود مایوسی زبان اضطراب
ہے غضب اس شہسوار حسن کا فتراک ناز
دل ہے جس میں اک شکار نیم جان اضطراب
حوصلے اب تک وہی ہیں خاطر بے تاب کے
ناتوانی میں بھی ہے باقی تو ان اضطراب

اب ملے گا جلد حسرت ساحل بحر فنا!
کشتی غم میں لگا ہے بادبان اضطراب

رسالہ نظارہ میرٹھ جنوری 1913ء

☆☆☆

جان کو صبر ہے نہ دل کو ہے تاب
تو نہیں ہے تو زندگی ہے خراب
دانش جہد زہ کوش ہے ناکام
عشق درکار ہے وورائے حجاب
ہجر ساقی میں گریہ سحری!
خوب ہو گا بجائے شغل شراب
دیکھیے دل پہ کیا بناتا ہے
تیری فرقت میں یہ ہجوم سحاب
مر مٹیں آرزوئے یار میں ہم
ہے یہی عاشقی کا لب لباب
چشم رنداں سے روز ابر ہوئی
ہجر ساقی میں بارش خون ناب
میکدے میں ہے اک بپا حسرت
محشر نائے و نوش و چنگ و رباب

بہ تقلید انداز شاہ نصیر دہلوی نظارہ لاہور جولائی 1916ء

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

میری طینت میں ہے داخل ہوس جام شراب
بندہ پیر مغاں ہو خس جام شراب!

نشہ مے سے بڑھے شوق کی مستی ساقی
نظر لطف بھی اک ہو جو پس جام شراب

فلک عیش پہ دم بھر میں گیا شخص دماغ
کس غضب کا تھا سکر فرس جام شراب

ہم کہ ایک قطرہ مے کو بھی ترستے ہیں مدام
ہم سے قسمت میں ہے بڑھ کر مگس جام شراب

قید مینا سے نہ مے چھوٹ کے بھی آئی مجھ تک
حائل اک اور تھی حد قفس جام شراب

مے سے محروم کہاں تک رہے پیمانہ سے
تجھ سے زیادہ ہے اے داد رس جام شراب

ہے تو موجود مگر پی نہیں سکتے حسرت
بن گیا ہے غم دوری عسس جام شراب

اخبار مساوات الہ آباد اکتوبر 1916ء

☆☆☆

خیل خوباں میں گو جمیل ہیں سب!
پر تیرے حسن کے قتیل ہیں سب!

ظرف عالی معاندوں میں کہاں
سب دکان دار ہیں ذلیل ہیں سب

لاؤں قسمت کہاں سے غیروں کی

تیری محفل میں جو دخیل ہیں سب
جلوہ حق سے بے خبر زاہد
محو تسنیم و سلسبیل ہیں سب
ہجر کے دن فراق کی راتیں
کاٹے کٹتی نہیں طویل ہیں سب
روبرو تیرے حسن خوباں کے
جتنے دعوے ہیں بے دلیل ہیں سب
فیض تاثیر عشق سے حسرت
تیرے اشعار بے عدیل ہیں سب

نئی روشنی الہ آباد اکتوبر 1916ء

☆☆☆

آج سن کے میرے نالوں کو زراہ التفات
زیر لب اس نے بھی کھینچی ایک آہ التفات
کم نگاہی عشق سے ہے فرض کیش دلبری
حسن سے کیوں کر ہو پھر سر زد گناہ التفات
دوستی اس فتنہ دوراں کی ہے یا دشمنی
جان برباد کرم ہے دل تباہ التفات
ہیں دل عشاق جب آگاہ رسم حسن و عشق
بے رخی ہے ان کی ناحق عذر خواہ التفات
شوق کا حسن عقیدت دیکھنا اکثر ہوا
تیری بے پروائیوں پر اشتباہ التفات

ہے مجھے کافی تبسم اس نگار ناز کا!
ہو رقیبوں کو مبارک قاہ قاہ التفات

ختم تھا جس پر کبھی انداز حسن دلبری
آہ اب لاؤں کہاں سے وہ نگاہ التفات

شیوہ ہائے دل نوازی میں ہیں آنکھیں ان کی طاق
ایک ہے مہر توجہ ایک ماہ التفات

ہے دل دیوانہ حسرت ہلاک آرزو
اس طرف بھی اے ستم گر نگاہ التفات

☆☆☆

فرقت میں تیری ہیچ ہے شان شب برات
اک آگ سی لگی ہے بجان شب برات

کچھ طرفہ درد دل کی فراہم ہیں لذتیں
ہوتا ہے شام غم پہ گمان شب برات

حیراں نہ میری بھول پہ ہوں خفتگان خاک
مجبور خود ہوں میں بہ زبان شب برات

کچھ شوق حرب و ضرب کا باقی تو ہے نشاں
گویا کہ سود جاں ہے زیان شب برات

حسرت شنیدنی ہے مرے سوز غم کا حال
دوران ہجر میں بہ زمان شب برات

☆☆☆

وہ بگڑے بہت بدگمانی کے باعث
نہ تڑپے جو ہم ناتوانی کے باعث
خفا آپ کیوں ہیں خطا میری کیا ہے
کھلیں کچھ تو اس سرگردانی کے باعث
میں بیدل ہوں ناحق کہ مجبور ہیں وہ
ستم کیشی نوجوانی کے باعث
نہ سمجھو ہمیں حال پر اپنے راضی
کہ ہم چپ ہیں آزردہ جانی کے باعث
ملے کھل کے وہ مثل بیگانہ حسرت
ہم اچھے رہے بے زبانی کے باعث

☆☆☆

وصل کی رات خرمی کا رواج
شوق کا آج عرش پر ہے مزاج
آج مملوک حق میں سب وہ شریر
کل تلک تھے ابھی جو صاحب تاج
دست برد غم فراق سے آہ
ہو گئی کشت آرزو تاراج
غلبہ کذب متحد معلوم
حق ہے بیخوف کثرت افواج
سب نے آخر خدا پہ چھوڑ دیا
تیرے بیمار کا ہوا نہ علاج

چھپ گئے سب ستارگان کمال
کہ عرب سے ہوا طلوع اسراج
لائے ہیں عاشقان باجگذار
نذر حسرت کو آنسوؤں کا خراج

النا ظر لکھنو جولائی 1916ء

☆☆☆

قبول ستم سے ہے انکار صالح
کروں کیوں نہ میں اس کا اقرار صالح
رضا کاری حق پہ رحمت خدا کی
اسی کا ہوں میں اک طلب گار صالح
بہت ہم نے دیکھے ہیں عباد فاجر
بہت ہم نے پائے ہیں فجار صالح
مصائب کی برداشت رو جفا میں
اسی کو تو کہتے ہیں ایثار صالح
ولایت کا دعویٰ نہیں مجھ کو لیکن
ہے اتنا کہ ہوں اک گنہگار صالح
میں زار ہوں عقل ساکن سے حسرت
دل مضطرب ہے مرا یار صالح

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

تسکین مدعا کے لیے اک دوا ہے تلخ
ظاہر میں گرچہ وہ سخن آشنا ہے تلخ

شیرینی مراد نتیجہ ہے صبر کا
ہر چند اس ثمر کا بظاہر مزا ہے تلخ

مرغوب جاں ہیں شوق کی ایذا نصیبیاں
شیریں ہے کام یاس کہ زہر فنا ہے تلخ

اظہار لطف یاور پہ اے دل نہ جائیو
بیٹھا یہ ابتدا ہی میں ہے انتہا ہے تلخ

حسرت گراں ہے خلق پہ گو سہل ہے نماز
بدلا ہے ان کے منہ کا مزا یوں غذا ہے تلخ

رسالہ انظامیہ لکھنو جولائی 1916ء

☆☆☆

وقف حق ہے نہیں مرید مراد
طاعت عاشقان پاک نژاد

دل پس ماندگاں نہ ہو ناشاد
چل رہی ہے ہنوز باد مراد

بڑھ گیا حسن کا تغافل ناز
یہ ملی میرے صبر شوق کی داد

اب تو راہ رضائے حق میں قدم
رکھ دیا ہم نے ہر چہ بادا باد

ان کی تھی میرے حال دل پہ نظر

آہ اس عہد التفات کی یاد
بڑھ گیا راہ عاشقی میں جنوں
رہ گئے صاحبان بست و کشاد
کچھ نہیں ہے تری رضا کے سوا
خواہش عاشق خجستہ نہاد
اصل اصلاح ہے وہی حسرت
جس کو سمجھے ہیں اہل جور فساد

رسالہ البلاغ کلکتہ 1915ء

☆☆☆

غم سے نہیں ایک دل بھی آزاد
فریاد زبردست عشق فریاد
عاشق ہوئے اور مر مٹے ہم
اپنی تو یہ مختصر ہے روداد
ہو گا کیسے جان دینے میں عذر
ارشاد اور آپ کا پھر ارشاد
جان باز ہے عشق حسن دلبر
یہ دونوں امور ہیں خداداد
اس چشم نے دلبری کے شیوے
سب سیکھ لیے بغیر استاد
رہنے لگی ان کی یاد ہر دم
اب اور ہمیں رہے گا کیا یاد

پردے میں ستم کے لطف حسرت
ہے اس بت حیلہ جو کا ایجاد

ایضاً ایضاً

☆☆☆

دل کشتہ غم ہے جاں برباد
مایوس فراق ہوں میں ناشاد
عاشق کا ہے کام جاں دینا
اپنا بھی ہے اس خیال پہ صاد
با نرمی حسن و گرمی و خو!
اس ذات میں ہیں صفات اضداد
بھولے ہمیں اور سب فسانے
اک قصہ آرزو رہا یاد
ہو حسن کہ عشق سب ہیں فانی
شیریں ہی رہی رہا نہ فرہاد
احرار وطن پرست و حق کوش
تھا جن سے دیار مصدق آباد
سب ہو گئے بند ایک حسرت
باقی ہے ...... ابو الکلام آزاد

اخبار صداقت کلکتہ اکتوبر 1916ء

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

نامہ شوق کے اندر جو نہاں ہے کاغذ
ورق سادہ حسرت ہے کہاں ہے کاغذ
بسکہ تھا اس میں رقم خواہش دیدار حال
چہرہ یار کی جانب نگراں ہے کاغذ!
خط نہ لکھنے کا نیا عذر یہ نکالا حسرت
جنگ یورپ میں وہ کہتے ہیں گراں ہے کاغذ

رسالہ نظارہ لاہور اکتوبر 1916ء

☆☆☆

شکن جب سے دیکھی ان کی جبیں پر
عجب صدمہ ہے جان اندوہگیں پر
نہ چھوٹے گی اب دختِ زر ہم سے ساقی
کریں گے عمل تیری رائے رزیں پر
یہ جانیں ہیں عشاق کی یا ہے افشاں
پڑی ہے جو اس گیسوئے عنبریں پر
عجب اس کی خوشبو ہے کچھ روح پرور
وہ پوشش جو تھی اس تن نازنیں پر
کچھ آئی تو ہے ترک مے پر طبیعت
نہ مچلے جو رنگینی سا تگیں پر!
نہ کرنا صحا ضبط غم کی نصیحت
کہ ہے صبر دشوار جان حزیں پر
بہت ہم نے ڈھونڈا مگر مثل تیرا

نہ پایا کہیں اور روئے زمیں پر
مرے گریہ خوں کی سب لالہ کاری
نمودار ہے دامن آستیں پر
ہوئی اس میں اک گرمیِ شوق پیدا
پڑی جو نظر اس رخ آتشیں پر
تماشائے خوباں سے اتنا تغافل
صدا افسوس اس زہد خلوت نشیں پر
نثار اس پہ حسرت مری جانِ شیریں
تبسم جو ہے اس لبِ شکریں پر

اخبار صداقت کلکتہ اگست 1916ء

☆☆☆

میں مبتلائے رنجِ وطن ہوں وطن سے دور
بلبل کے دل میں یاد چمن ہے چمن سے دور
آشفتہ کس قدر ہے پریشاں کس قدر
دل ہے جو اس زلفِ شکن در شکن سے دور
ہے ہجر بھی وصال زہے خوبیِ خیال
بیٹھے ہیں انجمن میں تری انجمن سے دور
سب یاد ہیں فریب محبت کے واقعات
اب دل رہے گا اس نگہ سحر فن سے دور
فرقت میں ان کی بوئے گل اے بادِ نو بہار
آئے بھی تو رہے مرے بیت الحزن سے دور

رعنائی خیال کو ٹھہرا دیا گناہ
زاہد بھی کس قدر ہے مذاق سخن سے دور
غالب کی طرح رہ گئی حسرت مری بھی شرم
مارا دیار غیر میں مجھ کو وطن سے دور

☆☆☆

آخر کار ہوئی ان پہ وفا کی تاثیر
گریہ نیم شبی میں تھی بلا کی تاثیر
ہیں اسی حال میں اب تک تری فرقت کے مریض
کچھ نہ ہوتی ہے دعا کی نہ دوا کی تاثیر
وہ بھی دل تھام کے رہ جائیں جو سن پائیں کہیں
ہے غضب اپنی فقیرانہ صدا کی تاثیر
ایک ہی جام میں ساقی نے ہمیں رام کیا
کر گئی کام مئے ہوش ربا کی تاثیر
شوق کی ایک نظر میں وہ ہوئے سب کامل
جن پہ برسوں نہ ہوئی صدق و صفا کی تاثیر
راہ جنت سے پھری عاشق مہجور کی روح
کچھ عجب چیز تھی اس بوئے بتا کی تاثیر
اب وہ کرتے ہیں جفا بھی تو ہمیں پر حسرت
بارے اتنی تو ہوئی آہ رسا کی تاثیر!

رسالہ زمانہ کانپور ستمبر 1916ء

☆☆☆

تیر غم کا ہے دل نشانہ ہنوز
شیوہ جاں ہے عاشقانہ ہنوز

دل میں اب تک ہے عیش وصل کی یاد
لب پہ ہے شوق کا ترانہ ہنوز

آہ وہ ماجرائے راز و نیاز
جس کا باقی ہے اک فسانہ ہنوز

عشق تھا باریاب خدمت حسن
ہم کو ہے وہ زمانہ ہنوز

قائم اب تک ہے اعتبار جنون
چل رہا ہے یہ کارخانہ ہنوز

شوق کے در پہ ہیں ابھی سے ہجوم
یار ہے اندرون خانہ ہنوز

سرخی چشم یار سے ہے عیاں
اثر مستی شبانہ ہنوز

دیدنی ہیں وہ بال صبح وصال
جن تک آیا نہیں شانہ ہنوز

آشکارا است بر جبین نیاز
نور آں خاک آستانہ ہنوز

نعرہ گوئی کی شان میں حسرت
تیرے اشعار ہیں یگانہ ہنوز

☆☆☆

اور تو کیا ہے ترے عاشق بیمار کے پاس
اک ترا درد سو وہ بھی ہے دل زار کے پاس

ہے کلید در میخانہ مقرر اے شیخ!
وہ جو پنہاں ہے ترے گوشہ دستار کے پاس

ان کو ہوتی نہ مرے سوز محبت کی خبر
کچھ بھی ہوتا جو اثر آہ شرربار کے پاس

قابل سیر نہیں گلشن دنیائے دنی
شاہد گل ہے جہاں خاک بسر خار کے پاس

مے پرستوں کو رہا پھر نہ کسی بات کا ہوش
بوئے مے کچھ بھی عجب خانہ خمار کے پاس

اک ترے عشق کی دولت ہے مرے پاس وہ شے
جو نہ اخیار کے پاس نہ ابرار کے پاس

رشک اس طرہ گیسو پہ ہیں کیا کیا مجھ کو!
وہ لٹکتا جو پڑا ہے تیرے رخسار کے پاس

رحمت حق کے لیے نذر نہیں اور کوئی
شرم عصیاں کے سوا جان گنہگار کے پاس

کیا کیا تو نے حسرت کے دل اپنا چھوڑا
ایسے عیار ستم گار جفا کار کے پاس

رسالہ ترجمان لاہور جولائی 1916ء

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved 2002-2006

☆☆☆

کچھ نہ دامن کی خبر ہے نہ گریبان کا ہوش
دل و دیں کا ترے عاشق کو نہ ہے جان کا ہوش

جائے افسوس ہو کیوں بے سروسامانی دل
مذہب عشق میں جائز نہیں سامان کا ہوش

بزم ساقی میں چلیں بھی تو کہیں حضرت شیخ
شرط ہم کرتے ہیں رہ جائے جو ایمان کا ہوش

نشہ حسن سے بے ہوش ہے وہ مست شباب
نہ کرم کا ہے اسے ہوش نہ احسان کا ہوش

خون دل سے ہو وضو تب ہو محبت کی نماز
کچھ نہیں غیر ہوس پیشہ کو ارکان کا ہوش

ہم چلے تھے کہ کریں دل شکنی کا دعویٰ
ان کو دیکھا تو رہا کچھ بھی نہ تاوان کا ہوش

خون حسرت جو کیا تو وہ نادم ہیں بہت
کچھ نہ مہندی کی خبر ہے نہ انہیں پان کا ہوش

اخبار نئی روشنی الہ آباد اگست 1916ء

☆☆☆

کیوں نہ قبول ہو جائے خلوص
کہ اثر خود ہے خاک پائے خلوص
عشق ناکام بھی نہیں ناکام

وہ جو ہو جائے رہنمائے خلوص
غیر کی بات خوب مان گئے
نہ سنی میری التجائے خلوص

ان کے دل پر نہیں تو کچھ بھی نہیں
اثر نالہ رسائے خلوص

عشق اغیار تھا جو پیش نظر
کچھ نہ سمجھے وہ مدعائے خلوص

کیا نہ ہوں گے کبھی وہ مائل رحم
نہ ملے گی کبھی جزائے خلوص

بے کسی ہائے عاشقی کا سلام
جن پہ قائم ہوئی بنائے خلوص

ہم ہیں عہد ازل سے ان کے مرید
ابتدا سے ہے انتہائے خلوص

میرا ان کا معاملہ حسرت
سربسر اک ہے ماجرائے خلوص

☆☆☆

کچھ نہ ابدال سے پہنچا ہے نہ اوتاد سے فیض
جس کو پہنچا ہے سو پہنچا ہے تری یاد سے فیض

لذت درد محبت ہے مری جان پہ ختم!
جس نے پایا ہے ترے شیوہ بیداد سے فیض

تیرے گیسو کی اڑا لائی تھی خوشبو جو نسیم

مجھ کو پہنچا ہے اسی نکہت برباد سے فیض
دولت غم سے جو معمور ہیں عشاق کے دل
سب نے پایا ہے مری خاطر ناشاد سے فیض
غالب و مصحفی و میر و نسیم و مومن
طبع حسرت نے اٹھایا ہے ہر استاد سے فیض

☆☆☆

سخت مشکل ہے عشق یار کی شرط
جان زار و دل فگار کی شرط
دیکھ لیتے ہیں اب وہ نامہ شوق
ہے مگر پھر بھی اختصار کی شرط
سب ہے منظور عشق ایک نہیں
سخن تلخ و ناگوار کی شرط
مستی حسن کو ضرور نہیں
مے رنگین و خوشگوار کی شرط
بن گیا کام ہو گئی پوری
کرم یار بختیار کی شرط
کون پوری کرے تمہارے سوا
شوق بے صبر و قرار کی شرط
منزل عشق طے کرو حسرت
گل کی یاں شرط ہے خار کی شرط

☆☆☆

نہ کر بزم ساقی میں انکار واعظ
بگڑ جائیں گے رند مے خوار واعظ
ملامت نہ کر دیکھ بے کار واعظ
کہ ہے ترک مے ہم سے دشوار واعظ
نہ قائل ہوئے تھے نہ ہوں گے زمیں ہم
بڑھاتا ہے ناحق کو تکرار واعث
نہ الجھے گا پھر ہم خراباتیوں سے
اگر کچھ بھی ہو گا سمجھ دار واعظ
یہ ظاہر کا سب زہد و تقویٰ ہے حسرت
حقیقت میں یاروں کا ہے یار واعظ

☆☆☆

جل بجھی تب جا کے ٹھہرا اگر یہ تاثیر شمع
تھا خیال سوزش پروانہ دامن گیر شمع
تا قیامت رہے قائم مری سرکار کا باغ
وہ جسے کہتے ہیں سب حضرت انوار[1] کا باغ
خاص آرام گاہ حضرت وہاب[2] و شہید[3]
شاہ رزاق[4] و اعلی شاہ[5] ابرار کا باغ

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006

در و دیوار سے یاں جلوہ حق کی نمود
ہے بجا خلق میں مشہور یہ انوار کا باغ

مے عرفاں کی لگتی رہتی ہے ہر وقت سبیل
جائے رحمت ہے یہ رندان قدح خوار کا باغ

ثمر دیں ہے یہاں یا شجر طیب عشق
باغ بھی کون ہے یہ نور کے اشجار کا باغ

اہل دل کہتے ہیں سرکردہ عشاق [6] جسے
عاشقو ہے یہ اسی قافلہ سار کا باغ

ہدیہ حسن عقیدت میں یہ گل ہائے خلوص
نذر رزاق ہے حسرت مرے اشعار کا باغ

مخزن لاہور نومبر 1916ء

☆☆☆

---

[1] مولانا انوار الحق سلسلہ رزاقیہ قادریہ کے ایک ممتاز بزرگ تھے ان باغ فرنگی محلی کا قبرستان ہے اسی میں مولانا حسرت دفن ہوئے اور اس لیے وہ انوار کا باغ کہلاتا ہے اشارہ اس باغ کی طرف ہے [2] پیشوائے عشاق حضرت مولانا شاہ عبدالرزاق [3] مولانا عبدالوہاب مرشد مولانا حسرت [4] مولانا قطب الدین شہید [5] مولانا انوار الحق کے جانشین مولانا عبدالوالی [6] یہ اشارہ بھی حضرت شاہ عبدالرزاق کی طرف ہے۔

وہ تو کر دیں مرا قصور معاف
میں ہی کہتا نہیں حضور معاف

حشر میں بھی نہ ہو گا واعظ کا
گنہ آرزوئے حور معاف

حد نہیں ہے مرے گناہوں کی
پھر بھی کر دے جو وہ غفور معاف

میں ہوں تیری جفا سے بھی راضی
شکوہ عقل بے شعور معاف

سادگی ہم گناہ گاروں کی
سب کرا لائے گی قصور معاف

ہو فرد کچھ تو انتظار کی آگ
گریہ شوق ناصبور معاف

میں نے اقبال جرم عشق کیا
اور انہوں نے کیا ضرور معاف

کیا کرے تو خطائے شوق پہ رحم
نہ کرے جب ترا غرور معاف

ان کے قدموں پہ گر بھی جا حسرت
یوں نہ ہو گا ترا قصور معاف

☆☆☆

کیوں نہ ہو اپنے اشتیاق میں فرق
آ گیا آپ کے مذاق میں فرق

مجھ سیہ بخت کے لیے نہ رہا!
روز ہجر و شب فراق میں فرق

Iqbal CyberLibrary.Net All rights reserved. 2002-2006

تم جو ہم سے ملے تو وہ بھی ملا

نہ ہوا غیر کے نفاق میں فرق

ہو گیا ہم میں ان میں فرق مگر

نہ ہو اشوق و اشتیاق میں فرق

یاد رہنے لگی تری ہر دم

آ گیا صدمہ فراق میں فرق

جب ملے وہ ملی نظر سے نظر

نہ پڑا حسن اتفاق میں فرق

وہ جفا کار اور وفا حسرت!

ترے اب تک نہیں مراق میں فرق

☆☆☆

دل تیری طلب میں رہے بیتاب کہاں تک

اے بے خبر اے دشمن احباب کہاں تک

اب میں ہوں خنک جلوہ مہتاب کا خواہاں

نظارہ خورشید جہاں تاب کہاں تک

ہے کب سے مہیائے جفا گردش گردوں

بیدار ہو اے محو طرب خواب کہاں تک

ٹلنے سے رہیں شوق کی بیباک نگاہیں

شرمائے گی وہ نرگس سیراب کہاں تک

محروم ہے اب تک ترے دیدار سے حسرت

آنکھوں کی یہ پابندی آداب کہاں تک

☆☆☆

دیدنی ہیں دل خراب کے رنگ
آہ اس چشم پر حجاب کے رنگ
فصل گل میں پڑیں تو خوب کھلیں
خرقہ زاہد پر شراب کے رنگ
شوق مے دل میں لب پہ ہجو شراب
ہم پہ روشن ہیں سب جناب کے رنگ
نہیں توبہ کی خبر......ہیں جو یہی!
جوش ہنگامہ سحاب کے رنگ
زہد و اصرار اجتناب گناہ
جس سے پیدا ہیں ارتکاب کے رنگ
کل کے مقبول آج ہیں مردود
آہ اس دور انقلاب کے رنگ
قابل دید ہیں وصال کی شب
آرزو ہائے کامیاب کے رنگ
چہرہ عاشقی ہے پژمردہ
کیا ہوئے وہ مئے شباب کے رنگ
مستی شوق یار سے ہے عیاں
سرخوشیہائے بے حساب کے رنگ
خیال خوباں سے ایک میں بھی نہیں

آپ کے حسن لاجواب کے رنگ
میری مایوسیوں سے ہیں پیدا
کشمکش ہائے اضطراب کے رنگ
دل کے ہاتھوں بہت رہے ہیں خراب
حسرت خانماں خراب کے رنگ

رسالہ الناظر لکھنو جون 1916ء

☆☆☆

قومی دل، شادماں دل، پارسا دل
ترے عاشق نے بھی پایا ہے کیا دل
لگا دو آگ عذر مصلحت کو!
کہ ہے بیزار اس شے سے مرا دل
جفا کاری ہے تسلیم ستم بھی
نہ ہو گا تابع جور و جفا دل
غلط ہے قول عقل مصلحت کوش
نہ اس جانب کرے گا اعتنا دل
لگا کر آنکھ اس جان جہاں سے
نہ ہو گا اب کسی سے آشنا دل
مٹے افکار گونا گوں کے جھگڑے
ترے غم کو نہ دے کیوں کر دعا دل
نہ پہنچے گی کبھی کیا گوش گل تک
قفس سے اڑ کے فرما دعنا دل

توانائے صداقت ہے تو ہرگز
نہ ہو گا پیرو باطل مرا دل
بڑی درگاہ کا سائل ہوں حسرت
بڑی امید ہے میری بڑا دل!

الناظر لکھنو اگست1916ء

☆☆☆

کیا ہی شرمندہ چلے ہیں دل مجبور سے ہم
آئے تھے زن کی زیارت کو بڑی دور سے ہم
دیکھنا ایک نظر بھی انہیں ٹھہرا ہے گناہ
در خور عفو ہیں واقف نہ تھے دستور سے ہم
اس کے غم خوار بنے کیا کہ ہوئے خود بھی خراب
کاش مانوس نہ ہوتے دل رنجور سے ہم
یاد میں تیری نہ دنیا ہی سے بیزار تھا دل!
خلد میں بھی تو مخاطب نہ ہوئے حور سے ہم
ربط باہم کی ہو کیا شکل کہ آگاہ نہیں
دل رنجور سے تم خاطر مسرور سے ہم
غلبہ یاس نے اس درجہ ڈرایا ہے کہ اب
دور ہی بھاگتے ہیں عیش کے مذکور ہیں ہم
حسرت آئے گی تسلی کو یہاں روح شمیم!
قید میں آئے ہیں جھانسی لات پور سے ہم

☆☆☆

تصور میں وہ شوخ تھا ہم سے باہم
عجب لذت بے خودی تھی فراہم

سب آئے پر اک تو نہ آیا نہ آیا
ترا دیر دیکھا کیے راستا ہم

جدائی کی حد بھی کوئی ہے مقرر
رہیں تجھ سے اے یار کب تک جدا ہم

غم یار اے تیرے بسمل ہزاروں
ادھر بھی ہو اک وار تجھ پر فدا ہم

رہا بسکہ عشق بتاں مسلک دل
نہ جانا کسی نے کہ ہیں باخدا ہم

ترا ہو کے دل اب نہ ہو گا کسی کا
چھٹے سب جو تجھ سے ہوئے آشنا ہم

کہاں دل کہاں وصل جاناں کی خواہش
کجا وہ شہنشاہ خوباں کجا ہم

ترے ہوتے بیشک یہ ہے کفر نعمت
جو رکھیں کسی اور کا آسرا ہم

جہاں بٹتی ہے بادشاہ کی دولت
اسی در کے ہیں ایک حسرت گدا ہم

خطیب دہلی 1916ء

☆☆☆

جفا کو وفا سمجھیں کب تک بھلا ہم
اب ایسے بھی ان کے نہیں مبتلا ہم
عجب ہیں یہ راز و نیاز محبت
خفا کیوں ہوئے وہ ہیں اس پر خفا ہم

---

[1] عبداللہ خاں شمیم باندوی مدفن جھانسی

نہ شیریں و لیلیٰ نہ فرہاد و مجنوں
زمانے اب ایک یا تم ہو یا ہم
یہ کیا منصفی ہے کہ محفل میں تیری
کسی کا بھی ہو جرم پائیں سزا ہم
ترے جور کا ہے تقاضہ کہ دیکھیں
ابھی کچھ دنوں اور راہ قضا ہم
غریبوں سے کہتی ہے رحمت یہ ان کی
کہ ہیں بے نواؤں کے حاجت روا ہم
تری راہ میں مر مٹیں بھی تو کیا ہے
فنا ہو کے پائیں گے عیش بقا ہم
تری خوئے برہم سے واقف تھے پھر بھی
ہوئے مفت شرمندہ التجا ہم
امیری میں ہو یا فقیری میں حسرت

بہرحال ڈھونڈیں گے ان کی رضا ہم

☆☆☆

کریں کچھ نہ ہو جائیں تجھ پر فدا ہم
اب اس کے بھی لائق نہ ٹھہریں گے کیا ہم

دل و دین و جان محباں ہے حاضر
جو کچھ حکم عالی ہو لائیں بجا ہم

وہ ہیں درپے صلح پھر بھی خفا ہیں
یہ مطلب ہے ان کا کریں ابتدا ہم

شہادت نہیں ہے یہ شوق شہادت
اسی پر نہ کر لیں کہیں اکتفا ہم

دعائے غریباں کے اے سننے والے
ترے در پہ ہیں دیر سے جبہ سا ہم

اگر خود حق دل میں ہوتا تو ہرگز
نہ لاتے کبھی خطرہ ماسوا ہم

یہ باتیں کسی کی بنائی ہوئی ہیں
برا تجھ کو کس دل سے کہتے بھلا ہم

بیاں کیا کریں ان کی محفل میں شب بھر
جو دیکھا کیے دور سے ماجرا ہم

نکل جائیں کیش محبت سے حسرت
جو چاہیں کہیں درد دل کی دوا ہم

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

☆☆☆

ہم سے ہو پیروی حق کا سر انجام کہاں
دیکھیں اس صبح صداقت کی ہو اب شام کہاں

عشق میں صبر و سکوں ہے دل ناکام کہاں
اس دل آرام کی خواہش ہے تو آرام کہاں

خاص تعزیر کے لائق ہے گنہگاری عشق
در خور جاں ہے تری سرزنش عام کہاں

چند ناصح وہ سنے خوف ملامت ہو جسے
پاس ناموس کہاں عاشق بدنام کہاں

ترک آداب کا عشاق سے بے جا ہے گلہ
جب نہ ہو مورد الزام تو الزام کہاں

کشور ہند کہ مغلوب ریا ہے اس میں
نام ہی نام ہے اسلام کا اسلام کہاں

حسرت زار ہے اور کش مکش یاس و امید
اب وہ بالیدگی شوق کا ہنگام کہاں

☆☆☆

دیدار کی امید میں کرتا ہوں خطا میں
کس درجہ ہوں گرویدہ ارباب عطا میں

شاہوں کے تکبر سے بھی دب کر نہ رہا میں
کس بارگاہ خاص کا آخر ہوں گدا میں

دیکھے کوئی نیرنگ محبت کے یہ نقشے
کرتے ہیں جفا آپ تو دیتا ہوں دعا میں

اغیار میں اک رشک سے برپا ہے قیامت
حالانکہ ترے پاس نہ آیا نہ گیا میں

اس شوخ پشیماں نے رقیبوں سے بگڑ کر
چاہا تھا کہ پھر مجھ سے ملے پر نہ ملا میں

بے کار ہے اظہار غضب اہل ستم کا
ڈرتا ہوں میں ان سے نہ ڈروں گا نہ ڈرا میں

فریاد سراپا ہے مرے شوق کی ہستی
گویا ہوں اک آہ مسلسل کی صدا میں

تعزیر کے قابل نہیں گستاخی ارماں
اس راہ پہ جب تو نے چلایا تو چلا میں

آزردگی شوق بھی کیا شے ہے کہ حسرت
جانانہ کسی نے وہ خفا ہیں کہ خفا میں

رسالہ مخزن لاہور ستمبر 1916ء

☆☆☆

کیسے چھپاؤں راز غم دیدہ تر کو کیا کروں
دل کی تپش کو کیا کہوں سوز جگر کو کیا کروں

غیر ہیں گرچہ ہم نشیں بزم میں ہے تو وہ حسیں
پھر مجھے لے چلا وہیں ذوق نظر کو کیا کروں

غم کا نہ دل میں ہو گزر وصل کی شب یو یوں بسر

سب یہ قبول ہے مگر خوف سحر کو کیا کروں
حال مرا تھا جب بتر تب تو ہوئے نہ تم خبر
بعد مرے ہو اثر اب میں اثر کو کیا کروں
دل کی ہوس مٹا تو دی ان کی جھلک دکھا تو دی
پر یہ کہو کہ شوق کی بار دگر کو کیا کروں
شورش عاشقی کہاں اور مری سادگی کہاں
حسن کو تیرے کیا کہوں اپنی نظر کو کیا کہوں
حسرت نغز گو ترا کوئی نہ قدرداں ملا
اب یہ بتا کہ میں ترے عرض ہنر کو کیا کروں

تاج الکلام نجیب آباد اگست 1916ء

☆☆☆

اب میں دیکھوں یہ مجھ میں تاب کہاں
لے چلا ہے دل خراب کہاں
آپ ہوتے ہیں بے نقاب کہاں
شوق ہوتا ہے کامیاب کہاں
عارض بے خودی ہے رنج خمار
اب وہ مستی شراب کہاں
بے مثالی کی ہے مثال وہ حسن
خوبی یار کا جواب کہاں
چھوڑ دوں عفو حق پہ فکر گناہ
مجھ سے ہوتا ہے یہ حساب کہاں

حشر و پشتارہ ثواب کا بر
میں کہاں اور یہ عذاب کہاں
تھا جو مرغوب عاشقی حسرت
اب وہ ہنگام اضطراب کہاں

رسالہ صلائے عام دہلی ستمبر 1916ء

☆☆☆

پیرو مسلک و رضا ہوتے ہیں
ہم تری راہ محبت میں فنا ہوتے ہیں
شرم کر شرم کہ اے جذبہ تاثیر وفا
تیرے ہاتھوں وہ پشیمان جفا ہوتے ہیں
چھیڑتی ہے مجھے بیباکی کی خواہش کیا کیا
جب کبھی ہاتھ وہ پابند حنا ہوتے ہیں
نہ اثر آہ میں کچھ ہے نہ دعا میں تاثیر
تیر ہم جتنے چلاتے ہیں خطا ہوتے ہیں
اہل دل سنتے ہیں اک ساز محبت کی نوا
ہم تری یاد میں جب نغمہ سرا ہوتے ہیں
لذت درد نہ کیوں اہل ہوس پر ہو حرام
کہ وہ کم بخت طلب گار دوا ہوتے ہیں
کشور عشق میں دنیا میں نرالا ہے رواج
کام جو بن نہ پڑیں یاں وہ روا ہوتے ہیں
ہیچ ہم سمجھے دو عالم کو تو حیرت کیا ہے

رہتے عشاق کے اس سے بھی سوا ہوتے ہیں

جسم ہوتا ہے جدا جاں سے گویا حسرت
آسماں ان کو چھڑاتا ہے جدا ہوتے ہیں

☆☆☆

تیرے عاشق جو گرفتار بلا ہوتے ہیں
قید افکار سے فی الجملہ رہا ہوتے ہیں

اب جو بگڑے تو خوشامد نہ کریں گے ہم بھی
کہ منانے سے وہ کچھ اور خفا ہوتے ہیں

بے کہے حسن سے کہ جائیں گے ہم شوق کی بات
کچھ یونہی خوب مطالب یہ ادا ہوتے ہیں

ڈرتے رہتے ہیں کہ پہنچے نہ کہیں تم کو گزند
آہ کے بعد ہی ہم صرف دعا ہوتے ہیں

بات کیا ہے کہ شہ عشق کے منظور نظر
جب کبھی ہوتے ہیں تیرے ہی گدا ہوتے ہیں

یا تو ملتا نہیں ساقی سے ہمیں ایک بھی جام
یا جو ہوتے ہیں تو اک ساتھ عطا ہوتے ہیں

کامیابی رہ حق میں ہے مسلم ان کی
جو فنا ہو کے سزاوار بقا ہوتے ہیں

گر یہی آپ کی مرضی ہے تو خوش ہیں ہم بھی
لیجیے آج سے بے خوف سزا ہوتے ہیں

دل سے مجبور نہ ہوتا تو نہ آتا حسرت
آپ اس بات پہ ناحق کو خفا ہوتے ہیں

رسالہ معلومات لکھنو 1915ء

☆☆☆

حسن بے مہر کو پروائے تمنا کیا ہو!
جب ہو ایسا تو علاج دل شیدا کیا ہو

کثرت حسن کی یہ شان نہ دیکھی نہ سنی
برق لرزاں ہے کوئی گرم تماشا کیا ہو

بے مثالی کے ہیں یہ رنگ جو باوصف حجاب
بے نقابی پہ ترا جلوہ یکتا کیا ہو!

دیکھیں جو ہم بھی ترے حسن دل آرا کی بہار
اس میں نقصان ترا اے گل رعنا کیا ہو

ہم غرض مند کہاں مرتبہ عشق کہاں
ہم کو سمجھیں وہ ہوس کار تو بیجا کیا ہو

دلفریبی ہے تری باعث صد جوش و خروش
حال یہ ہو تو دل زار شکیبا کیا ہو

رات دن رہنے لگی اس ستم ایجاد کی یاد
حسرت اب دیکھیے انجام ہمارا کیا ہو

اخبار ہندوستان لکھنو مئی 1916ء

☆☆☆

سر یہ حاضر ہے جو ارشاد ہو مر جانے کو
کون ٹالے گا بھلا آپ کے فرمانے کو

دانش بخت ہے بے دانشی شوق کا نام
لوگ دیوانہ سمجھیں ترے دیوانے کو

بھول جاؤں میں نہیں ہو سکتا ناصح
آگ لگ جائیو ظالم ترے سمجھانے کو

دیکھ لیں شمع کو تاثیر وفا کے منکر!
جل بجھی خود بھی جلایا تھا جو پروانے کو

ہو کے سیراب کرم دل سے دعا دوں ساقی
ایک بار اور بھی دے میرے پیمانے کو

فرقت یار میں گھنگھور اٹھی ہے جو گھٹا
اشک خوں آنکھ بھی آمادہ ہے برسانے کو

دل یہ کہتا ہے میں ہوں درد محبت کا غلام
جس نے آباد کیا ہے مرے دیوانے کو

روح کہتی ہے مری جان ہے وہ نور جمال
کر دیا جس نے منور مرے کاشانے کو

برق کا قول مجھے یاد ہے اب تک حسرت
زندگی کہتے ہیں دنیا سے گزر جانے کو

ہمدم لکھنو اکتوبر 1916ء

☆☆☆

کامرانی تجھے مبارک ہو!

جاودانی تجھے مبارک ہو
اے ترا غم دلوں کو وجہ سرور
شادمانی تجھے مبارک ہو
جان فشانی مجھے نصیب رہے
دل ستانی تجھے مبارک ہو
ہجر میں یاد یار کی اے دل
میہمانی تجھے مبارک ہو
مرقد عاشقاں پہ آخر کار
گل فشانی تجھے مبارک ہو
باہزاراں جمال و حسن کمال
نوجوانی تجھے مبارک ہو
جام اول وہ پی کے خود بولے
جام ثانی تجھے مبارک ہو
ہم غریبوں کی خستہ حالی پر
مہربانی تجھے مبارک ہو
نکتہ سنجان عصر کی حسرت
قدردانی تجھے مبارک ہو

رسالہ نظام المشائخ دہلی 1916ء

☆☆☆

جن و ملک ہیں خدام درگاہ
رہتے سے تیرے ہو کون آگاہ

مقصد بر آئیں حسب دل خواہ

یک رہ ترحا □ مجھ پر بھی اے شاہ

بیٹھے ہوئے ہیں ہم بھی سر راہ

گزرے ادھر سے شاید وہ ذیجاہ

میں اور ولائے کنار گمراہ

استغفر اللہ استغفر اللہ

کافی ہیں تیرے سودائیوں کو

کانہائے روشن دلہائے آگاہ

اس نازنیں کی محفل میں اک دن

لے چل مجھے بھی اے شوق ہمراہ

فرقت کی شب میں کیا ہو جو حسرت

آ جائے مجھ تک وہ شوخ نگاہ

رسالہ النظامیہ لکھنو اکتوبر 1916ء

☆☆☆

دستگیری کا طلب گار ہوں شیئاً للہ

میر بغداد میں ناچار ہوں شیئاً للہ

حال دل شرم سے اب تک نہ کہا تھا لیکن

آج میں درپے اظہار ہوں شیئاً للہ

کرم خاص کے لائق تو نہیں میں پھر بھی

آپ کا غاشیہ بردار ہوں شیئاً للہ

آپ ہی کہئے کہ اب اور کہوں میں کس سے

بستۂ دامن سرکار ہوں شیئاً للّٰہ
مجھ سے اب دین کی پستی دیکھی نہیں جاتی
غلبۂ کفر سے بے زار ہوں شیئاً للّٰہ
پائے رفتن ہے نہ ہے ہند میں جائے ماندن
سخت مشکل میں گرفتار ہوں شیئاً للّٰہ
جلوہ پاک نظر آئے تو بر آئے مراد
تشنۂ شربت دیدار ہوں شیئاً للّٰہ
کیا کروں میری دعا بھی تو نہیں ہے مقبول
میں کہ اک فرد گنہگار ہوں شیئاً للّٰہ
غوث اعظم سے جو مانگو گے ملے گا حسرت
پس کہو حاضر دربار ہوں شیئاً للّٰہ

☆☆☆

روز و شب رویا کیے شام و سحر رویا کیے
رونے والے تیرے تجھ کو عمر بھر رویا کیے
بے وفائی سب سے کر کے تو نے دی داد وفا
تیری اس ہمت پہ تیرے نوحہ گر رویا کیے
خام کاری میں بھی تیری وضع داری کا تھا رنگ
یعنی ہم اس سے بھی کر کے درگزر رویا کیے
کچھ خبر ہے تجھ کو اے آسودہ خواب لحد!
شب جو تیری یاد میں ہم تا سحر رویا کیے
تیرے جیتے جی نہ جانی قدر تیری اے عزیز

اپنی اس تقصیر پر ہم کس قدر رویا کیے
جان محزون و دل پر غم کی حالت کیا کہوں
یاد کچھ کر کے جو باہم و دگر رویا کیے
برق لے کے مرنے کا حسرت واقعہ ایسا نہیں
کچھ نہ روئے آہ اگرہم عمر بھر رویا کیے

تذکرۃ الشعرا علی گڑھ جنوری 1915ء

☆☆☆

تمہید صلح شوق کے ساماں ہو گئے
جتنے تھے ان کو جو رسب احسان ہو گئے
حال قبول عذر سے برعکس ہو گئی
میں شوخ ہو گیا وہ پشیماں ہو گئے
تجدید لطف یار کی لذت میں کیا کہوں
شکوے تمام شکر کے عنوان ہو گئے
ان کی نگاہ قہر کو ہم نے منا لیا
پھر اس طرح کہ خود بھی حیران ہو گئے
حسرت جو کاروبار محبت یہی رہا!
سن لو گے ہم بھی صاحب دیوان ہو گئے

☆☆☆

ہر حال میں ناشادی دل یاد رہے گی

پابندی حرمان خدا دارد رہے گی
بے کار ڈراتے ہیں مجھے قید ستم سے
واں روح وفا اور بھی آزاد رہے گی
معمور غم عشق عجب دل کی ہے بستی
ہر چند اجاڑو اسے آباد رہے گی
انکار اور اک جرعہ صہبا سے بھی انکار
ساقی یہ تری کم نگہی یاد رہے گی
نسبت جزو کل کی ہے پہ دنیائے عمل میں
اقوام کو محتاجی افراد رہے گی

ا؎ عظمت اللہ برق مرحوم کانپوری

گھبرا کے کہا روح نے زندان جسد میں
کب تک ابھی اس قید کی معیاد رہے گی
میں ہوں وہ رضا جو کہ طبیعت مری حسرت
ناکامی جاوید سے بھی شاد رہے گی

اخبار زمیندار لاہور 1914ء

☆☆☆

گر وفا داری اغیار کا غوغا ہے یہی
جان سے ہم بھی گزر جائیں گے سو چاہیے یہی
خندہ اہل جہاں کی مجھے پرواہ کیا تھی

تم بھی ہنستے ہو مرے حال پہ رونا ہے یہی
ہم بھی ہوں درپے انکار تو کچھ دور نہیں
کہ ترے جور نمایاں کا تقاضا ہے یہی!
عین دانائی و حکمت ہے یہ نادانی دل
ہمت عشق فدا کار کا فتویٰ ہے یہی
اس قدر جلد جو پیمان وفا توڑ دیا
آپ ہی کہیے بھلا آپکو زیبا ہے یہی
مذہب عشق میں گنجائش تاویل کہاں
دین پہ حیف ہے گردین کا منشا ہے یہی
لے چلو ہم کو جدھر جائیں گے بے چون و چرا
مسلک اہل رضا جادہ تقویٰ ہے یہی
محفل ناز میں ہیں جمع بتان کافر
دل کی ہو خیر کہ اس بزم میں تنہا ہے یہی
دیکھ لیں نور خدا دیکھنے والے حسرت
یعنی اس چہرہ انوار میں چمکتا ہے یہی
مرمٹیں گے جو غم ہجر کی ایذا ہے یہی
اک نہ اک روز ترے عشق میں ہونا ہے یہی
آج اغیار ہیں جو یار تھے کل تک کیا خوب
آپ کے دامن انصاف پہ دھبا ہے یہی
ناگوارا ہے بہت تلخی ہجران لیکن
تم جو کہتے ہو گوارہ تو گوارا ہے یہی
یا ہماری ہی یہ قسمت ہے کہ محروم ہیں ہم

یا مگر ان کی محبت کا نتیجہ ہے یہی

یہ جو اک درد محبت کی خلش ہے حسرت

مقصد دل ہے یہی جان تمنا ہے یہی

رسالہ خیال 1918ء

☆☆☆

وہ عرض وصل پہ بگڑے حجاب کے بدلے

نگاہ ناز نے پہلو عتاب کے بدلے

اگر ہوا بھی تو الٹا اثر دعا میں ہوا

سکون یاس ملا اضطراب کے بدلے

خدا کی شان فقیروں کی یاد آئی تمھیں

کرم کیا ستم اجتناب کے بدلے

شب وصال شب ماہ گر نہیں تو نہ ہو

اک آفتاب جو ہے ماہتاب کے بدلے

وہ بے نقاب ہوئے بھی تو کیا ہوا کہ رہے

ہجوم حسن کے پردے نقاب کے بدلے

بلائے جاں میں شہیدوں کو تیرے حور و قصور

یہ کیا عذاب ملا ہے ثواب کے بدلے

فریب سب ہیں یہ آغاز عشق کے حسرت

وہ لیں گے اس کرم بے حساب کے بدلے

☆☆☆

تھا مژدہ بخشش الٰہی!
پیغام نسیم صبح گاہی

در پے ہے مرے وہ حق فراموش
ثابت ہوئی میری بے گناہی

ہے دل کی صلاح جاں فشانی
از راہ کمال خیر خواہی

کچھ ربط جمال و شوق کا حال
معلوم نہ ہو سکا کماہی

روز و شب ہجر میں نہیں اب
کچھ فرق سپیدی و سیاہی

جاری ہے دیار عاشقی میں
فرمان ہلاکی و تباہی

زیبائش حسن دلبراں ہے
یہ کم نگہی یہ کج کلاہی

از روئے خلوص ہو تو لاریب
دنیا طلبی ہے دیں سپاہی

دیتی ہے نگاہ یار حسرت
آگاہی راز کی گواہی

☆☆☆

ضبط ربط رہا ان کی سرگرانی سے
میں آشنا نہ ہوا عیش کامرانی سے

ہجوم یاس کا غلبہ ہے ناتوانی پر
جسے سکوں وہ سمجھے ہیں بدگمانی سے

حضور یار کرے عرض آرزو اے شوق
مجھے امید نہیں تیری بے زبانی سے

جمال یار کی رنگینیاں ادا نہ ہوئیں
ہزار کام لیا ہم نے خوش بیانی سے

انہیں سرور عالم سے کیا غرض حسرت
جو شادماں ہیں ترے غم کی مہمانی سے

تذکرۃ الشعراعلی گڑھ جنوری 1916ء

☆☆☆

جو دور سے بھی نظر تجھ پہ یار ہم کرتے
ہزار جان گرامی نثار ہم کرتے

ترے خیال سے باتیں ہزار ہم کرتے
غم فراز کو یوں خوش گوار ہم کرتے

ہوائے گل میں نہ پروائے خار ہم کرتے
رہ طلب میں قدم استوار ہم کرتے

کسی پر اپنی محبت کا حال کیوں کھلتا
نظر بھی ان پہ جو بیگانہ وار ہم کرتے

ابھی کچھ اور دم واپسیں ٹھہر جاتا
کچھ اور بھی جو ترا انتظار ہم کرتے

ترے ستم کی شکایت ضرور کیا تھی ہمیں

کہ شوق سے گلہ روزگار ہم کرتے
غبار راہ محبت اگر کہیں ملتا!
تو اس کو تاج سر افتخار ہم کرتے
اگر ذرا بھی انہیں مائل کرم پاتے
تو جان زار کو امیدوار ہم کرتے
وہ بار بار سزا جرم عشق پر دیتے
مگر قصور وہی بار بار ہم کرتے
دنیا کی وشت تمنا میں تھی فراوانی
وہ کہتے ہیں کہ کہاں تک شکار ہم کرتے
وہ وقت بھی کہیں آتا کہ عرض حال کے بعد
تیری جفا پہ تجھے شرمسار ہم کرتے
ترا خیال نہ دل سے کسی طرح جاتا
تجھے نہ بھولتے کوشش ہزار ہم کرتے
جو نام آپ کا لیتے سکون غم کے لیے
تو دل کو اور بھی کچھ بے قرار ہم کرتے
سمجھ کے چھوڑ دے بے حساب آخر کار
کہ دل کے داغ کہاں تک شمار ہم کرتے
ابھی سے تجھ پہ فدا ہو گئے تو غم کیا ہے
کہ یہ وہی ہے جو پایان کار ہم کرتے
بڑا گناہ ہے ترک مے سے شک میں پڑے
یقین رحمت آمرز گار ہم کرتے
عدد سے کیوں ہیں وہ راضی نہ کچھ کھلا حسرت

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

که پھر طریق وہی اختیار ہم کرتے

☆☆☆

تاثیر برق حسن جواان کے سخن میں تھی
اک لرزش خفی مرے سارے بدن میں تھی
واں سے نکل کر پھر نہ فراغت ہوئی نصیب
آسودگی کی جان تری انجمن میں تھی
اک رنگ التفات بھی اس بے رخی میں تھا
اک سادگی بھی اس نگہ سحر فن میں تھی
محتاج بوئے عطر نہ تھا جسم خوب یار
خوشبوئے دلبری تھی جو اس پیرہن میں تھی
کچھ دل ہی بجھ گیا ہے مرا ورنہ آج کل
کیفیت بہار کی شدت چمن میں تھی
معلوم ہو گئی مرے دل کو زراہ شوق
وہ بات پیار کی جو ہنوز اس دہن میں تھی
غربت کی صبح میں بھی نہیں ہے وہ روشنی
جو روشنی کہ شام سواد وطن میں تھی!
عیش گداز دل بھی غم عاشقی میں تھا
اک راحت لطیف بھی ضمن محن میں تھی
اچھا ہوا کہ خاطر حسرت سے مٹ گئی
ہیبت سی اک جو خطرہ دارو رسن میں تھی

☆☆☆

سرور دل عاشقاں ماہ خوبی
شہنشاہ خوباں ہے وہ شاہ خوبی
ترا حسن کیوں کر نہ ہو جان عالم
کہ ہے دل ربائی بھی ہمراہ خوبی
کوئی عاشقوں میں بھی ہم سا نہ ہو گا
وفادار خوباں ہوا خواہ خوبی
ہوئے جاتے ہیں بندہ عشق لاکھوں
زہے سطوت خوبی و جاہ خوبی
نہیں عیب کچھ ان میں اور ہو بھی حسرت
تو ہم لوگ ہیں صرف آگاہ خوبی

رسالہ ذخیرہ حیدرآباددکن اپریل1916ء

☆☆☆

غم زمانہ سے دل کو فراغ باقی ہے
ہنوز ان کی محبت کا داغ باقی ہے
نہ عیش کا نہ کچھ ارباب عیش کا ہے پتہ
نہ خانہ باغ نہ تفریح باغ باقی ہے
مسافران فنا کے نشان پا سے ہنوز
مقام اہل وفا کا سراغ باقی ہے
عبث ہیں سب یہ تقاضے ترے نسیم بہار

یہاں کسے ہوس باغ و راغ باقی ہ
نہیں جو قدر زمانے میں لحن بلبل کی
ہنوز غلغلہ بوم و زاغ باقی ہے
وہ ایک بار جو سونگھی تھی زلف پا کی بو
سو روح آج تلک تر دماغ باقی ہے
دل فسردہ حسرت میں اب وہ بات کہاں
شراب جوش کا خالی ایاغ باقی ہے

☆☆☆

اس درجہ تجھ مائل پرہیز نہ کرتے
ہم جور جو بے جا ترے انگیز نہ کرتے
اب منہ بھی دکھاؤ ہمیں اصرار نہ ہوتا
خود شوق کی تم آگ اگر تیز نہ کرتے
کچھ خاطر عشاق بھی منظور تھی ان کو
یوں ورنہ جفا ہائے وفا خیز نہ کرتے
ہم قول کے صادق ہیں اگر جان بھی جاتی
واللہ کبھی خدمت انگریز نہ کرتے
کافی تھی مجھے درد تہ جام بھی حسرت
کاسہ جو مرا مے سے وہ لبریز نہ کرتے

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

بہت خجل ہے ترے ورد سے دعا میری
یہ خوف ہے کہ نہ سن لے کہیں خدا میری

ہوئی ہے عشق میں عزت پس فنا میری
کرامتیں ہیں جو مشہور جا بجا میری

جدھر کو اب وہ چلائے وہی ہے راہ مراد
رضائے یار سے وابستہ ہے رضا میری

چھپے وہ مجھ سے تو کیا یہ بھی اک ادا نہ ہوئی
وہ چاہتے تھے نہ دیکھے کوئی ادا میری!

کہیں وہ آ کے مٹا دیں نہ انتظار کا لطف
کہیں قبول نہ ہو جائے التجا میری

نہ کیوں ہو عشق میں دعوائے امتیاز مجھے
کہ جور حسن سے منسوب ہے وفا میری

وہ بگڑے بیٹھے ہیں اس پر کہ ہم کو کیوں چاہا
ہوئی تھی گر تو یہ ثابت ہوئی خطا میری

کبھی چرا کے جو رو زن سے بھی تجھے دیکھوں
تو چور کی جو سزا ہو وہی سزا میری

وصال یار کی منزل قریب ہے حسرت
ہوئی ہے آرزوئے شوق رہنما میری

رسالہ انظامیہ لکھنو ستمبر 1916ء

☆☆☆

ان کو نہ کوئی سمجھے بیداد نہیں کرتے

ہم جور کے خوگر ہیں فریاد نہیں کرتے
دنیا جو ہو دلوادو آخر یہ ادا کیا ہے
انکار نہیں ہوتا ارشاد نہیں کرتے
سرپیش ستم اپنا ہرگز نہ فرو ہو گا!
اس کار غلاماں کو آزاد نہیں کرتے
اس پر بھی کچھ ایسا ہے راضی ہیں ہم دونوں
ہم شاد نہیں ہوتے تم شاد نہیں ہوتے
روح ان کی حقیقت میں ویران فراغت ہے
جو دل کو ترے غم سے آباد نہیں کرتے
کب سے در دولت پر ہوں منتظر رحمت
کچھ آپ مرے حق میں ارشاد نہیں کرتے
کر وقف بتاں حسرت ناحق نہ خلوص اپنا
اس جنس گرامی کو برباد نہیں کرتے

رسالہ ذخیرہ حیدرآباد دکن 1916ء

☆☆☆

میں ہوں کیا میری محبت کی حقیقت کیا ہے
اس نے یہ بھی تو نہ پوچھا کہ تری حالت کیا ہے؟
ہم کو واعظ یہ خبر سب ہے کہ جنت کیا ہے؟
کوچہ یار سے لیکن اسے نسبت کیا ہے؟
جس کو ذلت میں بھی عزت ہے سزا میں بھی مزا
کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ محبت ہے کیا؟

مجھ سے برگشتہ نہ ہوتے تو تعجب ہوتا
آپ کو عذر تغافل کی ضرورت کیا ہے؟
کیوں ہے درپردہ لگاوٹ جو بظاہر ہے گریز
نہ کھلا کچھ نگہ یار کی نیت کیا ہے؟
شادماں ہو کے ترے درد سے کہتا ہے یہ دل
ہے اذیت جونہی چیز تو راحت کیا ہے؟
خوف ہوا ان کو تو ہو حسن کی بدنامی کا
ہم ہیں عشق ہمیں پروائے ملامت کیا ہے؟
تم یہ پھر بھی تو نہ سمجھے کہ کرم ہے کیا شے؟
ہم نے بھی تو نہ جانا کہ شکایت کیا ہے؟
رند مے نوش کبھی صوفی صافی ہے کبھی
حسرت آخر یہ ترا رنگ طبیعت کیا ہے؟

الناظر لکھنو اکتوبر 1916ء

☆☆☆

جاں کہ پے دوست رواں ہو گئی
بے خبر کون و مکاں ہو گئی!
یاس ہے مایوس کہ چشم امید
پھر تری جانب نگراں ہو گئی
دلبری حسن ترے عہد میں!
فتنہ ہر پیر و جواں ہو گئی
پہلے تو ارزاں تھی متاع وفا

اب یہ مرے بعد گراں ہو گئی
کس کی گلی ہے یہ جہاں بارہا
روح میری نالہ کناں ہو گئی
کس کو یہ دیکھا کہ مرے دل کی آنکھ
قبلہ صاحب نظراں ہو گئی
یاد الٰہی میں کٹی تھی جو عمر
آج وہی نذر بتاں ہو گئی
ہم سے تھی مخصوص پر اب وہ نظر
مایہ ناز دگراں ہو گئی
جسم کی تکلیف ترے شوق میں
میرے لیے راحت جاں ہو گئی
موت سے پوری ہوئی شرط وفا
پر نہ کہا تم نے کہ ہاں ہو گئی
روح کو حاصل نہ ہوا ذوق عشق
مشتغل سود و زیاں ہو گئی
ضبط سے حسرت نہ چھپا راز غم
حالت دل صاف عیاں ہو گئی

رسالہ اسوہ حسنہ میرٹھ اکتوبر 1916ء

☆☆☆

ضیائے مہر ہے نور قمر ہے!
جمال یار ہر سو جلوہ گر ہے

نہیں کچھ کائنات عشق خوباں
فریب حسن و نیرنگ نظر ہے
سرشک شوق کے رہتے ہیں حالی
کہ ان سے آستین حسن تر ہے
نہیں اک دل ہی بیتاب غم ہجر
کہ حال جاں بھی کچھ نوع دگر ہے
چلے ہیں چھوڑنے کو سر کہاں ہم
کہ اس در تک بھلا کس کا گزر ہے
ہے زاہد کو بھی فکر ترک دنیا!
غرض یاں رنج سے کس کو مفر ہے
دل مضطر کو ڈھونڈو اس گلی میں
وہیں ہو گا کہیں موجود اگر ہے
وظیفے سب چھٹے اک نام تیرا
دعائے شام ہے ورد سحر ہے
بظاہر بے خبر ہے عقل حسرت
حقیقت میں اسے سب کچھ خبر ہے

رسالہ تمدن لکھنو بہ تقلید انداز جرات اکتوبر 1916ء

☆☆☆

چپکے چپکے رات دن آنسو بہانا یاد ہے!
ہم کو اب تک عاشقی کا وہ زمانہ یاد ہے
باہزاراں اضطراب و صد ہزاراں اشتیاق

تجھ سے وہ پہلے پہل دل کا لگانا یاد ہے
بار بار اٹھنا اسی جانب نگاہ شوق کا
اور ترا غرفے سے وہ آنکھیں لڑانا یاد ہے
تجھ سے کچھ ملتے ہی وہ بے باک ہو جانا مرا
اور ترا دانتوں میں انگلی دبانا یاد ہے
کھینچ لینا وہ مرا پردے کا کونہ دفعتاً
اور دوپٹے سے ترا وہ منہ چھپانا یاد ہے
جان کر سوتا تجھے وہ قصد پابوسی مرا!
اور ترا ٹھکرا کے سر وہ مسکرانا یاد ہے
تجھ کو جب تنہا کبھی پانا تو ازراہ لحاظ!
حال دل باتوں ہی باتوں میں جتانا یاد ہے
جب سوا میرے تمہارا کوئی دیوانہ نہ تھا
سچ کہو کچھ تم کو بھی وہ کارخانہ یاد ہے
غیر کی نظروں سے بچ کر سب کی مرضی کے خلاف
وہ ترا چوری چھپے راتوں کو آنا یاد ہے
آ گیا گر وصل کی شب بھی کہیں ذکر فراق
وہ ترا رو رو کے مجھ کو بھی رلانا یاد ہے
دوپہر کی دھوپ میں میرے بلانے کے لیے
وہ ترا کوٹھے پہ ننگے پاؤں آنا یاد ہے
آج تک نظروں میں ہے وہ صحبت و راز و نیاز
اپنا جانا یاد ہے، تیرا بلانا یاد ہے!
میٹھی میٹھی چھیڑ کر باتیں نرالی پیار کی

ذکر دشمن وہ باتوں میں اڑانا یاد ہے
دیکھنا مجھ کو برگشتہ تو سو سو ناز سے
جب منا لینا تو پھر خود روٹھ جانا یاد ہے
چوری چوری ہم سے تم آ کر ملے تھے جس جگہ
مدتیں گزریں پر اب تک وہ ٹھکانا یاد ہے
شوق میں مہندی کے وہ بے دست و پا ہونا ترا
اور مرا وہ چھیڑنا، وہ گدگدانا یاد ہے
باوجود ادعائے اتقا حسرت مجھے
آج تک عہد ہوس کا وہ فسانہ یاد ہے

☆☆☆

پردے سے اک جھلک جو وہ دکھلا کے رہ گئے
مشتاق دید اور بھی للچا کے رہ گئے
گم کردہ راز عشق فنا کیوں نہ ہو گیا
احسان جو اس پہ خضر و مسیحا کے رہ گئے
آئینے میں وہ دیکھ رہے تھے بہار حسن
آیا مرا خیال تو شرما کے رہ گئے
جب عاشقوں سے صدمہ ہجراں نہ اٹھ سکا
آخر کو ایک روز وہ سم کھا کے رہ گئے
جب وہ چھٹا تو کچھ نہ رہا دل میں اک مگر
داغ فراق اس گل رعنا کے رہ گئے
ملنے کی ان سے ایک بھی صورت نہ بن پڑی

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
©2002-2006

سارے مسودے دل دانا کے رہ گئے
ٹوکا جو بزم غیر سے آتے ہوئے انہیں
کہتے بنا نہ کچھ قسم کھا کے رہ گئے
بے باک تھا زبسکہ مرا اضطراب شوق
شرما کے وہ کبھی کبھی جھنجھلا کے رہ گئے
دل کی لگی بجھا بھی وہ سکتے تو بات تھی
یہ یا ہوا کہ آگ بھی بھڑکا کے رہ گئے
آئے بھی وہ چلے بھی گئے وہ مثال برق
دل ہی میں حوصلے دل شیدا کے رہ گئے
کیا دل میں آ غئی جو زراہ کمال رحم
دعویٰ وہ میرے قتل کا فرما کے رہ گئے
پہلے تو خون میرا بہایا خوشی خوشی!
پھر کیا وہ خود ہی س یکہ سو پچھتا کے رہ گئے
دعویٰ عاشقی ہے حسرت کرو نباہ
یہ کیا کہ ابتدا ہی میں گھبرا کے رہ گئے

☆☆☆

حور و غلماں پہ کیوں فدا ہوتے
اہل ظاہر جو پارسا ہوتے
کچھ بھی ہوتا جو اختیار اپنا!
تجھ سے کاہے کو ہم جدا ہوتے
شوق کی انتقا ہے کیا نسبت!

رند ہوتے نہ ہم تو کیا ہوتے
کس قدر سہل ہے حصول بقا!
دیر لگتی نہیں فنا ہوتے
ہم کو ہوتی نہ خرمی کی ہوس
گر ترے غم سے آشنا ہوتے
تم لگاتے جو اپنے ہاتھ سے تیغ
سب مرے زخم دل کشا ہوتے
حال دن ان سے کیوں کہا حسرت
تم نہ کہتے نہ وہ خفا ہوتے

رسالہ مخزن لاہور اکتوبر 1916ء

☆☆☆

آپ نے قدر کچھ نہ کی دل کی!
اڑ گئی مفت میں ہنسی دل کی!
یاد ہر حال میں رہے وہ مجھے
الغرض بات رہ گئی دل کی
مل چکی ہم کو ان سے داد فنا
جو نہیں جانتے لگی دل کی
چین سے محو خواب ناز ہیں وہ
بیکلی ہم نے دیکھ لی دل کی
ہمہ تن صرف ہوشیاری عشق
کچھ عجب شے ہے بے خودی دل کی

ان سے کچھ تو ملا وہ غم ہی سہ
آبرو کچھ تو رہ گئی دل کی
مر مٹے ہم نہ ہو سکی پوری
آرزو تم سے ایک بھی دل کی
وہ جو بگڑے رقیب سے حسرت
اور بھی بات بن گئی دل کی

رسالہ تذکرۃ الشعرا علی گڑھ جولائی 1914ء

☆☆☆

نشانہ ستم بے حساب رہنے دے
خراب حال وفا کو خراب رہنے دے
نہ چھیڑ دیکھ انہیں محو خواب رہنے دے
خدا کے واسطے اے اضطراب رہنے دے
شتاب کار محبت ہوں میں نہیں معلوم
کہ چین سے انہیں کب تک حجاب رہنے دے
ہزار عشق تری چشم نیم وا پہ نثار
نہ ڈال مجھ پہ یہ افسون خواب رہنے دے
بڑے عذاب میں ہے جاں مے کشان ساقی
نہیں شراب تو ذکر شراب رہنے دے
زمان شیب میں اے یار ہم نشیں مجھ سے
بیان قصہ عہد شباب رہنے دے
تو اپنی سادگی حسن آئینے میں نہ دیکھ

یونہی ہے خوب اسے لاجواب رہنے دے
تجھے یہ کس نے سکھائی فریب حسن کی بات
کہ اہل شوق کو ناکامیاب رہنے دے
میں چاہتا تو بہت ہوں کہ چپ رہوں حسرت
پہ جب یہ خاطر بے صبر و تاب رہنے دے

☆☆☆

تخمیس برغزل حافظ

وہ رنگین گل گلشن رہنمائی
وہ سرمایہ نازش مقتدائی!
وہ زیبندہ مسند مصطفائی
سلامے چو بوئے خوش آشنائی
بداں مردم دیدہ روشنائی
بدرگاہ آں دلبر دلربایاں
جز ایں ہیچ نہ آید ز مابے نوایاں
دعائے چو حسن تمنائے پایاں
درودے چو نور دل پارسایاں
بداں شمع خلوت گہ پارسائی
خبردار اے مے کش ناشکیبا
نہ کرنا کہیں ترک مے کا ارادہ

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

بر آنے کو ہے تیرے دل کی تمنا
نہ کوئے مغاں رو مگرداں کہ آنجا
فروشند مفتاح مشکل کشائی

رہاں کیوں نہ فرمان حق کا میں تابع
ہوئی خدمت غیر میں عمر ضائع
مضر ہے وہ سمجھے ہیں سب جس کو نافع
مرا گر تو بگذاری اے نفس طامع
بے پادشاہی کنم در گدائی

رہ حق میں پہنچے جو تجھ کو اذیت
نہ ہو اس سے ہرگز تری پست ہمت
رہے یاد حسرت یہ ہر دم نصیحت
مکن حافظ از جور گردوں شکایت
چہ دانی تو اے بندہ کار خدائی

☆☆☆

تخمیس بر غزل خسرو

اے وجہ سرور بادہ نوشاں
دے باعث ناز دلق پوشاں
اے موجب حیرت خموشاں
اے میر ھمی شکر فروشاں

توبہ شکن صلاح کوشاں
کہیے جسے لطف اتفاقی
اس سے بھی نہ ہم ہوئے ملاقی
بدلی نہ وہ حالات فراقی
عشاق زدست چوں تو ساقی
خون نابہ بجائے بادہ نوشاں
کرتا ہے کوئی تری شکایت
کوئی ترے لطف کی روایت
یعنی بہ شکایت و حکایت
از تو سخنے بہر ولایت
خسرو بہ ولایت خموشاں
حیران جمال پاک رویت
سرگشتہ شوق جستجویت
جاں باختہ سوائے کویت
دیوانہ شدم درآر زویت
اے چشم ہمہ جہاں بسویت
ہر چند کہ جرم او کبیر است
بردر گہ عفو تو فقیر است
اے آنکہ عطائے تو کثیر است
خسرو بہ کمند تو اسیر است
بیچارہ کجا رود زکویت

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

☆☆☆

تخمیس بر غزل حافظ

مبارک تھا عجب وہ وقت مسعود
ہوا جب دامن تقویٰ مے آلود
زروے التفات و ازرہ جود
چوشوقم دید در ساغر مے افروز
بہ گفتم ساقی فرخندہ پے را

بلندی ہے نظر میں اب نہ پستی
نہ ویرانہ ہی بھاتا ہے نہ بستی
بنا کر سر بسر مغلوب مستی
رہا نیدی مرا از شر ہستی
چو بیہودی پیاپے جام مے را

ہوا زہد ریائی سے میں تائب
محاسن ہو گئے میرے معائب
مٹائے تو نے سب رنج و مصائب
حماک اللہ عن شر النوائب
جزاک اللہ فی الدارین خیرا

زغم ہائے جہاں یا کے نہ دارو
بہ شغل عشق مے خوش نے گزارو
کسے راہیچ در خاطر نیارو

چو بے خود گشتہ حافظ کے شمارد
بیک جو دولت کاؤس و گے را

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

درس حق جاری ہے یاں بھی حسرت آزاد کا
قید خانہ مدرسہ گویا ہے فیض آباد کا!
کامیابی پر غضب نازاں ہیں ارباب ہوس
ہر طرف اک شور برپا ہے مبارک باد کا
یہ بھی کیا انصاف ہے اے دشمن اہل وفا
ہم رہیں ناکام یوں اور کام ہو حساد کا
ٹوٹ جائے کیوں نہ ہمت عاشق ناکام کی
جب نتیجہ نہ نکلے کوشش برباد کا!
مان لیں گے آپ کی خاطر سے یہ بھی ہم اگر
بھید کچھ کھلتا نہیں ہے آپ کے ارشاد کا
جلوہ امید گویا درمیان فکر و یاس
اک نمونہ ہے چراغ رہ گزار باد کا!
سن کے ذکر عشق رہ جاتے ہیں اکثر ہم خموش
اب تلک اتنا اثر باقی ہے ان کی یاد کا
لطف کی نوبت بھی آئے گی کبھی اے ناز یار

ختم بھی ہو گا کہیں یہ سلسلہ بیداد کا
شاہ جیلاں سے یہ حسرت عرض ہے اسلام کی
یوں نہ ہونا چاہیے تھا فیصلہ بغداد کا

☆☆☆

دل مایوس کو گرویدہ گفتار کر لینا
وہ ان کا پردہ انکار میں اقرار کر لینا
سکون یاس بھی ممکن نہیں اب ہم غریبوں کی
قیامت ہے کسی وعدہ دیدار کر لینا
ستم سے وہ نہ باز آئے تو ہم پر بھی ہوا لازم
دل مجبور کو خوکردہ آزاد کر لینا!
حصول رحمت حق کے لیے کافی ہے محشر میں
گل عصیاں کو زیب طرہ دستار کر لینا!
وہ دن بہت یاد آتے ہیں بہار خونفشانی کے
وہ میرا حبیب کو دامن کو بھی گلنار کر لینا
یہ کیا ایذا پسندی ہے کہ حسرت عشق جاناں میں
تجھے ہر عقدہ آساں کو بھی دشوار کر لینا

☆☆☆

بجا ہے عاشقی میں ہم کہ دعویٰ سرفرازی کا
کہ نکلا ہے ہمیں سے نام تیری دل نوازی کا

رہے گا حشر تک افسانہ باقی عشق بازوں کا
ہماری جانفشانی کا تمہاری بے نیازی کا

ملامت ہائے ظاہر سے میں بے غم ہوں کہ باطن میں
ملا ہے سلسلہ حقیقی سے مجازی کا!

مٹا کر مجھ کو تکلیفیں مٹا دیں سب محبت کی
ادا اس بے وفا نے کر دیا حق چارہ سازی کا

یہ آخر تا کجا مشق جفا کچھ حد بھی ہے ظالم
زمانہ ہو گیا پامال تیری ترک تازی کا

مصیبت اس کو راحت ہے فراغت اس کو زحمت ہے
مزا کچھ دل کو ایسا پڑ گیا ہے عشق بازی کا

نظر بازی کی حسرت خو بری ہے ورنہ لوگوں میں
بہت شہرا سنا تھا ہم نے تیری پاک بازی کا

اخبار وکیل امرتسر نومبر 1916ء

☆☆☆

ایمان و اتقا ہی نہیں شان اولیا
بے حزن و خوف غیر بھی ہے جان اولیا

اسلام بے مثال ہے اسلام عاشقاں
ایمان بے نظیر ہے ایمان اولیا

اسلام عاشقاں کی اگر ہے طلب تجھے
اے دل بگیر دامن سلطان اولیا

آئی ہوئی رضائے الٰہی کی ہے برات

سب کربلا میں جمع ہیں مہمان اولیا
گلگوں لباس خون شہادت پہن کے آج
دولہا بنے گا وہ شہ خوبان اولیا
روشن ہے نور صبر و سکوں سے سواد شام
تاباں ہے صبح عشق درخشاں اولیا
زنجیر و طوق ظلم کا عابد کو غم نہیں
ہم رنگ بزم عیش ہے زندان اولیا
صبر و صلوۃ عشق سے ہیں سب کے دل قوی
ثابت قدم ہیں سارے مریدان اولیا
ہر سو عیاں ہے صبغۃ اللہ کی بہار
رونق پہ ہے خزاں میں بھی دبستان اولیا
جانیں ہوئی ہیں جن کی رہ شوق میں نثار
حاشا جو ہوں فنا وہ محبان اولیا
حسرت حسینؑ ابن علیؑ کا ہوں میں غلام
حاصل ہے مجھ کو فضل نمایاں اولیا

رسالہ نقاد آگرہ مئی 1917ء

☆☆☆

باہر آنے لگے وہ سامنا ہونے لگا
اب تو اظہار محبت برملا ہونے لگا
عشق سے پھر خطرہ ترک وفا ہونے لگا
پھر فریب حسن سرگرم ادا ہونے لگا

کیا کہا میں نے جو ناحق تم خفا ہونے لگا
کچھ سنا بھی یا کہ یونہیں فیصلا ہونے لگا

اب غریبوں پر بھی ساقی کی نظر پڑنے لگی
بادہ پس خوردہ ہم کو بھی عطا ہونے لگا

میری رسوائی سے شکوہ ہے یہ ان کے حسن کو
اب جسے دیکھو وہ میرا مبتلا ہونے لگا

یاد پھر اس بے وفا کی ہر گھڑی رہنے لگی
پھر اسی کا تذکرہ صبح و مسا ہونے لگا

کچھ نہ پوچھو حال کیا تھا خاطر بے تاب کا
ان سے جب مجبور ہو کر میں جدا ہونے لگا

شوق کی تابیاں حد سے گزر جانے لگیں
وصل کی شب وا جو وہ بند قبا ہونے لگا

کثرت امید بھی عیش آفریں ہونے لگی
انتظار یار بھی راحت فزا ہونے لگا

غیر سے مل کر انہیں ناحق ہوا میرا خیال
مجھ سے کیا مطلب بھلا میں کیوں خفا ہونے لگا

قید غم سے تیرے جاں آزاد کیوں ہونے لگی
دام گیسو سے ترے دل کیوں رہا ہونے لگا؟

کیا ہوا حسرت وہ تیرا ادعائے ضبط غم؟
دو ہی دن میں رنج فرقت کا گلا ہونے لگا؟

اخبارِ روشنی الہ آباد جنوری 1917ء

☆☆☆

اک شوخ بے وفا پہ دل آیا حضور کا
آخر پڑا نہ صبر دل دل ناصبور کا

ایسا بھی دے کے دل کوئی مجبور غم نہ ہو
یوں بھی نہ خاتمہ ہو کسی کے غرور کا

اب ہیں گناہ عشق میں خود وہ بھی مبتلا
مجھ پر گماں جو کرتے تھے فسق و فجور کا

خودداریوں میں عشق ہمارا بھی فرد ہے
غرہ بہت نہ ہوا نہیں حسن غیور کا

وہ شوق سے جو چاہو سزا جرم شوق کی
خو مجھ کو اعتراف ہے اپنے قصور کا!

دنیا میں تو ملی نہ ہمیں داد صبر کی!
اک آسرا اب اور ہے روز نشور کا

سچ ہے ضرور پر مجھے آتا نہیں یقیں
حسرت ہے سخت واقعہ مرنا ظہور لے کا

☆☆☆

حائل تھی بیچ میں جو رزائی تمام شب
اس غم سے ہم کو نیند نہ آئی تمام شب

کی یاس سے ہوس نے لڑائی تمام شب
تم نے تو خوب راہ دکھائی تمام شب

پھر بھی تو ختم ہو نہ سکی آرزو کی بات
ہر چند ہم نے ان کو سنائی تمام شب

بے باک ملتے ہی جو ہوئے ہم تو شرم سے
آنکھ اس پری نے پھر نہ ملائی تمام شب

دل خوب جانتا ہے کہ تم کس خیال سے
کرتے رہے عدو کی برائی تمام شب

پھر شام ہی سے کیوں وہ چلے گئے چھڑا کے ہاتھ
دکھتی رہی جو ان کی کلائی تمام شب

لے سید ظہور الحسن برادہ زادہ حسرت انتقال دسمبر 1916ء

حسرت سے وہ کچھ آتے ہی ایسے ہوئے خفا
پھر ہو سکی نہ ان سے صفائی تمام شب

☆☆☆

مجھ کو اس جان جاں سے کیا نسبت
خار کو ضمیراں سے کیا نسبت؟

پایا عرش ہے بلند مگر
آپ کے آستاں سے کیا نسبت!

خاک یثرب کی سرفرازی کو
پستی آسماں سے کیا نسبت!

ذرہ خاک راہ یار ہوں میں!

مجھ کو شوق جناں سے کیا نسبت!
جان واعظ ہے ذکر و فکر بہشت
ہم کو اس داستاں سے کیا نسبت!
دل کو صبر و سکوں سے کیا مطلب
مجھ کو تاب و تواں سے کیا نسبت
لا ابالی مزاج حسرت کو
فکر سود و زیاں سے کیا نسبت

☆☆☆

غم کو اس نوجوان سے کیا نسبت
فصل گل کو خزاں سے کیا نسبت
اور خنجر بھی تیز ہیں لیکن!
تیری تیغ رواں سے کیا نسبت
سخن پیر شاعراں کو بھلا
میری فکر جواں سے کیا نسبت
میں کہ مایوس عاشقی ہوں مجھے
خاطر شادماں سے کیا نسبت
نار دوزخ سے کیوں ڈروں کہ اسے
میرے سوز نہاں سے کیا نسبت
پابگل شاہدان گلشن کو!
میرے سرد رواں سے کیا نسبت

عشق ناکردہ کار کو حسرت!
حسن داماں کشاں سے کیا نسبت

☆☆☆

نامرادی کا دل زار کو شکوہ ہے عبث
اور اس کے سوا ان سے تمنا ہے عبث
واقف رحم نہیں اس شہ خوباں کی نظر
عاشق مملکت حسن میں رسوا ہے عبث
خو سے اس محو تغافل کے جو آگاہ نہیں
آرزو وعدہ جاناں پہ شکیبا ہے عبث
حال دن ان سے پوشیدہ رہا ہے نہ رہے
اب تو اس راز نمودار کا اخفا ہے عبث
ہجر ساقی میں بھلا کس کو خوش آئے گی شراب
ہم نشینو طلب ساغر و مینا ہے عبث
مست غفلت ہے وہ ظالم جو نہیں بیخود عشق
ہوشیاری کا ترے دور میں دعوی ہے عبث
ہم کو اس شوخ سے امید کرم ہے لیکن
یاس کہتی ہے کہ حسرت یہ تمنا ہے عبث

☆☆☆

کچھ مرے کام نہ آئے گا طبیبوں کا علاج

بے ترے کس سے ہو برگشتہ نصیبوں کا علاج
کیا ہوا اگر نہ کیا اس نے دل زار پہ رحم
کون کرتا ہے بھلا ایسے غریبوں کا علاج
اب تمھیں آؤ تو شاید ہمیں صحت ہو نصیب
ہو چکا خوب عزیزوں کا حبیبوں کا علاج
محفل حسن میں ہے داخل ہوس آج تلک
بن پڑا آپ سے کچھ بھی نہ رقیبوں کا علاج
حال دل پہلے بھی ابتر تھا اور اب تو حسرت
نہ عزیزوں کی دعا ہے نہ طبیبوں کا علاج

رسالہ مخزن لاہور اپریل 1917ء

☆☆☆

عشق میں ہیچ ہے پابندی برہان کی صلاح
ماننا چاہیے ہم کو دل ناداں کی صلاح
دل بھی راضی ہے کہ آلودہ فریاد نہ ہو
ہم بھی خوش ہیں کہ یہی ہے غم پنہاں کی صلاح
زندگی درد پہ موقوف ہے اے چارہ گرو
یہ مری موت کے ساماں ہیں کہ درماں کی صلاح
دل افسردہ عاشق کے لیے ہے بے کار
دوستو! سیر گل و سنبل و ریحاں کی صلاح
جان افگار پہ طاری ہوئی رقت کیا کیا
آبلوں سے جو سنی خار مغیلاں کی صلاح

جل بجھے اب یہ کہیں جلد کہ ہوتی ہے یہی
دل سوزاں کے لیے دیدہ گریاں کی صلاح

درپے عشق رہی خاطر دشوار پسند
نہ سنی ہم نے کسی خواہش آساں کی صلاح

موسم گل میں عجب کیا ہے اگر مان گیا
شوق پیمانہ طلب سستی پیماں کی صلاح

کیسے کہہ دوں کہ میں اب بھی نہ پیوں گا حسرت
حکم ناصح تو نہیں ساقی دوراں کی صلاح

رسالہ ترجمان لاہور

☆☆☆

یونہی بڑھتا جو رہا روز مے ناب کا نرخ
نقد جان ٹھہرے نہ اس گوہر نایاب کا نرخ

لطف کیا تیری جفا بھی جو کرے گی نہ قبول
کچھ ابھی اور گھٹے گا دل بیتاب کا نرخ

حسن کے ملک میں یہ جنس بہت ہے حسرت
کیوں نہ ارزاں ہو غم شوق کے اسباب کا نرخ

☆☆☆

باطن میں ہیں آزاد بظاہر ہیں نظر بند
ہے دیدہ ودل باز یہاں دیدہ سر بند

بیگانہ تفصیل ہیں لب ہائے شکایت
جب سے کہ ہوئی کشور حرماں کی نظر بند!
فریاد کو دل کی کوئی پہنچا ہے نہ پہنچے
گویا ہے دعاؤں پہ مری باب اثر بند!
نیند ان کی اڑی جاتی ہے باش سے اول نالاں
کیا اب بھی نہ ہو گا یہ ترا ورد سحر بند!
اس غم طلبی کی بھی کوئی حد ہے حسرت
بے چین ہوئے ہم جو ہوا درد جگر بند

رسالہ تمدن لکھنو مارچ 1917ء

☆☆☆

ہو بلیس آ کے ملا کوئی نہ ایسا تعویذ
یوں تو ہم سے نہ بچا ایک بھی گنڈا تعویذ
تم نے اک خط جو لکھا تھا سوچے راحت جاں
ہم نے اس نقش محبت کا بنا یا تعویذ
اضطراب دل بیتاب میں ہو گی نہ کمی
ہاتھ آئے گا نہ جب تک کوئی ان کا تعویذ
قابل دید ہے اس شاہد رعنا کی بہار
شوخ کچھ تم سے بھی ہے بڑھ کے تمہارا تعویذ
دل دیوانہ حسرت ہے اسی کا تو ہلاک
وہ گلے میں جو ترے سرخ جو پڑا تھا تعویذ

☆☆☆

چھپ نہیں سکتی چھپانے سے محبت کی نظر
پڑ ہی جاتی ہے رخِ یار پہ حسرت کی نظر

یونہی گرویدہ نہیں کچھ تری صورت کی نظر
مگر اس رنگ میں جو یا ہے حقیقت کی نظر

گرچہ ہے پردہ انکار ہم شکلِ عتاب
پھر بھی ہے صاف نمایاں وہ اجازت کی نظر

حسن کا راز نہ پوشیدہ رہا ہے نہ رہے
چاہنے والے بھی رکھتے ہیں قیامت کی نظر

ہجر میں رہنے لگیں اور بھی کچھ یاد ہمیں
وہ مراعات کی باتیں وہ مروت کی نظر

آسرا ہم بھی لگائے ہوئے بیٹھے ہیں ترا
اس طرف بھی کچھ ہو جائے عنایت کی نظر

ہو کے غلطیدہ خوں تجھ کو مبارک حسرت
ان کی رحمت کے یہ انداز یہ رافت کی نظر

رسالہ الناظر لکھنو فروری 1915ء

☆☆☆

وہ قامت بلند نہیں درقبائے ناز!
اک سروِ ناز ہے جو بنا ہو برائے ناز
اس نازنیں پہ ختم ہیں سب شیوہائے ناز

جس کو بنا کے خود بھی ہے نازاں خدائے ناز
کیا کیا نہ آرزو کے بڑھیں دل میں حوصلے
رکھ دیں کبھی جو فرق ہوس پر وہ پائے ناز
ارباب اشتیاق ہیں اور انتہائے شوق
حالانکہ حسن یار ہے اور ابتدائے ناز
ہم پر نگاہ یار سے گزرا جو تھا کبھی
ہے آج تک وہ پیش نظر ماجرائے ناز
کیا یونہیں اپنے حسن پہ مغرور تھا وہ شوخ
کچھ لے اڑی ہے اور بھی اس کو ہوائے ناز
اہل نظر کی جان ہے جس چیز پر نثار!
اک بت ان میں اور بھی ہے ورائے ناز
پھیلی جو ان کے برق تبسم کی روشنی
لبریز نور ہو گئی یکسر فضائے ناز
حیران کار حسن بتاں ہے زبان عشق
یعنی وہ مدح غمزہ کرے یا ثنائے ناز
شوق لقائے یار میں مرتے تو ہو مگر
حسرت جو نقد جان بھی نہ ٹھہرے بہائے ناز

☆☆☆

بسکہ نکلی نہ کوئی جی کی ہوس!
اب ہوں میں اور بے دلی کی ہوس
کہ رہے دل نہ بے قراری دل

عاشقی ہو نہ عاشقی کی ہوس
وہ ستم گر بھی ہے عجیب کوئی
کہ ہوئی دل کو پھر اس کی ہوس
پھرتی رہتی ہے آدمی کو لیے!
خوار دنیا میں آدمی کی ہوس
دونوں یکساں ہیں بے خودی میں ہمیں
فکر غم ہے نہ خرمی کی ہوس
واقف لذت جنوں جو ہوا!
نہ رہی اس کو آگہی کی ہوس
ان کو دیکھا ہے جب سے گرم عتاب
آرزو کو ہے خودکشی کی ہوس
کر سکیں بھی تو ہم فقیر ترے!
نہ کریں تاج خسروی کی ہوس
ہجر ساقی کے دور میں حسرت
اب نہ مے ہے نہ مے کشی کی ہوس

رسالہ ذخیرہ (حیدرآباد دکن) دسمبر 1916ء

☆☆☆

کوئی دل فروش کوئی ہے جگر فروش
اک میں ہوں تیرے چاہنے والوں میں سرفروش
دیکھیں جو اور کو بھی تجھے دیکھنے کے بعد
اے حسن یار ہم وہ نہیں ہیں نظر فروش

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

ناحق عتاب یار ہے کیوں ہیبت آفریں
ہم خوگر ستم ہیں نہ ہوں گے خطر فروش

پھر میرے زخم دل پہ چھڑکتے ہیں کیوں نمک
مشہور خلق جبکہ وہ لب ہیں شکر فروش

مایوسی فراق نے دل سرد کر دیا!
نالے ہیں اب وہ گرم نہ آہیں ہیں شرر فروش

عنقا ہوں اہل ذوق تو قدر سخن کہاں
حسرت لقب ہے ٹھیک تمہارا سرفروش

الناظر لکھنو اپریل 1917ء

☆☆☆

اک بڑی منزل پر خوف و خطر ہے درپیش
روح کو عالم بالا کا سفر ہے درپیش

محفل حسن میں سب جمع ہیں خوبان جہاں
امتحان دل ارباب نظر ہے درپیش

غم یہ تھا پہلے کہ نالوں میں نہیں کیوں تاثیر
وہ جو مضطر ہیں تو اب رنج اثر ہے درپیش

اب کہے کوئی کہ ہم اہل نظر جائیں کہاں
ہر طرف مسئلہ غض بصر ہے درپیش

منزل بے ہنری میں انہیں کرنا ہے قیام
سخت مشکل یہ پے اہل ہنر ہے در پیش

جو نہیں شوق شہادت انہیں کیا خوف بھلا

قید کا مرحلہ نرم اگر ہے درپیش
فکر دنیا کے بکھیڑے بھی غضب ہیں حسرت
ہر دم اک مسئلہ نفع و ضرر ہے درپیش

رسالہ مخزن لاہور

☆☆☆

ہے کسے خدمت اسلام کی حرص
لوگ رکھتے ہیں فقط نام کی حرص
دین کا غم ہو تو کیا چیز ہے غم!
حرص دنیا ہو تو کس کلام کی حرص
رہنماؤں کے لئے خاص ہے فرض
طلب مصلحت عام کی حرص
پی لیا کرتے ہیں چلو سے شراب
مے پرستوں کو نہیں جام کی حرص
ہم کو لے آئی ہے تجھ تک صیاد
لذت کشمکش دام کی حرص
اس جفا کار کا اب تک ہے خیال
دیدنی ہے دل ناکام کی حرص
دل پہ القائے غم شوق کے بعد
ہم کو باقی نہیں الہام کی حرص
اس پہ دعوائے محبت ہے حرام
روز و شب ہو جسے آرام کی حرص

طالب جاہ کہاں تک حسرت
چھوڑ اس آرزو خام کی حرص

تصویر یار بمبئی اپریل 1917ء

☆☆☆

شوق جفائے یار کو، پاس وفا سے کیا غرض
ہم کہ رضا شعار ہیں، ہم کو دعا سے کیا غرض؟
عاشق دل نگار کو، بے خود و بے قرار کو
محو لقائے یار کو، شوق لقا سے کیا غرض؟
چارۂ درد دل ہو کیوں؟ ان کی جفا خجل ہو کیوں
عشق میں منفعل ہو کیوں؟ مجھ کو شفا سے کیا غرض؟
تجھ پہ نثار جی کریں، شوق کی پیروی کریں
تو جو کہے وہی کریں، ہم کو ابا سے کیا غرض
حسرت مے پرست کو بلکہ ہر ایک مست کو
پیر مغاں کے دور میں، خوف خطا سے کیا غرض؟

مخزن لاہور جون 1917ء

☆☆☆

کام آئی کچھ نہ عاشق نالاں کی احتیاط
داماں کی ہو سکی نہ گریباں کی احتیاط!
دنیا ہے تیرے کفر محبت کی مبتلا!

میں کیا، ہوئی کسی سے بھی نہ ایماں کی احتیاط!
اظہار حال دل سے وہ برہم نہ ہوں کہیں
لازم ہے دل کو شورش پنہاں کی احتیاط!
ہم سے ہوا نہ خاطر آشفتہ کا علاج
تم سے ہوئی نہ زلف پریشاں کی احتیاط!
کامل ہے جذب شوق تو پہنچیں گے ہم ضرور
حالانکہ سخت ہے ترے درباں کی احتیاط!
مجھ پر گدا سمجھ کے بھی کرتا نہیں نظر!
دیکھے تو کوئی اس شہ خوباں کی احتیاط
لازم ہے ابتدائے محبت میں ضبط شوق
مکتوب میں ضرور ہے عنواں کی احتیاط!
منظور آرزو ہے ترے درد کی خلش
مرغوب زخم جاں ہے نمک داں کی احتیاط
کی میں نے لطف یار کی پہلے نہ کچھ بھی قدر
ہوتی ہے کس سے جنس فراواں کی احتیاط
بجھنے نہ پائے روز ہوا میں چراغ عشق
واجب ہے اس فروغ فراواں کی احتیاط
رنگینی سخن میں بھی ہے سادگی کی شرط
مشکل ہے اس فریضہ آساں کی احتیاط
ان سے ملے تو پھر ہیں وہی ہم، وہی شراب
وابستہ فراق تھی پیاں کی احتیاط!
بے خانماں عشق ہوئے قصہ مختصر!

ہم سے نہ ہو سکی سرو ساماں کی احتیاط
اغیار کے حسد سے تو ممکن بھی ہے مفر
مشکل مگر ہے رشک عزیزاں کی احتیاط
حسرت میں خوش ہوں یوں کہ مرے زخم دل سے ہے
مخصوص تیر یار کے پیکاں کی احتیاط

☆☆☆

اب دل یار کا خدا حافظ!
ایسے بیمار کا خدا حافظ
بڑھ گئے سارے ہمرہان سفر
مجھ گرانبار کا خدا حافظ
ہو قفس میں بھی جس کو شوق چمن
اس گرفتار کا خدا حافظ
شوق لرزاں کا حال ہے جونہی
جام سرشاد کا خدا حافظ
پرسش جرم عشق واں ہے شروع
مجھ گناہ گار کا خدا حافظ
سخت جانوں پہ اٹھنے والی ہے
تیری تلوار کا خدا حافظ
مجھ کو دیکھا تو عفو نے کہا
اس گناہ گار کا خدا حافظ

خواب غفلت کے دور میں حسرت
دل بیدار کا خدا حافظ!

رسالہ ترجمان لاہور اپریل 1917ء

☆☆☆

کچھ شغل تب و تاب میں یونہی تو نہیں شمع
عاشق ہو نہ اس کے رخ روشن پہ کہیں شمع
آئی جو ترے روئے منور کے قریں شمع
ہم لوگ یہی سمجھے کہ محفل میں نہیں شمع
مٹ جائے گی ہو کر وہیں غرقاب ندامت
اس نور مجسم کی جو دیکھے گی جبیں شمع
اب ہو گی مقابل نہ رخ یار سے حسرت
ہے جملہ فانوس میں یوں گوشہ نشیں شمع

مخزن لاہور مارچ 1917ء

☆☆☆

کیوں کہیں ہم کو غم دہر سے مشکل ہے فراغ
جب تری یاد میں ہر فکر سے حاصل ہے فراغ
کوئی دل عشق سے آزاد نہیں ہے گویا
آپ کے عہد میں اک دعوی باطل ہے فراغ
فکر کونین سے آزاد ہیں ارباب جنوں

یعنی ہر بے خودی شوق میں شامل ہے فراغ
تیرے دیوانے مگر رہتے ہیں اس سے بھی خفا
گو پسندیدہ ہر حامل و عاقل ہے فراغ
اب کہاں درد محبت کی وہ لذت حسرت
یوں تو کہنے کو ترے غم سے مقابل ہے فراغ

اخبار ہمدم لکھنو 18 اپریل 1916ء

☆☆☆

احباب سے مخصوص نہ اغیار پہ موقوف
عیش دو جہاں ہے کرم یار پہ موقوف
کر سکتے ہیں خاموش بھی ہم دین کی خدمت
یعنی یہ نہیں شورش اخبار پہ موقوف
قوموں کی ترقی کے ہیں کچھ اور ہی اسباب
جو ڈاک پہ موقوف، نہ ہیں تار پہ موقوف
ایسا تو نہیں ہے کہ عنایت ہو خدا کی!
زاہد کے اسی جبہ و دستار پہ موقوف
لطف و کرم یار پہ یا جور و جفا پر
ہے فیصلہ دل انہیں دو چار پہ موقوف
آساں نہیں اقوال سے اخراج نتائج
یہ بات ہے کچھ دانش آثار پہ موقوف
منصورؒ کی سولی پہ نمایاں ہے عظمت
ہے طنطنہ اہل رضا دار پہ موقوف

قوت کی جو پوچھو تو یہ ہوتی ہے ہمیشہ
اقوام میں افراد کے ایثار پہ موقوف

کچھ شک نہیں اس میں کہ وطن کی ہے ترقی
ہم رشتگی سبحہ و زنار پہ موقوف

اب جو ہو فدا تجھ پہ، یہ عزت ہے کسی کے
اقرار پہ موقوف، نہ انکار پہ موقوف

کیا چیز تھی حسرت غم جاناں کی فراغت
جس کا ہے بیاں میرے دل زار پہ موقوف

رسالہ نظارہ لاہور جنوری 1917ء

All rights reserved. ©2002-2006

☆☆☆

نہ سنا اس نے کچھ بیان فراق
رہ گئے یونہی کشتگان فراق!

اک فسانہ ہے غم کا وہ بھی طویل
نہ سنیں آپ داستان فراق!

مل رہے گی وصال کی بھی سند
ہو تو لے پہلے امتحان فراق!

خواہش دل ہے میزبان امید
وہ جو ہیں آج مہمان فراق

ہر دم آنے سے یاد بھی تیری
ہو گئی ہے مزاج دان فراق

کچھ خیال وصال یار کے ساتھ

اور بھی بڑھ گئی ہے شان فراق

وہ بھی اب ہم سے ہو رہے ہیں جدا

جن کی نسبت نہ تھا گمان فراق

منزل وصل پھر بھی دور رہی

رہ گئے تھک کے رہروان فراق

کب وہ آتے ہیں دیکھئے حسرت

ختم ہوتا ہے کب زمان فراق

تمدن لکھنو اپریل 1917ء

☆☆☆

اب دیکھئے کیا حال ہمارا ہو سحر تک

بھڑکی ہوئی اک آگ سی ہے دل سے جگر تک

مانا کہ یقینی ہے اثر جذبہ دل کا

کیا ہو گا مگر ہجر میں تائید اثر تک

میں بے خبر غم تھا، مگر وہ دم رخصت

دیکھا کئے مڑ مڑ کے مجھے حد نظر تک

ابتک نہ مٹے ہم سے وہ حالانکہ اسی میں

لیلائے شب وصل کی زلف آئی کمر تک

کچھ محو تصور تھا میں اس درجہ کہ حسرت

مجھ کو نہ ہوئی یار کے آنے کی خبر تک

رسالہ نقاد آگرہ اپریل 1917ء

☆☆☆

ہر دل میں اک ہجوم محبت ہے آج کل
اس شوخ کی کچھ اور سی صورت ہے آج کل

اے سحر حسن یار میں اب تجھ سے کیا کہوں
دل کا جو حال تیری بدولت ہے آج کل

شاید وہ یاد کرتے ہیں مجھ کو کہ اور بھی
تکلیف اضطراب کی شدت ہے آج کل

مستور کس حجاب میں ہے وہ جمال پاک
اہل نظر کو جس سے عقیدت ہے آج کل

برپا ہے بزم یار میں اک حشر آرزو
اظہار شوق کی جو اجازت ہے آج کل

اک طرفہ بے خودی کا ہے عالم کہ عشق میں
تکلیف آج کل ہے نہ راحت آج کل

ساقی سے فصل گل ہیں کریں کیوں سوال مے
کیا التماس کی بھی ضرورت ہے آج کل

پرتاب گڑھ میں ہم کو تری یاد کے سوا
حاصل ہر رنگ شغل سے فرصت ہے آج کل

حسرت وہ سوز خاص جو ہو حاصل فراق!
تیرے سخن میں اس کی بھی لذت ہے آج کل

رسالہ تمدن لکھنو مارچ 1918ء

☆☆☆

اس تغافل پر بھی کرتے ہیں تجھی کو یاد ہم
کتنے ہیں مجبور دیکھ اوبانی بید لہو ہم

عقل کب آئی ہمیں جب ہو چکا ناکام دل
رحم کب آیا انہیں جب ہو چکے برباد ہم

آئے تھے محفل میں تیری با ہزاراں آرزو
یا چلے ہیں ایک لے کر خاطر ناشاد ہم

جاتے ہیں پرتاب گڑھ آخر الہ آباد سے
جس طرح جھانسی سے آئے تھے الہ آباد ہم

ہر طرف پیش نظر ہے وہ جمال دلفریب
دیکھتے ہیں یوں بہار گلشن ایجاد ہم

قید تنہائی میں بھی تنہا نہیں اے یاد یار
آج یہ عقدہ کھلا ہم پر کہ ہیں آزاد ہم

مار ڈالا مجھ کو حسرت یونہیں جب اس نے کہا
ماننا ہو گا تجھے کرتے ہیں جو ارشاد ہم

☆☆☆

ہم پہ تیری نگاہ جو پہلے تھی اب نہیں
سو بھی نہ کچھ دنوں میں رہے تو عجب نہیں

صادق نہیں وہ عشق جسے از رہ نیاز
منظور ناز حسن کا پاس ادب نہیں

تھے بسکہ دل پذیر محبت کے واقعات

کچھ کچھ وہ اب بھی یاد مجھے ہیں جو سب نہیں

مسرور یاد یار ہے کیا تیری سادگی

اے دل یہ شام ہجر ہے عشرت کی شب نہیں

کیونکر کہوں نہیں انہیں پروائے عاشقاں

کیا حسن مہ وشاں بھی تماشا طلب نہیں؟

کیوں عشق میں ابھی سے نہ ہو جائیں ہم فنا

کیا جانئے کہ موت کب آتی ہے کب نہیں

حسرت جفائے یار تو اک عام تھی ادا

اظہار التفات مگر بے سبب نہیں

نئی روشنی الہ آباد جون 1917ء

☆☆☆

گو بظاہر شیر ہوں باطن میں بودے دل کے ہیں

مظہر الحق نام ہے پیرو مگر باطل کے ہیں

فوج کو اپنی ہی دنیا مل کے دشمن سے شکست

یہ نتیجے آپ ہی کی فکر لاطائل کے ہیں

ناز تھا شوق شہادت پر ابھی کل تک جنہیں

دست بازو آج گویا خود وہی قاتل کے ہیں

مل چکی سرکار استبداد میں جائے امام

حوصلے بیکار اس تجویز بے حاصل کے ہیں

پائیں گے البتہ آغا خاں ثانی کا خطاب

گر یہی انداز ان کے فہم ناقابل کے ہیں
مظہر و انصار مظہر نے یہ ثابت کر دیا
ہم میں اب بھی کچھ نمونے ناظم و کامل کے ہیں 1ے

کیوں نہ ہو خطرے حسرت قافلہ احرار کا!
راہزن ہوں جب وہی، جو راہبر منزل کے ہیں

الناظر لکھنو جون 1917ء

☆☆☆

جلوۂ یار نہ چھپ جائے سر بام کہیں
جلد اے حوصلہ دید مجھے تھام کہیں

بزم ساقی کا یہ کیا حال ہوا میرے بعد
خم کہیں ہے تو صراحی کہیں جام کہیں

آہ کہنا وہ ترا پا کے مجھے گرم نظر!
ایسی باتوں سے نہ ہو جاؤں میں بدنام کہیں

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ انداز ہے کیا
قصدان کا کہیں جانے کا ہے پیغام کہیں

رنج بے سود ہے حاصل ہو یونہی کاش نجات
مار ہی ڈالے ہمیں وہ بت خود کام کہیں

مجھ کو مشتاق لقا جان کے کہتا ہے وہ شوخ
بر نہ آئی ہو یہ تیری ہوس خام کہیں

کچھ کچھ اس راز کی ہم کو بھی خبر ہے حسرت

آپ جاتے ہیں جو روزانہ سر شام کہیں

☆☆☆

1۔ ناظم پاشا اور کامل پاشا اس دور میں ترکی کے سپہ سالار اور وزیر اعظم تھے جب جنگ بلقان جاری تھی انہوں نے انگریزوں کے کہنے پر بلغاریوں سے صلح کی تجویز کی تھی انور پاشا، نیازی اور محمود شوکت پاشا نے اس سے اختلاف کیا۔ انور پاشا اس موقع پر وزارت کے اجلاس میں داخل ہو گئے جب صلح کی تجویز منظور کی جا رہی تھی ناظم نے مزاحمت کی وہ مارا گیا کامل پاشا استعفے پر مجبور ہوا، اور محمود شوکت وزیر اعظم بن گئے۔ گویا ناظم و کامل قومی غدار تھے۔

بلا کشان غم انتظار ہم بھی ہیں!
خراب گردش لیل و نہار ہم بھی ہیں
فلک وقار و ملک اقتدار ہم بھی ہیں
یہ فخر ہے کہ ترے خاکسار ہم بھی ہیں
دل ہوس جو نشانہ تری نظر کا ہوا!
تو روح شوق پکاری، شکار ہم بھی ہیں
اس سے چھپتے ہیں ہوتی ہے جس پر ان کی نظر
اگر یہی ہے تو امیدوار ہم بھی ہیں
ہمیں بھی شام سے ساقی نہیں ملی ہے شراب
ستم رسیدہ رنج خمار ہم بھی ہیں
نگاہ یار سے اظہار التفاف ہوا
تو حال دل نے کہا آشکار ہم بھی ہیں
شکایت ان کی نہ چاہو یہی کہو حسرت

نشانہ ستم روزگار ہم بھی ہیں

رسالہ تمدن لکھنو جون 1917ء

☆☆☆

کیا حال سنائے دل رنجور کسی کا!
مانا ہی نہ ہو مجھ سے منظور کسی کو

آنکھوں سے وہ پنہاں ہے تو کیا، دیدۂ دل سے
ہم دیکھتے رہتے ہیں یہ دستور کسی کو!

کیا چیز ہے اس حسن فرزاں کی تجلی
جو نار کسی کو ہے تو ہے نور کسی کو

مانا کہ رسا ہیں ترے نالے مگر اے دل
اتنا بھی نہیں کرتے ہیں مجبور کسی کو!

اب صدمہ ہجراں سے بھی ڈرتا نہیں کوئی
لے پہنچی ہے یاد ان کی بہت دور کسی کو

خاطر ہی میں لاتا نہیں ازراہ تجبتر
وہ شوخ، وہ بے مہر، وہ مغرور کسی کو

یوں بھول نہ جانا تھا اگر مدنظر تھی
تسکین دل حسرت رنجور کسی کو

رسالہ نظارہ لاہور فروری 1917ء

☆☆☆

کیوں جان رضا جو نہ شہادت پہ فدا ہو
کون اس کو نہ چاہے گا تم جسے چاہو

دل غم سے جو کہتا ہے محبت کا برا ہو
ایسے میں تری یاد بھی آ جائے تو کیا ہو

پاس آؤ تو کچھ دل کی تپش اور سوا ہو
ہر چند کہ تم درد جدائی کی دوا ہو!

دل ہم نے دیا آپ کو اب اس کا نتیجہ
قسمت پہ ہے موقوف برا ہو کہ بھلا ہو

تھے پاس تو منظور نظر راحت دل تھے
اب جان تمنا ہو جو تم ہم سے جدا ہو

رنج شب غم میں بھی ملے وصل کی راحت
گر دل میں ترے درد محبت کا مزا ہو

مرتا ہے کسی شوخ جفا کار پہ حسرت!
شاید یہ فسانہ کہیں تم نے بھی سنا ہو

اخبار صداقت کلکتہ فروری 1917ء

☆☆☆

گھٹے گا ترے کوچے میں وقار آہستہ آہستہ
بڑھے گا عاشقی کا اعتبار آہستہ آہستہ

بہت نادم ہوئے آخر وہ میرے قتل ناحق پر
ہوئی قدر و فاجب آشکار آہستہ آہستہ

جلائے شوق سے آئینہ تصویر خاطر میں

نمایاں ہو چلا روئے نگار آہستہ آہستہ
محبت کی جو پھیلی ہے یہ نکہت باغ عالم میں
ہوئی ہے منتشر خوشبوئے یار آہستہ آہستہ
ملا کر خاک میں مجھ کو، جھکی ہے شرم سے لیکن
اٹھے گی پھر وہ چشم فتنہ کار آہستہ آہستہ
دل و جان و جگر صبر و خرد جو کچھ ہے پاس اپنے
یہ سب کر دینگے ہم ان پر نثار آہستہ آہستہ
عجب کچھ حال ہو جاتا ہے اپنا بیقراری سے
بجاتے ہیں کبھی جب وہ ستار آہستہ آہستہ
نہ آئیں گے وہ حسرت، انتظار شوق میں یونہیں
گزر جائیں گے ایام بہار آہستہ آہستہ
رسالہ نقاد آگرہ جون 1917ء

☆☆☆

مجھ کو مغلوب آن و ایں نہ کرے
یوں بھی وہ امتحاں کہیں نہ کرے
حسن کی شان سے بعید ہے یہ
کہ دل شوق کو حزیں نہ کرے
جو بگڑنے میں بھی ہے وہ حسیں
فکر آرائش جبیں نہ کرے
مست نکہت نہ ہو نسیم سحر
رخ وہ جو زلف عنبریں نہ کرے

اور پھر کس سے ہو، جو گریہ خوں
قدر داماں و آستیں نہ کرے

ربط ہے غیر سے ضرور تمھیں
کوئی کب تک بھلا یقیں نہ کرے

لذت عاشقی ہے اس پر حرام
جو ترے غم کو دل نشیں نہ کرے

غرق مے کون ہے وہ میرے سوا
جو کسی حال میں نہیں نہ کرے

ستم اتنا نہ کر، کہ خو یہ کہیں!
صبر حسرت کو نکتہ چیں نہ کرے

رسالہ الناظر لکھنو فروری 1917ء

☆☆☆

مستی کے پھر آ گئے زمانے
آباد ہوئے شراب خانے

ہر پھول چمن میں زر بلف ہے
بانٹے ہیں بہار نے خزانے

سب ہنس پڑے کھلکھلا کے غنچے
چھیڑا جو لطیفہ صبا نے

سر سبز نہال ہوا غم بھی!
پیدا وہ اثر کیا ہوا نے!

رندوں نے پچھاڑ کر پلا دی

واعظ کے نہ چل سکے بہانے
کر دوں گا میں ہر ولی کو مے خوار
توفیق جو دی مجھے خدا نے!
ہم نے تو نثار کر دیا دل!
اب جانے وہ شوخ یا نہ جانے
ایسا تو ہوا کہ ہیں وہ نادم!
اتنا تو کیا میری وفا نے!
دل زخمی غم ہوا جگر میں!
اک تیر سے دو اڑے نشانے
بیگانہ مے کیا ہے مجھ کو!
ساقی کی نگاہ آشنا نے
مسکن ہے قفس میں بلبلوں کا
ویراں پڑے ہیں آشیانے
اب دل ہے، نہ عاشقی کے چرچے
سب خواب وہ ہو گئے فسانے
باقی نہ رہا وہ غم کا ساماں!
جاری نہ رہے وہ کارخانے
ناحق انہیں کر دیا ہے برہم!
بے تابی شوق برملا نے!
اب کاہے کو آئیں گے وہ حسرت
آغاز جنوں کے پھر زمانے

رسالہ لطف سخن سیالکوٹ اپریل 1917ء

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

☆☆☆

خیال یار جو مصروف کار ہوتا ہے
قرار بخش دل بے قرار ہوتا ہے
انہیں سوال مرا ناگوار ہوتا ہے
مجھے خیال یہی بار بار ہوتا ہے
نگاہ اہل تمنا سے ان کی محفل میں
خمار بے خبری آشکار ہوتا ہے
جنوں میں عقدہ یہ حیرانی نظر سے کھلا
خیال محو تماشائے یار ہوتا ہے
وہی قلوب جو حرمان نصیب ہوتے ہیں
انہیں میں شوق ترا بے شمار ہوتا ہے
یہ ماجرا بھی ہے دنیائے عاشقی میں نیا
کہ نامراد یہاں کامگار ہوتا ہے
سکون شوق کی صورت نکل چکی حسرت
کہ دل کے ساتھ جگر بھی فگار ہوتا ہے

اخبار خطیب دہلی فروری 1917ء

☆☆☆

اس محو تغافل کی جفا میرے لئے ہے
صد شکر کہ اتنا تو روا میرے لئے ہے
دشمن کو مٹانے سے مٹا ہوں نہ مٹوں گا

اور یوں تو میں فانی ہوں فنا میرے لئے ہے

اس میں بھی مجھے شک ہے کہ ظاہر ہے بناوٹ

وہ شوخ جو غیروں سے خفا میرے لئے ہے

وہ حسن کے مالک ہیں جفا تھی انہیں جائز

میں بندۂ خوباں ہوں وفا میرے لئے ہے

پا کر مجھے بے کس تری رحمت یہ پکاری

یہ بندہ بے برگ و نوا میرے لئے ہے

زاہد کو جو حق ہو بھی تو ہے تجھ پہ جزا کا!

البتہ میں خاطی ہوں عطا میرے لئے ہے

دعوت میں تری میں بھی ہوں، معلوم ہے لیکن

کیا غیر کی خاطر سے ہے کیا میرے لئے ہے

ارباب ہوس تجھ سے ہے نالاں تو میں خوش ہوں

جو ان کو سزا ہے وہ جزا میرے لئے ہے

کہتے ہیں وہ اب قدر ہوئی ہم کو وفا کی

گویا کہ یہ سب مدح و ثنا میرے لئے ہے

اس گیسو برہم کی اڑا لائی ہے نکہت

آوارگی باد صبا میرے لئے ہے

اوروں پہ نوازش میں جو بے باک ہے حسرت

قسمت سے وہ مجبور حیا میرے لئے ہے

ایضاً ایضاً

☆☆☆

تیرا کرم جو رہنما میرے لئے ہے
یہ درد کہ ہے جان دوا میرے لئے ہے

میں اپنی مصیبت پہ ہوں نازاں کہ وہ خوش ہیں
مجھ سے کہ یہ پابند بلا میرے لئے ہے

غیروں سے کبھی ہے انہیں نفرت کبھی الفت
ان دونوں سے اک بات جدا میرے لئے ہے

ایسا تو نہ ہو گا کہ نہ پہنچوں ترے در تک
جب تیری کشش راہنما میرے لئے ہے

مقصود ہے اتنا کہ رہے مجھ پہ توجہ!
مخصوص یہ انداز جفا میرے لئے ہے

جو بندۂ دنیا ہیں، مبارک انہیں دنیا
میں دین کا پیرو ہوں خدا میرے لئے ہے

ہر حال میں ہوں خوش میں کہ ہر بات میں لازم
پابندی تسلیم و رضا میرے لئے ہے

دیکھا تو کہا مجھ کو غم یار نے حسرت
یہ سوختہ بے سروپا میرے لئے ہے

اخبار ہمدم لکھنو 1917ء

نظارۂ پیہم کا صلہ میرے لئے ہے
ہر سمت وہ رخ جلوہ نما میرے لئے ہے

اس چہرۂ انور کی ضیا میرے لئے ہے
وہ زلف سیہ تاب دوتا میرے لئے ہے

زنہار اگر اہل ہوس تجھ پہ فدا ہوں

یہ مرتبہ صدق و صفا میرے لئے ہے
بن کر میں رضا کار مہیائے فنا ہوں
آوازۂ حق بانگ درا میرے لئے ہے
خوشنودی فجار کے پیرو ہیں یزیدی
تقلید شاہ کرب و بلا میرے لئے ہے
محروم ہوں مجبور ہوں، بے تاب و تواں ہوں
مخصوص ترے غم کا مزا میرے لئے ہے
سرمایہ راحت ہے فنا کی مجھے تلخی!
اس زہر میں سامان بقا میرے لئے ہے
جنت کی ہوس ہو تو میں کافر کہ پریشاں
اس شوخ کی خوشبوئے قبا میرے لئے ہے
پہلے بھی کچھ امید نہ تھی چارہ گروں کو
اور اب تو دوا ہے، نہ دعا میرے لئے ہے
مر جاؤں گا میخانے سے نکلا جو کبھی میں
نظارۂ مے روح فزا میرے لئے ہے
تشخیص طبیباں پہ ہنسی آتی ہے حسرت
یہ دردِ جگر ہے کہ دوا میرے لئے ہے

اخبار صداقت کلکتہ 1917ء

☆☆☆

دل غم این و آں کی خو نہ کرے
اس سے تیری ہی آرزو نہ کرے

صبر اب نام کو بھی دل میں نہیں
نگہ یار جستجو نہ کرے!

تیری خوشبو کے بعد روح مری
گُل جنت بھی ہو تو بو نہ کرے

ہے یہ آئین عاشقی میں گناہ
غم سے دل ترک آرزو نہ کرے

مجھ میں تاب جمال یار کہاں
شوق انہیں میرے رو برو نہ کرے

ترک مے کے معاملے میں فضول
محتسب ہم سے گفتگو نہ کرے

کچھ نہیں شوق جبہ و دستار
دل سر ساغر و سبو نہ کرے!

حسن سے عشق، حکم دل کے خلاف
کھل کے بے پردہ گفتگو نہ کرے

یا کرے بھی تو پھر زراہ نیاز
روبرو ہو کے دوبدو نہ کرے

معتبر عشق میں ہے زخم وہی
جو کبھی خواہش رفو نہ کرے

دل رضا کار ہے وہی جو کبھی
طلب فتح میں غلو نہ کرے

جم چکا ہم پہ حال و قال کا رنگ
شیخ بے کار ہا و ہو نہ کرے

جان حسرت کی ہجر میں تسکین
اور پھر کس سے ہو جو تو نہ کرے

گلچین مارہرہ 1917ء

☆☆☆

عشق اے کیمیائے بہروزی
وے سبیل سعادت اندوزی
فکر دنیا سے دل رہا آزاد!
اے ترا غم رہے مجھے روزی
دل میں ہے تیری آرزو کہ نسیم
اک چمن میں وزاں ہے نو روزی
مل گیا نور عاشقی سے ہمیں!
طرفہ سرمایہ دل، افروزی
کھل کے ہم سے کبھی وہ مل نہ سکے
باوجود کمال دل سوزی!
تو اور اس نازنیں سے عرض وصال
اے دل ایسے بھی کیا بد آموزی
ان سے حسرت ملے جو حکم شکست
اس کو سمجھو نوید فیروزی

☆☆☆

دام گیسو میں ترے اک دل ناشاد بھی ہے
اے مرے بھولنے والے تجھے کچھ یاد بھی ہے
غم دنیا سے ہے فارغ دل وابستہ عشق
ایک ہی وقت میں یہ قید بھی، آزاد بھی ہے
کیسے کہہ دوں اسے بیگانہ الفت کہ وہ شوخ
ظلم کرتا ہے مگر مانع فریاد بھی ہے!
کوئے جاناں کہ نہ مرغوب ہو کیوں دل کو ہوا
آخر اس زلف کی نکہت کہیں برباد بھی ہے
دل مایوس کو ویرانہ مطلق نہ کہو!
یاد ماضی کی بدولت یہ کچھ آباد بھی ہے
کچھ مرے دل ہی سے مخصوص نہیں لذت غم
خوش اسی حال میں جوہر 1 بھی ہے آزاد 2 بھی ہے
لطف ظاہر پہ کہیں اس کے نہ جانا حسرت
کہ وہ عیار جفا جو ستم ایجاد بھی ہے

اخبارالصباح لاہور 15 اپریل 1917ء

☆☆☆

عشق میں خوف جاں سے در گزرے
ہم نے ٹھانی جو دل میں کر گزرے
زندگی اپنی ہو کے ان سے جدا
سخت گزرے گی، اب اگر گزرے

---

1 مولانا محمد علی جوہر مرحوم، 2 مولانا ابوالکلام مرحوم

خاک عشاق ہو نہ دامن گیر!
سوئے مدفن یہ تم کدھر گزرے

دل کی مایوسیوں سے ان کے بغیر
رنج کیا کیا نہ جان پر گزرے

شام فرقت کٹے، نہ ہجر کی رات
صبح گزرے نہ دوپہر گزرے

زندگی ہے اسی کا نام تو ہم
ایسی درماندگی سے در گزرے

ان سے اظہار شوق کون کرے
جان ہی سے کوئی مگر گزرے

ایک دیکھا تمھیں ان آنکھوں سے
یوں تو کتنے ہی خوش نظر گزرے

خدمت بے نیاز جاناں میں
کیوں مرے حال کی خبر گزرے

ان کے قدموں پہ رکھ دیا سر شوق
ہم یہ کیا بے خودی میں کر گزرے

منتظر ہے متاع جان حسرت
کہ ادھر بھی وہ فتنہ گر گزرے

رسالہ الناظر لکھنؤ مئی 1917ء

☆☆☆

زبان فصل گل آیا، نسیم مشک بار آئی!

دلوں کو مژدہ ہو پھر جوش مستی کی بہار آئی
پھلا پھولا رہے گلزار یا رب حسن خوباں کا
مجھے اس باغ کے ہر پھول سے خوشبوئے یار آئی
سر پر شور بھی اک بار تھا جس کو مری گردن
ترے کوچے میں آج اے فتنہ دوراں اتار آئی
تری محفل سے ہم آئے، مگر یا حال زار آئے
تماشا کامیاب آیا تمنا بے قرار آئی!
جو ان کے حسن سے بھی بڑھ گئی ہے بیقراری میں
تڑپ ایسی کہاں سے عشق میں پروردگار آئی
یہ کیا اندھیر ہے، اے دشمن اہل وفا تجھ سے
ہوش نے کام جاں پایا، محبت شرمسار آئی
بجا ہیں کوششیں ترک محبت کی مگر حسرت
جو پھر بھی دل نوازی پردہ چشم سحر کار آئی

رسالہ تمدن لکھنو مئی 1917ء

☆☆☆

شب فرقت میں یاد اس بے خبر کی بار بار آئی
بھلانا ہم نے بھی چاہا مگر بے اختیار آئی
ترے فیض کرم سے دین کے دریا میں جوش آیا
ترے یمن قدم سے باغ ایماں میں بہار آئی
تری محفل سے اے پیر مغاں عاشق اکثر
مشیخت نے نواز آئی، فضیلت مے گسار آئی

امیدیں تجھ سے تھیں وابستہ لاکھوں آرزو لیکن
بہت ہو کر تری درگاہ سے بے اعتبار آئی!
الٰہی رنگ یہ کب تک رہے گا ہجر جاناں میں
کہ روز بے دلی گزرا تو شام انتظار آئی
تری بے اعتنائی کو یہ آخر کیا خیال آیا
جو میری پرسش غم کو یہ چشم اشک بار آئی
نہ ہاتھ آیا بجز رنج و بلا کچھ عشق حسرت کو
دیار حسن کی آب و ہوا ناسازگار آئی

رسالہ خطیب دہلی 11 اپریل 1917ء

☆☆☆

چھپ کے اس نے جو خود نمائی کی
انتہا تھی یہ دل ربائی کی
مائل غمزہ ہے وہ چشم سیاہ
اب نہیں خیر پارسائی کی
ہم سے کیوں کر وہ آستانہ چھٹے
مدتوں جس پہ جبہ سائی کی
دل نے برسوں بہ جستجوئے کمال
کوچہ عشق میں گدائی کی
دام سے ان کے چھوٹنا تو کہاں
یاں ہوس بھی نہیں رہائی کی
کیا کیا یہ اہل شوق کے ساتھ

تو نے کی بھی تو بے وفائی کی
ہو کے نادم وہ بیٹھے ہیں خاموش
صلح میں شان ہے لڑائی کی
اس تغافل شعار سے حسرت
ہم میں طاقت نہیں جدائی کی

☆☆☆

دی گئی کام غم شوق کی تاثیر مجھے
مہرباں مجھ پہ ہوئے پا کے وہ دلگیر مجھے
خانہ جاں میں رہے سب کی نظر سے پنہاں
کہیں مل جائے اگر آپ کی تصویر مجھے
اک نگاہ ہوس انگیز کا ملزم ہوں ضرور
اس کی منظور ہے جو دیجے تعزیر مجھے
شکوۂ درد سے کس درجہ پشیماں ہے دل
کیا مناسب تھی یہ مہماں کی تحقیر مجھے
حسن و خواہش کی رعایت سے ملی ہیں کیا خوب
طبع مسرور تجھے، خاطر دلگیر مجھے
جرم تو پہلے بتا دیجئے تقصیر معاف
یا یونہیں آپ کئے جائیں گے زنجیر مجھے
کاٹ لوں اپنا گلا آپ کہ جھگڑا ہو تمام
کاش مل جائے کہیں آپ کی شمشیر مجھے
دیکھ رہی ہیں اسے شوق کی آنکھیں ہر دم

اک ملی تھی جو کبھی آپ کی تحریر مجھے
خوب ہے فیصلہ عشق مبارک حسرت
نغمہ عیش انہیں نالہ شب گیر مجھے

رسالہ ذخیرہ حیدرآباد دکن اپریل 1917ء

☆☆☆

لے جا ہے فصل گل میں اے دل یہ بے خروشی
مستانہ کیوں نہ گزرے ہنگام بادہ نوشی
میخانے بند رکھا مستان بے خبر کو
پیر مغان نے یوں کی رندوں کی پردہ پوشی
آغاز عاشقی تھا، جوش و خروش یک سر
یا انتہائے غم ہے حیرانی و خموشی
دیدار کی طلب میں حد سے گزر چلی ہے
اپنی امیدواری، ان کی بہانہ کوشی!
افسانہ ہو گئی ہے دنیائے مغفرت میں
تیری عطا شعاری، میری خطا فروشی
ایسا بھی کیا تلون یار! اپنے مالکوں سے
یا اتنی سرد مہری یا ویسی گرم جوشی
یوں کرتے ہیں جفا وہ، اہل وفا پہ حسرت
رسم ستم ہے گویا، آئین حق نیوشی

رسالہ الناظر لکھنو جون 1917ء

☆☆☆

کون یہ دست بہ شمشیر نظر آتا ہے
مجھ کو اک عالم تصویر نظر آتا ہے
جلوۂ حسن سے رنگین دل پر داغ مرا
شوق کے ہند میں کشمیر نظر آتا ہے
کم نگاہی میں بھی اس محو حیا کی دل کو
اثر سرمہ تسخیر نظر آتا ہے!
ولولے دل کے ترے غم کا ادب کیوں نہ کریں
اک جوانوں میں یہی پیر نظر آتا ہے
غیر سے ہنس کر وہ بولے مجھے پا کر بے باک
آج یہ طالب تعزیر نظر آتا ہے
ان سے ملنے کی نکلتی نہیں تدبیر کوئی
کام وابستہ تقدیر نظر آتا ہے
پا سکا بار نہ اس بزم طرب میں شائد
حسرت اس درجہ جو دلگیر نظر آتا ہے

رسالہ زمانہ کانپور

☆☆☆

شور طفلاں چاہئے اسے عشق سودائی مجھے
کیوں پسند آنے لگی صحرا کی تنہائی مجھے
اب تقاضا ہے یہ اس حسن تماشا دوست کا

ہر نظر دیکھا کرے بن کر تماشائی مجھے
اپنی ہستی سے بھی آخر ہو گیا بیگانہ میں
ان سے جب جا کر ہوئی حاصل شناسائی مجھے
بھول کر شاید کبھی آ جائے ان کو بھی خیال
یوں پسند آئی ہے اس کوچے کی رسوائی مجھے
اور بھی حسرت وہ کچھ رہنے لگے ہیں محو ناز
جب سے جانا ہے انہوں نے اپنا شیدائی مجھے

☆☆☆

CyberLibrary.Net Iqbal.MMM All rights reserved. ©2002-2006

رباعی[1]

ارباب فریب کی ہے یہ بھی ہے اک چال
بے کار ہے "بہترین" و بہتر کا خیال
گنجائش بہتری، غلامی میں کہاں
لاریب ہے اجتماع ضدین، محال

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
اقبال اکادمی پاکستان
2002-2006

1۔ یہ رباعی تجویز قیام مسلم یونیورسٹی کے متعلق ہے

بسم اللہ الرحمن الرحیم

کچھ بھی حاصل نہ ہوا زہد سے نخوت کے سوا
شغل بے کار ہیں سب ان کی محبت کے سوا

دے سکا کوئی نہ دہری کے وساوس کا جواب
تیرے وارفتہ دیوانہ طبیعت کے سوا

کون رکھے گا ترے غم سے دل و جاں کو عزیز
کچھ نہیں اور جب اس رنج میں راحت کے سوا

قول زاہد کو غلط ہم نہیں کہتے ہیں، مگر
اور کچھ ہو بھی شریعت میں طریقت کے سوا

حشر میں تاب جہنم سے مفر اور کہاں
اہل عصیاں کو ترے سایہ رحمت کے سوا

نور عرفاں کی عبث ہے دل زاہد میں تلاش
اوریاں خاک نہیں جو خواہش جنت کے سوا

اس کی بات اور ہے پائیں جو ہم اس میں بھی مزا
آپ نے تو نہ دیا کچھ بھی اذیت کے سوا

اہل ظاہر نہ کریں کوچہ باطن کی تلاش
کچھ نہ پائیں گے وہاں رنج و مصیبت کے سوا

علم و حکمت کا جنہیں شوق ہو آئیں نہ ادھر
کچھ نہیں فلسفہ عشق میں حیرت کے سوا

سب سے منہ موڑ کے راضی ہیں تیری یاد سے ہم
اس میں اک شان فراغت بھی ہے راحت کے سوا

عقل حیراں ہے اے جانِ جہاں راز ترا
کون سمجھے دلِ دیوانہ حسرت کے سوا

☆☆☆

کاہے کو دل اے عشق ترے غم سے بچے گا
اب ہم نہ بچائینگے، نہ یہ ہم سے بچے گا
لے لے گی دل ان کے رخِ روشن کی تجلی
بالفرض جو اس گیسوِ پرخم سے بچے گا
حسرت کوئی کتنا ہی چھپائے کہ بچائے
دل ایک نہ اس فتنہ عالم سے بچے گا

☆☆☆

میری جانب سے شکایت نہ تقاضا ہوتا
خود مرے گھر وہ چلے آتے کچھ ایسا ہوتا
قیمتِ نیم نظر میں بھی سمجھتے نہ گراں
غور سے تم نے مرے دل کو جو دیکھا ہوتا
ہمہ تن غرقِ جراحت بھی جو ہوتے حسرت
لبِ ہر زخم پہ مذکور انہیں کا ہوتا

☆☆☆☆

ہمدم و ہمدرد ما ہمراز ما
اے ہوایت مایہ صد ناز ما

دیکھنا بھی تو انہیں دور سے دیکھا کرنا
شیوۂ عشق نہیں حسن کو رسوا کرنا

اک نظر بھی تیری کافی تھی پے راحت جاں
کچھ بھی دشوار نہ تھا مجھ کو شکیبا کرنا

ان کو یاں وعدے پہ آ لینے دے اے ابر بہار
جس طرح چاہنا پھر بعد میں برسا کرنا

شام ہو یا کہ سحر، یاد انہیں کی رکھنی
دن ہو یا رات، ذکر انہیں کا کرنا!

صوم زاہد کو مبارک رہے، عابد کو صلوۃ
عاصیوں کو تری رحمت پہ بھروسا کرنا

عاشقو حسن جفا کار کا شکوہ ہے گناہ
تم خبردار، خبردار نہ ایسا کرنا

کچھ سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ کیا ہے حسرت
ان سے مل کر بھی نہ اظہار تمنا کرنا

فیض آباد جیل 16 تا 18 دسمبر 1917ء

☆☆☆

شکوہ منجی کے عوض میں نے بھی یہ خوب کیا
کیا کیا، شکر جفا سے انہیں محجوب کیا!
جان پر غم نے بھی الزام لگایا نہ انہیں

یاس کو خوبیِ تقدیر سے منسوب کیا!

مشترک دونوں میں اک بات خدا نے لکھی
طالبِ شوق مجھے، آپ کو مطلوب کیا!

اب نہ کچھ عیش کی خواہش ہے نہ غم کی پرواہ
جذبۂ عشق نے آخر مجھے مجذوب کیا!

مال کیا شے ہے جسے آپ سے رکھیں گے دریغ
جب کہ ہم نے دل و دیں کو بھی نہ محبوب کیا!

فتنۂ جور نہ کرنا مجھے یا رب ان کا!
جن کو گمراہ کیا تو نے کہ مغضوب کیا

سخت محرومِ ادب ہے، دلِ حسرت نے اگر
بے وفائی سے ترے جور کو منسوب کیا

فیض آباد جیل 22 تا 23 جون 1917ء

☆☆☆

گمان نہ ہم پہ ہو زاہد کو ہرزہ کاری کا
کہ ذکرِ یار میں ہے شغل بے قراری کا

رہے گا نام نہ دنیا میں ہوشیاری کا
یہی جو رنگ ہے تیری شراب خواری کا

چمن میں بادِ بہاری بھی گل کی آنکھوں سے
چلی، کہ دیکھے تماشا تری سواری کا

رحیقِ عشق پئیں ہم تو ہو ہوس کو سکوں
یہی علاج ہے دردِ گناہ گاری کا

غرور یار نہ بڑھ جائے اور بھی حسرت
اثر نہ ہو یہ کہیں تیری خاکساری کا

میرٹھ جیل 14فروری 1917ء

☆☆☆

نظر پھر نہ کی اس پہ، دل جس کا چھینا
محبت کا یہ بھی ہے کوئی قرینا

وہ کیا قدر جانیں دل عاشقاں کی
نہ عالم، نہ فاضل نہ دانا، نہ بینا

یہ کیا کفر نعمت ہے اے شیخ آخر
کہ برسات میں بھی پلانا نہ پینا

وہیں سے یہ آنسو رواں ہیں جو دل میں
تمنا کا پوشیدہ ہے اک خزینا

بہا دیں وہاں خون اپنا، جہاں ہم
ترے حسن کا گرتے دیکھیں پسینا

یہ کیا قہر ہے ہم پہ یا رب کہ بے مے
گزر جائے یونہی ساون کا مہینا

بہار آئی، سب شادماں ہیں مگر ہم
یہ دن کیسے کاٹیں گے بے جام و مینا

جدا جب کہ ہیں تجھ سے اے راحت جاں
ہمارا برابر ہے جینا نہ جینا!

مٹے عیب سب عشق بازی میں حسرت
نہ بغض و حسد ہے نہ غصہ، نہ کینا!

سنٹرل جیل لکھنؤ 14 اگست 1917ء

☆☆☆

اک خلش ہوتی ہے محسوس رگ جاں کے قریب
آن پہنچے ہیں مگر منزل جاناں کے قریب
خشر میں اپنے گناہوں سے مجھے خوف ہو کیا
ان کی رحمت بھی تو ہے منزل عصیاں کے قریب
لپٹے اس ڈھب سے کہ پھر ہو نہ جدا خاک مری
کہیں پہنچے بھی تو اس گوشہ داماں کے قریب
لکھنؤ آنے کا باعث یہ کھلا آخر کار!
کھینچ لایا ہے دل اک شاہد پنہاں کے قریب
وہ جو ہیں پاس تو مجلس بھی ہے اک باغ[1] ہمیں
کامرانی بھی نمودار ہے حرماں کے قریب
روز ہو جاتی ہے رویا میں زیارت حسرت!
آستان شاہ رزاق[1] ہے زنداں کے قریب

☆☆☆

نگہ شوق نہ ہو چاہ زنخداں کے قریب
کیا یہ ابھرا ہے ترے خال نمایاں کے قریب

جو ترے درد کے بندے ہیں دعائیں ان کی
بھول کر بھی نہ گئیں خواہش درماں کے قریب

1؎ درگاہ شریف ''باغ مولوی انوار'' کے نام سے مشہور ہے

2؎ پیشوائے عشاق شاہ عبدالرزاق قدس سرہ فرنگی محلہ لکھنوی

زخم دل کی یہ ہوس جب ہے کہ اچھا ہی نہ ہو
کیوں نہ مرہم سے رہے دور نمک داں کے قریب

سیر گل خوش نہیں آتی کسی عنوان ہمیں
جا کے لوٹ آتے ہیں دیوار گلستاں کے قریب

ان پہ مرنا ہے جنہیں بچ کے وہ گزریں حسرت
آ بھی نکلیں جو کبھی چشمہ حیواں کے قریب

لکھنو سنٹرل جیل 16 جولائی 1917ء

☆☆☆

چھیڑتی ہے جو یاد بہت
دل شب غم ہے بے قرار بہت

اب نہ دیکھیں گے تیری راہ کہ ہم
رہ چکے ہیں خراب و خوار بہت

ہم اسیران ہجر کو نہ رلا
دیکھ اے ابر نو بہار بہت

لطف ہے پھر بھی ہم پہ غیر سے کم
آپ کہتے رہیں بیزار بہت

حال دل کم کہا کرو حسرت
ان کو ہوتا ہے ناگوار بہت

فیض آباد جیل 19 ستمبر 1917ء

☆☆☆

حسن بے تاب ہے محدود انہیں دو چار کے بیچ
میری گفتار کے اندر و تری رفتار کے بیچ
مٹ چلیں یونہیں نہ کیوں دیر و حرم کے جھگڑے
ایک رشتہ بھی تو ہے سبحہ و زنار کے بیچ
سچ بتا کس کی محبت کا اثر ہے حسرت!
یہ جو اک سوز ہے پنہاں تری گفتار کے بیچ

☆☆☆

انہوں نے پھر دیا خط یونہیں سلام کے بعد
بڑھا کے میرا تخلص بھی میرے نام کے بعد
شراب رندوں میں آئی مہ صیام کے بعد
بڑے تزک سے، بڑی شان اہتمام کے بعد
ہجوم شوق میں کیوں ہوں نہ اضطراب کے رنگ
کہ یاس شب ہے یقینی امید شام کے بعد
کمال شوق کو آتے ہیں ناتمام نظر
تمام شوق تری خواہش تمام کے بعد

نہ ہو ابھی، مگر آخر تو ہو گی قدر مری
کھلے گا حال غلام آپ پر غلام کے بعد
سرور بخش دل و جاں ہے بزم ساقی میں
بہار جلوۂ مینا نمود جام کے بعد
ہوئی یہ کثرت ارباب اشتیاق کہ اب!
پڑے ہیں سوچ میں حسرت وہ اذن عام کے بعد

فیض آباد جیل 4 نومبر 19171ء

☆☆☆

پوچھا بھی تو اس نے نہ کبھی گھر سے نکل کر
شرمندہ ہیں نالے دل مضطر سے نکل کر
پائی ہے جگہ پاکی داماں نظر میں!
خوشبوئے حیا نے تری چادر سے نکل کر
کیا چیز تھی ساقی وہ پس پردۂ مینا
جو سرخ پری بن گئی ساغر سے نکل کر
دیکھا جو کہیں گرم نظر بزم عدو میں
وہ ڈانٹ گئے مجھ کو برابر سے نکل کر
بن جاتی ہے دل میں خلش خار تمنا
جھنکار ترے پاؤں کے زیور سے نکل کر
پر نور کیا خوب شہیدوں کے دلوں کو
چاہت کی چمک نے تیرے خنجر سے نکل کر

حسرت مجھے بھاتی ہے پریشانی دل میں
آتی ہے جس اس گیسو ابتر سے نکل کر

فیض آباد جیل 8 نومبر 1917ء

☆☆☆

کیا کریں خو سے ہیں مجبور کہ پینا ہے ضرور
ورنہ حسرت رمضان کا یہ مہینہ ہے ضرور

عمر ہی کیا ہے وہ کمسن ہیں ابھی نام خدا
ان پہ مرنا ہے تو کچھ دن ہمیں جینا ہے ضرور

بے خودی بزم خرابات میں ہے وجہ سکون
اک مگر کشمکش ساغر و مینا ہے ضرور

شوق جس کا نہیں ممکن دل دانا کے بغیر
اس کے دیدار کو بھی دیدۂ بینا ہے ضرور

تیری شوخی کہے دیتی ہے کہ اے غمزۂ یار
تو نے دل آج کسی اور کا چھینا ہے ضرور

ترک مے سے ہمیں انکار نہ ہوتا لیکن
اب جو ناصح کو ہے ابرام تو پینا ہے ضرور

تیری گفتار سے پیدا ہے کہ اے حسرت زار
دل ترا درد محبت کا خزینہ ہے ضرور

فیض آباد جیل 1 اکتوبر 1917ء

☆☆☆

عاشقی پیشہ ہے اے دل تو یہ بیداد نہ کر
ستم یار سے بھی شاد ہو، فریاد نہ کر!
دیکھ اس جلوۂ پنہاں کی زیارت ہے محال
ہمت شوق کو بے فائدہ برباد نہ کر
بے پر وبال کہاں چھوٹ کے جائیں صیاد
ہم اسیران وفا کوش کو آزاد نہ کر!
ہم تیری یاد کو بھولیں گے نہ بھولے ہیں کبھی
تو ہمیں بھول کے بھی یاد نہ کر شاد نہ کر
یہ بھی حسرت کوئی تدبیر سکوں ہے، کیا خوب
دل بے تاب سے کہتے ہو انہیں یاد نہ کر

فیض آباد جیل 11 اکتوبر 1917ء

☆☆☆

چاہت مری چاہت ہی نہیں آپ کے نزدیک
کچھ میری حقیقت ہی نہیں آپ کے نزدیک
کس درجہ تغافل ہے مرے حال سے گویا
یہ کوئی مصیبت ہی نہیں آپ کے نزدیک
وہ بات بھی ممکن ہے دلدار ہو دلبر
جس کی کوئی صورت ہی نہیں آپ کے نزدیک
کچھ قدر تو کرتے مرے اظہار وفا کی
شاید یہ محبت ہی نہیں آپ کے نزدیک
معلوم یہ ہوتا ہے کہ رنگیں نظری سے

مجھ کو کوئی نسبت ہی نہیں آپ کے نزدیک

راحت بھی وہیں سے رہیں سامان فراغت

کچھ دولت و حشمت ہی نہیں آپ کے نزدیک

تعزیز کے لائق بھی ہے خواہش مرے دل کی

در خود و ملامت ہی نہیں آپ کے نزدیک

بے کار ہے اظہار صفا اہل ولا کا

اس چیز کی حاجت ہی نہیں آپ کے نزدیک

یوں غیر سے بے باک اشارے سر محفل

کیا یہ مری ذلت ہی نہیں آپ کے نزدیک

عشاق پہ کچھ حد بھی مقرر ہے ستم کی!

یا اس کی نہایت ہی نہیں آپ کے نزدیک

کیا حال کہے کوئی کہ درباں کے ستم سے

آنے کی اجازت ہی نہیں آپ کے نزدیک

اگلی سی نہ راتیں ہیں نہ گھاتیں ہیں نہ باتیں!

کیا اب میں وہ حسرت ہی نہیں آپ کے نزدیک

فیض آباد جیل 9 جون 1917ء

☆☆☆

روز محشر سایہ گستر ہے جو دامان رسولؐ

تاب دوزخ سے ہیں بے پروا غلامان رسولؐ

نور سے ایمان خالص کے منور تھا جہاں

اب کہاں سے آئے وہ عہد درخشان رسولؐ

صوم دائم سے بڑھی عزت قیام لیل کی
شب کو مہمان خدا ہیں دن کو مہمان رسولؐ

رہنمائے گمرہاں و سر گروہ مقبلاں!
عاشق و معشوق یزداں جان جانان رسولؐ

مقتدائے سالکان و مخزن اسرار حق
بادشاہ عاشقان و گنج عرفان رسولؐ

نور چشم فاطمہؓ مہر درخشان علیؓ
غوث اعظم شاہؒ جیلاں، ماہ تابان رسولؐ

حسرت محروم ہے امیدوار التفات!
اس طرف بھی اک نظر اے میر سامان رسولؐ

فیض آباد جیل

☆☆☆

اپنا سا شوق اوروں میں لائیں کہاں سے ہم
گھبرا گئے ہیں بے دلی ہمرہاں سے ہم

کچھ ایسی دور بھی تو نہیں منزل مراد
لیکن یہ جبکہ چھوٹ چلیں کارواں سے ہم

اے یاد یار دیکھ کہ با وصف رنج ہجر
مسرور ہیں تری خلش ناتواں سے ہم

معلوم سب ہے پوچھتے ہو پھر بھی مدعا
اب تم سے دل کی بات کہیں کیا زباں سے ہم

اے زاہد خشک تیری ہدایت کے واسطے

سوغات عشق لائے ہیں کوئے بتاں سے ہم
بے تابیوں سے چھپ نہ سکا حال آرزو
آخر بچے نہ اس نگاہ بدگماں سے ہم
پیرانہ سر بھی شوق کی ہمت بلند ہے
خواہاں کام جاں ہیں جو اس نوجواں سے ہم
مایوس بھی تو کرتے نہیں تم ازراہ ناز
تنگ آ گئے ہیں کش مکش امتحاں سے ہم
خلوت بنے گی تیرے غم جاں نواز کی
لیں گے یہ کام اپنے دل شادماں سے ہم
ہے انتہائے یاس بھی اک ابتدائے شوق
پھر آ گئے وہیں یہ چلے تھے جہاں سے ہم
حسرت بھی اور جا کے کریں کس کی بندگی
اچھا جو سر اٹھائیں بھی اس آستاں سے ہم

فیض آباد جیل

☆☆☆

کر دیں انہیں پیش نذر جاں ہم
بے صرفہ نہ جائیں رائیگاں ہم
کر لے جو ستم ہوں تجھ کو منظور
اے نخوت یار پھر کہاں ہم
باوصف ہجوم یاس دل بھی
رکھتے ہیں انہیں بھی مہماں ہم

ہر صبح جہاں وہ جلوہ گر ہوں
جاتے ہیں وہیں رواں دواں ہم
ناکامی عشق کی بدولت
البتہ ہوئے ہیں کارواں ہم
سمجھو تو سنائیں حال دل کا
تقریر نظر میں بے زباں ہم
پوچھو جو کرو گے تم ہمیں قتل
کہتے ہیں وہ کس ادا سے ہاں ہم
سمجھیں گے عتاب کو توجہ
ہوں گے جو ترے مزاج داں ہم
اب تجھ سے وہ کیا ملیں گے حسرت
جب جان لیا ہوئے جواں ہم

میرٹھ جیل 14 فروری 1915ء

☆☆☆

پھر آپ کہاں رہیں کہاں ہم
کچھ دن کے ہیں اور مہماں ہم
تم نے جو سنا تھا بے خودی میں
کہتے ہیں وہی زماں زماں ہم
گستاخ وہ پا کے مجھ کو بولے
اب پھر جو کبھی ہوں مہرباں ہم
اے کاش قفس میں تو نہ سنتے

افسانہ جور باغباں ہم!
سن لے جو یہی خوشی ہو تیری
ہیں اے غم یار شادماں ہم
کچھ آپ سے تو نہیں شکایت
ہیں شکوہ گذار آسماں ہم
کیا شوق بہار ہے کہ حسرت
کچھ رکھتے نہیں غم خزاں ہم

میرٹھ جیل 14فروری1918ء

☆☆☆

روگ دل کو لگا گئیں آنکھیں
اک تماشہ دکھا گئیں آنکھیں
مل کے ان کی نگاہ جادو سے
دل کو حیراں بنا گئیں آنکھیں
مجھ کو دکھلا کے راہ کوچہ یار
کس غضب میں پھنسا گئیں آنکھیں
اس نے دیکھا تھا کس نظر سے مجھے
دل میں گویا سما گئیں آنکھیں
محفل یار میں بہ ذوق نگاہ
لطف کیا کیا اٹھا گئیں آنکھیں
حال سنتے وہ کیا مرا حسرت

وہ تو کہتے سنا گئیں آنکھیں

فرمائش صاحبزادہ فیض آباد جیل 10 اپریل 1917ء

☆☆☆

اہل ایماں رکھتے ہیں کامل بہ فتوائے جنوں
شان لا خوف علیھم شیوۂ لا یحزنون
کامیاب و کامراں ہیں، شاد کام و شادماں
گرچہ دیوانے ترے ظاہر میں ہیں زار و زبوں
روشنی بخش دل و جاں ہو نہ کیوں اس کا خیال
جس کے جلوے کی درخشانی ہے انور العیون
کچھ نہیں کھلتا مجھے لے جائے گا آخر کہاں
کس کی جانب ہے دل دیوانہ یا رب رہنموں
کی بہت کچھ ہرزہ گردی اب یہ حسرت جی میں ہے
چھوڑ دوں سب آسرے ایک دن ان کے درکار ہو رہوں

☆☆☆

ہجر ساقی میں بہ یاد بادہ ہائے لالہ گوں!
چشم رنداں سے رواں رہتا ہے اک دریائے خوں
انتظار یار کی سختی جو تھی حد سے فزوں!
ہو گیا تاراج غم سرمایہ صبر و سکوں!
بزم دشمن میں بھی دل تھامے ہوئے بیٹھا رہا

غیر ممکن ہے جہاں اے شوخ تو ہو میں نہ ہوں
آشنا ہرگز نہ ہو گا ہم سے وہ بیگانہ خو!
سحر کام آئے اس مشکل میں، نے کوئی فسوں
شوق کی تاثیر سے گریاں جو ہے وہ سنگ دل
جوئے شیراک طرفہ پیدا ہے میان بے ستوں
لاکھ ہو انکار مے اصرار ساقی پر، مگر!
مان جانا ہی پڑے گا ہم کو بے چون و چگوں
پھر تقاضا ہے یہی مجھ سے کہ اس محفل میں چل
اس دل بے تاب کی ضد کو الٰہی کیا کروں
پوچھتے ہیں وہ کہ ہم سے تیری خواہش ہے، سو کیا
دل میں جو جو کچھ ہے میرے اب میں ان سے کیا کہوں
پھر چکے اس قول سے، منہ سے جو نکلا ایک بار
ہم سے حسرت ہو چکی ہم رنگی دنیائے دوں

☆☆☆

فیض آباد ہرچند کہ میں خلاف جمہور نہیں
تقلید عوام دل کو منظور نہیں 13 ستمبر 1917ء
جیل نزدیک ہے یہ کہ سب نظر بند چھٹیں
ایسے میں نہ چھوٹوں میں تو کچھ دور نہیں
ہجوم شوق ہے دل میں، مگر خاموش رہتے ہیں
چھپایا تھا یہ تم سے راز ہم نے، آج کہتے ہیں
خدا جانے یہ اپنا حال کیا ہے ہجر جاناں میں

کہ آہیں لب تک آتی ہیں، نہ اشک آنکھوں سے بہتے ہیں

خموشی کی عجب یہ گفتگو ہے وصل میں باہم
نہ کہتے ہیں وہ کچھ ہم سے نہ ہم کچھ ان سے کہتے ہیں

نہ دکھلائے خدا دشمن کو بھی دوری کے یہ صدمے
جو ہم ان سے بچھڑ کر آج کل مجبور سہتے ہیں

مقرر بے ادب ٹھہریں گے لیکن کیا کریں حسرت
رہا جاتا ہے حال دل اگر خاموش رہتے ہیں

لکھنو سنٹرل جیل 14 جولائی 1917ء

☆☆☆

سب سے چھپتے ہیں چھپیں، مجھ سے تو پروا نہ کریں
سیر گلشن وہ کریں شوق سے تنہا نہ کریں

دیکھیے شوق شہادت میں جھکی ہے گردن
آپ اس وقت ذرا پاس ہمارا نہ کریں

اب تو آتا ہے یہی جی میں کہ اے محو جفا
کچھ بھی ہو جائے مگر تیری تمنا نہ کریں

میں ہوں مجبور تو مجبور کی پرسش ہے ضرور
وہ مسیحا ہیں تو بیمار کو اچھا نہ کریں

درد دل اور نہ بڑھ جائے تسلی سے کہیں
آپ اس کام کا زنہار ارادہ نہ کریں

شکوۂ جور، تقاضائے کرم عرض وفا
تم جو مل جاؤ کہیں ہم کو تو کیا کیا نہ کریں

نور جاں کے لئے کیوں ہو کسی کامل کی تلاش
ہم تری صورت زیبا کا تماشا نہ کریں

عشق اور حسن سے بیزار ہو؟ زنہار نہ ہو
ہم کبھی شکوہ کریں آپ کا؟ حاشا نہ کریں

طالب کوثر و تسنیم جو ہوں حضرت شیخ
خواہش بادہ کی تو ہیں گوارا نہ کریں

اب جو ملتی ہے تو چلو ہی سے پی لیں مے نوش
انتظار طلب جام ہے بے جا نہ کریں

حال کھل جائے گا بے تابی دل کا حسرت
بار بار آپ انہیں شوق سے دیکھا نہ کریں

فیض آباد جیل 8,9 اکتوبر 1917ء

☆☆☆

ہم نے اس بات کا شکوہ نہ کیا تھا نہ کریں
مشق بے داد میں ناحق وہ محابا نہ کریں

شوق جب حد سے گزر جائے تو ہوتا ہے یہی
ورنہ ہم اور کرم یار کی پروا نہ کریں

رشک آتا ہے مجھے نور جو ہوت اہے ثا
ربام پر آپ شب ماہ میں سویا نہ کریں

جان ہی سے نہ گزر جائیں کہیں اہل نیاز
شوق سے ناز کریں وہ، مگر اتنا نہ کریں

مانع گریہ جو ہیں آپ تو کیا ہم یوں بھی

چارۂ جاں حزیں و دل شیدا نہ کریں
دل وحشی کا کسی طرح تقاضا تو مٹے!
کیا کریں سر کو جو آمادہ سودا نہ کریں
سن کے قاصد سے مرا حال کہا تو یہ کہا
ہیں وہ بدنام، کہیں ہم کو بھی رسوا نہ کریں
راز اب تک یہ کھلا ہے نہ کھلے، لوگ عبث
دعویٔ دانش ماہیت اشیا نہ کریں
ہیں رضا کار تو ہم پر ہے بہر حال یہ فرض
شکر حق لب پہ رہے، شکوۂ اعدا نہ کریں
مان لیں فیصلہ دوست کو بے چون و چرا
فکر امروز ہی رکھیں غم فردا نہ کریں
تو نے حسرت یہ نکالا ہے عجب رنگ غزل
اب بھی کیا ہم تری یکتائی کا دعویٰ نہ کریں

☆☆☆

اک بار بس گیا جو کہیں ان کی باس میں
خوشبوئے حسن برسوں رہی اس لباس میں!
ہم بے کسوں کا آپ کو مطلق نہ ہو خیال
آتی نہیں یہ بات ہمارے قیاس میں
اللہ رے ان کے حسن درخشاں کی گرمیاں
چھالے سے پڑ گئے ہیں زبان سپاس میں
کیوں کر کوئی سنائے انہیں شوق کی وہ بات

جو پڑ گئی ہے کش مکش التماس میں
آخر ہمارے صدق وفا کا اثر کبھی
ہو گا ضرور ان کے دل حق شناس میں
بے تابیاں نثار ہیں جس پر نگاہ کی
ساقی جھلک رہی ہے وہ کیا شے گلاس میں
حسرت ہے وقف یاد شباب و جنوں ہنوز!
اس ضعف پر بھی فرق نہیں ہے حواس میں
فیض آباد جیل کیم دسمبر 1917ء

☆☆☆

ان سے مل کر شکوۂ بے اعتنائی پھر کہاں
شاد رہ اے دل کہ یہ لطف جدائی پھر کہاں
اب بھی ہیں اہل ہوش نا قدر دان شان حسن
لے چلا ہے ان کو شوق خود نمائی پھر کہاں
سب ہماری زندگی ہی تک ہیں ان کے حوصلے
ورنہ یہ ناز و غرور دل ربائی پھر کہاں
شوق ہو کامل تو کیا جور خوباں کا گلا
با وفا ہم ہوں تو رنج بے وفائی پھر کہاں
تم ہو کیسے، کوئی دنیا میں اگر اپنا نہیں
یعنی جب یہ ہے تو فکر بے نوائی پھر کہاں
شرط ہے اک بار پڑ جانا تمہارے عشق میں
اس طلسم غم سے امید رہائی پھر کہاں

لوٹ لے جی بھر کے حسرت لذت آغاز عشق
اس ستم گر کا یہ رنگ آشنائی پھر کہاں

میرٹھ جیل 6 فروری 1918ء

☆☆☆

سخت رنجور کر دیا ہم کو!
دل نے مجبور کر دیا ہم کو
مجھ سے بگڑے ہیں وہ کہ تو نے یہ کیا
سب میں مشہور کر دیا ہم کو
رشک لیلی ہے جس نے غیرت قیس
چشم بد دور، کر دیا ہم کو
اس نے کی ایسی اک نظر کہ خراب
پھر بد ستور کر دیا ہم کو
خاکساروں میں اپنے دے کے جگہ
تم نے مغرور کر دیا ہم کو
آہ کہنا وہ ان کا وصل کی شب
تو نے مجبور کر دیا ہم کو
ناز نے عشق یار کی حسرت
سر بسر نور کر دیا ہم کو

فیض آباد جیل 11 جون 1917ء

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

نہ سمجھے دل فریب آرزو کو
نہ ہم چھوڑیں تمہاری جستجو کو
تری تلوار سے اے شاہ خوباں
محبت ہو گئی ہے ہر گلو کو!
وہ منکر ہو نہیں سکتا فسوں کا
سنا ہو جس نے تیری گفتگو کو
تغافل اس کو کہتے ہیں کہ اس نے
مجھے دیکھا نہ محفل میں عدو کو
نہیں پانی تو میخانے میں اے شیخ
جو کچھ موجود ہے لاؤں وضو کو؟
سمجھتا ہی نہیں ہے کچھ وہ بدخو
نہ خود مجھ کو نہ میری آرزو کو
نہ بھولا گھر کے اعدا میں بھی حسرت
ترے فرمودۂ لا تقنطوا کو!

فیض آباد جیل 6 ستمبر 1917ء

☆☆☆

پھر بھی ہے تم کو مسیحائی کا دعویٰ دیکھو
مجھ کو دیکھو مرے مرنے کی تمنا دیکھو
جرم نظارہ پہ کون اتنی خوشامد کرتا
اب بھی وہ روٹھے ہیں لو اور تماشا دیکھو
کہنے سننے سے تو چھوڑیں گے نہ وہ صحبت غیر

چال اب ہم بھی کوئی چلتے ہیں، اچھا دیکھو
جور پر جور جفاؤں پہ جفائیں دیکھو

حوصلہ اپنی محبت میں ہمارا دیکھو

دو ہی دن میں وہ مروت ہے نہ وہ چاہ نہ پیار
ہم نے پہلے ہی یہ تم سے نہ کہا تھا؟ دیکھو

بزم اغیار میں بے جا ہیں تمہارے یہ ستم
اب نہ کرنا مری جانب کو اشارا دیکھو

ہم نہ کہتے تھے بناوٹ ہے یہ سارا غصہ
ہنس کے لو پھر وہ انہوں نے ہمیں دیکھا، دیکھو

مستی حسن سے اپنی بھی نہیں تم کو خبر
کیا سنو عرض مری حال مرا کیا دیکھو

گھر سے ہر وقت نکل آتے ہو کھولے ہوئے بال
شام دیکھو نہ مری جان، سویرا دیکھو

اشتعالوں پہ رقیبوں کے عمل ہے جن کا
التماسوں پہ مری ان کا بگڑنا دیکھو

محفل غیر میں بے پردہ تمہیں دیکھ لیا
اب کبھی ہم سے خبردار نہ چھپنا دیکھو

خانہ جاں میں نمودار ہے اک پیکر نور
حسرتو آؤ، رخ یار کا جلوا دیکھو

دل کی رنگینی خواہش کی خطا پر آئی
ملتی ہے اس گل رعنا سے سزا کیا دیکھو

سامنے سب کے مناسب نہیں ہم پر یہ عتاب

سر سے ڈھل جائے نہ غصے میں دوپٹا دیکھو
مرمٹے ہم تو کبھی یاد بھی تم نے نہ کیا
اب محبت کا نہ کرنا کبھی دعوے دیکھو
دوستو ترک محبت کی نصیحت ہے فضول
اور نہ مانو تو دل زار کو سمجھا دیکھو!
وعدۂ وصل کو ہنس ہنس کے نہ ٹال کل پر
تم نے پھر آج نکالا وہی جھگڑا دیکھو
سر کہیں، بال کہیں، ہاتھ کہیں، پاؤں کہیں
ان کا سونا بھی ہے کس شان کا سونا دیکھو
غیر سے مل کے بھلا عذر کی حاجت کیا تھی
تم نے پھر مجھ کو نہ کانوں میں گھسیٹا؟ دیکھو
اب وہ شوخی سے یہ کہتے ہیں ستمگر ہیں جو ہم
دل کسی اور سے کچھ روز کو بہلا دیکھو
جان کیا چیز ہے رکھیں گے جسے تم سے دریغ
ہو نہ باور تو کسی دن ہمیں فرما دیکھو
واعظو، منہ میں تمہارے بھی بھر آئے پانی
مے رنگیں کا جو ساغر سے چھلکنا دیکھو
بات کیا ہے جو ہوئے جاتے ہو تو یونہیں خفا
مجھ کو دیکھو نہ مرے دل کا دھڑکنا دیکھو
ہوس دید مٹی ہے نہ مٹے گی حسرت!
دیکھنے کے لئے چاہو انہیں جتنا دیکھو

فیض آباد جیل 10 اکتوبر 1917ء

iqbalcyberlibrary.net All rights reserved 2002-2006

☆☆☆

خیل عشاق کو سر گرم تمنا دیکھو
کوچہ یار میں اک حشر ہے برپا دیکھو
واعظو مرشد کامل کی تمھیں ہو جو تلاش
بزم رنداں بھی اک روز ذرا جا دیکھو
نام تک منزل مقصود کا معلوم نہیں!
مجھ کو لے جائے کہاں اب دل شیدا دیکھو
اب وہ یوں سب سے کیا کرتے ہیں شکوۂ میرا
کس قدر اس نے کیا ہے مجھے رسوا دیکھو
غیر دیکھے تو نظر اس سے تمھاری بھی ڑے
مجھ سے بگڑو جو کبھی گرم تماشا دیکھو
یونہیں مشہور تمھارا ہے غضب رنگ ستم
قتل کر کے ہمیں تم اور بھی چمکا دیکھو!
مہرباں ہو کہ نہ ہو یار، مگر تم حسرت!
اس سے کر ناز کہیں جا کے تقاضا دیکھو

فیض آباد جیل 17 اکتوبر 1917ء

☆☆☆

آج پھر اس نے کیا وعدۂ فردا دیکھو
وصل کی بات کا بن بن کے بگڑنا دیکھو
صبح کے نور سے گویا ہے بہم ظلمت شام

گیسوؤں کا رخ جاناں پہ بکھرنا دیکھو
حال دل سے تمہیں آگاہ کیے دیتے ہیں
اب کبھی "ہم کو خبر کیا تھی نہ کہنا دیکھو"
ضبط خواہش پہ ہو نازاں، مگر اے حضرت دل
کیا ہو سوتے جو کہیں ان کو اکیلا دیکھو
سن لیا؟ جان سے جاتا نہ رہا حسرت زار؟
بس یہ ہوتا ہے تغافل کا نتیجا دیکھو

فیض آباد جیل 17 اکتوبر 1917ء

☆☆☆

سمجھ ہی میں نہیں آتا کچھ ایسے دل ربا تم ہو
قیامت ہو، غضب ہو ہو قرار ہو آفت ہو، کیا تم ہو
اندھیرے میں وہ آلپٹے تھے پہلے کس کے دھوکے میں
کہ جب آخر مجھے دیکھا تو شرما کر کہا "تم ہو"
زمانے میں اگر کوئی نہیں اپنا تو کیا پروا
کسی سے کیا غرض مجھ کو کہ میرا آسرا تم ہو
رگ جاں سے بھی ہو نزدیک لیکن وائے محرومی
ابھی تک جانتے ہیں سب یہی تم کو، جدا تم ہو!
ندامت کیوں نہ ہو حسرت غرور پادر شاہی کو
سمجھنا چاہئے تھا کس کے کوچے کے گدا تم ہو

میرٹھ جیل 15 فروری 1918ء

☆☆☆

ربط ہے ان کی تمنا کو دل زار کے ساتھ
اک سبک سیر بھی گویا ہے گراں بار کے ساتھ

گھر کے آخر آج ہووے گھٹا برسات کی
مے کدوں میں کب سے ہوتی تھی دعا برسات کی

موجب سورد سر درد کا باعث عیش و نشاط
تازگی بخش دل و جاں ہے ہوا برسات کی

شام سر مادل ربا تھی، صبح گرما خوش نما
دل ربا تر، خوشنما تر ہے فضا برسات کی

گرمی و سردی کے مٹ جاتے ہیں سب جس سے مرض
لال اک ایسی نکلی ہے دوا برسات کی

سرخ پوشش پر ہے زرد سبز بولوں کی بہار
کیوں نہ ہوں رنگینیاں تجھ پر فدا برسات کی

دیکھنے والے ہوئے جاتے ہیں پامال ہوس
دیکھ کر چھپ تیری اے رنگیں ادا برسات کی

لازم و ملزوم ہیں ابر تر د دامان تر!
در خور رحمت ہے حسرت یہ خطا برسات کی

فیض آباد جیل 13,14 جون 1917ء

☆☆☆

مراد آرزو ہے مایہ ناز تمنا ہے

مرے دل سے کوئی پوچھے کہ تو اے فتنہ گر کیا ہے
دل مایوس کی ویرانیوں کا غم ہے یوں مجھ کو
کہ اس تاریکیِ حرماں میں درد ان کا کیلا ہے
دل مجبور کو شکوہ ہے تیری کج ادائی کا
وہ شکوہ جس سے تسلیم و رضا کی شان پیدا ہے
زہے تقدیر میری جاں نثاری پر ہے ناز اس کو
زہے قسمت غرور یار سرگرم تماشا ہے
عجب حالت ہوتی ہے مے کدے کی ہجر ساقی میں
نہ ساغر ہے، نہ پیانہ، صراحی ہے، نہ مینا ہے
تعجب کیا اگر نیکی کے بدلے ہو بدی حاصل
نرالے ہیں یہاں کے قاعدے اے دل یہ دنیا ہے
تمہارے شیوہ لطف و ستم سے خوب واقف ہیں
بہت کچھ ہم نے دیکھا ہے، بہت کچھ ہم نے سمجھا ہے
مٹانے سے بھی یاد اس نوک مژگاں کی نہیں مٹتی
عجب کانٹا وہ تھا جو آج تک دل میں کھٹکتا ہے
گرفتار وفا رکھنے کی چالیں ہیں سمجھ حسرت!
وہ دلداری جو پھر کرتے ہیں یہ بھی ایک دھوکا ہے

فیض آباد جیل 18,19 جولائی 1917ء

☆☆☆

جہاں جاؤ جہان عشق میں اک شور برپا ہے
جدھر دیکھو تمہارے حسن روز افزوں کا چرچا ہے

وہی محروم ہے سو جان سے تجھ پر جو شیدا ہے
یہی اے بے وفا کیا تیری چاہت کا نتیجا ہے

نہ چھپتا مجھ تو کاہے کو راز عاشقی کھلتا
انہیں باتوں سے میں رسوا ہوں، ظالم تو بھی رسوا ہے

کرامت ہے یہ جذب شوق کی مضطر جو ہیں دونوں
انہوں نے مجھے دیکھا ہے، نہ میں نے ان کو جانا ہے

بہت پچھتائے گا دیکھ اے دل ناکردہ کار آخر
غضب مایوسیاں ہوں گی محبت میں ابھی کیا ہے

چھڑاتا ہے سہ پہر کینہ ور مجبور جاتے ہیں
جدائی ورنہ کس کو جان من تیری گوارہ ہے

بہت کچھ ضبط غم کے بعد نالے لب تک آئے ہیں
ہماری بے قراری کی شکایت ان کو بے جا ہے

وہ ہنس دیتے ہیں اکثر دیکھ کر گرم نظر مجھ کو
غرض یہ ہے کہ روشن ہم پہ سارا حال تیرا ہے

وہ حسرت اب یہ کہتے ہیں کہ تجھ سے کیا ملے کوئی!
وہی قصے، وہی جھگڑے وہی رونا رلانا ہے

فیض آباد جیل 17,18 جنوری 1917ء

☆☆☆

نہ وہ راتوں کا آنا ہے، نہ وہ دن کا بلانا ہے
خفا ہو کر انہیں مد نظر میرا ستانا ہے

ہوئے جاتے ہیں پامال طرب دل اہل محفل کے

غضب، آواز ہے ان کی قیامت ان کا گانا ہے
کوئی قصہ کہانی کہہ کے چاہ اپنی جتانی ہے
کسی دن جال دل دھوکے میں تم کو بھی سنانا ہے
کسی دن صاف صاف انکار ہی کر دیں تو بہتر ہے
یونہیں منظور انہیں گر ربط بام کا گھٹانا ہے
انہیں اندازہ ہے مطلوب میری بے قراری کا
نظر کو شوق بے باکی ہے گھونگھٹ کا بہانا ہے
تسلی اک جھلک سے ہو چکی ہم بے قراروں کی
انہیں منظور اپنے بے دیوں کا چھیڑ جانا ہے
خفا ہم ان سے خود رہتے تھے اک دن وہ بھی تھے حسرت
وہ ہم سے بے سبب روٹھے ہیں کبھی اک زمانہ تھا

فیض آباد جیل 18,19 جنوری 1917ء

☆☆☆

جذبہ شوق کدھر کو لئے جاتا ہے مجھے
پردہ راز سے کیا تم نے پکارا مجھے
اس جفا کار سے ملنے کی تمنا ہے مجھے
اب بھی میں کچھ نہیں کہتا، یہی کہنا ہے مجھے
التفافات نگاہ یار کے لائق میں کہاں
مجھ سے بیگانہ رہیں وہ، یہی اچھا ہے مجھے
مرمٹا آپ پہ کون آپ نے یہ بھی نہ سنا
آپ کی جان سے دور آپ سے شکوا ہے مجھے

قوت عشق بھی کیا شے ہے کہ ہو کر مایوس
جب کبھی گرنے لگا ہوں میں سنبھالا ہے مجھے

تم سے ملنے کی یہ راہیں کہیں ہو جائیں نہ بند
خوف رہ رہ کے اسی وہم سے آتا ہے مجھے

مجھ سے بیکار وہ ظاہر میں خفا ہیں حسرت!
جب میں چاہوں گا منا لوں گا یہ دعویٰ ہے مجھے

فیض آباد جیل 4 اکتوبر 1917ء

☆☆☆

ہمیں وقف غم سر بسر دیکھ لیتے
وہ تم کچھ نہ کرتے، مگر دیکھ لیتے!

نہ کرتے کبھی خواہش سیر جنت!
جو واعظ ترا رہ گزر دیکھ لیتے

رسائی کہاں بزم دشمن میں اپنی
کہ ہم بھی انہیں اک نظر دیکھ لیتے

تمنا کو پھر کچھ شکایت نہ رہتی
جو تم بھول کر بھی ادھر دیکھ لیتے

نہ رہتی خبر دین دنیا کی حسرت!
جو سوتے انہیں بے خبر دیکھ لیتے

فیض آباد جیل 5 اکتوبر 1917ء

☆☆☆

پایا کہیں جو شکوہ گزار جفا مجھے
بولے وہ ہنس کے آپ نے یہ کیا کہا مجھے

نزدیک ہے، کہ ان کے تغافل سے ہار کر
کرنی پڑے عتاب کی بھی التجا مجھے!

منشائے ناز یار یہی ہے کہ عمر بھر!
رکھے نیاز مند مجھے مبتلا! مجھے!

افسردگی کے رنگ یہی ہیں تو ایک دن
پھر درد دل کی مانگنی ہو گی دعا مجھے

محفل میں دیکھنے کو کسی کے نہ دیکھنا!
اب تک وہ ان کی یاد ہے شان حیا مجھے

کہتے ہیں یوں وہ قصہ فرہاد بار بار
گویا سمجھا رہے ہیں طریق وفا مجھے

میں ان سے عفو جرم کی درخواست کیا کروں
معلوم بھی تو ہو کوئی اپنی خطا مجھے

لاتی ہے شوق یار کی خوشبو دکن سے روز
دیوانہ کر نہ دے کہیں باد صبا مجھے

حسرت میں کیا بتاؤں کہ بھاتی ہے کس قدر
شہر و دیار و یار کی آب و ہوا مجھے!

فیض آباد جیل 8 اکتوبر 1917ء

☆☆☆

ہونا پڑے جو آپ کے در سے جدا مجھے

دنیا میں اس گھڑی کو نہ رکھے خدا مجھے
اس عاجزی سے کیوں میں ہوا رو بروئے یار
اس نے جھڑک دیا جو سمجھ کر گدا مجھے
کیا کہیے عرض حال پہ ہنس کر جو وہ کہیں
دیکھو انہیں! یہ دیں گے فریب وفا مجھے
افسوس کی ہے جا کہ روچا ہے اور تمہیں
کرنا پڑے تمہارے ستم کا گلا مجھے
بے وجہ تم جو بیٹھ رہے، ہو کے بے خبر
آخر یہ کس خطا کی ملی ہے سزا مجھے
ایمان جاں ہے اس بت کافر کی آرزو
جس نے کیا ہے مخزن صدق و صفا مجھے
اقرار وصل جس میں کیا تھا حضور نے
اب تک وہ یاد ہے سخن دل کشا مجھے
بھولے سے وہ ادھر بھی جو آ نکلے تھے کہیں
اس دن کا بھولتا ہی نہیں ماجرا مجھے
حسرت یہ کس کے حسن محبت کا ہے کمال
کہتے ہیں سب جو شاعر رنگیں ادا مجھے

فیض آباد جیل 18 اکتوبر 1917ء

☆☆☆

ہر حال میں رہا جو ترا آسرا مجھے
مایوس کر سکا نہ ہجوم بلا مجھے

ہر نغمے نے انہیں کی طلب کا دیا پیام
ہر ساز نے انہیں کی سنائی صدا مجھے

ہر بات میں انہیں کی خوشی کا رہا خیال
ہر کام سے غرض ہے انہیں کی رضا مجھے

رہتا ہوں غرق ان کے تصور میں روز و شب
مستی کا پڑ گیا ہے کچھ ایسا مزا مجھے

رکھئے نہ مجھ پہ ترک محبت کی تہمتیں
جس کا خیال تک بھی نہیں ہے روا مجھے

کافی ہے ان کے پائے حنا بستہ کا خیال
ہاتھ آئی خوب سوز جگر کی دوا مجھے

کیا کہتے ہو کہ اور لگا لو کسی سے دل
تم سا نظر بھی آئے کوئی دوسرا مجھے

بیگانہ ادب کیے دیتی ہے، کیا کروں
اس محو ناز کی نگہ آشنا مجھے

اس بے نشان کے ملنے کی حسرت ہوئی امید
آب بقا سے بڑھ کے ہے زہر فنا مجھے

فیض آباد جیل 8 اکتوبر 1917ء

☆☆☆

ہر حال میں رہا جو ترا آسرا مجھے
مایوس کر سکا نہ ہجوم بلا مجھے

ہر نغمے نے انہیں کی طلب کا دیا پیام

ہر ساز نے انہیں کی سنائی صدا مجھے

ہر بات میں انہیں کی خوشی کا رہا خیال
ہر کام سے غرض ہے انہیں کی رضا مجھے

رہتا ہوں غرق ان کے تصور میں روز و شب
مستی کا پڑ گیا ہے کچھ ایسا مزا مجھے

رکھیے نہ مجھ پہ ترک محبت کی تہمتیں
جس کا خیال تک بھی نہیں ہے روا مجھے

کافی ہے ان کے پائے حنا بستہ کا خیال
ہاتھ آئی خوب سوز جگر کی دوا مجھے

کیا کہتے ہو کہ اور لگا لو کسی سے دل
تم سا نظر بھی آئے کوئی دوسرا مجھے

بیگانہ ادب کئے دیتی ہے، کیا کروں
اس محو ناز کی نگہ آشنا مجھے

اس بے نشان کے ملنے کی حسرت ہوئی امید
اب بقا سے بڑھ کے ہے زہر فنا مجھے

فیض آباد جیل 8 اکتوبر 1917ء

☆☆☆

خلوص اب ہم وہ لائیں گے کہاں سے
نکل کر حلقہ پیر مغاں سے
تمنا کو یہ ڈر ہے ان کے آگے
نکل جائے نہ کچھ میری زباں سے

ابھی کھل جائے سب راز محبت
اٹھا دیں گر وہ پردہ درمیاں سے

بڑھے گی اور ابھی اے شاہ خوباں
تری خوبی مرے حسن بیاں سے

محبت ہو گئی ہے جھکتے جھکتے
جبین شوق کو اس آستاں سے

خیال آشیاں ہے اب بھی نزدیک
بہت ہم دور ہیں گو آشیاں سے

وہی حسرت کو ہے اب عاشقی سے
جو نسبت گرد کو ہو کارواں سے

فیض آباد جیل 9 نومبر 1917ء

☆☆☆

وہ کیوں بگڑے میرے شور فغاں سے
شکایت ان سے تھی یا آسماں سے

ہمیں ان کا خیال، اللہ اکبر
کہاں تک تھا، کہاں تک ہے کہاں سے

کہاں تک پاکی عشق نظر کو!
شکایت ہو نہ حسن بدگماں سے

ملامت ہی لکھی ہے سربسر کیا
مری قسمت میں تیرے پاسباں سے

گھری کس کش مکش میں ہے تمنا

دل بے تاب و جسم ناتواں سے
کہیں ان کے تصور کی بلندی
گذر جائے نہ حد لامکاں سے
کس پرمٹ کے رہ جانا ہے حسرت
ہمیں کیا کام عمر جاوداں سے!

فیض آباد جیل 9 نومبر 1917ء

☆☆☆

میاں یاس شوق آیا کہاں سے
نہ ہوں وہ بدگماں مجھ نیم جاں سے
ابھی شوق شہادت نے کوئی حرف
نکالا بھی نہ تھا میری زباں سے!
چلے ہم پھر وہیں فکر بتاں میں
ابھی ہم آئے تھے کوچے بتاں سے
غم دل کی مغرت عاشقی میں
مبدل ہو گئی سود جاں سے
وہ لب ہیں آج پھر صرف تبسم
پناہ اس التفات شادماں سے
لیا کرتی ہے درس عشق حسرت
سخن سنجی مرے طرز بیاں سے

فیض آباد جیل 9 نومبر 1917ء

☆☆☆

لب یار شکر فشاں ہو رہا ہے
شکار دل دوستاں ہو رہا ہے

جو تھا درد دل میں وہ اب نور جاں ہے
کہاں سے یہ ظالم کہاں ہو رہا ہے

بہت آج وہ مہرباں ہو رہے ہیں
مرے ضبط کا امتحان ہو رہا ہے

ستم گر نہ سمجھا کوئی ان کو ہر سو
وہی آسماں آسماں ہو رہا ہے

حسینوں پہ جانیں فدا ہو رہی ہیں
وفا وعدۂ عاشقاں ہو رہا ہے

میں اب کیا کہوں تجھ سے بات اپنے دل کی
کہ تو بے کہے بدگماں ہو رہا ہے

تیری یاد آرام دل بن رہی ہے
ترا نام ورد زباں ہو رہا ہے

دعائیں خدا سے جو ہم کر رہے ہیں
مگر قصد کوئے بتاں ہو رہا ہے

جسے درد جانا تھا ہم نے وہ حسرت
محبت میں درمان جاں ہو رہا ہے

فیض آباد جیل 10 نومبر 1917ء

☆☆☆

غزل گوئی رہی یک تامیان عاشقاں میری
کہاں سے پھر کوئی لاتابیاں میرا زباں میری
شب غم کیا خبر دیتی ہیں پیہم ہچکیاں میری
خداوند انہیں کیوں یاد آئی ناگہاں میری
مرا انکار جرم عاشقی سے کون مانے گا!
کہ صاف اقرار غم کرتی ہے چشم خوں فشاں میری
جہاں حسن میں جب تک رہے گا آپ کا شہرہ
زبان عشق پر جاری رہے گی داستاں میری
ہمارے شکوۂ ہائے سخت جانی پر وہ کہتے ہیں
اب دیکھی نہیں ہے آپ نے تیغ رواں میری
تمہارے جور بے پروا سے اب چھپ نہیں سکتی
غم پنہاں کی شدت سے جو حالت ہے عیاں میری
نہ جانے تھا وہ ایسا کیا مزہ فکر محبت میں
کہ جس کے نام پر مرتی ہے طبع شادماں میری
انہیں اب ناز ہے خود اپنی صورت پر کہ برسوں سے
پرستش کر رہا ہے حسرت رنگیں بیاں میری

فیض آباد جیل 22 جنوری 1917ء

☆☆☆

کیا وہ اب نادم ہیں اپنے جور کی روداد سے

لائے ہیں میرٹھ جو آخر مجھ کو فیض آباد سے
سیر گل کو آتی تھی جس دم سواری آپ کی
پھول اٹھا تھا چمن فخر مبارک باد سے!
ہم کو تنہا کیوں ملے جور محبت کی سزا!
جب کہ یہ سب ہوا تھا آپ کی امداد سے
ہر کس و ناکس ہو کیونکر کامگار بے خودی
یہ ہنر سیکھا ہے دل نے اک بڑے استاد سے
اک جہاں مست محبت ہے، کہ ہر سو بوئے انس
چھائی ہے ان گیسوؤں کی نکہت برباد سے
اب تلک موجود ہے کچھ کچھ، لگا لائے تھے ہم
وہ جو اک لپکا کبھی خاک جہاں آباد سے

---

1 کوڑا جہاں آباد ضلع فتح پور 7 فروری 1918ء سے 22 سال پیشتر

دعویٰ تقویٰ کا حسرت کس کو آتا ہے یقیں
آپ اور جاتے رہیں پیر مغاں کی یاد سے

فیض آباد جیل 7 فروری 1917ء

☆☆☆

محبت کیوں کرو گر ہو نہیں سکتی وفا مجھ سے
یہ تم نے کیا کہا مجھ کو یہ تم نے کیا کیا مجھ سے
سمجھ رکھا ہے مجبور وفا کوشی جو ظالم نے
ملا کرتا ہے کس کس ناز سے وہ بے وفا مجھ سے
محبت کی بھی کیا تاثیر ہے بے تاب ہیں دونوں

ہوا ہے خاتمہ ان پر، ہوئی تھی ابتداء مجھ سے
بتان ماہر و کے حسن پر ایمان لایا ہوں
انہیں کو دیکھ کر ہوتی ہے اب یاد خدا مجھ سے
تصور ان کو ہر دم نزد جاں موجود رکھتا ہے
وہ رہتے ہیں جدا پھر بھی نہیں رہتے جدا مجھ سے
کہیں دشمن سے بے شک مل کر وہ بے باک آئے ہیں
جبھی بے اختیار آج ان کو آتی ہے حیا مجھ سے
چھپاتے ہیں جسے وہ پردہ بے اعتنائی میں
محبت کہہ رہی ہے حال اسی کا برملا مجھ سے
تمہارے منہ سے یہ تکرار بھی پر لطف ٹھہرے گی
وہی باتیں کہی جو کر چکے ہو بارہا مجھ سے
یہ ناز بے رخی دیکھو کہ بزم غیر میں گویا!
شناسا ہوں زمیں ان کا، زہیں وہ آشنا مجھ سے
سمجھ میں کچھ نہیں آتا یہ کیا انداز ہے تیرا
کبھی ہٹ بیٹھنا مجھ سے کبھی کھل کھیلنا مجھ سے
خیال اک ان کا باقی تھا، سو باقی اب بھی ہے حسرت
شب غم او رکیا لینے کو آئی تھی قضا مجھ سے

میرٹھ جیل 9,10فروری1918ء

☆☆☆

محبت کے عوض رہنے لگے ہر دم خفا مجھ سے
کہو تو ایسی کیا سرزد ہوئی آخر خطا مجھ سے

میں بھی وہ تو کیونکر آرزو بر آئی گی دل کی
نہ ہو گا خود خیال ان کو، نہ ہو گی التجا مجھ سے

قرار آتا نہیں دل کو کسی عنوان پہلو میں
ہوا ہے آشنا جب سے وہ کافر ماجرہ مجھ سے

غنیمت ہے جہان عاشقی میں ذات دونوں کی
کہ نام جور قائم تم سے ہے رسم وفا مجھ سے

فلک سے بھی ہے کیا بڑھ کر بلندی بام جاناں کی
یہ پوچھا کرتی ہے اکثر مری آہ رسا مجھ سے

مگر سیر چمن کو آج وہ پھر آنے والے ہیں
ابھی کچھ کہہ رہی تھی کان میں باد صبا مجھ سے

محبت بھی عجب شے ہے کہا وصف شناسائی
نہیں ہوتی مخاطب وہ نگاہ آشنا مجھ سے

سکون قلب کی امید ہے اب کیا ہو کہ رہتی ہے
تمنا کی دو چار اک ہر گھڑی برق بلا مجھ سے

تقاضا ہے یہی خوئے نیاز عشق بازی کا!
نہ ہو گا اس سراپا ناز کا حسرت گلا مجھ سے

میرٹھ جیل 9,10فروری1918ء

☆☆☆

کرتے تو ہو اگرچہ نظر ہے عتاب کی
ہم کو ہے اس عذاب میں راحت ثواب کی

اب کیا انہیں بلاؤں کہ یہ بھی تو ہے خیال

ان کو خبر نہ ہو مرے حال خراب کی!

دنیا کو ہم بھی چھوڑ کے ہو جائیں گے فقیر
حالت یہی رہی جو ترے اجتناب کی

مضطر ہے شوق دید کہ نکلے گا کب وہ چاند
چھائی ہے جس پہ دیر سے بدلی نقاب کی

واعظ تری زبان سے اللہ کی پناہ
کیا کای بیان کی ہے خرابی شراب کی

رحمت نے ہم سے پھیر لیا منہ جو حشر میں
صورت نظر میں پھر گئی تیرے حجاب کی

ساقی نہ پوچھ کتنی، جہاں تک پیوں پلا
عادت نہیں ہے مجھ کو سوال و جواب کی

ان کا بھی خواب ناز میں رہنا محال ہے
شدت اگر یہی ہے مرے اضطراب کی

حسرت سبب ہے عشق ترے اضطراب کا
اب تک خبر نہیں تجھے اس انقلاب کی

میرٹھ جیل 14 فروری 1918ء

☆☆☆

دل اور تہیہ ترک خیال یار کرے
کیسے یقین ہو، کون اس پہ اعتبار کرے

قفس میں ہو دل بلبل شہید فرقت گل
خزاں نے جو نہ کیا تھا وہ اب بہار کرے

قرار جاں کے لئے اس نے شیوۂ تسکین
کبھی جو اور کیا ہو تو اختیار کرے

نہ دل میں خوں، نہ آنکھوں میں اشک جاں کے سوا
کوئی اب ان پہ کرے بھی تو کیا نثار کرے

شب وصال ہے کوتاہ، ناز یار دراز!
ہجوم شوق سے کہہ دو کہ اختصار کرے

شکایت اس کے تغافل کی اس قدر نہ کروں
کہیں وہ پھر نہ مجھے مل کے شرمسار کرے

قریب ہے کہ ترے گیسوئے دراز کی بو!
نسیم باغ جوانی کو مشک بار کرے

گزر چکی ہے تمنا کی حد سے دشواری
کہاں تک اور ترا کوئی انتظار کرے

وہ اب یہ چھیڑ سے کہتے ہیں میرے غم نے تجھے
نہ بے قرار کیا نہ بے قرار کرے

میں کس خوشی سے دل و دیدہ فرش راہ کروں
اگر وہ ترک ادھر بھی کہیں گزار کرے

خدا سے اب یہ دعا ہے کہ جلد باد مراد
کہیں تلافی مافات روزگار کرے

فزوں ہیں حد سے ترے جور کے بے حساب کے داغ
نہ میں شمار کراؤں، نہ دل شمار کرے

ہے اک پیام ہمارا بھی اے نسیم دکن
خدا تجھے طرف افروز و غم شکار کرے

ملے جو اس سے تو کہنا کہ تیرے شوق کا راز!
کہاں تلک دل حسرت نہ آشکار کرے

میرٹھ جیل 6 مارچ 1918ء

☆☆☆

ان کو جو شغل ناز سے فرصت نہ ہو سکی!
ہم نے یہ کہہ دیا کہ محبت نہ ہو سکی!

شکر جفا بھی اہل رضا نے کیا ادا
ان سے یہی نہیں کہ شکایت نہ ہو سکی

شب کا یہ حال ہے کہ تری یاد کے سوا
دل کو کسی خیال سے راحت نہ ہو سکی

پابوس کی بھی ہم کو اجازت نہ دے سکے
اتنی بھی تم سے قدر محبت نہ ہو سکی

غرق سرور و سور پا کے دفعتاً
ناصح سے ترک مے کی نصیحت نہ ہو سکی

خاموشیوں کا راز محبت وہ پا گئے
گو ہم سے عرض حال کی جرأت نہ ہو سکی

کر دی زبان شوق نے سب شرح آرزو
الفاظ میں اگر صراحت نہ ہو سکی

لطف مزید کی میں تمنا تو کر سکا
تم یہ تو کہہ سکے کہ قناعت نہ ہو سکی

کیوں اتنی جلد ہو گئے گھبرا کے ہم فناہ

اے در دیار کچھ تری خدمت نہ ہو سکی
واعظ کو اپنے عیب ریا کا رہا خیال
رندوں کی صاف صاف مذمت نہ ہو سکی
ارباب قال و حال پہ غالب نہ آ سکے
زاہد سے عاشقوں کی امامت نہ ہو سکی
ایسا ہی کیا عتاب کہ ساقی بچی کھچی!
آخر میں کچھ بھی ہم کو عنایت نہ ہو سکی
ان سے میں اپنے دل کا تقاضا نہ کر سکا
یہ بات تھی خلاف مروت نہ ہو سکی
کیوں آئے ہوش میں جو عبادت نہ کر سکے
پیر مغاں کی ہم سے اطاعت نہ ہو سکی
حسرت تری نگاہ محبت کو کیا کہوں!
محفل میں رات ان سے شرارت نہ ہو سکی

میرٹھ جیل 6 مارچ 1918ء

☆☆☆

ہر بات میں اک شان ہے بے ساختہ پن کی
تصویر ہے تقریر تری حسن سخن کی!
بڑھ جائے گی عزت گل و نسرین و سمن کی
لائی ہے چمن میں انہیں تقدیر چمن کی!
فرقت میں یہ عالم ہے ترے خستہ دلوں کا
کچھ ہوش ہے تن کا، نہ خبر کچھ ہے بدن کی

ہونٹوں پہ ہنسی رہتی ہے، آنکھوں میں تبسم
سب ختم ہیں ان پر صفتیں خلق حسن کی!
ہے آج یہ کیا بات کے لئے ساختہ حسرت
یاد آتی ہیں رہ رہ کے عزیزان وطن کی

میرٹھ جیل 6 مارچ 1918ء

☆☆☆

سر حشر ان سے پھر صاحب سلامت ہونے والی ہے
ابھی اک اور بھی برپا قیامت ہونے والی ہے
تمہارے حسن کی جو کچھ بھی شہرت ہونے والی ہے
جو سچ پوچھو تو میری ہی بدولت ہونے والی ہے
حجاب اس مست کی آنکھوں سے رخصت ہونے والا ہے
مجھے ہر بات کی حاصل اجازت ہونے والی ہے
دم آخر مجھے دیکھا تو نادم ہو کے فرمایا
کے معلوم تھا تیری یہ حالت ہونے والی ہے
وہ ازراہ عطا مجھ پر کرم فرمانے والے ہیں
مری شام الم صبح مسرت ہونے والای ہے
تمنا کی بہت اچھی نہیں بے باکیاں حسرت!
سنا ہے ان سے پھر تیری شکایت ہونے والی ہے

میرٹھ جیل 7,8 مارچ 1918ء

☆☆☆

نگاہ اہل نظر میں وہ نور بن کے رہے
قلوب اہل ولا میں سرور بن کے رہے
عجب نہیں کہ ترے عاشقوں کو ہے جو نصیب
وہ انکسار بھی وجہ غرور بن کے رہے
تری نوازش پیہم سے ڈر یہی ہے، کہ دل
کچھ اور بھی نہ کہیں ناصبور بن کے رہے
کسی کو جور تغافل میں بھی ہمارے لئے
مزے معانی بین السطور بن کے رہے
دیار حسن میں بے جا ہے کاروانی عشق
مزہ تو جب ہے، کہ یاں بے شعور بن کے رہے
وہ جس گناہ کو کہہ دیں ثواب، ہو وہ ثواب
جسے قصور بتا دیں، قصور بن کے رہے
تری طلب میں اذیت عزیز ہو کے رہے
تری تلاش میں زحمت سرور بن کے رہے
جنوں کا زور یہی ہے تو کیا عجب حسرت
کہ رفتہ رفتہ یہ شور نشور بن کے رہے

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دیکھنے کو آئی ہے کوٹھے پہ وہ کالی گھٹا
جھومتی پھرتی ہے کیا کیا ہو کے متوالی گھٹا

آئی تھی لبریز غم ہو کر، سو ہجر یار میں!
خوب رو رو کر دل اپنا کر چلی خالی گھٹا

بندۂ غم ان کے بے فکر دو عالم ہو گئے
سب غلط سمجھے کہ عیش فارغ البالی گھٹا

بار بار آتی ہے گھر گھر کر جو قصر یار پر
بن گئی ہے کیا کسی کے چاہنے والی گھٹا

توبہ حسرت کی خیر، آئی تھی کاہے کو کبھی
اس قدر کالی گھٹا، اس درجہ متوالی گھٹا

صدر بازار میرٹھ 30 جولائی 1918ء

☆☆☆

خانقا سے تا در پیر مغاں لے جائے گا
دل کہاں سے مجھ کو لایا ہے، کہاں لے جائے گا

اب تو فرقت میں تڑپنا بھی نہیں ممکن کہ تو
میری تاثیر محبت پر گماں لے جائے گا

عاشقوں کے ہوں گے راہ یار میں کیا کیا ہجوم
شوق جن کو کارواں درکار واں لے جائے گا

جس قدر چاہیں چھپا کر دل کو ہم رکھیں مگر

جب وہ آئے گا تو اک دن ناگہاں لے جائے گا
ہم ضعیفان محبت کا پہنچنا تھا محال!
منزل مقصود تک وہ نوجواں لے جائے گا
قدر ہو گی میرے ضبط شوق کی اس دم عیاں
جب منا کر خود مجھے وہ جان جاں لے جائے گا
ان کی محفل میں جسے لے جائے گا بخت رسا
کامیاب و کامران و شادماں لے جائے گا
عشق نقد جاں کے بدلے حسن کے بازار سے
مفت گویا درد کی جنس گراں لے جائے گا
رائیگاں حسرت نہ جائے گا مرا مشت غبار
کچھ زمیں لے جائے گی کچھ آسماں لے جائے گا

ضلع جہلم

☆☆☆

عشق ان کے عاصیوں کا اک نور تام نکلا
گویا سحاب شب سے ماہ تمام نکلا
عشاق منظر کو یہ صبح نو مبارک
خورشید اک نرالا بالائے بام نکلا
محروم اک ہمیں میں اے مقصد تمنا
دنیا میں ورنہ کس کا تجھ سے نہ کام نکلا
کس درجہ جاں فزا تھا نظارہ بزم مے کا
جب بعد صبح مینا خورشید جام نکلا

وصل تاباں کی خواہش خوئے عوام ٹھہری

حسرت خیال خوباں سودائے خام نکلا

موہان 12 ستمبر 1918ء

☆☆☆

خطبہ لیگ ہے کفارہ گناہ گاری کا

اب ہمیں شکوہ نہیں ڈاکٹر انصاری کا

کاش سمجھیں اسے ارباب حکومت کہ نہیں

دخل اس پیروی صدق میں غداری کا!

خود ہی انصاف سے کہیے کہ اٹھا رکھا ہے

آپ نے کوئی دقیقہ بھی دل آزاری کا!

ان کی مجبوری مظلوم سے ڈرئیے کہ جنہیں

ادعا آج بھی باقی ہے وفاداری کا

حسرت اس خطبے سے نالاں ہوں نہ کیوں اہل فریب

راز مخفی نہ رہا، ان کی ریاکاری کا!

دہلی مارچ 1919ء

☆☆☆

شکوہ غم ترے حضور کیا

ہم نے بے شک بڑا قصور کیا

درد دل کو تری تمنا نے!

خوب سرمایہ سرور کیا!
ناز خوباں نے عاشقوں کے سوا
عارفوں کو بھی ناصبور کیا!
یہ بھی اک چھیڑ ہے کہ قدرت نے
تم کو خودبیں، ہمیں غیور کیا!
نور ارض و سما کو ناز یہ ہے
کہ تری شکل میں ظہور کیا
آپ نے کیا کیا کہ حسرت سے
نہ ملے حسن کا غرور کیا

اگست 1919ء

☆☆☆

انہیں بے وفائی کا شکوا نہ ہوتا
خفا ہم نہ ہوتے تو اچھا نہ ہوتا
حسینوں میں قدر اپنی کاہے کو ہوتی
دل زار اگر تجھ پہ شیدا نہ ہوتا!
ہرے ہو گئے زخم سب آرزو کے
گلی میں تری کاش جانا نہ ہوتا
بگڑ کر دفعتے وہ من کر بگڑتے
نہ خود روٹھتے ہم تو کیا کیا نہ ہوتا
خفا کب ہو تم ان سے، ہوتے تو حسرت

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved 2002-2006

جدائی کا اس درجہ صدمہ نہ ہوتا

علی گڑھ 1920ء

☆☆☆

کبھی کی تھی جو اب دوا کیجیے گا!
مجھے پوچھ کر آپ کیا کیجیے گا!
مرے دعوی بے نیازی کو سن کر
ہنسے وہ کہ پھر التجا کیجیے گا
وہ شوخی سے کہتے ہیں کہیے تو مطلب
اشاروں میں کب تک ادا کیجیے گا
تغافل میں شان جفا پھر ہے شائد
محبت کی پھر ابتدا کیجیے گا!
رقیبوں سے کب تک نہ ملئے گا صاحب
کہاں تک ہمارا کہا کیجیے گا!
وہ کہنا ترا یاد ہے وقت رخصت
کبھی خط بھی ہم کو لکھا کیجیے گا!
جوانی میں عشق بتاں بس ہے حسرت
بڑھاپے میں یاد خدا کیجیے گا!

کانپور 1921ء

☆☆☆

کفیل تھا کرم حق جو مے گساروں کا
ہجوم ہے لب کوثر گناہ گاروں کا!

ادھر تو آپ کے الطاف بے کراں کی وہ دھوم
ادھر یہ حال محبت دل فگاروں کا!

یہ کیا ستم ہے کہ رہتا ہے ہر گھڑی مجمع
تری گلی میں تمنا کے شرم ساروں کا

غرور حسن سے فرصت انہیں کہاں جو کبھی
سنیں وہ غور سے حال اپنے کہساروں کا

نہ کہ زباں کو آلودۂ شکایت دوست
کہ اے عزیز یہ شیوہ ہے خامکاروں کا

اثر جو نغمہ حسرت میں ہے وہ اور کہاں
کلام دیکھ لیا، سن لیا ہزاروں کا

کانپور 21 جنوری 1924ء

☆☆☆

رنگ تیری شفق جمالی کا
اک نمونہ ہے بے مثالی کا

لا ابالی مزاج یار کا غم!
کیوں ہو میری شکستہ حالی کا

بزم ساقی میں دیدنی ہے سماں
خم لبریز و جام خالی کا!

آئینہ ہے تبسم لب دوست

حسن خوباں کی بے ملالی کا
بگڑیں ہم بھی، جو ہو لحاظ انہیں
کچھ بھی اس خطرہ خیالی کا
اس جفا کار تک کہاں پہنچا
ذکر اپنی خراب حالی کا
کچھ تو کر پاس اے وفا دشمن
لب حسرت کی بے سوالی کا

کانپور جنوری1922ء

☆☆☆

ماتم ہو نہ کیوں بھارت میں بپا دنیا سے سدھارے آج تلک
بلونت تلک، مہر آج تک، آزادوں کے سرتاج تلک
جب تک وہ رہے دنیا میں رہا سب کے دلوں پر زور ان کا
اب رہ کے بہشت میں نزد خدا روحوں پہ کرنے گئے راج تلک
ہر ہندو کا مضبوط ہے جی، گیتا کی یہ بات ہے، دل پہ لکھی
آخر میں جو خود بھی کہا ہے، یہی پھر آئیں گے مہراج تلک 1

1930ء

☆☆☆

سیہ کار تھے با صفا ہو گئے ہم
ترے عشق میں کیا سے کیا ہو گئے ہم

نہ جانا کہ شوق اور بھڑکے گا میرا
وہ سمجھے کہ اس سے جدا ہو گئے ہم

دم واپسیں آئے پرسش کو ناحق
بس اب جاؤ تم سے خفا ہو گئے ہم

ہوئے محو کس کی تمنا میں ایسے
کہ مستغنی ماسوا ہو گئے ہم

انہیں رنج اب کیوں ہو اہم تو خوش ہیں
کہ مر کر شہید وفا ہو گئے ہم

جب ان سے ادب نے نہ کچھ منہ سے مانگا
تو اک پیکر التجا ہو گئے ہم

تری فکر کا مبتلا ہو گیا دل
مگر قید غم سے رہا ہو گئے ہم

فنا ہو کے راہ محبت میں حسرت
سزاوار خلد بقا ہو گئے ہم

☆☆☆

پیش نظر جو وہ قمر خانگی نہیں
یہ جوش انتظار ہے دیوانگی نہیں

محفل میں دل کا حال چھپے کیا کہ شوق کو
اس نازنیں سے رخصت بیگانگی نہیں

بڑھ جائے گا غرور کچھ اور ان کے روبرو
اظہار حال دل کوئی فرزانگی نہیں

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006

غم ہائے دہر سے جو بری ہو وہی ہے مرد
حزن و ہراس شیوۂ مردانگی نہیں

دیکھو کبھی تو آ کے مجھے نیم جاں تمہیں
اتنا بھی کیا سلیقہ جانانگی نہیں

ذوق شراب کیوں ہو مجھے چشم یار میں
پیانگی نہیں ہے کہ مے خانگی نہیں

تم سے گدا کو اس شہ خوباں کی آرزو
حسرت یہ اور کیا ہے جو دیوانگی نہیں

میرٹھ جیل 10 اپریل 1918ء

☆☆☆

عشق میں جذب کیا اثر بھی نہیں
مر مٹے ہم انہیں خبر بھی نہیں!

نہ ملے گر ملا نہ سرمہ طور!
کیا تری خاک رہ گزر بھی نہیں

سخت یوں ہی تھی منزل غم عشق
پھر کوئی دل کا ہم سفر بھی نہیں

---

1 یہ پوری غزل آریہ گزٹ کانپور میں چھپ چکی ہے مجھے اس وقت اس کے باقی شعر یاد نہیں آئے۔

چل چکا آپ کا فریب وفا
اب میں اس درجہ بے خبر بھی نہیں

ہم کو اب شوق مے کہاں، لیکن

مفت مل جائے تو حذر بھی نہیں
بے دلی میں فغان شام تو کیا
صورت گریہ سحر بھی نہیں
بادہ نوشی میں سچ تو ہے حسرت
نفع شائد نہ ہو، ضرر بھی نہیں

لکھنو 20 جنوری 1919ء

☆☆☆

اے دل ان کو وفا کی خو ہی نہیں
در خور لطف یا کہ تو ہی نہیں!
عشق سے مل کے عقل حیران کا
اب وہ انداز گفتگو ہی نہیں
حسن ہے بے نیاز عشق و ہوس
ہم بھی ناکام ہیں، عدو ہی نہیں
کوئے جاناں میں کھو کے بیٹھ رہے
اب ہمیں دل کی جستجو ہی نہیں
کثرت شوق سے ہمیں گویا!
حسرت اب کوئی آرزو ہی نہیں

1920ء

☆☆☆

روح کو محو جمال رخ جاناں کر لیں
ہم اگر چاہیں تو زنداں کو گلستاں کر لیں

ان کو لکھیں جو خط شوق تو ارباب صفا
نقش اخلاص کو زیبائش عنواں کر لیں

رنج راحت ہے اگر حسب تقاضائے مراد
اہل تسلیم ترے ورد کو درماں کر لیں

اہل ظاہر سے بچانا ہو تو لازم ہے کہ ہم
پردۂ جاناں میں ترے شوق کو پنہاں کر لیں

کیا کریں اس کے سوا تیرے تغافل کا علاج
کہ دل زار کو گرویدۂ حرماں کر لیں!

جان دنیا ہے تو کردیں ترے قدموں پہ نثار
کام مشکل ہے تو مشکل کو ہم آساں کر لیں

طالبان کرم یار، بہ رنگینی عشق
دامن زہد پہ گل کاری عصیاں کر لیں

دل میں جادے کے ترے درد کو ارباب ہوس
اب بھی گر چاہیں تو گنجائش ایماں کر لیں

آپ انہیں شوق سے مہماں بلائیں حسرت
کچھ مگر نذر دل و دیں کا تو ساماں کر لیں

برائے رسالہ صبح امید لکھنو 1920ء

☆☆☆

کس درجہ فریب سے ہے مملو

تجویز رفارم مانٹیگو!
مشہور زمانہ ہیں مسلم
دستور کے حسب ذیل پہلو
قانون پہ اختیار کامل
عمال پہ زور زر پہ قابو!
ان میں سے نہ ہو جب ایک کی بھی
گہارے رفارم میں کہیں بو
کاغذ کے سمجھے پھول ان کو
جن میں نہیں نام کو بھی خوشبو
مدراس کے ڈاکٹر کا یہ قول1
کس درجہ ہے دلپذیر و نیکو
مقصود ہے صرف یہ کہ تاجنگ
ہم سب رہیں صرف ایں تگاپو
اے ہندی سادہ دل خبردار
ہرگز نہ چلے یہ تجھ پہ جادو

16 اگست 1921ء

☆☆☆

میرٹھ کیا پائے گا خاک پھر جب ان سے
اس وقت بھی کچھ نہ لے سکا تو
حسرت کشان درد ہیں لب تشنگان عاشقی
سیراب غم کر دے کہیں پیر مغان عاشقی!

مغلوب آہ سرد ہیں، محبوب رنگ زرد ہیں
معشوق اہل درد ہیں ہم عاشقان عاشقی

ہیں واقف انجام ہم، کیوں دیں انہیں الزام ہم
جب تک رہیں ناکام ہم، ہیں کامران عاشقی

پہلو عیاں ہیں پیار کے، تسکین جان زار کے
آنسو ہیں چشم یار کے روح و روان عاشقی

راحت سے دل گھبرائے گا، رہ رہ کے غم یاد آئے گا
کیوں کر بھلایا جائے گا عیش زمان عاشقی

منظور دلداری رہا، لطف نہان دلبراں
مقصود رسوائی رہی شان عیان عاشقی

وہ ہم کہاں، وہ دل کہاں البتہ اتنا ہے کہ ہاں
باقی ہے اک سوز نہاں اب تک نشان عاشقی

سب راز حق افشا کیا حسرت یہ تو نے کیا کیا!
ہم کو نہ کیوں سمجھا گیا، نا قدر دان عاشقی

میرٹھ جیل 2,3 مئی 1918ء

☆☆☆

برکتیں سب ہیں عیاں دولت روحانی کی
واہ کیا بات ہے اس چہرۂ نورانی کی!

شوق دیکھے تجھے کس آنکھ سے اے مہر جمال
کچھ نہایت ہی نہیں تیری درخشانی کی

مجھ سے وہ سگ بھی ہے افضل جسے عزت ہو نصیب

آستان حرم یار پہ در بانی کی!
جب سنا یاد کرتے ہو تم بھی تو مجھے
کیا کہوں حد نہ رہ•ی کچھ مری حیرانی کی
سعی احباب کو ناحق ہے رہائی کا خیال
اور ہی کچھ ہے تمنا ترے زندانی کی

1ڈاکٹر امبر امنی آرز

وہ تبسم بھی قیامت ہے ترا بعد جفا
تو نے دی ہو جسے خدمت نمک افشانی کی
مشکلوں سے جو مقابل ہوئی ہمت تیری
قدر باقی نہ رہی عیش تن آسانی کی
رہ گیا جل کے تری بزم میں پروانہ جو رات
کھینچ گئی شکل مری سوختہ سامانی کی
رشک شاہی ہو نہ کیوں اپنی فقیری حسرت
کب سے کرتے ہیں غلامی شہ جیلانی کی
کٹھور ضلع میرٹھ 24 مئی 1918ء

☆☆☆

عشق تاباں کو جی کا جنجال کر لیا ہے
آخر یہ میں نے اپنا کیا حال کر لیا ہے!
سنجیدہ بن کے بیٹھو اب کیوں نہ تم کہ پہلے
اچھی طرح سے مجھ کو پامال کر لیا ہے
نادم ہوں جان دے کر آنکھوں کو تو نے ظالم

رو رو کے بعد میرے کیوں لال کر لیا ہے
تعزیر دل میں اتنی شدت نہ کر جب اس نے
خود جرم عاشقی کا اقبال کر لیا ہے
کیا کیا ہے شوق نازاں حسرت کہیں جو خوشبو
ان کی جبین تر سے رومال کر لیا ہے

ضلع میرٹھ 28 جون 1918ء

☆☆☆

عقل سے حاصل ہوئی کیا کیا پشیمانی مجھے
عشق جب دینے لگا تعلیم نادانی مجھے
رنج دے گی باغ رضواں کی تن آسانی مجھے
یاد آئے گا ترا لطف ستم رانی مجھے!
میری جانب سے مخاطب خاص کر وہ چشم ناز
اب تو کرنی ہی پڑے گی دل کی قربانی مجھے
دیکھ لے اب بھی کہیں اگر جو وہ غفلت شعار
کس قدر ہو جائے مر جانے میں آسانی مجھے
بے نقاب آنے کو ہیں مقتل میں وہ بے شک مگر
دیکھنے کا ہے کو دے گی میری حیرانی مجھے
عیش کی یا رب مبارک ہو فراوانی انہیں
درد کی لذت رہے البتہ ارزانی مجھے
سینکڑوں آزادیاں اس قید پر حسرت نثار!

جس کے باعث کہتے ہیں سب ان کا زندانی مجھے

کٹھور ضلع میرٹھ 15 جون 1918ء

☆☆☆

اور بھی ہو گئے بے گانہ وہ غفلت کر کے
آزمایا جو انہیں ضبط محبت کر کے!

دل نے چھوڑا ہے، نہ چھوڑے، ترے ملنے کا خیال
بار ہا دیکھ لیا ہم نے ملامت کر کے!

دیکھنے آئے تھے وہ اپنی محبت کا اثر
کہنے کو یہ ہے کہ آئے ہیں عیادت کر کے

پستی حوصلہ شوق کی اب ہے یہ صلاح
بیٹھ رہئے غم ہجراں پہ قناعت کر کے

دل نے پایا ہے محبت کا یہ عالی رتبہ
آپ کے درد دو اکار کی خدمت کر کے

روح نے پائی ہے تکلیف جدائی سے نجات
آپ کی یاد کو سرمایہ راحت کر کے!

چھیڑ سے اب وہ یہ کہتے ہیں کہ سنبھلو حسرت!
صبر و تاب دل بیمار کو غارت کر کے

موہان 9,10 دسمبر 1918ء

☆☆☆

گھبرا کے تغافل سے تمنا ہے ستم کی!
حالت کوئی دیکھے ترے مجبور الم کی

کس کس کو ملے زخم ترے تیر نظر کا
کیا کیا ہوئیں تجھ سے ہیں مرغان حرم کی

لاریب ترے شوق کا انجام فنا ہے
پیوستہ اسی راہ سے ہے راہ عدم کی

مخمور طرب ہے رہ الفت میں تمنا
لوٹی ہیں بہاریں جو ترے نقش قدم کی

باطن میں وہ راضی ہیں مگر خط میں وہ بظاہر
اب جو خفگی ہے وہ لڑائی ہے قلم کی

ہم پر جو کرم ہے تو عدو پر بھی نوازش
کیا خاک رہے قدر ترے قول و قسم کی

بے وجہ نہیں عشق میں خاموشی حسرت
منظور حفاظت ہے کسی راز اہم کی!

لکھنؤ 27 جون 1919ء

☆☆☆

مقرر کچھ نہ کچھ اس میں رقیبوں کی بھی سازش ہے
وہ بے پروا الٰہی مجھ پہ کیوں کرم نوازش ہے

پے عشق تغافل آپ نے مخصوص ٹھہرایا
ہمیں یہ بات بھی منجملہ اسباب نازش ہے

مٹا دے خود ہمیں گر شکوہ غم مٹ نہیں سکتا

IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved ©2002-2006

جفائے یار سے یہ آخری اپنی گذارش ہے

کہاں ممکن کسی کو باریابی ان کی محفل میں

نہ اطمینان کوشش ہے، نہ امید سفارش ہے

نہاں ہے دل پذیری جس کے ہر ہر لفظ شیریں میں

یہ کس جان وفا کے ہاتھ کی رنگیں نگارش ہے

کیا تھا ایک دن دل نے جو دعویٰ شکیبائی

سو اب تک ان کے باز دلبری کو ہم سے کاوش ہے

ہجوم یاس نے بیدل کیا ایسا کہ حسرت کو

ترے آنے کی اب امید باقی ہے، نہ خواہش ہے

نماڑا بمبئی 30 جنوری 1919ء

☆☆☆

وہ جب یہ کہتے ہیں تجھ سے خطا ضرور ہوئی

میں بے قصور بھی کہہ دوں کہ ہاں حضور ہوئی

نظر کو تاب تماشا سے حسن یار کہاں!

یہ اس غریب کو تنبیہہ بے قصور ہوئی

طفیل عشق ہے حسرت یہ سب مرے نزدیک

ترے کمال کی شہرت جو دور دور ہوئی!

15 اپریل 1919ء

☆☆☆

دل جو اس نرگس مخمور کا دیوانہ ہے
بے خبر کا ہے کو ہشیار ہے فرزانہ ہے
جز غم دوست کسی سے نہیں ہم کو سروکار
فارغ البال جو دنیا سے گزر جانا ہے
ایک ہی سطح شرف پر ہیں یہاں شاہ و گدا
حضرت عشق کا دربار فقیرانا ہے
عیش دنیا نہ کرے اہل محبت کی تلاش
ان کو اک شوخ جفا کار پہ مر جانا ہے
رونق محفل ساقی تھی ہمیں تک حسرت!
اب نہ شیشہ ہے، نہ ساغر ہے، نہ پیمانہ ہے
مشاعرہ چک بست لکھنوی مارچ 1919ء

☆☆☆

خو سمجھ میں نہیں آتی ترے دیوانوں کی
دامنوں کی نہ خبر ہے، نہ گریبانوں کی!
جلوہ ساغر و مینا ہے جو ہم رنگ بہار
رونقیں طرفہ ترقی پہ ہیں میخانوں کی!
ہر طرف بے خودی و بے خبری کی ہے نمود
قابل دید ہے دنیا ترے حیرانوں کی
سہل اس سے تو یہی ہے کہ سنبھالیں دل کو
منتیں کون کرے آپ کے دربانوں کی
آنکھ والے تری صورت پہ مٹے جاتے ہیں

شمع محفل کی طرف بھیڑ ہے پروانوں کی
اے جفا کار ترے عہد سے پہلے تو نہ تھی
کثرت اس درجہ محبت کے پشیمانوں کی
راز غم سے ہمیں آگاہ کیا، خوب کیا!
کچھ نہایت ہی نہیں آپ کے احسانوں کی
دشمن اہل مروت ہے وہ بیگانہ انس
شکل پریوں کی ہے، خو بھی نہیں انسانوں کی
ہمرہ غیر مبارک انہیں گلگشت چمن!
سیر ہم کو بھی میسر ہے بیابانوں کی!
اک بکھیڑہ ہے نظر میں سروسامان وجود
اب یہ حالت ہے ترے سوختہ سامانوں کی
فیض ساقی کی اک عجب دھوم ہے مے خانوں میں
ہر طرف مے کی طلب، مانگ ہے پیمانوں کی
عاشقوں ہی کا جگر ہے کہ ہیں خورسند جفا
کافروں کی ہے یہ ہمت نہ مسلمانوں کی
یاد پھر تازہ ہوئی حال سے تیرے حسرت
قیس و فرہاد کے گزرے ہوئے افسانوں کی

علی گڑھ جولائی1919ء

☆☆☆

مہیا ہے ترک تمنا نہیں ہے
دل زار ابھی ان کو سمجھا نہیں ہے

قصور نظر ہے جو دیکھے نہ کوئی
کہاں ورنہ تو جلوہ آرا نہیں ہے

لیا تھا جو دل اب وہ خود پھرتے ہیں
ہماری طرف سے تقاضا نہیں ہے

دل محو حیرت نے اب تک نہ جانا
کہ کیا ہے تری آرزو، کیا نہیں ہے؟

ترا مجھ پہ یوں خود بخود لطف کرنا
عجب ماجرہ ہے، جو دھوکہ نہیں ہے

بصر کو کہاں تاب دیدار حسرت
تجلی ہے ان کی تماشا نہیں ہے

علی گڑھ جون1919ء

☆☆☆

شب وصل صنم ہے وقت عیش و کامرانی ہے
ہجوم آرزو و حرو فود شادمانی ہے

تمنا کو ہزاروں ناز ہیں اپنے مقدمہ پر
کہ آج ان کے تغافل میں بھی شان مہربانی ہے

حیا کا بھی وہی مقصود تھا، اب ہے جو شوخی کا
وہ رنگ دلربائی تھا یہ شان دلستانی ہے

یہ عالم ہے غم فرقت سے ان کے ناتوانوں کا
کہ آہوں میں رسائی ہے، نہ اشکوں میں روانی ہے

الٰہی خیر، کیا بات ہے ان کی سرگرانی کا!

کہ مدت سے کوئی خط ہے نہ پیغام زبانی ہے

اسے کیا پاس ہو ہم بیکسوں، ہم بے زبانوں کا
وہ بے پروا ہے، وہ مست غرور نوجوانی ہے

وہ ناحق بدگماں ہیں، ان کو حسرت کیوں تامل ہے
کہ عرض آرزو کار زبان بے زبانی ہے!

کانپور جون1919ء

☆☆☆

حال مجبوری دل کی نگراں ٹھہری ہے
دیکھنا وہ نگہ ناز کہاں ٹھہری ہے

ہجر ساقی میں یہ حالت ہے کہ اب جائے سرور
بوئے مے وجہ غم بادہ کشاں ٹھہری ہے

کیوں نہ معمور غم عشق ہو دنیائے خیال
شکل یار آفت ہر پیر و جواں ٹھہری ہے

جس طبیعت پہ ہمیں ناز حق آگاہی تھا
اب وہی شیفتہ حسن بتاں ٹھہری ہے

یار بے نام و نشاں تھا، سو اسی نسبت سے
لذت عشق بھی بے نام و نشاں ٹھہری ہے

فصل گل دھوم سے آئی ہے پر اے اشک بہار
اک ترے پاس نہ ہونے سے خزاں ٹھہری ہے

خیر گزری کہ نہ پہنچی ترے در تک ورنہ
آہ نے آگ لگا دی ہے جہاں ٹھہری ہے

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. 2002-2006

بخشش یار جو مخصوص تھی مجھ سے اے وائے
اب وہی مایہ ناز دگراں ٹھہری ہے

دشمن شوق کہے اور تجھے سو بار کہے!
اس میں ٹھہرے گی نہ حسرت کی زباں ٹھہری ہے

کانپور جنوری1922ء

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
www.
©2002-2006

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

شوق وصال یار کے قابل بنا دیا
دل کیا تھا عاشق نے اسے دل بنا دیا

دے دے کے مفت جان شہیدان عشق نے
اس نازنیں کو شاہد قاتل بنا دیا

شوق لقائے یار نے راہ مراد میں
سختی کو رشک نرمی منزل بنا دیا

دل کو جمال یار کے فیضان عشق نے
قندیل عرش حق کے مماثل بنا دیا

آخر فراغت غم دل نے ہوس کو بھی
کونین کے خیال سے غافل بنا دیا

لیلائے عشق دوست کی خاطر، بجائے دل
جب ہم چلے تو روح کی محمل بنا دیا

کیا چیز تھی وہ مرشد و ہاب 1؎ کی نگاہ!
حسرت کو جس نے عارف کامل بنا دیا

یرودا جیل پونا 5 ستمبر 1923ء

☆☆☆

منزل وصل یار ہے پیدا
درمیان حدود بیم درجا
دل انسان میں تاب شعلہ عشق

حسن مطلق کی روئے حق میں ضیا
پردۂ عشق و حسن میں ہے وہی
الغرض نور ارض و نور سما
پھر نہ کیوں وصل حسن و عشق سے ہو
نور ؎2 بالائے نور جلوہ نما
جان دے دی پہنچ کے ان کے حضور
ہم نے اور ان سے کچھ کہا نہ سنا
اے تری یاد سقم جان کا علاج
اے ترا ذکر درد دل کی دوا
بے خطا بھی گناہ گار ہیں ہم
آپ جو کچھ کہیں وہی ہے بجا
کچھ بھی شہر وصال دور نہیں
جذبہ شوق ہو جو راہ نما
ہم رضا کار ہیں خدا کی قسم!
ہم نہ ہوں گے مگر شہید وفا
ہو گئے محو عشق سب حسرت
اب غم ہجر ہے، نہ شوق تھا

یرودا جیل پونا 18 مارچ 1923ء

☆☆☆

؎1 اشارہ بجانب مرشدی مولانا شاہ عبدالوہاب لکھنوی فرنگی محلی ؎2 اللہ نور السموت والارض نور علی نور (قرآن)

سادگی میں وہ پھر بھی ہیں یکتا
باوجود ہجوم ناز و ادا!

اور اے پادشاہ، تیرے سوا
کون پورا کرے سوال مرا

تم ہو اور نہاک سو رو سرور
ہم ہیں اور التزام کرب و بلا

جاں نثاری تو کچھ گناہ نہیں
آپ کس بات پر ہیں ہم سے خفا؟

خوف جاں ہو جسے نہ آئے ادھر
آتی ہے کوہ عشق سے یہ ندا

ہائے مجبوریاں محبت کی!
پر اثر نالہ ہے، نہ آہ رسا

التفات نگاہ یار کہاں
دل بیمار جس سے پائے شفا

نا امیدی ہو کیوں شعار اپنا
کہ خطا ہم سے ہے تو ان سے عطا

خوب لکھی غزل جزاک اللہ
حسرت سحر کار کیا کہنا

نظام المشائخ دہلی 23 مارچ 1923ء

☆☆☆

سب سے شوخی ہے ہمیں سے حیا

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

اے فریب نگار یار یہ کیا!
تفرقہ ہے یہ کس قیامت کا
دل جدا، ہم جدا ہیں، یار جدا
وہ اب ملتے بھی ہیں تو یونکہ کبھی
ہم سے کچھ واسطہ نہ تھا گویا
ہم کو منظور سب ہے سب مرغوب
تجھ سے جو کچھ ملے جزا کہ سزا
جلوہ یار ہے دلوں کے لئے
فی المثل اک طلسم ہو شربا
میں بھی ہوں اک فقیر حاجت مند
کرم اے بادشاہ جو دو عطا
گلشن حسن یار کی حسرت
جاں فزا کس قدر ہے آب و ہوا

الناظر لکھنؤ 18 مارچ 1923ء

☆☆☆

مائل ہوں میں دل سے بے دلی کا
شیرینی تلخ عاشقی کا
دیوانہ ہوں، عاقلوں سے لیکن
دعویٰ ہے مجھے برابری کا
مستانہ خرامیوں کی دھن میں
کچھ پاس نہیں تمہیں کسی کا؟

خدام کی بندگی پہ تم کو!
لازم تھا خیال صاحبی کا!
ہر آئینہ مستحق ہوں ساقی
محفل میں تری بچی کھچی کا!
غصے میں ادائے ناز ان کی
گرمی میں ہے لطف چاندنی کا
زاہد کو جفاکشی مبارک
حسرت کو مزا قلندری کا

11جون1923ء

☆☆☆

اک جو لے دے کے ہمیں شیوۂ یاری آیا
وہ بھی کچھ کام نہ خدمت میں تمہاری آیا
ان کے آگے لب فریاد بھی گویا نہ ہوئے
چپ رہے ہم جو دم شکوہ گزاری آیا
آرزو حال جو اپنا انہیں لکھنے بیٹھی
قلم شوق پے نامہ نگاری آیا
واں سے ناکام پھرے ہم تو دریاس تلک
خون حرماں دل مجروح سے جاری آیا
دل پہ شوق میں آئی کرم یار کی یاد!
کہ چمن میں قدم باد بہاری آیا
تیرے انکار سے فی الفور ہوا کام تمام

زخم ایسا سرِ امید پہ کاری آیا!
اور تو کچھ بھی ہمیں عشق میں حاصل نہ ہوا
ہاں مگر اک ہنرِ سینہ نگاری آیا
گھر کے آئی جو گھٹا ہم نے یہ جانا حسرت
وقتِ شوریدگی و بادہ گساری آیا!

☆☆☆

آئی جو ان کی یاد مرا دل ٹھہر گیا
دعوے غمِ فراق کا باطل ٹھہر گیا!
تیرِ نگاہِ یار کا مشکل ہے سامنا
میرا ہی تھا جگر کہ مقابل ٹھہر گیا
ہم سر جھکا چکے تھے، علم ہو چکی تھی تیغ
پھر کیا کیا خیال کہ قاتل ٹھہر گیا
دل خوش ہوا کہ آپ ہوئے مائلِ ستم
یعنی میں التفات کے قابل ٹھہر گیا
دل کو دلاسے یار پہ حاصل ہوا قیام
پایا جو اس جہاز نے ساحل ٹھہر گیا
خواب و خیال ہو گئیں اگلی وہ صحبتیں
پھیر ابھی اس نواح کا مشکل ٹھہر گیا
فرزانگی قصور ہے دنیائے عشق میں
دیوانہ جو ہوا وہی کامل ٹھہر گیا!
بیچارگی میں رٹ جو لگی ان کے نام کی

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

تسکین جاں زار ہوئی، دل ٹھہر گیا
اچھا ہوا کہ مملکت حسن و عشق میں
حسرت وہ پادشاہ میں سائل ٹھہرا گیا

یکم اگست 1923ء

☆☆☆

سہل ہونے کو مرا عقدہ دشوار آیا
روز غم ختم ہوا، شام ہوئی، یار آیا!
للہ الحمد کہ تاریکی فرقت ہوئی دور
مژدۂ وصل بصد جلوہ انوار آیا
چمن جاں میں نسیم ہوس انگیز چلی
کشت امید پہ ابر طرب آثار آیا
بادۂ عیش سے مینائے تمنا رنگیں
ساغر شوق مے ذوق سے گلنار آیا
بند کر دے گا لب یار کو بوسوں کا ہجوم
آج بھی ہم سے جو وہ سر انکار آیا
دل مجبور بھی کیا شے ہے کہ در سے اپنے
اس نے سو بار اٹھایا تو میں سو بار آیا
کیوں نہ برہم ہوں وہ حسرت مری رسوائی سے
نام ان کا بھی بہر کوچہ و بازار آیا!

2 اگست 1923ء

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006

☆☆☆

لے کے دل پہلے تو کس ڈھب سے وہ عیار گیا
اب یہ کہتا ہے کہ تو کی امرِ سر مار گیا!

شکوہ جو رمزی عرض کرم کو جانا
آہ کس بات پہ وہ شوخ ستم گار گیا!

آرزو پر ترے انکار نے ڈھائی آفت
سینۂ شوق سے اک ناوک غم پار گیا!

اور تو کس کی رسائی تری خلوت میں ہوئی
اک فقط میں ترے جلوے کا طلبگار گیا!

جاں نثاری کی انہیں قدر ذرا بھی نہ ہوئی
حوصلہ عاشق سر باز کا بے کار گیا!

اب تو ہم کو بھی یہی دھن ہے پئش چل کے وہیں
ابر جب جھوم کے اٹھا سوئے، کہسار گیا

ہو گیا دے کے سر ان کے حق خدمت سے ادا
حسرت آیا تھا سبک سار، سبک سار گیا

☆☆☆

چاندنی رات میں پھولوں کا ہے زیور کیا خوب
رنگ لائے گا ترا حسن معطر کیا خوب!

روشنی بخش تمنا ہے جو اک ماہ منیر
وصل کی رات کا چمکا ہے مقدر کیا خوب

قابل دید تھی گرمی میں پسینے کی بہار
تر ہوا عرق حسن سے بستر کیا خوب

دیکھتے ہی انہیں پہچان لیا، جان لیا
ہم سے وہ چھپنے چلے تھے پس چادر کیا خوب

بن گئی ہے بدل گردش گردوں ساقی
آج محفل میں تری گردش ساغر کیا خوب

وصل میں بھی نہ ہوئی وجہ سکوں کثرت شوق
ڈھونڈ لیتا ہے بہانے دل مضطر کیا خوب

کھول کر بال جو سوتے ہیں وہ شب کو حسرت
گھیر لیتی ہے انہیں زلف معنبر کیا خوب

سابرمتی سنٹرل جیل 3 نومبر 1923ء

☆☆☆

دل ہے بے شک نور حق سے فیض یاب
آفتاب آمد و لیل آفتاب!

ہاتھ قتل عاشقاں سے مٹ اٹھا
کام کر ان کا کہ ہے کار ثواب

شوق مے کی پرورش کیوں کر نہ ہو
لطف ساقی آج کل ہے بے حساب

بے ترے اے بادشاہ مہوشاں
خانہ جان عزیزاں ہے خراب

پی جو ان آنکھوں نے تھی صہبائے حسن

پھوٹ نکلا ہے وہی رنگ شراب
ترک جرم عاشقی ممکن نہیں
پھر اسی کا ہم سے ہو گا ارتکاب
عشق حسرت ہے نشان حسن دوست
بے گلاب آتی نہیں بوئے گلاب

عصر جدید کلکتہ 30 اگست 1923ء

☆☆☆

شادمان عشق ہے جان خراب
عیش غم سے سر بسر دل کامیاب
اب ہے نہ دل باقی نہ دل کی شورشیں
آہ وہ ہنگامہ عہد شباب!
آج تک اس نے نہ پہچانا کہ ہیں
عشق میں ہم، حسن میں وہ، لاجواب
اب تو تھا موہم کو یا کر دو شہید
صبر کی مطلق نہیں ہے دل کو تاب
ہم نے سب کچھ کر دیا ان پر نثار
پھر بھی تو باقی ہے ان کا اجتناب
دیر سے بیٹھے ہیں مشتاق تھا
تا کجا اے نازنین ہم سے حجاب
مٹ کے حسرت ہم ہیں خاک راہ دوست

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.

اس کو کہتے ہیں یہ ہے حسن المآب!

البرید کانپور 30 اگست 1923ء

☆☆☆

بتائے نہ کیوں غم کو جان محبت
دل زار ہے کاروان محبت

ترے غم سے گرویدہ ہے سب سے فارغ
زہے خاطر شادمان محبت

نہ رنجور اتنا بھی اے شاہ خوباں
کہ مر جائیں گے بے دلان محبت

وہ سوتے نہیں ہیں وہ سب سن رہے ہیں
کہے جائیں ہم داستان محبت

رہے محو خواب ہوس اہل ظاہر
گزر بھی گیا کاروان محبت

نہ سمجھا سوا حسن کے اور کوئی
بیان تمنا، زبان محبت

سر عجز حسرت بھی خم کیوں نہ ہوتا
ترا ناز ہے حکمران محبت

اودھ اخبار لکھنو بروز اجیل 5 فروری 1923ء

☆☆☆

شجر غم ہے آشیانہ روح
گریہ و نالہ آب و دانہ روح

عشق نے جب لیے یک اشارہ حسن
کر دیا جسم کو خزانہ روح

مے عرفاں سے ہو گیا لبریز
خود بخود ساغر شبانہ روح

خوب دنیائے آرزو میں اڑا
ناوک درد سے نشانہ روح

تجھ کو بے باک دیکھنے کے لئے
عذر مستی ہوا بہانہ روح

ہر طرف ہیں عیاں نقش جمال
دیدنی ہے نگار خانہ روح

نغمہ قلب ہے ستائش عشق
صفت حسن ہے ترانہ روح

جسم حسرت ہے یا کہ جان گداز!
ذکر حسرت ہے یا فسانہ روح

یرودا جیل (مخزن لاہور 20 مئی 1923ء) 22 مارچ 1923ء

☆☆☆

کرم ساقی مے خانہ مبارک باشد
گرمی مجلس رندانہ مبارک باشد

عید ہے آج کا دن بادہ پرستوں کے لئے

عشرت گردش پیمانہ مبارک باشد
جس کی دیدار کی مدت سے تمنا تھی سو آج
ہے وہی رونق کا شانہ مبارک باشد
دل فروشان تماشا کو بصد عیش و نشاط
دولت جلوۂ جانا نہ مبارک باشد
تو کہ سردار حسیناں ہے حسینوں میں تجھے
تزک و شوکت شاہانہ مبارک باشد
میں کہ سر خیل گدایان محبت ہوں مجھے
شان شایان فقیرانہ مبارک باشد
جاں حسرت کے لئے مایہ نازش ہے یہی!
اضطراب دل دیوانہ مبارک باشد!

حریت کانپور 26 نومبر 1933ء 13 نومبر 1923ء

☆☆☆

ان کو رسوا مجھے خراب نہ کر
اے دل اتنا بھی اضطراب نہ کر
آمد یار کی امید نہ چھوڑ
دیکھ اے آنکھ میل خواب نہ کر
مل ہی رہتی ہے مے پرست کو مے
فکر نایابی شراب نہ کر!
ناصحا ہم کریں گے شرح جنون
دل دیوانہ سے خطاب نہ کر

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

شوق یاروں کا بے شمار نہیں
ستم اے دوست بے حساب نہ کر
دل کو مست خیال یار بنا
لب کو آلودۂ شراب نہ کر!
رکھ پہر حال شغل مے حسرت
اس میں پروائے شیخ و شباب نہ کر

پرو دا جیل پونا زمانہ کلکتہ 5 جنوری 1923ء

☆☆☆

ہو گئی کثرت نظر!
پردۂ حسن بے خبر!
تجھ کو دم و داع جاں
دیکھ لیا بہ چشم تر!
عاشق نامراد کی!
آہ میں بھی نہیں اثر
بھرتے ہیں دم سب آپ کا
جن و بشر شجر حجر!
دھوئے گی داغ معصیت
پاکی گریہ سحر
عشق تلاش حسن میں
خاک بسر ہے در بدر
بزم سرور یار میں

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

غم کا بھلا کہاں گذر
کشمکش فراق سے
ہے لب جاں پہ الحذر
وصل کے بعد روح میں
کچھ بھی رہ نہ شور و شر
نور جمال یار پر!
جم نہ سکی کوئی نظر!
دیکھے جو ان کو بے حجاب
کب ہے، یہ طاقت بصر
جی کا نہ ہو کہیں زیاں
راہ جنوں ہے پر خطر!
کہنے گئے تھے ان سے حال
کچھ نہ کہہ سکے مگر!
عشق سے درد کے سوا
دل کو نہ کچھ ملا ثمر!
کثرت اشک شوق سے
دامن جاں ہے پر گہر
بے ہنری ہے عشق
حسرت زار کا ہنر!

پرودا جیل (زمانہ کانپور) 16 مارچ 1923ء

☆☆☆

میرے عشق مجاز کا ہے شعار
فی المثل دل بہ یار و دست بہ کار

چشم رنگین یار کو ہے پسند
سرخی اشک عاشقاں کی بہار

صاف اقرار ہے محبت کا
آپ کا التفات سے انکار

عرصہ عاشقی میں ہیں مجبور
نہ قیام آئے گا، نہ ہم سے قرار

آپ سا اور ہم کو یار کہاں
آپ کو ہم سے جاں نثار ہزار

یادگار اپنی کچھ نہ چھوڑ چلے
تم میرے پاس غیر جاں فگار

کیوں بلائیں وہ اب ہمیں کہ نہیں
تاب گفتار و طاقت رفتار

شوق بے تاب ہے شہادت کا
وہ جو آئے ہیں کھینچ کر تلوار

دور میں حسن یار کے حسرت
کون ہے جو رہ سکے گا جو ہشیار

پرودا جیل (امان دہلی) 27 اگست 1923ء

☆☆☆

در حجرۂ حسن کا نہ کر باز!

مشتاق جمال ہیں نظر باز
محفل میں وہ جلوہ گر ہے بے باک
بے تاب ہیں عاشقان سر باز
آنکھوں ہی میں کٹ گئی شب ہجر
رونے سے نہ آئی چشم تر باز
کہتے ہیں در قبول اکثر!
ہوتا ہے نہ نوبت سحر باز
اک نعرۂ حق سے تو بھی حسرت
کرتا ہو تو کر در اثر باز!

پرودا جیل ترچھی نظر لکھنو اپریل 1923ء   19 مارچ 1923ء

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. 2002-2006

☆☆☆

یوں ہم سے چھٹے وہ یار افسوس
افسوس، ہزار بار افسوس
بے گانہ ہے اک ہمیں سے ناحق
وہ یار وفا شعار، افسوس
بے بادہ و نغمہ یوں گزر جائے
ہنگامہ نو بہار، افسوس
گستاخ نگاہیاں ہوس کی
کیوں آئیں شتاب کار افسوس
اب خواب میں خیال ان کا!
آتا ہے نقاب دار، افسوس

ہم سے نہ ہوا کبھی مخاطب
وہ یار کرشمہ کار، افسوس
دل کس نے لیا یہ دیکھو حسرت
کیوں کرتے ہو بار بار افسوس

سابرمتی سنٹرل جیل 8 جنوری 1923 (عصر جدید کلکتہ)

☆☆☆

ہر درد، ہر مرض کی دوا ہے تمہارے پاس
آتے ہیں سب یہیں کہ شفا ہے تمہارے پاس
لایا ہے جذب دل جو انہیں کھینچ کر یہاں
وہ پوچھتے ہیں کیا یہ بلا ہے تمہارے پاس
پھیلائی ہے اسی نے مرے درد دل کی بات
غماز جو اک باد صبا ہے تمہارے پاس
کس کس خوشی سے ہوتے ہیں لوگوں کے دل اسیر
کیا چیز دام زلف دوتا ہے تمہارے پاس
سمجھاؤ لاکھ، دل کو پر آتا نہیں قرار
اس کا بھی کچھ علاج بھلا ہے تمہارے پاس
سب حل ہوں مشکلیں جو ملے دوست یقیں
لوح طلسم بیم ور جاہے تمہارے پاس
کیوں کر پہنچ سکے گی مرے حال کی خبر
کتنا ہجوم ناز و ادا ہے تمہارے پاس
اقرار ہے کہ دل سے تمہیں چاہتے ہیں ہم

کچھ اس گناہ کی بھی سزا ہے تمہارے پاس

مارو کہ اب جلاؤ ہمیں تم، ہے اختیار

سر رشتہ فنا و بقا ہے تمہارے پاس

اب کوئی کیا کرے دل گم گشتہ کی تلاش

سب کہتے ہیں یہی کہ سنا ہے تمہارے پاس

حسرت کرو نہ دل میں زیارت حضورؐ کی!

آئینہ رسولؐ نما ہے تمہارے پاس!

17,18 مئی 1923ء

☆☆☆

نارسائی میں بھی رہے اے کاش

دل کو حاصل سرور سعی تلاش

مقصد عشق، جان عشق ہے درد

درد لذت فروش و راحت پاش

کیوں نہ آئے جو تو ہو بادہ فروش

نقد جاں لے کے حسرت قلاش

یرودا جیل 18 مارچ 1923ء

☆☆☆

سرخی حسن ہے ملبوس نگار عارض

یا عیاں نور کے پردے میں ہے نار عارض

دیکھنا صبح شب وصل بہار عارض
لیل گیسو سے نمایاں ہے نہار عارض

خواب راحت سے اٹھے وہ تو پے زینت حسن
رونق صبح ہوئی آئینہ دار عارض

خواہش اہل نظر فتنہ آں چشم سیاہ
شوق ارباب صفا، عاشق زار عارض

اس شہ حسن کے ماتحت ہے دنیائے جمال
خلخ لب، ختن جبہ، تتار عارض

زلف جاناں کو نیا چاہئے اک روز شکار
دل ہو اند رجبیں، روح نثار عارض

گریہ اہل تمنا کے اثر سے حسرت!
ملک خوبی میں ہے سر بسر جوار عارض

سابرمتی سنٹرل جیل 13 نومبر 1922

☆☆☆

مونس بے کساں درود شریف
راحت عاشقاں درود شریف

طالبان وصال کو ہر دم!
چاہئے بر زباں درود شریف

مری جانب سے ان کے پاس ملک
لے چلے ارمغاں درود شریف

اسم اعظم ہے قیدیوں کے لئے

قید میں بے گماں درود شریف
وہ بھی یا رب ہو دن کہیں کہ پڑھیں
ہو کے ہم کامراں درود شریف
یہ بھی اک فیض عشق ہے ورنہ
ہم کہاں اور کہاں درود شریف
شوق نام حضورؐ کا حسرت
بن گیا ترجمان درود شریف

اودھ اخبار لکھنو 17 اکتوبر 1923ء 27 اگست 1923ء

☆☆☆

کچھ یاد بھی ہے وہ عہد سابق
اے دشمن دوستان صادق
کیا بات ہے میرے حسن ظن کی
ہے جور ترا کرم سے فائق!
اس روئے جمیل میں ہیں یک جا
انوار مغارب و مشارق
محروم نہ ہو تو اور کیا ہو!
اس دشمن عاشقاں کا عاشق
حسرت کو دیار عاشقی میں
زنہار نہیں ہوا موافق!

سابرمتی سنٹرل جیل 4 مئی 1923ء

☆☆☆

امام برحق اہل رضا سلام علیک
شہید معرکہ کربلا سلام علیک
گل مراد ولایت، حسینؑ ابن علیؑ
تتمہ شرف [1] مصطفےٰ سلام علیک
ثبوت یہ ہے کہ نور شہادت کبریٰ
تری جبیں سے نمایاں ہوا سلام علیک

---

1 چونکہ شہادت کبریٰ سے عوام کی نظر میں توہین رسالت کا اندیشہ تھا اس لیے حضورؐ کو یہ نعمت بذریعہ سیدنا امام حسین علیہ السلام حاصل ہوئی، پس تتمہ شرف مصطفےٰ آپ ٹھہرے۔

تجش ہے اور کہیں راہ صبر [1] و حق کی تلاش
تری مثال ہے جب رہنما سلام علیک
ترے طفیل میں حسرت بھی ہو شہید وفا
یہی دعا ہے یہی مدعا سلام علیک

سابرمتی جیل ہمدم لکھنؤ 3 ستمبر 1923ء محرم الحرام 1341ھ

☆☆☆

کرو کچھ تو ارشاد یا غوث اعظمؒ
سنو! میری فریاد یا غوث اعظمؒ!
رہ عاشقی میں کہیں میری محنت
نہ ہو جائے برباد یا غوث اعظمؒ!
گرفتاری حسن ظاہر سے دل کو

کرو جلد آزاد یا غوث اعظمؒ
مبارک ہمیں درد دل ہو کہ اس پر
تمہارا بھی ہے صاد یا غوث اعظمؒ
اسے تم سوا کون اٹھائے مجھ پر
پڑی ہے جو افتاد یا غوث اعظمؒ!
زیارت ہزاروں کو ہوتی ہے، اک دن
اسے بھی کرو یاد یا غوث اعظمؒ
کہاں تک رہے دل میں حسرت کے آخر
تمنائے بغداد یا غوث اعظمؒ

☆☆☆

فیض محبت سے ہے قید محن!
میرے لئے ایک بلائے حسن!
شام غریباں کے برابر کہاں
مذہب عشاق میں صبح وطن!
آہ وہ غارت گر صبر و شکیب
سلسلہ زلف شکن در شکن
فتنہ جاں وہ سخن دل پذیر
دشمن دیں وہ نگہ سحر فن!
جلوہ جاناں سے ہے دار السرور
خانہ جاں اب نہیں بیت الحزن
مہرو مروت سے تمہیں واسطہ

یہ بھی حریفوں کا ہے اک حسن ظن
جب سے کہا عشق حسرت مجھے
کوئی بھی کہتا نہیں "فیض الحسن"

☆☆☆

لطف کی ان سے التجا نہ کریں
ہم نے ایسا کبھی کیا نہ کریں
مل رہے گا جو ان سے ملنا ہے
لب کو شرمندہ دعا نہ کریں
صبر مشکل ہے، آرزو بے کار!
کیا کریں عاشقی میں کیا نہ کریں
مسلک عشق میں ہے فکر حرام
دل کو تدبیر آشنا نہ کریں
بھول ہی جائیں ہم کو، یہ تو نہ ہو
کون کہتا ہے وہ جفا نہ کریں
مرضی یار کے خلاف نہ ہو!
لوگ میرے لئے دعا نہ کریں
شوق ان کا سو مٹ چکا حسرت
کیا کریں ہم اگر وفا نہ کریں

☆☆☆

بدل گردش ایام ملے گا کہ نہیں
گوشہ یاس میں آرام ملے گا کہ نہیں

بے وفا چھوڑ چلا ہم کو کہیں گے کہ نہ وہ
جان نثاری کا کچھ انعام ملے گا کہ نہیں

کام کیا شوق کی تاثیر نہ آئے گی کبھی
کھل کے بھی وہ بت خود کام ملے گا کہ نہیں

کرم پیر مغاں عام ہے، رندو نہ ڈور
کہ ہمیں بادہ گلفام ملے گا کہ نہیں

جلوۂ دوست کی نسبت یہی ہر دم ہے خیال
کہ وہ اب پھر بھی سر بام ملے گا کہ نہیں

صبر کا آرزو مے نا متناہی کی جگہ
دفتر دل میں کہیں نام ملے گا کہ نہیں

کل تو رندوں میں ملا تھا مگر اب پھر بھی کہیں
دیکھئے حسرت گمنام ملے گا کہ نہیں

سابرمتی جیل الناظر لکھنو جنوری 1923ء 10 اگست 1922ء

☆☆☆☆

کچھ میرے حال زار کی ان کو خبر نہیں
کیا ہو جو میں ہی جا کے سنا دوں مگر نہیں

اک آفتاب حسن درخشاں ہے، وہ جمال
دیکھے اسے بغور یہ تاب نظر نہیں

پہلو میں دل کو پوچھ رہی ہے نگاہ یار

Iqbal Cyber Library
All rights reserved.
©2002-2006

کیا جانے اب کوئی وہ کدھر ہے کدھر نہیں
کب تھے وہ میرے حال سے اس درجہ بے خبر

کیوں کر کہوں میں نالہ دل میں اثر نہیں
ہم بے کسوں کو قتل جو کرتا ہے بے گناہ

کچھ اے عزیز تجھ کو خدا کا بھی ڈر نہیں
پرسش ہے میرے حال کی یا رب جو روز حشر

اتنا بھی اب یہ قصہ غم مختصر نہیں
ہو یار تک رسائی حسرت نہ کیوں محال

اس محفل سرور میں غم کا گذر نہیں

یرودا جیل ہمایوں لاہور اپریل 1923ء 18 مارچ 1923ء

☆☆☆

کب وہ بلائے ہیں دوبارہ ہمیں
جب نہ رہا دید کا یارا ہمیں

ہوش میں کیا آئیں نہیں چھوڑتا
جلوۂ جاناں کا نظارہ ہمیں

کچھ بھی نہیں ہے اگر ان کے بقول
پھر نہ دیں دل وہ ہمارا ہمیں

ان کی حیا کہتی ہے معلوم ہے
حال ترے شوق کا سارا ہمیں

حکم فنا کی انہیں حاجت نہ تھی
آنکھ سے کافی تھا اشارہ ہمیں

کون ہے؟ کیا ہے؟ وہ بت بے وفا
کوئی بتاؤ یہ خدارا ہمیں
اس دل نازک پہ نہ ہو گر اثر
ہے غم فرقت بھی گوارہ ہمیں
کاش وہی پھر بھی جلائے کہیں
جس نگہ لطف نے مارا ہمیں
وہ بھی نہ حسرت کہیں دے دیں جواب
ایک انہیں کا ہے سہارا ہمیں

یرودا جیل معارف اعظم گڑھ جون 1923ء

☆☆☆

یہ کس بزم کے ہم نکالے ہوئے ہیں
کہ محرومیوں کے حوالے ہوئے ہیں
وہ اب آئیں محفل میں سب اہل محفل
خبردار ہیں، دل سنبھالے ہوئے ہیں
فریب وفا آپ دیتے ہیں کس کو!
یہ جلوے مرے دیکھے بھالے ہوئے ہیں
وہ بے پردہ سوتے ہیں، ظاہر میں لیکن
دوپٹہ یوں ہی منہ پہ ڈالے ہوئے ہیں
محبت کی خوشبو سے بدمست یکسر
تری شال تیرے، دو شالے ہوئے ہیں
یہ کیا جانے زاہد کہ اے آب رحمت

مرے جام تیرے کھنگالے ہوئے ہیں
ضیا باری عشق جاناں ہے حسرت
اندھیرے دلوں کے اجالے ہوئے ہیں

یرودا جیل نگار بھوپال جولائی 1923ء 17 جون 1923ء

اک طرفہ ماجرا ہے، در کوئے مے فرشاں
سرگرم بادہ نوشی انبوہ خرقہ پوشاں!
بے پردہ جلوہ گر ہے، محفل میں وہ خود آرا
چمکی ہے آج کیا ہی، تقدیر دل فروشاں
ہم عاشق بتاں ہیں، با وصف حق پرستی
صورت پسند انیاں، معنی شناس اوشاں
پردے میں شرم کے ہے، روپوش جور خوباں
یہ بھی ہے اک فریب ناز بہانہ کوشاں!
مصروف یاد حق ہیں رندان لا ابالی!
گویا ہے بزم ساقی، اک محفل خموشاں
کام آئے گی نہ کچھ بھی کیا اپنی جاں فشانی
اے شاہ ماہ رویاں اے جان سرفروشاں
ہم بھی بگڑ کے رہتے اس بے خبر سے حسرت
انکار مے جو ہوتا، آئین درد نوشاں!

الامان دہلی 23 اگست 1923ء 13 اگست 1923ء

☆☆☆

ہم دیر سے نظارۂ خوباں میں لگے ہیں
یہ پھول غضب گلبن ایماں میں لگے ہیں
مصروف غم عشق نہیں دل کے ارادے
قیدی ہیں کہ سب کام پہ زنداں میں لگے ہیں
ٹکڑے ہیں یہ کس کے دل محروم کے ظالم
اب تک جو ترے تیر کے پیکاں میں لگے ہیں
مجھ سے وہ کھیلیں کیا نظر اٹھ نہیں سکتی
محجوب ہیں، پیمائش داماں میں لگے ہیں
لگتی ہی نہیں روضہ رضوان میں طبیعت
ان کی، جو سر کوچہ جاناں میں لگے ہیں
باقی نہیں اک تار بھی دامن میں جو حسرت
اب اہل جنوں فکر گریباں میں لگے ہیں
یرودا جیل 12 اگست 1922ء

☆☆☆

نہ سہی گر انہیں خیال نہیں!
کہ ہمارا بھی اب وہ حال نہیں
یاد انہیں وعدۂ وصال نہیں
کب کیا تھا یہی خیال نہیں!
ایسے بگڑے وہ سن کے شوق کی بات
آج تک ہم سے بول چال نہیں
مجھ کو اب غم یہ ہے کہ بعد مرے

خاطر یار بے ملال نہیں!
عفو حق کا ہے مے کشوں پہ نزول
ریزش ابر برشگاں نہیں
ہم پہ کیوں عرض حال، دل پہ عتاب
ایلچی کو کہیں زوال نہیں!
سن کے مجھ سے وہ خواہش پابوس
ہنس کے کہنے لگے مجال نہیں
دل کو ہے یاد شوق کا وہ ہنر
جس سے بڑھ کر کوئی کمال نہیں
آپ نادم نہ ہوں کہ حسرت سے
شکوۂ غم کا احتمال نہیں

یرودا جیل 30 جولائی 1923ء

☆☆☆

اس بت کے پجاری ہیں مسلمان ہزاروں
بگڑے ہیں اسی کفر میں ایمان ہزاروں
دنیا ہے کہ ان کے رخ و گیسو پہ مٹی ہے
حیران ہزاروں ہیں، پریشان ہزاروں
تنہائی میں بھی ترے تصور کی بدولت
دل بستگی غم کے ہیں سامان ہزاروں
اے شوق تری پستی ہمت کا برا ہو
مشکل ہوئے جو کام تھے آسان ہزاروں

AllamaIqbal.CyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

آنکھوں نے تجھے دیکھ لیا اب انہیں کی غم
حالانکہ ابھی دل کو ہیں ارمان ہزاروں

چھانے ہیں ترے عشق میں آشفتہ سری نے
دنیائے مصیبت کے بیابان ہزاروں

اک بار تھا سر، گردن حسرت پہ رہیں گے
قاتل تری شمشیر کے احسان ہزاروں

یرودا جیل 31 جولائی 1923ء

☆☆☆

نامرادوں کو شاد کام کرو
کرم اپنا کبھی تو عام کرو!

کار عاشق ہے ناتمام سو تم
قتل کر کے اسے تمام کرو

سب کی خاطر کا ہے خیال تمہیں
کچھ ہمارا بھی انتظام کرو

عاشق ہجر سے نہ ہو بیزار!
غم جاناں کا احترام کرو!

رات رو رو کے جس طرح کاٹی
اسی صورت سے دن کو شام کرو

گفتگو ہیچ ہے، اگر چاہو!
کام جاں کا حصول کام کرو

موت سے پہلے ہی زراہ وفا

مر مٹو عاشقی میں نام کرو
کھل سکے جب تلک نہ راہ مراد
منزل صبر میں قیام کرو
پوچھتے ہیں وہ جاں نثاروں کو
تم بھی حسرت اٹھو سلام کرو

☆☆☆

لاکھ اس شوخ جفا کار سے پرہیز کرو
شوق بھی یہی کہتا ہے سب انگیز کرو
صبر کی ہو دل بے تاب سے امید کسے
خود ہی جب تشنگی شوق کو تم تیز کرو
مے کشو، یوں ہی گزر جائے نہ تاریکی ابر
جام کو بادۂ پر نور سے لب ریز کرو
عاشقو دور نہیں منزل مقصود وصال
باد پائے طلب یار کو مہمیز کرو!
فرق لائے نہ جگر سوزی صہبا میں گلاب
مغبچو تم کو قسم ہے جو کچھ آمیز کرو!
ہم سے روٹھو بھی تو لازم ہے کہ اک ناز کے ساتھ
قہر بھی ہم پہ کرو تم تو دل آویز کرو
اثر اس خاطر بے غم پہ نہ ہو گا حسرت
نالہ شب گیر کہ تم آہ سحر خیز کرو!

خلافت بمبئی 3 اگست 1923ء

☆☆☆

بے باک ہو پناہ جفا ہے تمہارے ساتھ
ہر وقت عاشقوں کی دعا ہے تمہارے ساتھ

بے چارگی کے زور ہیں دور فراق میں
درد اپنے پاس ہے تو دوا ہے تمہارے ساتھ

عشاق پاک باز کے حلقے ہیں یا کوئی!
انبوہ اہل صدق و صفا ہے تمہارے ساتھ

تم سے ملا جو کوئی وہ اپنا نہ رہ گیا
دل بھی جدا، جگر بھی جدا ہے تمہارے ساتھ

دل گیر کیوں ہو غلبہ اعدا سے دوستو
کیا ڈر تمھیں کہ فضل خدا ہے تمہارے ساتھ

رنگینیاں ہیں جلوۂ زیبائے حسن کی
یا اک طلسم ہوش ربا ہے تمہارے ساتھ

حسرت نہیں جو خوف تمھیں کچھ بھی موت کا!
یہ عشق ہے کہ آب بقا ہے تمہارے ساتھ

یرودا جیل تمدن دہلی دسمبر 1923ء 17,18 ستمبر 1923ء

☆☆☆

ہجر میں یاد یار آتی ہے

راحت غم شکار آتی ہے
بالش آرزو سے آج تلک
شوق کو بوئے یار آتی ہے
کوئے جاناں سے روح اہل غرور
بن کے طاعت گزار آتی ہے
چمن جاں میں پھر بقید فرنگ
عاشقی کی بہار آتی ہے
ان کی محفل سے آرزو حسرت
ہو کے یک سر نگار آتی ہے

سابرمتی جیل 4 مئی 1923ء

☆☆☆

کیا کام انہیں پرسش ارباب وفا سے
مرتا ہے تو مر جائے کوئی ان کی بلا سے
مجھ سے بھی خفا ہو مری آہوں سے بھی برہم
تم بھی ہو عجب چیز کہ لڑتے ہو ہوا سے
دامن کو بچاتا ہے وہ کافر کہ مبادا
چھو جائے کہیں پاکی خون شہدا سے
دیوانہ کیا ساقی محفل نے سبھی کو
کوئی نہ بچا اس نظر ہوش ربا سے
اک یہ بھی حقیقت میں ہے شان کرم ان کی
ظاہر میں وہ رہتے ہیں جو ہر وقت خفا سے

آگاہ غم عشق نہیں وہ شہ خوباں
اور یہ بھی جو ہو جائے فقیروں کی دعا سے

قائل ہوئے رندان خرابات کے حسرت
جب کچھ نہ ملا ہم کو گروہ عرفا سے!

سابرمتی جیل نگار بھوپال جولائی 1923ء 11 جون 1922ء

☆☆☆

جنوں نے دل سے وہ حس بھی مٹا دی
کرے جو امتیاز رنج و شادی

نیا جب اس نے کوئی شر اٹھایا
مری ایذا پسندی نے دعا دی

شب معراج مردان خدا ہے
بقول شیخ، روز نامرادی

مجازی عشق بھی اک شے ہے لیکن
ہم اس نعمت کے منکر ہیں نہ عادی

کہی تھی جاں نثاری کی جو حسرت
وہ بارے کر کے بھی ہم نے دکھا دی

سابرمتی جیل معارف اعظم گڑھ جولائی 1932ء 26 جون 1932ء

☆☆☆

چل سابرمتی میں آج کیا ہی

نسیم رحمت و فضل الٰہی!
جمال التفات شاہ جیلاں
ہوا پیدا بشان کج کلاہی
یہ یک دم دے دیا دینا تھا جو کچھ
دکھا دی شان حسن کم نگاہی
شاہ عبدالصمد [1] کا واسطہ تھا
نہ کیوں کر سر حق کھلتا کماہی
دل حسرت ہوا معمور انوار
شہ رزاق [2] دیتے ہیں گواہی

سابرمتی جیل ہمدم لکھنو 10 اگست 1922ء

☆☆☆

ہوتی ہے روز بارش عرفاں مرے لئے
گویا بہشت عشق ہے مرے لئے
ناکامی طلب میں کہ ہے جان عاشقی
گنجینہ مراد ہے پنہاں مرے لئے
علم و رضائے یار ہے، جور و جفائے یار
مشکل ہے سب کے واسطے آساں مرے لئے
رہتی ہے روز اک ستم تازہ کی تلاش
بے چین ہے وہ فتنہ دوراں مرے لئے
میرا یہ حسن ظن کہ تغافل ہے التفات
دل کی یہ ضد کہ درد ہے درماں مرے لئے

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved 2002-2006

فرمان قتل ہو، جو نہیں اذن پائے بوس
آخر ہو کچھ تو اے شہ خوباں مرے لئے

نزدیک ہے کہ شوق سے وعدہ وصال
لب ہائے ناز یار میں لرزاں مرے لئے

عشق بتاں و ذوق سماع و ہوائے ہے
زاہد کے حق میں کفر ہے ایماں مرے لئے

حسرت کوئی مدد نہ کرے کیا مضائقہ
کافی ہیں غوث اعظمؒ جیلاں مرے لئے

سابرمتی جیل معارف اعظم گڑھ اگست 1922ء 10 اگست 1922ء

☆☆☆

ہیں وہ با وصف شان خود کامی
جان محبوبی و دل آرامی

کامیاب ہے کمال عشق دل
باوجود حصول ناکامی!

1 حضرت شاہ عبدالصمد خدانما احمد آبادی 2 حضرت شاہ عبدالرزاق فرنگی محلی

عاشقی میں ہے زیب فرق جنوں
طرۂ افتخار بدنامی!

ہم نے بے باک ان کو روک لیا
پختہ کاری سے بڑھ گئی خامی

بن گیا ہے فراق یار میں شوق
خلش انتظار کا حامی

پڑ کے اک بار چھوٹتی ہے کہاں
عادت مستی و مے آشامی
حسرت اردو میں ہے غزل تیری
پر تو نقش سعدیؒ و جامیؒ

یرودا جیل معارف اعظم گڑھ جولائی 1923ء

☆☆☆

مرا ایمان عجب کیا ہے جو ایمان تصوف ہے
تصوف جان مذہب، عاشقی جان تصوف ہے
گناہ اپنا نہیں ثابت خطا کے پھر بھی ہیں قائل
ادب کا ہے یہی شیوہ یہی شان تصوف ہے
ادب اک دوسرا ہے نام عشق روح پرور کا
جو رام عشق ہے جو زیر فرمان تصوف ہے
تعلق حسن 1 و حق میں بھی ہے العشق ہو اللہ کا
یہی تو واصل دین و رمز پنہان تصوف ہے
گزر کر راہ پیچا پیچ قدر و جبر سے حسرت
یقیں اپنا مقیم شہر عرفان تصوف ہے

یرودا جیل معارف اعظم گڑھ جنوری 1922ء

☆☆☆

اگر شوق کی رہنمائی نہ ہو گی

تو ان تک ہوئی ہے رسائی نہ ہو گی!

شب ہجر کیوں کر کٹے گی جو یا رب
تصور کی راحت فزائی نہ ہو گی!

بغیر ان کے دم بھر نہیں چین دل کو
کبھی ان سے گویا جدائی نہ ہو گی

پڑے گی نظر تیری کاہے کو ہم پر!
اگر بر سر دل ربائی نہ ہو گی

خود کے لئے مایہ فخر ہو گا
دیار جنوں کی گدائی نہ ہو گی

رہے عشق سے روح مانوس ہو کر
اب اس دام غم سے رہائی نہ ہو گی

ترا وہم ہو گا، سر بزم ہم نے
کبھی آنکھ تجھ سے لڑائی نہ ہو گی

وہ بگڑے ہیں تو من بھی جائینگے آخر
لڑائی ہوئی ہے صفائی نہ ہو گی

ستم کر کے ناحق وہ نادم ہیں حسرت
کہ ہم سے کبھی بے وفائی نہ ہو گی

یروداجیل ہمایوں لاہور اپریل 1923ء   14 مارچ 1923ء

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

---

1 یعنی ''العشق ہو اللہ'' کی طرح الحسن ہو الحق بھی رموز تصوف میں سے ہے

(حسرت)

ہے عشق میں حال کی خرابی
عاشق کو نوید کامیابی

صبح شب وصل تھام ہم کو
اے مائل ناز و نیم خوابی

حیراں جمال یار ہے عقل
سرمست شراب ہے شرابی

آئینہ دل میں شکل تیری
ہے طرفہ جواب لاجوابی

رنگین سرور شوق ہے دل
ظرف مے ناب ہے گلابی

پنہاں ہے عیانیوں میں اپنی
وہ زیر حجاب بے حجابی

حسرت بہ رباعیات موزوں
خیام سے کم نہیں سحابی 1؎

یرودا جیل ادیب اردو لکھنؤ مئی 1923ء 14 مارچ 1923ء

☆☆☆

ترے درد سے جس کو نسبت نہیں ہے
وہ راحت مصیبت ہے راحت نہیں ہے

جنون محبت کا دیوانہ ہوں میں
مرے سر میں سودائے حکمت نہیں ہے

ترے غم کی دنیا میں اے جان عالم

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

کوئی روح محروم راحت نہیں ہے

مجھے گرم نظارہ دیکھا تو ہنس کر

وہ بولے کہ اس کی اجازت نہیں ہے

جھکی ہے ترے بار عرفاں سے گردن

ہمیں سر اٹھانے کی فرصت نہیں ہے

یہ ہے ان کے اک روئے رنگیں کا پرتو

بہار طلسم لطاف نہیں ہے

ترے سرفروشوں میں ہے کون ایسا

جسے دل سے شوق شہادت نہیں ہے

تغافل کا شکوہ کروں ان سے کیوں کر

وہ کہہ دیں گے تو بے مروت نہیں ہے 2

وہ کہتے ہیں شوخی سے ہم دل ربا ہیں

ہمیں دل نوازی کی عادت نہیں ہے

شہیدان غم ہیں سبک روح کیا کیا

کہ اس دل میں بار ندامت نہیں ہے

نمونہ ہے تکمیل حسن سخن کا

گہر باری طبع حسرت نہیں ہے

☆☆☆

---

1 خیام سے اشارہ عمر خیام کی طرف اور سحابی سے مراد سحابی استر آبادی ہے جس کی رباعیات مشہور ہیں 2 اس لئے تغافل کی شکایت کرنا ہے

آسان حقیقی ہے نہ کچھ سہل مجازی

معلوم ہوئی راہ محبت کی درازی!
کچھ لطف و نظر لازم و ملزوم نہیں ہیں

اک یہ بھی تمنا کی نہ ہو شعبدہ بازی
دل خوب سمجھتا ہے تیرے حرف کرم کو

ہر چند وہ اردو ہے، نہ ترکی ہے نہ تازی
قائم ہے نہ وہ حسن رخ یار کا عالم

باقی ہے نہ وہ شوق کی ہنگامہ نوازی
اے عشق تری فتح بہر حال ہے ثابت

مر کر بھی شہیدان محبت ہوئے غازی
کہ جلد ہمیں ختم کہیں اے غم جاناں

کام آئے گی کس روز تری سینہ گدازی
معلوم ہے دنیا کو یہ حسرت کی حقیقت!

خلوت میں وہ مے خوار ہے، جلوت میں نمازی

یرودا جیل نگار بھوپال اپریل 1923ء 18 مارچ 1923ء

☆☆☆

روشن جمال یار سے دنیائے عشق ہے
گویا شراب حسن بہ مینائے عشق ہے

اب تک تلاش منزل مقصد میں دل مرا
آوارۂ مراحل صحرائے عشق ہے

اے ترک حسن ادھر بھی کہیں جلد کر گزار
غارت کے انتظار میں کا لائے عشق ہے

کہتی ہے عقل دین بھی، دنیا بھی کر طلب
ان سب سے منہ کو موڑ یہ ایمائے عشق ہے

کیا کیا فراق حسن میں ہے نغمہ ریز غم
جان حزیں کہ بلبل گویائے عشق ہے

کیا کام اسے طریقہ ارباب زہد سے
جو پیر و شریعت غزائے عشق ہے

حسرت کا ہو بلند بھلا کیوں نہ مرتبہ!
خدمت گزار حضرت والائے عشق ہے

17 اپریل 1923ء 20 مارچ 1923ء

☆☆☆

اہل ہوس کو بھی سر سودائے عشق ہے
یہ کفر ہے یہ دعویٰ بے جائے عشق ہے

جب سے سنا ہے آپ کا آوازۂ جمال
جس دل کو دیکھیے وہ مہیائے عشق ہے

پہنچا ہے جذب دل کا کہاں سے کہاں اثر
ارباب حسن کو بھی تمنائے عشق ہے

اللہ ری میری درد پسندی کہ عیش جاں
وابستہ ہجوم بلا ہائے عشق ہے

سب گم ہیں شور حرص و ہوا کینہ وریا
برپا جہان دل میں یہ غوغائے عشق ہے

عالم ہو، فیلسوف ہو، زاہد ہو کوئی ہو

بیگانہ سب سے ہے جو شناسائے عشق ہے
حسرت فروغ جلوۂ یک تائے حسن ہے
ہم دوش نور چہرہ زیبائے عشق ہے!

یرودا سنٹرل جیل 20,21 مارچ 1923ء

☆☆☆

محمل نشین درد جو لیلائے عشق ہے
سوز و گداز مذہب دنیائے عشق ہے
مستی میں اصطلاح محبت میں آگہی
بیگانہ خرد ہے جو دانائے عشق ہے
کونین سے ہے خاطر عشاق بے خبر
کس درجہ تیز نشہ صہبائے عشق ہے
کیوں ایک بار ہو نہیں جاتے نثار حسن
ہر دم یہی دلوں سے تقاضائے عشق ہے
ہو بندگان حرص و ہوا کو تلاش عقل
جو طالب کمال ہے شیدائے عشق ہے
مانا ہے نور حسن رخ حق سے اس کا نور
روشن جو دل میں شمع تجلائے عشق ہے
حسرت کو پائے بندی ایماں سے کیا غرض
وہ کافر جمال ہے، ترسائے عشق ہے

ایضاً

☆☆☆

تاباں جو نور حسن بہ سیمائے عشق ہے
کس درجہ دل پذیر تماشائے عشق ہے
ارباب ہوش جتنے ہیں بیمار عقل ہیں
ان کے لئے ضرور مداوا آئے عشق ہے
میں کیا ہوں، ایک ذرہ صحرائے اشتیاق
دل کیا ہے ایک قطرۂ دریائے عشق ہے
شاہ و گدا کا فرق نہیں عہد حسن میں!
اب جس کو دیکھئے اسے دعوائے عشق ہے
ظاہر ہے بے قراری پیہم سے حال دل
بے کار ہم کو دعویٰ اخفائے عشق ہے
پنہاں حجاب ناز میں ہے صورت جمال
پیدا حروف شوق سے معنائے عشق ہے
اے اہل عقل کیوں ہو اسے فکر نام و ننگ
حسرت خراب عشق ہے، رسوائے عشق ہے

ایضاً

☆☆☆

از بسکہ یاد یار مسیحائے عشق ہے
راحت افزائے دل ہے جو ایذائے عشق ہے
نور سیمائے حسن سے روشن ہے سر بسر

اک وہ جو دل میں نقش سویدائے عشق ہے
تیرا خیال منزل مقصود آرزو!
تیرا جمال شاہد رعنائے عشق ہے
اے حسن بے مثال تری دید کے لئے
درکار دیدۂ دل بینائے عشق ہے
نکلے جو تیری یاد میں اے نو بہار حسن
وہ اشک ہے کہ لو لوئے لالائے عشق ہے
مدت کے بعد پھر وہ ہوئے مائل کرم
یہ بھی تو اک طریقہ احیائے عشق ہے
حسرت کہاں وہ شاہ کہاں تو گدائے حسن
زنہار اگر تجھے سر سودائے عشق ہے

یرودا سنٹرل جیل 20,21 مارچ 1923ء

☆☆☆

بجا ہے دل زار کی ناصبوری
کہاں تک اٹھائے کوئی رنج دوری
رعایت جو اس شوخ کی تھی ضروری
خطا بن گئی خود مری بے قصوری
وہ تمہید ہی سے اڑا لیں گے مطلب
کہیں شوق نے کی نہ ہو بات پوری
محبت نے کی دل میں وہ آگ روشن
کہ ہم ہو گئے جسم خاکی سے نوری

بہر حال گرویدۂ حسن ہیں ہم!
جمال بشر معنوی ہو کہ صوری
تمنا نے کی خوب نظارہ بازی
مزہ دے گئی حسن کی بے شعوری
نہ چھوٹا در یار حسرت، نہ چھوٹے!
بہت ہم نے چاہا بنیں کان پوری

نگار بھوپال یرودا جیل 6 مارچ 1923ء

☆☆☆

ترے کوچے میں جس دن سے آ بیٹھے
غم دنیا سے بھلا بیٹھے 1
جسے قدر محبت ذرا بھی نہیں
ہم یہ کس سے دل اپنا لگا بیٹھے
ہمیں اب یاں سے دیکھیں اٹھاتا ہے کون؟
در جاناں پہ دھونی رما بیٹھے
مجھے پاس وفا جب کسی کا نہ ہو
کوئی کیا تیرے پاس آئے کیا بیٹھے
جب سے اس بت نے حسرت بھلایا ہمیں
کیا کرتے ہیں یاد خدا بیٹھے!

درویش دہلی یرودا جیل جولائی 1923ء

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

وہ چپ ہو گئے مجھ سے کیا کہتے کہتے
کہ دل رہ گیا مدعا کہتے کہتے!

مرا عشق بھی خود غرض ہو چلا ہے
ترے حسن کو بے وفا کہتے کہتے!

شب غم کس آرام سے سو گئے ہم
فسانہ تری یاد کا کہتے کہتے!

یہ کیا پڑ گئی خوئے دشنام تجھ کو
مجھے نا سزا برملا کہتے کہتے!

---

1 غزل قلندرانہ ہندی بحر میں

خبر ان کو اب تک نہیں مر مٹے ہم
دل زار کا ماجرا کہتے کہتے!

عجب کیا جو ہے بدگماں سب سے واعظ
برا سنتے سنتے برا کہتے کہتے!

وہ آئے مگر آئے کس وقت حسرت
کہ ہم چل بسے مرحبا کہتے کہتے!

پرودا جیل معارف اعظم گڑھ جون 1923ء 17 جون 1923ء

☆☆☆

آہ دل عشاق نوا ساز نہیں ہے
اس نغمہ جاں سوز میں آواز نہیں ہے
زنہار اگر لطف ملے سیر چمن کا!
ساتھ اپنے جو وہ سرو سرا فراز نہیں ہے

مجموعہ خوبی ہوئی عشاق کی سیرت
یہ کیا ہے اگر حسن کا اعجاز نہیں ہے
عاشق ہوئے تھے اہل فنا کب نہیں کھلتا
گویا اس انجام کا آغاز نہیں ہے
گرویدگی شوق ہوئی اپنی مسلم
یوں ہے کہ اب ان کو بھی سر ناز نہیں ہے
منظور غم ہجر ترقی ہے طلب کی!
تقدیر عبث تفرقہ پرواز نہیں ہے
محسود ہے کون آج گروہ شہدا کا!
حسرت کو وہ کہتے تھے کہ جانباز نہیں ہے

یرودا جیل ہمایوں لاہور جولائی 1923ء 16 جولائی 1923ء

☆☆☆

پہلے کہیں خدا اسے شوق شکار دے
پھر یہ کہ وہ ہمیں کو نشانہ قرار دے
کاہے کو گھٹنے پائیں تمنا کی شورشیں
ہم جو بیش و کم پہ خدا اختیار دے
ساقی کو شوق ہے کرم بے حساب کا
ساغر عجب نہیں جو ہمیں بے شمار دے
کیا کیا نہ ان کی یاد سے ہوں شرمسار ہم
فرصت کبھی جو کشمکش روزگار دے
سب اس کے آگے ہیچ ہیں دنیا کی راحتیں

پروردگار دے تو غم عشق یار دے
عاشق کے رنگ زرد پہ خوں بار ہی فراق
دیکھیں کبھی وہ آ کے تو کیا کیا بہار دے

حسرت سے کہتے ہیں وہ بتا اپنی آرزو
اب کیا انہیں جواب یہ نا کردہ کار دے

یرودا جیل میخانہ آگرہ دسمبر 1923ء 18 جولائی 1923ء

☆☆☆

مرید آپ کے اہل صفا کے پیر ہوئے
جو تھے فقیر امیروں کے وہ امیر ہوئے

ضیائے روح کا ان روشنیوں کا کیا کہنا
سراج نور نبوت سے جو منیر ہوئے

جبھی میں ہو نہ سکا فتنہ جفائے عدو
وہ کہہ چکے تھے کہ ہم تیرے دستگیر ہوئے

غرض انہوں نے بہر حال کی خبر گیری
کبھی معین رہے وہ کبھی نصیر ہوئے

تمام جھگڑوں بکھیڑوں سے ہو گئے آزاد
حضور آپ کے جس دن سے ہم اسیر ہوئے

ہماری دھوم بپا دنیائے عاشقی میں ہوئی
وہ جب سے عالم خوبی میں بے نظیر ہوئے

غلام حضرت 1 رزاق کیا ہوئے حسرت

کہ آپ نام خدا عاشقوں کے میر ہوئے

ریویو ا جیل ہمدم لکھنو 15 اگست 1923ء 25 جولائی 1923ء

☆☆☆

ہم پر جنوں کی تہمت بے جا ابھی سے ہے
ہنگامہ بہار کا غوغا ابھی سے ہے!
وعدے کی شب ہجوم تمنا ابھی سے ہے
سر گرم کار خاطر شیدا ابھی سے ہے!
حالانکہ ابتدا بھی نہیں ہے شباب کی
ان کو کمال حسن کا دعویٰ ابھی سے ہے
آنے میں ان کے دیر ہے، لیکن شب وصال
پیش نظر وہ چہرہ زیبا ابھی سے ہے
اے عشق تازہ کار، تری ابتدا کو ہم
جب سوچتے ہیں کہتے ہیں گویا ابھی سے ہے
ہر لحظ درد ہجر کی افزوں ہیں کاہشیں
ظاہر ہجوم غم کا نتیجہ ابھی سے ہے
برس گاہن بہار میں اے مے فروش
تیری دکان بادا کا شہرا ابھی سے ہے
دیکھیں ہوس پہ دوری منزل سے کیا بنے
جس کا خیال حوصلہ فرسا ابھی سے ہے
تم سے وہ عہد وصل کی امید کیا کرے
جو بدگمان وعدہ فردا ابھی سے ہے

اہل نظر کا قول یہی ہے کہ بے مثال
تیرا جمال اے گل رعنا ابھی سے ہے

جس راہ سے وہ آنے کو ہیں آج اس طرف
شوق نگاہ محو تماشا ابھی سے ہے

حسرت کو شام وصل ہے پاس حیائے یار!
گو شوق پائے بوس کا ایما ابھی سے ہے

یرودا جیل انگا پالی 25 جولائی 1923ء

☆☆☆

عاشق کو ہوئی فنائے فانی
پیغام حیات جاودانی!

ہے کثرت شوق کا نتیجا
آنکھوں کی یہ آرزو فشانی

تھی ان کی نگاہ بے نگاہی
اک طرفہ ادائے دلستانی

---

1 پیشوائے عشاق حضرت ملا شاہ عبدالرزاق قدس اللہ سرہ العزیز فرنگی محلی

پھر آج وہ بر سر کرم ہیں
ازراہ کمال مہربانی!

پھر گلشن آرزو میں گویا
آئی ہے بہار کامرانی!

بیٹھے ہیں وہ روٹھ کر جو مجھ سے
چمکا ہے جمال سرگرانی

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved 2002-2006

کچھ ایسے جدا ہوئے کہ ہم سے
پھر مل نہ سکا وہ یار جانی
کچھ داغ فراق کے علاوہ
تم اور نہ دے چلے نشانی
دونی ہوئی آرزو کی شورش
اللہ رے زور ناتوانی!
ہنگامہ نوازیاں ہوس کی
تھیں لازم عہد جوانی!
اردو میں کہاں ہے اور حسرت
یہ طرز نظیری و فغانی!

ریووا جیل معارف اعظم گڑھ دسمبر 1923ء 6 جولائی 1923ء

☆☆☆

علیؑ کے لال زہرہؓ کے دلارے
رسولؐ اللہ کی آنکھوں کے تارے
نمونے شیوہ خلق حسنؑ کے
نمایاں ہیں تری سیرت میں تارے
حسینؑ ابن علیؑ کی شان تسلیم
تری جانب کو کرتی ہے اشارے
کبھی اے بادشاہ اہل عرفاں
نظر ہم پر بھی اک ہو جائے بارے
ہوئے ابدال کامل، وزد رہزن

بہ یک دم تیری تیغ حق کے مارے
بچا لے میری کشتی کو بھی آخر
ہزاروں تو نے بیڑے پار اتارے
کسی کی اور کیا پرواہ ہو ان کو
جنہیں کافی ہوئے تیرے سہارے
بھلا ساقی کوئی دن فصل گل کے
جدائی میں تری کیونکر گزارے
کرو حسرت حضور میرؒ بغداد
جمال نور مطلق کے نظارے

یرودا جیل 3 ستمبر 1923ء

☆☆☆

گم ہوں کی رہنمائی کیجئے
یا علیؓ مشکل کشائی کیجئے!
کچھ ہمیں بھی اے امیر اولیاء
دیجئے پاس گدائی کیجئے!
خواہش ظاہر سے باطن کی طرف
اہل دل کی دل ربائی کیجئے
کر کے ہم کو واقف اسرار عشق
فارغ زہد ریائی کیجئے
با عطائے دولت قرب و حضورؐ
چارہ درد جدائی کیجئے!

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved
2002-2006

اور تو سنتا ہے میری عرض کون
آپ ہی حاجت روائی کیجیے

جانِ حسرت ہے گرفتارِ مجاز
حکم انعامِ رہائی کیجیے

یرودا جیل پرو کلکتہ 11 ستمبر 1923ء   14 ستمبر 1923ء

☆☆☆

ترکِ شانِ کج ادائی کیجیے
آیئے ہم سے صفائی کیجیے!

سرخرو کر کے ہمیں عشاق میں
شہرۂ گلگوں قبائی کیجیے!

ان سے کر کے شکوۂ جور و جفا
مرتے دم کیا بے وفائی کیجیے

چھوڑ کر سر تیرے در سے جی میں ہے
آج تقدیر آزمائی کیجیے!

بے نیازی چھوڑ کر عشاق کا
کچھ تو پاسِ بے نوائی کیجیے

بدمزاج اے پاسبانِ کوئے دوست
تجھ سے کیونکر آشنائی کیجیے

ہم کو حسرت ہے یقینِ قربِ دوست
آپ خوفِ نارسائی کیجیے

یرودا جیل 14 ستمبر 1923ء

☆☆☆

یاس ہوس پہ سرزنش ناز دیکھنا
حسن فریب کار کا انداز دیکھنا

بے یار مرا چارہ گرد کام نہ ہو گا
کچھ بھی اثر طعنہ و دشنام نہ ہو گا

ہر حال میں اپنا لب فریاد ہے خاموش
کیوں کر کے جفا وہ ستم ایجاد ہے خاموز

زنجیر سے بیزار ہیں شمشیر کے مشتاق
سب تیرے گرفتار میں تعزیر کے مشتاق

طالب حق اگر تجھے ہے تو سن
عاشقی ورز و ہرچہ خواہی کن

اک ان کے سوا جب نہ تھے ہم کسی کے
الٰہی وہ دن کیا ہوئے عاشقی ہے

زمیندار لاہور 10 جولائی 1923ء

☆☆☆

قطعات تاریخ

لائڈ جارج کی آئی شامت
نکال ٹھیک شعیب کا کہنا
ہجری سنہ میں لکھ دو حسرت
مردک نام کا اترا شحنہ 1
حق نے بیٹا جو نعیمہ کو دیا
میرا فرزند وہ روحانی ہے

1 لائڈ جارج وزیراعظم برطانیہ

سال پیدائش رضوان حسرت
ثانی حسرت موہانی ہے 1

سابرمتی جیل زمیندار لاہور 12 نومبر 1923ء

☆☆☆

رباعی

ملکی ہوئی جائیداد شخصی !
جائز نہ رہا مفاد شخصی
قومی کے مقابلے میں حسرت

تھا پیچ بھی اتحاد شخصی
بے باک رہیں فکر اسیری نہ کریں
یوں فاقہ و فقر میں امیری نہ کریں
ہم کیا ہیں بساط کیا ہماری حسرت
غوث الاعظمؒ جو دستگیری نہ کریں

☆☆☆

1پیدائش سید رضوان الحسن پسر عبدالسمیع موہانی و نعیمہ بیگم بنت حسرت موہانی

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ہر چند ہو کے جان سے بے زار جائے گا
پرواں ضرور طالب دیدار جائے گا
گھٹنے نہ پائے گا تری محفل میں وہ کبھی
ساقی یہاں آج جو ہشیار جائے گا
زنہار بزم یار سے عاشق رہے جو دور
جب شوق دید اٹھائے گا ناچار جائے گا
صبر و قرار و ہوش و خرد جان و مال و دیں
ہو گا جو کچھ حضور میں درکار جائے گا
پروانہ ہو گی اس کے دل بے ملال کو
صدمہ فراق یار کا بے کار جائے گا
تیری گلی میں بیٹھ کے اٹھتے ہیں ہم کہاں
اور ہم انھیں بھی دل تو نہ زنہار جائے گا
درباں کی دور باش کا حسرت کو غم کہاں
اک بار وہ ملائیں تو سو بار جائے گا

معیار سخن یالیگاؤں نومبر 1923ء

☆☆☆

جو اب ان سے ملنا دو یارانہ ہو گا
تو جینا بھی شاید ہمارا نہ ہو گا
وہ ملتے رہیں گے تصور میں ہم سے

Iqbal Cyber Library All rights reserved ©2002-2006

غم ہجر بھی ناگوارا نہ ہو گا!

ہمیں پھر بھی لے جائے گا اس گلی میں

کہ اس کے سوال دل کو چارہ نہ ہو گا

اجڑ جائے گی بزم رنداں تو ساقی

مروت نہ ہو گی، مدارانہ ہو گا

ہمیں گھر میں لائے تو وحشت یہ بولی

یہاں پر ہمارا گزارا نہ ہو گا

سنائیں انہیں حال دل، یاد ہم کو

بھلا کچھ تو ہو گا جو سارا نہ ہو گا

کوئی شکوہ سنج ستم اور ہوں گے

وہ کہتے ہیں حسرت ہمارا نہ ہو گا

مشرق گورکھپور 26 اکتوبر 1923ء

☆☆☆

ساکت و پاس ہیں جان و دل ناکام شباب

کیا ہوا آہ وہ ہنگامہ ایام شباب

منظر مرگ مفاجات کی ہر دم ہے دعا

اب نہ آسائش پیری ہے، نہ آرام شباب

قابل دید ہوئی حسن درخشاں کی بہار

کیا سے کیا ہو گئے ہو کر وہ مے آشام شباب

مئے تنویر سے مخمور ہوئی روح جمال

بادۂ عیش سے بریز ہوا جام شباب

دل ربائی ہے خود اس جان جوانی کی غلام
مالک ناز و ادا ہے وہ دلآرام شباب

ہوسیں وصل بتاں کی نہ مٹی ہیں، نہ مٹیں
ہم سے چھوٹی ہے نہ چھوٹے مے گلفام شباب

در پے دین و دل و جاں ہیں بتان کافر!
حسرت اچھا نظر آتا نہیں انجام شباب

خلافت بمبئی 26 اکتوبر 1923ء 22 ستمبر 1923ء

☆☆☆

ہم شکوۂ فلک ہی کریں گے حضور دوست
ظاہر نہ ہونے دیں گے وہاں بھی قصور دوست

آنے میں دیر مجھ کو ہوئی ہے تو کس قدر
مضطر ہے مقتل گاہ میں دل ناصبور دوست

محفل میں دور ساقی مے ہے ہمیں بھی آج
کاہے کہ بیچنے دے گی نگاہ سرور دوست

میری تسلیوں کے نہیں ہیں جو مشورے
پھر کیوں جواب خط میں بہم ہیں سطور دوست

بے جا نہیں ترانہ مطرب سے وجد روح!
کانوں میں آ رہی ہے یہ آواز دور دوست

ہو گی ضرور قدر وفا، دل ابھی سے کیوں
کرتا ہے شکوہ ستم بے شعور دوست

اظہار شوق کی متحمل نہ ہو سکی!

برہم غضب ہے، رات سے طبع غیور دوست

اہل ہوس کی ہیچ ہیں ساری شکایتیں
جا ہے کمال حسن پہ حسرت غرور دوست

ترچھی نظر لکھنو اکتوبر 1923ء   24 ستمبر 1923ء

☆☆☆

اپنی ذلت کا وہ مغرور تو کیا ہے باعث
خود ہمارا دل مجبور ہوا ہے باعث

اس جفا کار کی آنکھیں بھی جو نم ہیں، اس کا
یاد محرومی ارباب وفا ہے باعث

آپ کی ایک نظر کے یہ کرشمے ہیں تمام
صحت دل کی دوا ہے، نہ دعا ہے باعث

بد کو بھی نیک سمجھتے نہیں کیوں عاشق حق
فرض کیا ہے جو کہیں بد کا خدا ہے باعث

رحمت حق ہے مگر میرے معاصی کی جزا
کہ ہے باعث اگر اس کا تو خطا ہے باعث

یہی لائی ہے اڑا کر ترے ملبوس کی بو
بے خودی ہائے تمنا کی صبا ہے باعث

ذکر حسرت وہ بولے، مری رسوائی کا
یہی دیوانہ، یہی بے سروپا ہے باعث

زمیندار لاہور 26 اکتوبر 1923ء 24 ستمبر 1923ء

☆☆☆

تجھ سے جو درد دل کا بھی ہوتا نہیں علاج
ہے کس مرض کا اور تو اے نازنیں علاج

اہل ہوش کے درد تمنا کا بر محل!
کرتی ہے خوب وہ نگہ خشمگیں علاج

بیمار غم ہوئے ہوں جو تیرے فراق میں
ایسوں کا تو ضرور ہے اے ماہ جبیں علاج

پایا کہیں کسی نے بھی ہے درد عشق کا
کوئی بھی، اے طبیب ترا دل نشیں علاج

اس دل کو اب گداز کرے فکر عاشقی
جس کا نہ کر سکے غم دنیا و دیں علاج

پھر کیوں دوائے درد کے در پے ہیں چارہ گر
جب خود ہی چاہتی نہیں جان خریں علاج

حسرت شراب وصل سے صحت جو ہو تو ہو
دل کا نہیں ہے ورنہ مے وانگبیں علاج

ہمایوں لاہور اکتوبر 1923ء 24 ستمبر 1923ء

☆☆☆

وہ دیکھنے جو بام پہ آئے بہار صبح!
نازاں ہے اپنے بخت پہ کیا کیا نگار صبح

پیدا فلک پہ ہے یہ بیاض سحر کا نور

ظلمات شب میں یا ہے رواں جوئبار صبح
نکلا ہے کس غرور سے ہمراہ آفتاب
پردے سے شب کے شاہد رنگین نگار صبح
روز فراق بار مری چشم یاس میں
مہر فلک ہوا ہے دل داغ دار صبح
خورشید روئے یار سے ہو کر منیر حسن
شام صبح وصال بھی کرتی ہے کار صبح
ملتے ہوئے اٹھے ہیں وہ آنکھیں جو خواب سے
پھیلا ہوا ہے نور جمال خمار صبح
تمکین حسن یار کے صدقے میں روز وصل
کچھ بڑھ گیا ہے اور بھی حسرت وقار صبح

الامان دہلی 26 اکتوبر 1923ء   24 ستمبر 1923ء

☆☆☆

دختر رز ترے پہلو میں نہاں ہے گستاخ
دیکھ تو کتنی یہ اے پیر مغاں ہے گستاخ
ہمت عاشق بے دل پہ خدا کی رحمت
کوچۂ یار کی جانب جو رواں ہے گستاخ
کس قدر ہے نگہ شوق بھی اپنی بے باک
چہرۂ یار میں کیا کیا نگراں ہے گستاخ
عرض حال مضطر یہ وہ بولے ہنس کر
ہم سنیں کیا کہ ترا طرز بیاں ہے گستاخ

خوش کہ ناخوش ہو کوئی، جا ہی پہنچتا ہے وہاں
ان کی خدمت میں مرا شعورِ فغاں ہے گستاخ

سن کے آئے ہیں کسی سے جو مرے شوق کا حال
پوچھتے پھرتے ہیں سب سے، وہ کہاں ہے گستاخ

کچھ غضب سے بھی ترے خوف نہیں ہے اس کو
کس قدر حسرتِ بے تاب و تواں ہے گستاخ

نگار بھوپال اکتوبر 1923ء   24 ستمبر 1923ء

☆☆☆

وہ ہوں جیاں سے آ کر میر بغداد
زہے قسمت خوشا تقدیر بغداد

حقیقت میں ہے خاکِ روضۂ پاک
جسے کہتے ہیں سب اکسیر بغداد

ہمیں فردوس میں لائے تو کیا کیا
نظر میں پھر گئی تصویر بغداد

سوادِ ہند میں لگتا نہیں جی
دلِ دیوانہ ہے دلگیر بغداد

ہوائے شوق اڑا لے جائے حسرت
بنے اچھا یونہیں تدبیر بغداد!

نظام المشائخ دہلی اکتوبر 1923ء   25 ستمبر 1923ء

☆☆☆

حاصل جو ہوئے درد محبت کے لذائذ
میں بھول گیا عیش و فراغت کے لذائذ

جب تک نہ کھلے یہ کہ محبت ہے عبادت
محسوس ہوں کیا تیری اطاعت کے لذائذ

مجموعہ اضداد ہے درد دل عاشق
سب جانتے ہیں جس کی اذیت کے لذائذ

ہر حرف میں اس نامہ رنگیں کے ہیں پنہاں
جدت کے، عبادت کے، اشارت کے لذائذ

مرضی پہ تری چھوڑ کے ہر امرا ہم کو
جانے کوئی کیا فسخ عزیمت کے لذائذ

ارواح پہ اعمال کے آثار ہیں طاری
دوزخ کے شدائد ہیں، نہ جنت کے لذائذ

پوچھے کوئی ارباب تمنا کے دلوں سے
حسن رخ جاناں کی حکایت کے لذائذ

دل کو جو ہوئی کثرت عصیاں پہ ندامت
حاصل ہوئے کیا کیا تیری رحمت کے لذائذ

ڈرتے ہیں جو میدان وفا سے انہیں حسرت
معلوم نہیں شوق شہادت کے لذائذ

درویش دہلی 26 اکتوبر 1923ء 29 ستمبر 1923ء

☆☆☆

دل ہے ترے وصل کا طلبگار

دیوانہ بہ کار خویش ہشیانہ

قید ہوس و خرد سے چھٹ کر

آزاد ہیں عاشقان احرار

سردار بلا کشان غم ہیں

اس جان جہانیاں کے بیمار

ہے شوق تری طلب کا بیحد

معلوم نہ ہو سکے گی مقدار

مایوس وصال ہیں، زباں پر

پھر بھی ترے نام کی ہے تکرار

آمادۂ قتل عاشقاں ہے

وہ یار، وہ شاہد ستم گار

جو کچھ اپنا ہے سب ہے ان کا

وہ دل کے ہیں جان کے بھی مختار

ہم جب سے ہوئے ہیں کافر عشق

تسبیح بے کار ہے نہ زنار

حسرت نے بھی مثل شمش تبریز

اشعار میں کہ دیے سب اسرار

معارف اعظم گڑھ 27 اکتوبر 1923ء 25 ستمبر 1923ء

☆☆☆

ابرو مے و نغمہ صحن گلزار

تم پاس نہیں تو سب ہے بے کار

مخموری عشق سے تو اے دل
زنہار جو ہو کبھی خبردار
لبریز نشاط ہے دل شوق
آثار بہار ہیں نمودار!
ہم رنگ شفق ہے آتش گل
سبزی ہے چمن کی رشک زنگار
وعدے پہ وہ آئیں تو پھر ان سے
اقرار بن آئے گا، نہ انکار
پابوس کی التجا پر اس نے
کس ناز سے کہہ دیا ''خبردار''
انکار سے تیرے شہر دل میں
آبادی آرزو ہے مسمار
دل سرد ہے حسن مہوشاں سے
ہے عشق بتاں سے جان بیزار
دنیا سے نہ دین سے ہے مطلب
حسرت ہے غریق جلوہ یار

تبلیغ آگرہ اکتوبر 1923ء 25 ستمبر 1923ء

☆☆☆

جنت کو چلے جو ہم گنہگار
استادہ ہوئے صفوف ابرار
رہنے دیں ہمیں وہ زیر دیوار

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved

اس بات کے بھی نہیں روادار
ایسوں سے ہو کیا کرم کی امید
ہے جن کی طرف نظر بھی دشوار
بلبل نے قفس سے چھوٹ کر بھی
کھولی نہ چمن میں پھر سے منقار
بازار جمال میں لگے ہیں!
دیکھو جدھر آرزو کے انبار
لٹ جائے نہ رخت صبر اے دل
اس خال سیاہ سے خبردار
اے حسن غیور دوست کر شرم
یہ مستی مے، یہ بزم اغیار
نوشاد میں ہے ترا مقابل
کوئی نہ بہ گل رخان فرخار [1]

---

1 نوشاد و فرخار ادبیات میں دو مشہور مقام ہیں جنھیں حسن کے خاص مرکز سمجھا جاتا ہے۔

کب مائل غیر ہیں وہ حسرت
با ایں ہمہ التفات بسیار

البرید کانپور 18 نومبر 1923ء 25 ستمبر 1923ء

☆☆☆

ہوائے برشگالی ہے ہوس خیز
کرے کوئی کہاں تک مے سے پرہیز

تبسم ہے ترا اے شاہ خوباں
سرا سر اک تماشائے دل آویز
یہاں دل خام کار آرزو ہے
وہاں ہے ناز حسن یار نوخیز
فسون طرفہ ہے حرف لب یار
کبھے شکر شکن، گاہے نمک ریز
سب اس کو درد، ہم کہتے ہیں درماں
اذیت بھی ہے جس کی راحت آمیز
نہیں اب تک حواس عقل برجا
شراب عاشقی تھی کس قدر تیز
تجھے فیض سخن پہنچا ہے حسرت
نہ روح پاک شمسؒ الدین تبریز

27 اکتوبر 1923ء 23 ستمبر 1923ء

☆☆☆

بے خوف ہیں وہ کہتے ہیں کیا ہے تمہارے پاس
لے دے کے ایک تیر دعا ہے تمہارے پاس
بیمار غم ہیں، دور سے آئے ہیں سن کے نام
کہتے ہیں درد دل کی دوا ہے تمہارے پاس
کس کو نہیں قبول کہ ہے شغل مے حرام
پر فصل گل میں ہو تو روا ہے تمہارے پاس
خاموش تم ہو سب ہیں ہلاک فریب لطف

اچھی یہ تیغ نیم رضا ہے تمہارے پاس
روشن ہمارے دل میں بھی ہے اک سراج درد
برق جمال کی جو ضیا ہے تمہارے پاس
شمشیر عشق تیر اداو تفنگ ناز!
سب چیز اب تو نام خدا ہے تمہارے پاس
اب کیا رہے گا پہلو حسرت میں دل بھلا
اک عمر یہ گذار چکا ہے تمہارے پاس

20 ستمبر 1923ء

☆☆☆

جلوہ حق کو ہے نظر کی تلاش
دل عاشق کرے بصر کی تلاش
گمرہان وصال یار کریں
جا کے بانسے [1] میں راہبر کی تلاش
شمس و رومی سے پوچھ لیں ہو جنہیں
سخن عشق معتبر کی تلاش
اس جفا جو سے ہے وفا کی امید
ثمر عشق بے ثمر کی تلاش
حسن ان کا اثر پذیر نہیں
جذب دل کو ہے کیوں اثر کی تلاش

---

[1] اشارہ بجانب حضرت سید عبدالرزاق بانسوی رحمۃ اللہ علیہ

ہمت اہل دل سے دور نہیں

شوق کی راہ پر خطر کی تلاش
حال دل کی انہیں خبر ہے یونہیں
ہم کو ناحق ہے نامہ بر کی تلاش
ان کو رہتی ہے عاشقوں کے لئے
سخن تلخ و مختصر کی تلاش
ہو جنہیں ہو، ہمیں تو ہے حسرت!
خواہش زر بھی درد سر کی تلاش

ہمدم لکھنو 18 نومبر 1923ء 26,30 ستمبر 1923ء

☆☆☆

آنکھوں میں نور جلوۂ بے کیف و کم ہے خاص
جب سے نظر پہ ان کی نگاہ کرم ہے خاص
کچھ ہم کو بھی عطا ہو کہ اے حضرت کرشن
اقلیم عشق آپ کے زیر قدم ہے خاص
حسرت کی بھی قبول ہو متھرا میں حاضری!
سنتے ہیں عاشقوں پہ تمہارا کرم ہے خاص

زمانہ کانپور اکتوبر 1923ء 26,30□ 1923ء

☆☆☆

کیونکر کہیں کہ ہم پہ اطاعت نہیں ہے فرض
فطرت پہ کیا تمہاری محبت نہیں ہے فرض

بے خود ہیں جائیں گے تری محفل میں بے دھڑک
کچھ ہم پہ التماس اجازت نہیں ہے فرض

پھر کیوں جفائے یار سے نالاں ہیں اہل دل
کیا عاشقوں پہ شوق شہادت نہیں ہے فرض؟

بے ضرب و ذکر و فکر ملے گی ہمیں مراد
اہل ولا پہ زہد و ریاضت نہیں ہے فرض

حسرت کرو دعا کہ رہے دل فگار عشق
تدبیر اندمال جراحت نہیں ہے فرض

عصر جدید کلکتہ 18 نومبر 1923ء 26,30 ستمبر 1923ء

☆☆☆

لکھتے ہیں پھر کہ لکھتے نہیں ہم ہزار خط
دیکھیں تو بھیج کر وہ ہمیں ایک بار خط

آیا ہے عین کشمکش انتظار میں
کیوں کر نہ ہو عزیز ترا غم شکار خط

لکھا تھا اپنے ہاتھ سے تم نے جو ایک بار
اب تک ہمارے پاس ہے وہ یادگار خط

اس نے کہیں پہ حرف تسلی بھی ہو لکھا
پڑھتے ہیں اس امید پہ ہم بار بار خط

مجھ کو عجب یہی ہے کہ اے نازنیں ترا
لیتا ہے دست شوق میں کیوں کر قرار خط

سرتا سر اک لطیفہ خوشبو ہے وہ نگار

زلف اس کی عنبریں ہے تو ہے مشکبار خط
مجھ سے گدائے شوق کو لکھے تو کیا لکھے
حسرت دیارِ حسن کا وہ شہریار خط!

ہزارداستان لاہور نومبر 1923ء 26،30 ستمبر 1923ء

☆☆☆

حور کا ذکر کیا کیا بہ زبان واعظ!
وصف جنت میں سنے کوئی بیان واعظ
بن پڑا کچھ بھی نہ رندوں دلائل کا جواب
سخت چکر میں ہے عقل ہمہ دان واعظ
گرم دنیائے ریا میں ہے جو بازار فریب
آج کل خوب ہی چلتی ہے دکان واعظ
گرد ہیں رند کہ چھوڑیں گے نہ دامن تیرا
کس مصیبت میں پڑی آن کے جان واعظ
لے گیا ہے کوئی پگڑی جو اڑا کر حسرت
مجھ گنہگار پہ ہے شب سے گمان واعظ

18 نومبر 1923ء 26،30 ستمبر 1923ء

☆☆☆

عشق ہے جان و مال اہل سماع
دولت لازوال اہل سماع!

عرش پر ہے خیال اہل سماع
اے خوشا وجد و حال اہل سماع
عاشقان ترانہ ہائے جمیل
ہیں جلال و کمال اہل سماع
اہل دل کا ہے ایک ہی مسلک
مسلک بے مثال اہل سماع
کشتۂ عشق ہے ہر ایک ان کا
رحمت حق بحال اہل سماع
ان سے جو کچھ ہے سب محبت ہے
حال ہو یا کہ قال اہل سماع
زاہدوں کے پڑے گا سر حسرت!
اک نہ اک دن وبال اہل سماع

نظام المشائخ دہلی نومبر 1923ء 27 ستمبر 1923ء

☆☆☆

غم و فکر شوق و تمنا سے فارغ
ہیں عاشق ترے ساری دنیا سے فارغ
نہ تم ہو مرے جذب الفت سے بے غم
نہ یوسف تھے عشق زلیخا سے فارغ
انہیں جلوہ گر دل میں ہر لحظہ پا کر
تمنا ہے فکر تماشا سے فارغ
وہ مطلق ہیں خود ان کی نسبت ہے لیکن

نہ اعلیٰ سے فارغ، نہ ادنیٰ سے فارغ
پناہ محبت میں آ کے حسرت
ہوئے خوف احکام بیجا سے فارغ

الامان دہلی 18 نومبر 1923ء   27,30 ستمبر 1923ء

☆☆☆

نظر اس رخ پہ ہے ادب کے خلاف
دل ہے اس فیصلے میں سب کے خلاف
کچھ بھی ہم ان سے کہہ سکے، نہ کہیں
نہ خوشی ہائے بے سبب کے خلاف
سکر غم تابع خمار نہیں!
مستی بادۂ عنب کے خلاف
آج پر کیا، وہ روز کرتے ہیں
بے رخی، وعد ہائے شب کے خلاف
حسن جاناں کے عہد میں حسرت
شوق ٹھہرا ہے ماؤ جب کے خلاف

جامعہ علی گڑھ اکتوبر 1923ء   27,30 ستمبر 1923ء

☆☆☆

اتنی کہاں ہے اور جو ہو بھی مجال شوق
وہ ٹال دیں گے آرے بلے میں سوال شوق

ہم کو ہے دید یار کی خواہش کہ فی المثل
نکلا ہے آسمان دعا پر ہلال شوق!

مشہور اگرچہ دور تھی راہ دیار دوست
مستانہ چل کھڑے ہی ہوئے ہم بحال شوق

اونچا ہوا ہے اور بھی کچھ آشیان حسن
کھولے ہیں جب سے مرغ تمنا نے بال شوق

دل طالب وصال ہے بے شک، مگر کہیں
حسرت یہی عروج نہ ٹھہرے زوال شوق

ترچھی نظر لکھنو نومبر 1923ء 26,30 ستمبر 1923ء

☆☆☆

چھپے گی تری دوستداری کہاں تک
کرے گا دل انکار یاری کہاں تک

کہیں رک بھی اے چشم خونبا بہ افشاں
کہاں تک تری اشک باری کہاں تک

خدا جانے آخر ترے غم زدوں کو
ستائے گی باد بہاری کہاں تک

نظر باز اڑا لیں گے سب حال شب کا
چھپے گی وہ چشم خماری کہاں تک

سر راہ بیٹھے ہیں بے خواب و خور ہم
نہ نکلے گی ان کی سواری کہاں تک

کرے گی فقیروں سے اے شاہ خوباں

تغافل تری شہریاری کہاں تک
ہمیں حال دل عرض کرنے نہ دے گی
بھلا ان سے بے اختیاری کہاں تک
غرور آپ کا کم نہ ہو گا، نہ ہو گا!
جتائیں گے ہم خاکساری کہاں تک
بیان ہو چکی ہم سے اس گل کی خوبی
سرو برگ رنگیں نگاری کہاں تک
وہ کہتے ہیں دیکھیں تو رہتی ہے باقی
تری شان پرہیز گاری کہاں تک
پھر آنے کی ناکام اس در پہ جا کر
بنا ہے کوئی وضع داری کہاں تک
تمنا کر اس حد پہ رہنے نہ دے گی
ترے حسن کی بے قراری کہاں تک
کرو سیر دنیائے حیرت بھی حسرت!
خرد مندی و ہوشیاری کہاں تک

الناظر لکھنو 11 نومبر 1923ء 26 ستمبر 1923ء

☆☆☆

نہ کیا بار غم کسی نے قبول
غیر انسان کہ تھا ظلوم و جہول
بھیجیے تحفہ درود و سلام
بجناب رسولؐ و آل رسولؐ

خاصہ بر روح پر فتوح حسینؑ
نور چشم علیؑ و جاں بتولؑ!
نوجواناں خلد کے سردار!
گلبن زوجہ رسولؐ کے پھول
جملہ ارباب صبر و فقر و فنا!
جن سے سیکھے ہیں عاشقی کے اصول
جن کے روضے پہ رحمت حق کا
روز ہوتا ہے کربلا میں نزول
بارگاہ حضور میں حسرت!
کاش ہو جائے یہ غزل بھی قبول

نظام کالج اردو حیدر آباد دکن اکتوبر 1923ء 26,27 ستمبر 1923ء

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002

☆☆☆

بار ہا کھائی ہو جس نے لب جاناں کی قسم
خضر کھاتے ہیں یہ کیا چشمہ حیواں کی قسم
آج تو منہ لب ساغر سے بھڑا دے میرا
ساقیا تجھ کو مری سستی پیماں کی قسم
زعفراں زار مسرت ہے مری کشت امید
تیری تقریر ہے، تیرے لب خنداں کی قسم
عالم حسن میں یکتا ہے ترا جلوہ نور
ماہ تاباں کی قسم مہر درخشاں کی قسم
آج تک یاد ہیں صدمے جو دیئے تھے تو نے

اے ستمگار تری کثرت احساں کی قسم
نزہت خلد نے اے نامہ جاناں تیری
بار ہا کھائی ہے دلچسپی عنواں کی قسم
سن کے انکار مرا ہجر میں کیا کیا حسرت
ساغر مے نے دلائی لب جاناں کی قسم

29 ستمبر 1923ء

☆☆☆

اب ہم میں بھلا زیست کے آثار کہاں ہیں
تم پھر بھی کہے جاؤ یہ بیمار کہاں ہیں
مقتل میں یہ کہتے ہوئے آئے وہ بصد ناز
آئیں مرے جاں باز گراں بار کہاں ہیں
ہم کو یہی کیا کم ہے کہ بندے ہیں تمہارے
دعوائے محبت کے سزا وار کہاں ہیں
سجدے کئے اس در پہ اس عذر سے لاکھوں
ہم عاشق بے خود ہیں گنہگار کہاں ہے
اک بار چلے جاؤ دکھا کر جھلک اپنی
ہم جلوۂ پیہم کے طلبگار کہاں ہیں
پوشیدہ ہم اس گوشہ محفل میں ہیں خاموش
جس میں یہ نہ جانے نگہ یار کہاں ہیں
ہر لحظہ تصور کی ہے مصروفی بے حد
عاشق ترے بانکا ہیں بیکار کہاں ہیں

کہتا ہے فریب نظر یار، بھلا ہم!
بے مہر، جفا کار، دل آواز کہاں ہیں
شوق ان سے یہ کہتا ہے، توجہ نہیں تم کو
عقدے مرے سب سہل ہیں دشوار کہاں ہیں
اس حسن نظر سوز کا ہے اب تو یہ عالم
کہتا ہے مرے طالب دیدار کہاں ہیں
کافر جنھیں سب کہتے ہیں مسلم ہوں نہ حسرت
آزاد ہیں وابستۂ زنار کہاں ہیں!

جامعہ علی گڑھ 18 نومبر 1923ء 18 نومبر 1923ء

☆☆☆

اپنے آپے میں نہیں شوق کے مارے گیسو
پھیلے جاتے ہیں رخ یار پہ سارے گیسو
نور ایماں کے معاون ہیں تمھارے عارض
کفر عشاق کے حامی ہیں تمھارے گیسو
کام آئے گی وہ کیا ان کی پریشانی میں
چشم بیمار کے ڈھونڈھیں نہ سہارے گیسو
مائل شوق مجھے پا کے وہ بولے ہنس کر
دیکھو تم نے جو چھوئے آج ہمارے گیسو
ظلمت زلف سے نور رخ خوباں نہ دیا
جیت عارض کی ہوئی شرط میں ہارے گیسو
فلک حسن یہ ہے ناز کے تاروں کی نمود

یا تہ زینت افشاں ہیں تمہارے گیسو
فاتحہ پڑھنے چلے مرقد حسرت پہ جو وہ
پہلے کس ناز سے رو رو کے سنوارے گیسو

نگار بھوپال نومبر 1923ء 26 ستمبر 1923ء

☆☆☆

خلش خار سے خدا کی پناہ
نگہ یار سے خدا کی پناہ!
بڑھ کے اشرار سے ہوں جن کے غرور
ایسے احرار سے خدا کی پناہ!
پھر ہوا دل کو شوق شاہد دے
ابر بسیار سے خدا کی پناہ
رہنماؤں کے دل بھی ہیں گمراہ
حسن بازار سے خدا کی پناہ
آ چکی اب کسی کو شوق میں نیند
تیرے اقرار سے خدا کی پناہ!
مشورے دے جو ترک مے کے ہمیں
ایسے غم خوار سے خدا کی پناہ!
سامنا کون کر سکے حسرت
ان کی تلوار سے خدا کی پناہ

زمیندار لاہور 26 نومبر 1923ء

☆☆☆

کیا کیا نہ ہجر میں ترے ناشاد کر چکے
اب یہ سمجھ کے چپ ہیں کہ وہ یاد کر چکے

نادم وہی تو آج کل ہیں کل بر بنائے ناز
خاک شہید عشق جو برباد کر چکے!

پابند عیش ہو نہ سکے بندگان عشق
گو ختم قید غم کی وہ میعاد کر چکے!

کہتے ہیں اب وہ تیری گزارش ہے نا قبول
اک بار کر چکے جو ہم ارشاد کر چکے!

رنگیں طرازیاں ہیں غضب اشک سرخ کی
جو دامن جوں پہ ہم ایجاد کر چکے!

نادم ہیں اب کمال جب ان سے بیان ہم
ساری غم فراق کی رو داد کر چکے!

حسرت وہ اب ہوئے بھی تو کیا مائل کرم
جب ختم ساری سختی بیداد کر چکے

حورکلکتہ نومبر 1923ء

☆☆☆

تیری جفا بھی ہے وفا، اے بہ کمال دلبری
تیرے ستم سے دیتے ہیں، لوگ مثال دلبری

بات ہے تیری حیلہ جو، صرف بہ ناز گفتگو

چال ہے تیری فتنہ خو، مست بحال دلبری!
اہل کمال کی نظر، محو ثنا ہے دیکھ کر
چہرۂ حسن یار پر، ندرت حال دلبری
مہر سپہر حسن ہو باخط و خال گل رخی!
ماہ تمام ناز ہو باسن وسال دلبری
اس کے سوا کہ ہے یہ خو، وصف بتان ماہرو
کچھ بھی جو جانتا ہو تو، کیا ہے مال دلبری
ذات پہ جن کی ختم تھا شیوہ جور برملا!
آج ہیں بر سر وفا، پھر بہ خیال دلبری
میں جو ہوا ہوں چھیڑ سے مائل حسن دیگرے
طرفہ تری نظر میں ہے شان ملال دلبری
غش مرے حال دل پہ تھا شور جنون شوق کا
تیری ادا پہ ہے فدا، ناز جمال دلبری
حسرت پاک باز کے گریہ شوق سے رہے
تازہ یونہی خدا کرے تیرا نہال دلبری

ہمایوں لاہور 18 نومبر 1923ء

☆☆☆

متفرقات

حال دل کہیے ان سے پا کے الگ
ڈانٹ دیں گر نہ وہ بلا کے الگ

☆☆☆

دل کو جس دن سے ہوئی تیری محبت کی ہوس
ہم کو دوزخ کا ہے کچھ خوف نہ جنت کی ہوس

☆☆☆

حسینوں میں آج ایک تم سا نہیں ہے
خوشامد فقیروں کا شیوہ نہیں ہے

☆☆☆

حق ہے اک ذات خدا، غیر خدا ہے باطل
لوگ سمجھے ہیں کسے اصل میں کیا ہے باطل

☆☆☆

بسم اللہ الرحمن الرحیم

عہد یک عمر فراغت سے بھی خوش تر گزرا
وہ جو اک لحظ تری یاد میں ہم پر گزرا

تیرے انکار سے ارباب تمنا کے لئے
وصل کا دن بھی شب غم کے برابر گزرا

تجھ سے اب مل کے تعجب ہے کہ عرصہ اتنا
آج تک تیری جدائی کا یہ کیوں کر گزرا

صبر کی دل میں سلامت نہ رہی ایک بھی کشت
جس طرف سے کہ ترے ناز کا لشکر گزرا

یہ بھی اک بات ہے غیروں کے ستانے کو فقط
التفات نگہ یار سے میں در گزرا!

لوگ سب جان گئے چھپ نہ سکی شوق کی بات
میں گلی سے جو تری ہو کے مکرر گزرا

اب وہ آئیں بھی تو کیا، روئیں بھی تو کیا حسرت
ہجر میں تجھ کو جو کرنا تھا سو تو کر گزرا!

تبلیغ آگرہ دسمبر 1923ء

☆☆☆

معطر پا کے بوئے حسن سے سارا بدن اپنا
وہ سونگھا کرتے ہیں خود بھی تو اکثر پیرہن اپنا

رقیبوں کی ہمارے بعد اب اتنی بھی کیا کثرت

کبھی تو غور سے دیکھو تو رنگ انجمن اپنا
ارادہ آج بے خوف و خطر ہے ان کی محفل کا
محبت میں کوئی دیکھے تو یہ دیوانہ پن اپنا
کچھ اس عالم میں وہ بے پردہ نکلے سیر گلشن کو
کہ نسرین اپنی خوشبو، رنگ بھولی نسترن اپنا
وہ رحم آیا تجھے مجبوری شوق شہادت پر
خبر لے ہاتھ کی، خنجر سنبھال اے تیغ زن اپنا
ہمیں معلوم ہے سب حال اس کے حسن ابتر کا
بناؤ اتنا دکھائے نہ، زلف پر شکن اپنا
سبھی کچھ ہو گیا ان کا، ہمارا کیا رہا حسرت
نہ دیں اپنا، نہ دل اپنا، نہ جاں اپنی نہ تن اپنا

ترچھی نظر لکھنو 6 فروری 1924ء

☆☆☆

بغدادی دیا لوکھویا
ہم ہوں گریب ہیں پار جویا
برہ کی ماری پنڈت دکھیاری
تا گن کب لگ دور سے نیا
پار اتار پیا سے ملاؤ
رزاق[1] پیا، بانسے[2] نگر پا کے بسیا
بانسے نگر کے فرنگی محل[3] کے
ایکی نام کے دئی دئی کھنیا

رزاق 4 وہاب 5 پیابن حسرت
ہم ری تبھا کا ہے کون سنیا

☆☆☆

دل کو امید وصل ہے تمہید اضطراب
تسکین اضطراب ہے تائید اضطراب
جوش ہوس کا حال یہی ہے تو ہو چکی
ارباب اشتیاق سے تجدید اضطراب
میرے لئے ہجوم تمنا سے فی المثل
شام شب وصال ہوئی عید اضطراب
مطلب نہ تھا کچھ اور ترے التفات کا
کی تھی نگاہ یاس کو تاکید اضطراب
حیرانی فراق میں کچھ بھی رہا نہ یاد
توصیف انتظار نہ تمجید اضطراب
آنے میں ان کے دیر ہوئی کچھ تو روز وصل
کی پڑھ کے آرزو نے بھی تقلید اضطراب
ان کو بھلا تسلی حسرت سے کیا غرض
مدنظر ہے کوشش تجدید اضطراب

مشرق گورکھپوری 11 دسمبر 1923ء

☆☆☆

پن ہوئے نہ شام کی پریت کا پاپ
کوؤ کاہے کرت پے پشچا کا تاپ
نیہ کی آگ ماں تن مارے
کب تک جلت رہی چپ چاپ
دین دیال بھئی دکھ وائک
سب حسرت بھول کے میل ملاپ

☆☆☆

اس شوخ کے آنے کی تمنا ہے قیامت
کیا کیا دل مشتاق میں برپا ہے قیامت
گھنگھور گھٹاؤں کے اندھیروں میں بھی ساقی
رنگینی صہبا کا اجالا ہے قیامت
رعنائی میں آفت ہیں ترے لب متبسم
جوبن میں تری نرگس شہلا ہے قیامت
دل دے کے ہمیں جان بھی دیتے ہی بنے گی
اس شوخ ستمگر کا تقاضا ہے قیامت
یاروں سے ترا محفل اغیار میں ظالم
ظاہر کا یہ اظہار مدارا ہے قیامت

1؎ حضرت سید عبدالرزاق بانسوی 2؎ بانسہ ضلع بارہ بنکی 3؎ فرنگی محلی لکھنو 4؎ حضرت شاہ عبدالرزاق لکھنوی فرنگی محلی 5؎ مرشدی حضرت شاہ عبدالوہاب لکھنوی فرنگی محلی۔

کیا آگ ہوا ہے دل مہجور یہ سن کر
گلشن میں بہار گل حمرا ہے قیامت

دور ان سے بھلا نیند کسے آئے گی حسرت
تنہائی میں رنج شب یلدا ہے قیامت

پربھا کانپور دسمبر 1923ء

☆☆☆

دل کی یہ کیا مجال کہ لائے خیال دوست
مجھ میں کہاں یہ حال کہ دیکھوں جمال دوست
بے جا ہے غیر سے مری نسبت سوال دوست
سنتے ہیں دوست بھی کہیں دشمن سے حال دوست
عاشق بنے تھے پھر بھی کیا شکوۂ جفا
سچ پوچھئے تو ہم سے بجا ہے ملال دوست
پردے نظر پہ کثرت خوبی کے پڑ گئے
چاہا مگر نہ دیکھ سکے ہم جمال دوست
نعم البدل ہے عیش دو عالم کا رنج عشق
خالی ہے سب سے دل بہ وفود خیال دوست
مائل ہیں جس کی شان جفا کے بھی اہل شوق
یکتا ہے دلبری کے ہنر میں کمال دوست
کافی ہے اہل درد کو حسرت دوائے غم!
اور کیوں نہ ہو کہ غم ہے غم لازوال دوست

گلزار سخن پونا یکم دسمبر 1923ء

☆☆☆

من لاگی پریمگ جو گگ چاٹ
رنگ بھبھوت، بسے برج گھاٹ
شام نگر کی بھیک بھلی ہے
کالر بے بے راج پاٹ!
پھولن سیج بسیار کے حسرت
کمری اوڑھ بچھاوت ٹاٹ

پربھا کانپور 2 نومبر 1923ء

☆☆☆

ترک جفا کی ان سے تمنا نہ کر عبث
اے دل وفا کے نام کو رسوا نہ کر عبث
مے نوشیوں سے کام رہے بزم غیر میں
میرا لحاظ اے گل رعنا نہ کر عبث!
یکتا ہے سادگی میں ترا ہمن دلفریب
آرائش جبیں کا ارادہ نہ کر عبث
ہے چشم شوق تجھ کو مذاق نظر کہاں
دیدار حسن یار کا دعوا نہ کر عبث
مرنے کو ہم خود آئے ہیں ہو جائیں گے نثار
دل لے کے جان کا بھی تقاضا نہ کر عبث
زاہد کسے ہے عاقبت کار کی خبر
حسن عمل پہ دیکھ بھروسا نہ کر عبث
جوش جنوں عشق دبائے سے دب چکا

حسرت علاج خاطر شیدا نہ کر عبث

تمدن دہلی 11فروری1924ء

☆☆☆

تم بن کون سنے مہراج

راکھو بانہہ گہے کی لاج

برجموہن جب سے من بسے

ہم بھولن سب کام کاج

کو راج سوراج سب بھول کے حسرت

اب مانگت پریم راج!

نگار بھوپال اکتوبر1923ء

☆☆☆

اہل دل ہیں فدائے نغمہ روح

کہ بقا ہے فنائے نغمہ روح

دل ہے مضطر برائے نغمہ روح

چھیڑ مطرب نوائے نغمہ روح

عرش پر ہے دماغ چنگ و سرود

اے زہے کبریائے نغمہ روح

دل میں اپنے اتر گئی آخر

درد بن کر دوائے نغمہ روح

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

غم کا آغاز تھا ترانہ دل!
موت ہے انتہائے نغمہ روح
وجہ تسکین عشق ہو نہ سکا
شغل کوئی سوائے نغمہ روح
کر مرے دل کی غنچگی کو بھی دور
اے گل جاں فزائے نغمہ روح
پردۂ ساز میں نہاں ہے ہنوز
شاہد دل ربائے نغمہ روح
کس قدر دل پذیر ہے حسرت!
اثر دیر پائے نغمہ روح

4 نومبر 1923ء

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

☆☆☆

اے شوق جنت نہ پروائے دوزخ
عجب حال ہے تیرے عاشق کا آدخ!
درازی میں سو سو برس کی ہے منزل
رہ وصل جاناں کا ایک ایک فرسخ
پے قتل حسرت وہ آئے ہیں لیکن
نہ خنجر، نہ ہے دست نازک میں ناچخ

اودھ اخبار لکھنؤ 6 فروری 1924ء

☆☆☆

اے درد توبہ پایہ درماں رسیدہ باد
خار غمت بجان مجان خلیدہ باد
زنہار کر تو قطع نکنم رشتہ امید
گوید گرش بریدہ کسے گو بریدہ باد
باشد کہ دلفریب شود دلفریب تر
رنگ رخش بہ عشق رقیباں پریدہ باد
تاچند پاسداری داماں و حبیب و صبر
شادم کہ پارہ کردم و خواہم دریدہ باد
شوق رخ تو خوشتر از روئے خوب تست
حسن رخت ندیدم و یا رب ندیدہ باد
اے مایہ حیات بہ بازار حسن و عشق
جنس غمت بجان عزیزوں خریدہ باد
رنج فراق یار کہ از یار مے رسد!
خوش مے رسد، بہ حسرت حیراں رسیدہ باد

نگار بھوپال اکتوبر 1923ء

☆☆☆

نامہ یار کو سمجھو تو ہے کیسا کاغذ
اور نہ سمجھو تو پھر اک وہ بھی ہے پرزا کاغذ!
لے کے اس شوخ کی رنگینی تحریر سے حسن
بن گیا تختہ جنت کا نمونا کاغذ!
دل اڑا لے گا ہزاروں کا ہوا میں اڑ کر

ہاتھ میں ہے جو ترے اے گل رعنا کاغذ!
دم تحریر، مری چشم تمنا بن کر!
دیکھتا ہے تری صورت کا تماشا کاغذ!

نامہ کیا آئے ترے بے سر و سامانوں کا
نہ قلم جن کو میسر، نہ مہیا کاغذ!

روشنی بخش نظر پھر بھی ہے حالانکہ نہیں
ان کے نامے کا مذہب، نہ مطلا کاغذ

جس میں دو حرف کبھی اس نے لکھے تھے حسرت
ہم نے سو بار وہ آنکھوں سے لگایا کاغذ

زمیندار لاہور 24 فروری 1924ء

☆☆☆

کہہ دیا خوب! ہم کو پیار نہ کر
جبر اتنا بھی اختیار نہ کر

محفل غیر میں خدا کے لئے
تو مجھے یاد بار بار نہ کر!

دیکھ اے احتیاط پائے جنوں
خاک سے ڈر کے ہم کو خوار نہ کر

دشمن اہل اشتیاق نہ بن
حسن رخ کو نقاب دار نہ کر

وعدہ ہائے دروغ تسکیں سے
اور بھی دل کو بے قرار نہ کر

Iqbal Cyber Library 2002-2006 All rights reserved.

باش اے خونفشانی غم عشق
دامن جاں کو لالہ زار نہ کر
دے کے اہل ہوش کو قول وصال
عشق بازوں کو شرم سار نہ کر
ہو غریبوں پہ بھی نگاہ کرم
دیکھ اے چشم یار عار نہ کر
کم ہے اے دل وہ داغ دیں جتنے
شوق سے کھائے جا شمار نہ کر
سوز غم کو بھی ساز عیش سمجھ!
عشق میں فرق نورو نار نہ کر
دل اہل ہوس نشانہ نہ ہو
کون کہتا ہے تو شکار نہ کر
بے خودی شوق کی ہے خوب اے دل
رنج افزائش خمار نہ کر!
شرم دعوائے عشق رکھ حسرت
فکر غم ہائے روزگار نہ کر!

ہزار داستان لاہور جون 1924ء

☆☆☆

برہ کی رین کٹے نہ پہاڑ
سونی نگریا پڑی ہے اجاڑ

نروئی شیام پردیس سدھارے
ہم دکھیارن چھوڑ چھاڑ

پربھا کانپور 6 نومبر 1923ء

☆☆☆

کاہے نہ حسرت سب سکھ سمپت
تج بیٹھیں، گھر مار کواڑ؟

امید انتظار سے ہرگز نہ آئے باز
ہم شوق لطف یار سے ہرگز نہ آئے باز

جور غرور حسن پہ بھی اہل آرزو
اظہار انکسار سے ہرگز نہ آئے باز

ہم تھے وہ بے اصول کہ با وصف ہجر یار
گل چینی بہار سے ہرگز نہ آئے باز

مے خواریاں نہ چھوٹ سکیں، رند بادہ نوش
اندیشہ خمار سے ہرگز نہ آئے باز

کیوں کر نہ سرگراں ہو ترا لطف بے حساب
داغوں کے ہم شمار سے ہر کر نہ آئے باز

ہم کو بھی اس سے کام نہیں کچھ یونہی سہی
دل خواہش قرار سے ہرگز نہ آئے باز

ہم باز آئے عشق بتاں سے مگر کہاں
خواہش کے اعتبار سے ہرگز نہ آئے باز

ہم نے گناہ شوق میں مطلق کمی نہ کی

وہ جور لطف کار سے ہرگز نہ آئے باز
مجبور آرزو تھے جو حسرت سو ہم کے بھی
شوق لقائے یار سے ہرگز نہ آئے باز

زمیندار لاہور 25 دسمبر 1923ء

☆☆☆

عشق اب ہے نہ عاشقی کی ہوس
ہم ہیں اور دل سے بے دلی کی ہوس

غنچہ شوق ہے فسردہ یاس
مٹ چکی سب شگفتگی کی ہوس

رہ نہ جائے ترے تغافل سے
کہیں جی ہی میں اپنے جی کی ہوس

عشق ہر چند رام حسن رہا
پر نہ چھوٹی برابری کی ہوس

ہم بھی حاضر ہیں بندگی کے لئے
آپ کو ہو جو صاحبی کی ہوس

مائل شکوۂ جفا ہے وفا
یا یہ نیکی کو ہے بدی کی ہوس

لے گئی دل سے خوف رنج خمار
زندگی ہائے سرخوشی کی ہوس

ہم کو ان کی درشت خوئی سے
ہے عبث لطف و آشتی کی ہوس

کیوں نہ ہو دلبروں کو شوقِ ستم
اہلِ دل کو ہے بے کسی کی ہوس
بے خودی ہائے عاشقاں کو نہیں
عاقلی ہائے آگہی کی ہوس
عشق حسرت کو ہے غزل کے سوا
نہ قصیدے نہ مثنوی کی ہوس

خلافت 15 دسمبر 1923ء

☆☆☆

جان ہے اپنی آب و گل کی خلش
مٹ چکی دل سے دردِ دل کی خلش
مدتیں ترکِ عاشقی کو ہوئیں
کہ رہا دل، نہ زخم کی خلش
گاہ گاہ اب بھی ہوتی ہے محسوس
مگر اک شوقِ مشتعل کی خلش
دل سے محروم ہو کے بھی نہ مٹی
آرزو ہائے منفعل کی خلش
نہ رہا دل میں تھا جو کچھ حسرت
مگر اک دردِ مضمحل کی خلش

مسلم دہلی 11 دسمبر 1923ء

☆☆☆

نہ ہوئے آپ آشنائے خلوص
نہ سنی میری التجائے خلوص

ہم ہیں بیمار کبر 1 و عجب 2 و ریا 3!
کیوں نہ درکار ہو دوائے خلوص

طے کر اے دل بہ زور علم 1 و عمل 2
راہ بیم و رجا بہ پائے خلوص

زہد، حیران کار عشق ہوا
ہم میں پا کر نہ کچھ سوائے خلوص

بڑھ چلی ان کی بے رخی گویا!
تھی سزائے ہوس جزائے خلوص

تم دعا کو بھی التجا سمجھے
تھی وہ حالانکہ اک صدائے خلوص

زہد و تقویٰ 2، ریاضت 3 و عزلت 4
بن گئے جبکہ دست و پائے خلوص

نفس 1 و شیطان 2 و خلقت 3 دنیا
سب پہ غالب ہوئی دعائے خلوص

دل کا تقویٰ ہے خیر خواہی خلق
ہو بشرطیکہ بر بنائے خلوص

فکر رزق و مصائب تقدیر
عارض حال تھے بجائے خلوص

سو بہ صبر 1 و توکل 2 و تفویض 3
بن گئے شیوۂ رضائے خلوص

توبہ 1 و علم 2 و حمد 3 و شکر 4 ہیں باب
شہر ہے شہر پر فضائے خلوص
ذکر 1 و فکر 2 و ریاض 3 و صوم 4 و صلوۃ 5
سارے جھگڑے ہیں اک برائے خلوص
اور حقیقت میں ان کے سب کے سوا
عشق ہے اصل مدعائے خلوص
ان کو اب ضد یہ ہے کہ حسرت بھی
شوق ظاہر کرے بجائے خلوص

الناظر لکھنو مارچ 1924ء

☆☆☆

دلربائی تھی آشتی سے غرض
اب انہیں کیا بھلا کسی سے غرض
ہم سے رندوں کی ہو چکی پوری
ساقیا لطف یک شمی سے غرض
بیٹھے ہیں ان پہ سب نثار کیے
دل سے کچھ کام ہے، نہ جی سے غرض
ہم کو ان سے نہ دل کا ہے دعویٰ
نہ گواہی نہ شاہدی سے غرض
کچھ نہیں اور عاجزی کے سوا
ہم کو اظہار عاجزی سے غرض
ان کی تحریر خام بھی ہے عزیز

کہ نہیں ہم کو خوشخطی سے غرض
کچھ نہیں جانتے وفا و جفا
جن کو ہے آپ کی خوشی سے غرض
حنفیؒ ہیں، نہ مالکیؒ، نہ ہمیں
حنبلیؒ سے، نہ شافعیؒ سے غرض
ہم کہ خالص ہیں پیرو اسلام
اور رکھتے نہیں کسی سے غرض
نسبت حسن یار کا ہے لحاظ
ورنہ کیا ہم کو عاشقی سے غرض
کچھ نہیں میرے حال زار کا پاس
آپ کو اپنی دل لگی سے غرض
جن کی ہے حسن دائمی پہ نظر!
کیا انہیں عشق عارضی ہے غرض
دل کو اک ترک عشق پر بھی رہی
حسن کی خواہش خفی سے غرض
ہو کہ حیران کار عشق ہمیں!
دل سے ہے اب نہ بیدلی سے غرض
حال ابتر ہے عاشقوں کا تو ہو
زلف جاناں کو برہمی سے غرض
اب ہے اس بندۂ تغافل کو
دوستی سے، نہ دشمنی سے غرض
بے خود ان خدا نہیں رکھتے

سرو ساماں آگہی سے غرض

رکھتے ہیں عاشقان حسن سخن

لکھنوی سے نہ دہلوی سے غرض

پاس خاطر ہے حسن خوباں کا

ورنہ حسرت کو شاعری سے غرض

زمانہ کانپور فروری 1924ء

☆☆☆

الفت نہ مودت نہ مروت کے شرائط

پورے ہوئے کون ان سے محبت کے شرائط

اب دیر نہیں کچھ تری شہرت میں اے واعظ

موجود ہیں سب کشف و کرامت کے شرائط

تہذیب نظر سے، ترے دیدار کے طالب

پورے تو کریں پہلے زیارت کے شرائط

محفل میں تری جذب محبت سے بھی دل نے

طے کر لئے پہلے سے وکالت کے شرائط

رکھتے ہیں عبث چشم ولا ہم سے وہ حسرت

نابود ہوئے جن سے خلافت کے شرائط

درویش دہلی 6 فروری 1924ء

☆☆☆

کیا ہے اگر مرا نہ کرے تو حسیں لحاظ
کرتا ہے عاشقوں کا کوئی بھی کہیں لحاظ

رکھتی تھی اپنے چاہنے والوں کی بھی خبر
اس کا مگر تمہیں تو ذرا بھی نہیں لحاظ

ہر حال میں ترے جو رہے ہوں نیاز مند
ایسوں کا تو ضرور ہے اے نازنیں لحاظ

ان سے جفائے یار کا شکوہ نہ ہو سکا
عہد وفا کا تھا جو دم واپسیں لحاظ

حسرت مرے سر شک محبت کی قدر کا
رکھنے لگی ہے خوب مری آستیں لحاظ

حورکلکتہ فروری 1923ء

☆☆☆

ظلمتیں دل کی ہوں نہ کیوں مرفوع
کہ ہوا بدر یار عشق طلوع!

مذہب عشق ماہرویاں کے
دل کو سب یاد ہیں اصول و فروغ

تو جو ساقی بنے تو شغل شراب
محتسب بھی کہے کہ ہے مشروع

عیش جاں بھی ہے جس پہ دل سے نثار
کس قدر درد عشق ہے مطبوع

خاکساران عاشقی حسرت

کچھ نہیں جانتے سجود و رکوع

معیارِ سخن مالیگاؤں فروری 1924ء

☆☆☆

آئینہ دیکھیے کہ سب آئے نظر دروغ

بے مثل ہم ہیں قول ہے یہ سر بسر دروغ

ہم ان پہ مر کے زندہ جاوید ہو نہ جائیں

ٹھہرے کہیں نہ حکم قضا و قدر دروغ

دلداریوں کے واسطے کب ہے یہ دلبری

اتنا تو ہم سے بول نہ اے فتنہ گر دروغ

تسکین غم کی اور تو کیا دل کو ہو امید

شہر اجفائے یار کا ٹھہرے مگر دروغ

حسرت یہ ہجر یار میں کیا حال کر لیا

دعویٰ صبر آپ کا تھا کس قدر دروغ

گلزارِ سخن پونا فروری 1924ء

☆☆☆

اللہ رے ترا حجاب کاشف

دیوانہ ہے جس پہ روح عارف

عاشق وہ کہاں جو غیب حق سے

پیہم نہ سنے نوید ہاتف!
منظور انہیں جو ہو تو غم بھی

ہے دل کو سرور کا مرادف
معلوم ہیں اشک بار غم کو

سب دل کے مداخل و مصارف
درکار ہے جائے نسبت شوق

زاہد کو وسیلہ و ظائف
برہم ہیں وہ آج، دیکھنا ہے

گرتی ہے کدھر یہ برق خاطف
طالب ہے وصال کا تو حسرت

رکھ درد ''عوارف المعارف''1

نظام المشائخ دہلی فروری 1924ء

☆☆☆

پڑھیے اس کے سوا نہ کوئی سبق
خدمت خلق و عشق حضرت حق

گفتگو سب ہے جز حکایت شوق
محض بیکار، زق زق و بق بق

ترک غم پر بھی درد دل کا رہا!
سالہا سال آرزو کو قلق

ہو گئے نور عشق سے روشن
دل پہ ارض و سما کے جملہ طبق

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

نگہ شوق میں سما نہ سکا
جلوۂ حسن بسکہ تھا مطلق!

وصل میں بھی غذائے روح رہا
درد فرقت بہ قدر سد رمق

مٹ گئے دل سے عاشقی کے نقوش
رہ گیا سادہ زندگی کا ورق

کیا ہوئے اب وہ مشغلے غم کے
دل مضطر کی جن سے تھی رونق

شعر حسرت نے سارے کھول دیئے!
عشق بازی کے عقد ہائے ادق!

شوکت بمبئی 22 جنوری 19224ء

---

1 تصوف کی مشہور کتاب

احباب نہ آئے کوئی پیغام اجل تک
مجبور تھے کیا کیا ترے مہجور بھی کل تک

پایا نہ کسی نے ترے وحشی کا ٹھکانا
سب ڈھونڈ پھرے بحر و بر دشت و جبل تک

عاشق ہوں تو ہو زہد کے جھگڑوں سے رہائی
سب ہیں یہ بکھیڑے ہوس علم و عمل تک

خالی نہ ہمیں غم سے ملا ایک بھی لحظہ
لے شام ابد دیکھ چکے صبح ازل تک

داعی ہے محبت کا تری زہد بھی جس کو
معلوم نہیں شکر و شکایت کا محل تک

اب کچھ نہیں مطلوب قناعت کی بدولت
بے حاصلی حرص رہی طول امل تک
ہم جامی و حافظ کے بھی ہیں، پہ حسرت!
خوبی میں نہ پہنچا کوئی سعدی کی غزل تک

شوکت بمبئی 10 جنوری 1924ء

☆☆☆

من موہن شیام سے نین لاگ
نسدن سلگ رہی تن آگ
برہ کی رین تپٹ اندھیاری
رووت دھووت کٹت جاگ جاگ

پربھا کانپور نومبر 1923ء

☆☆☆

پریم کا روگ لگائے کہ حسرت
راگ رنگ سب دین تیاگ
موسے چھیڑ کرت نند لال 1
لئے ٹھاڑے ابیر گلال
ڈھیٹھ بھئی جن کی برجوری
اورن پر رنگ ڈال ڈال
ہم ہوں جو دئی لپٹائے کے حسرت

ساری یہ چھل بل نکال

درتمان کانپور 27 اکتوبر 1923ء

☆☆☆

رنج راحت ہے سکون غم ہجراں کی قسم
یاد جاناں کی قسم، جلوۂ جاناں کی قسم

تجھ کو مخمور جو دیکھا ہے تو اے پیکر ناز
مست ہم بھی ہیں تری مستی لرزاں کی قسم

شوق سے جور کیے جائیں وہ، ارباب وفا
خوش بہرحال ہیں عیش غم پنہاں کی قسم

کافر عشق ہیں، نظارہ خوباں میں ہمیں
سیر جنت ہے، ہوس کاری ایماں کی قسم

کیا تھے ہم، ہو گئے اک ساغر مے سے کی اہم
جادوئے گردش پیانہ گرداں کی قسم

پیکر خاکی عشاق بھی ہے صورت دل
سر بسر نور، ترے حسن درخشاں کی قسم

1سری کرشن

حسرت اب کیوں ہیں وہ پردے میں کہ مانند وفا
ہم نہ دیکھیں گے ہمیں دیدۂ حیراں کی قسم

☆☆☆

مانوس ہو چکے تھے ازل میں فنا سے ہم
اس تنہا کو جانتے ہیں ابتدا سے ہم

گویا وہ سب سنا ہی تو دے گی وہاں کا حال
کیا کیا سوال کرتے ہیں باد صبا سے ہم

دنیا کی نامرادی پیہم کے عذر پر!
محشر میں تم کو مانگ نہ لیں گے خدا سے ہم

بن کر گدائے عشق گئے تھے، مگر پھر لے
سلطان ہو کے یار کی دولت سرا سے ہم

عرض کرم سے پہلے ہی بولے وہ روز وصل
شرمندہ ہوں کہیں نہ تری التجا سے ہم

اس انجمن کے شوق میں جی کازیاں سہی
اک بار ان کو دیکھ تو لیں گے بلا سے ہم

کیا کیا ہوس کو آتی ہے خوشبوئے آرزو
آنکھیں جب اپنی ملتے ہیں ان کی روا سے ہم

محرومیاں بھی جن کی ہیں عنوان التجا
کہتے ہیں وہ کہ ڈرتے ہیں اہل وفا سے ہم

حسرت خیال غیر سے بے گانہ ہو گئے!
مانوس ہو کے اس نگہ آشنا سے ہم!

الناظر لکھنو اکتوبر 1923ء

☆☆☆

نغمہ والے کا حکم عام نہیں

عاشقوں پہ یہ کچھ حرام نہیں
ظرف رنداں کی آزمائش ہے
بزم ساقی میں دور جام نہیں
فتنہ عشوۂ گفتگو ہے تری
محشر ناز ہے خرام نہیں
جلوہ فرما وہ اب ہوئے بھی تو کیا
کوئی مشتاق زیر بام نہیں
کبھی اقرار ہے کبھی انکار
کچھ تری بات کو قیام نہیں
ہم بھی رکھتے ہیں کس سے چشم کرم
رحم کا ان کے دل میں نام نہیں
کاٹ دی اس نے سب کی قید حیات
ایک نخچیر زیر دام نہیں!
کر دیا تم نے پختہ کار ستم
اب کوئی شوق دل میں خام نہیں
سخت عاصی ہے شاد خاطر زہد
کہ ترے کفر غم کی رام نہیں
دل کے جام زمردیں کے لئے
کیا مئے شوق لالہ فام نہیں

1مرحوم حکیم عبدالہادی خاں رامپوری وفاتخلص

عید میں بھی شراب سے انکار
کچھ یہ حسرت مہ صیام نہیں

زمانہ کانپور دسمبر 1923ء

☆☆☆

چپ ہیں کیوں آپ مرے غم سے جو دلگیر نہیں
اب نہ کہئے گا تری آہ میں تاثیر نہیں
کیا وہ یوں ہم سے ہیں راضی کہ نہیں ہیں راضی
کیا یہ وہ خواب ہے جس خواب کی تعبیر نہیں
وہ بھی چپ، ہم بھی ہیں خاموش، ہنگام وصال
کثرت شوق بہ اندازہ تقریر نہیں!
ان کی چٹکی سے جو آئی ہے نکل کر دل میں
مایہ ناز ہوس ہے خلش تیر نہیں
شوق کی یاد رخ یار نہ ہو گی کافی
کہ یہ قرآن ہے قرآن کی تفسیر نہیں!
کون کہتا ہے سیہ خانہ غم کو بے نور
کیا مرے دل میں ترے حسن کی تصویر نہیں
دل کو بے چارگی جوش جنوں کا ہے خیال
ورنہ کچھ رنج گرانباری زنجیر نہیں
ہم جفا سے بھی ہیں راضی کہ جفا ہے تیری
غیر کی طرح ہمیں شکوۂ تقدیر نہیں
ان سے ماننا بھی خدا ساز ہوا ہے اپنا
کامیابی مری شرمندہ تدبیر نہیں
ہر ادا قاتل سفاک ہے اے شوخ تیری

کیا ہوا دست نزاکت میں جو شمشیر نہیں
کون قاتل ہو ترے صدق طلب کا حسرت
محفل یار میں کچھ بھی تری توقیر نہیں!

زمانہ کانپور دسمبر 1923ء

☆☆☆

جس نے سونگھی ہو تری زلف سیہ کار کی بو
کیا پسند آئے اسے نافہ تاتار کی بو!
آج تک جس سے معطر ہے محبت کا مشام
آہ کیا چیز تھی وہ پیرہن یار کی بو!
بے پئے مست کئے دیتی ہے اے پیر مغاں
مے پرستوں کو ترے ساغر سرشار کی بو!
ہوس انگیز تمنا ہے لب یار کا رنگ
روشنی بخش نظر ہے مے گلنار کی بو!
زہر کیونکر نہ لگے گلشن جنت کی بہار
جب کہ یاد آئے ترے اترے ہوئے ہار کی بو
دل وہی ہے بھی تری بڑھ کے ہے کچھ روز فراق
دل نوازی میں ترے نامہ دل دار کی بو
مستی حسن کے درجوں میں ہے کامل حسرت
شاہدان دکن و خلخ و فرخار کی بو!

خلافت بمبئی 15 دسمبر 1923ء

☆☆☆

خیال غیر کو دل سے مٹا دو یا رسولؐ اللہ
خرد کو اپنا دیوانہ بنا دو یا رسولؐ اللہ
تجلی طور پر جس نور کی دیکھی تھی موسیٰ نے
ہمیں بھی اک جھلک اس کی دکھا دو یا رسولؐ اللہ
علیؓ آگاہ جس سے ہو کے باب علم کہلائے
وہ راز عشق ہم کو بھی بتا دو یا رسولؐ اللہ
حسینؓ ابن علیؓ کے صبر نے جس کے مزے لوٹے
ہمیں بھی اس ملا کا حوصلہ دو یا رسولؐ اللہ
تمنا ہے محبت کو لقائے غوث الاعظمؒ کی
اسے بغداد کا رستہ دکھا دو یا رسولؐ اللہ
گرفتاران باطل ہیں طلب ہے حق نمائی کی
ہمیں عبدالصمد 1ے سا رہنما دو یا رسولؐ اللہ
غرض حسرت کو وہاب 1ے، عبدالرزاقین 2ے و والی 3ے سے
ملا کر، مرتبہ انوار 5ے کا دو یا رسول اللہ

ہمدم لکھنو 24 دسمبر 1923ء

☆☆☆

دشمن شیوۂ وفا شدہ
ایں چہا کردہ چسوا شدہ
کشتنم سہل گیرد عذر مخواہ

کہ سزاوار مرحبا شدہ
شوق مخمود خواہدت کہ چنیں
شدہ بے حجاب تاشدہ
عشق اے شاہد عزیز مراد
کہ بظاہر پے جفا شدہ
بہر بیماری ہوس بہ نہاں
چارۂ درد لا دوا شدہ
زہد مارا زراہ دور و دراز
بہ در قرب رہنما شدہ
عاشقی پیشہ کردہ حسرت
شاہ در کسوت گدا شدہ

مشاہیر بدایوں فروری 1924ء

☆☆☆

عاشقوں سے ناروا ہے بے وفائی آپ کی
حد سے بڑھ جائے نہ شان کج ادائی آپ کی
آرزو کے دل پہ آئیں گی نہ کیا کیا آفتیں
در پئے انکار ہے نا آشنائی آپ کی

17 اکتوبر 1923ء

☆☆☆

1؎ حضرت سید عبدالصمد خدا نما احمدی 2؎ مرشدی حضرت شاہ عبدالوہاب لکھنوی فرنگی محلی 3؎ حضرت شاہ عبدالرزاق لکھنوی فرنگی محلی و حضرت سید عبدالرزاق بانسویؒ 4؎ حضرت شاہ عبدالوالی لکھنوی فرنگی محلی 5؎ حضرت مولانا انوار لکھنوی فرنگی محلی جن کا باغ مولانا انوار لکھنو محلّہ رکاب گنج میں مشہور ہے۔

خوبرو ہیں آپ، مانا ہم نے، پھر بھی اس قدر
دیکھئے اچھی نہیں ہے خود ستائی آپ کی
رہ گئی اہل ہوس میں، یادگار حسن و عشق
ناز برداری، ہماری، دل ربائی آپ کی
مجھ سے یہ اکثر کہا کرتا ہے وہ مخمور ناز
دیکھئے نبھتی ہے کب تک پارسائی آپ کی
اک ہمیں تو کچھ نہیں ہیں آپ کے طاعت گزار
تابع فرماں ہوئی ساری خدائی آپ کی
کیسے دیکھے، کون دیکھے، آپ کا نور جمال
جان جب ٹھہری ہوئی ہو رونمائی آپ کی
آپ کو آتا رہا میرے ستانے کا خیال
صلح سے اچھی رہی مجھ کو لڑائی آپ کی
برق کا اکثر یہ کہنا یاد آتا ہے مجھے!
تنکے چنوانے لگی ہم سے جدائی آپ کی
عرض کر کے حال دل کس درجہ ہیں محجوب ہم
دیکھ کر غصے میں صورت تمتمائی آپ کی
شاہ جیلاںؒ کے سوا مشکل کشا کے واسطے
کون کرتا اور حسرت رہنمائی آپ کی!

ہمایوں لاہور 6 فروری 1924ء

☆☆☆

کس قدر دشوار تھی ہم پر جدائی آپ کی
بارے پھر اللہ نے صورت دکھائی آپ کی
بدگماں کا ہے کو ہوتا آپ کا حسن غیور
ہم نے کیوں تصویر آنکھوں سے لگائی آپ کی
نے نواز عاشقی نے نغمہ ہائے حسن میں
بارہا آواز کانوں کو سنائی آپ کی
شکوۂ غم کر کے نادم ہے بہت پاس وفا
یعنی ہم نے کس لیے غلطی جتائی آپ کی
فرق اور فرق زمین و آسماں آیا نظر!
شکل جب تصویر یوسف سے ملائی آپ کی
بھول بیٹھے تھے الٰہی کیا کریں اس دل کو ہم
ہجر میں پھر یاد جس دل نے دلائی آپ کی
مجھ کو جو آتی ہے وہ لاریب ہے، خوشبوئے حسن
ورنہ پوشش عطر میں کس نے بسائی آپ کی
ربط جب دیکھا کہ غیروں سے بڑھایا آپ نے
رفتہ رفتہ ہم نے بھی چاہت گھٹائی آپ کی
آپ بھولے آپ کی صورت بھی بھولی، اک مگر
دل سے کب تصویر غم ہم نے مٹائی آپ کی
دل کہ مالا مال غم تھا کتنی بے دردی کے ساتھ

ہم نے رو رو کر وہ سب دولت لٹائی آپ کی

جس سے حسرت ہو گئی زیرو زبر بزم سماع
کس قیامت کی غزل مطرب نے گائی آپ کی

ہزارداستان لاہور 7 اکتوبر 1923ء

☆☆☆

شوق پر اب تک نہیں ثابت رکھائی آپ کی
کس قدر ہشیار ہے بے اعتنائی آپ کی

آپ کے عاشق تھے ہم حوروں پہ کیا کرتے نظر
اہل جنت سے قسم آنکھوں نے کھائی آپ کی

شوق کو مجبور ہو کر چھوڑ دینا ہی پڑا!
جب کلائی نازکی سے تھرتھرائی آپ کی

آپ کو اس کی خبر کیا، آپ تھے مصروف خواب
رات بھر زنجیر درکس نے ہلائی آپ کی

آپ کے وعدے کی شب کھا کر فریب آرزو
سیج کس کس شوق سے ہم نے سجائی آپ کی

رشک سے مٹ مٹ گئے ہم دیکھ کر گرم نظر
غیر نے محفل میں جب انگلی دبائی آپ کی

گلشن امید میں چلنے لگی باد مراد!
یا سواری میرے دروازے پہ آئی آپ کی

سادگی ظاہر کی، ہے باطن میں کتنی ہوشیار
بھید کی بات آج تک ہم نے نہ پائی آپ کی

قتل کر کے مجھ کو کہتے ہیں وہ کس کس ناز سے
یہ تو ہم نے صرف چاہت آزمائی آپ کی

کس قدر ہمدرد غم ہے، لوٹ کر باد شمال
جب دکن سے آئی بوئے حسن لائی آپ کی

حسرت اس کوچے کا پھیرا روز روز اچھا نہیں
رنگ لائے گی کسی دن یہ گدائی آپ کی

نگار بھوپال فروری 1924ء

☆☆☆

ترا وش کرتی ہیں رنگینیاں کب اپنے مضمون سے
عبارت ہے یہ اس جان جہاں کے عشق موزوں سے

اثر دیکھے تو کوئی حسن لیلائے تصور کا!
قیافہ شوق کا ملنے لگا تصویر مجنوں سے

بھلا اس دل کو یارو خواہش درماں سے کیا نسبت
بنائیں جس کو دیوانہ محبت کے وہ افسوں سے

بلائے کثرت عشاق سے ناحق ہے بے زاری
شکایت کیجیے اپنے جمال روز افزوں سے

غرور اپنا نہیں بے جا کہ نسبت ہے برابر کی
تمہاری زلف ابتر کو ہمارے بخت واژوں سے

نمایاں ہیں نرالی سرخیاں حسن و محبت کی
ہماری چشم پرخوں سے ترے لب ہائے میگوں سے

چمن میں جوش گل کی کھنچ گئی تصویر جب حسرت
ملی ساغر کی سبزی سرخی صہبائے گلگوں سے

☆☆☆

عقدہ وصال یار کا حل ہو تو جانیے
خوف و خلوص و علم و عمل ہو تو جانیے

گھبرا کے روح کہتی ہے روز فراق یار
اس نامراد آج کی کل ہو تو جانیے

تمکین و قہر یار میں مشکل ہے امتیاز
غصے سے ابروؤں پہ جو بل ہو تو جانیے

رہتی ہے ہوں تو غیر سے روز ان کی چھیڑ چھاڑ
کچھ واقعی بھی رد و بدل ہو تو جانیے

تاریکی فراق بہ نور خیال یار!
شام ابد سے صبح ازل ہو تو جانیے

کیونکر کھلے ہوئے ہیں وہ کس بات پر خفا
کچھ بھی تو بے رخی کا محل ہو تو جانیے

حسرت یہ رنج ہجر، یہ قید اور یہ جور غیر
اس کشاکش میں آج غزل ہو تو جانیے

مشاہیر بدایوں نومبر 1923ء

☆☆☆

من تو سے پریت لگائی کہنمائی
کاہو اور کی سرت اب کاہیکا آئی
گوگل ڈھونڈھ بندرا بن ڈھونڈو
برسانے لگ گھوم کے آئی
تن من دھن سب وار کے حسرت
متھر انگر چل دھونی رمائی

زمانہ کانپور اکتوبر 1924ء

☆☆☆

مخمس ہندی اردو فارسی عربی

کا سانجھ سکار کی بات کہی
کچھ فکر نہ شام و سحر کی رہی
دل گشت مرازیں جملہ تہی
اصبح بدامن طلعتہ
واللیل دجے من وفرتہ

☆☆☆

اورن سے ہوئی نہ یہ ہوئے کبھو
کچھ فرق نہیں اس میں سرمو
نہ اجازت اوبہ ارادت او
سعت الشجر نطق الحجر
شق القمر باشارتہ

☆☆☆

کہاں کہہ کے بلائے کون گوا
کچھ بھی نہ کھلا حسرت بخدا
در پردہ چہ شد بہ شب اسری
فاق الرسلا فضلا و علا
فالعزلنا با جا بتہ

شوکت بمبئی 13 اپریل 1922ء

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ان میں دیکھا جو ماجرا دیکھا
کیا بتائیں کسی سے کیا دیکھا

ہم نے غیرت کو بھی کرم سے ترے
بارہا محو التجا دیکھا

حال میرا خراب ہے کہ نہیں
آج تو آپ نے بھی آ دیکھا

کوئی دنیائے حسن میں اے شوق
تو نے اس سا بھی دلربا دیکھا

اہل عالم سب آئے غیر نظر!
اک تمہیں صورت آشنا دیکھا

نہ بچا اس نگاہ ناز سے دل
ہم نے سو سو طرح چھپا دیکھا

بزم ساقی میں جوش مے کا مزا
آج رندوں نے خوب اٹھا دیکھا

تو کسی کا نہیں، تجھے ہم نے!
خوب اے شوخ بے وفا دیکھا

غیر جانا انہیں سو کیوں حسرت
عشق کو حسن سے جدا دیکھا!

عالم گیر لاہور اپریل 1924ء

☆☆☆

ہر گھڑی درد لب شوق ہے افسانہ ترا
بے خبر تیرے سوا سب سے ہے دیوانہ ترا

مستی حسن کو درکار رہے دے دے اے عشق
دل کہ لبریز مے شوق ہے پیمانہ ترا

کتنے دل ہیں ترے قابو میں زہے شان جمال
جا ہے کلمہ جو پڑھے شوکت شاہانہ ترا

حسن جاناں سے یہ کہتا مرا شہرۂ عشق
دور پہنچا ہے مرے نام سے افسانہ ترا

بے خرد ہو کے محبت کی بدولت اے عقل
نام بھی اب نہیں لیتا دل فرزانہ ترا

پایہ عرش کو از خود نہیں جنبش اے دل
دیکھ پہنچا کہاں نعرہ مستانہ ترا

فکر کونین سے بے گانہ ہوا تو حسرت
خوب ٹھہرا غم جاناں سے یارانہ ترا!

عصر جدید کلکتہ 19 مئی 1924ء

☆☆☆

ترے حسن کا دور دورا رہے گا
نہ میرا یہ جوش تمنا رہے گا

مگر سالہا سال بعد فنا بھی

زمانے میں دونوں کا چرچا رہے گا

نہ سرمایہ داروں کی نخوت رہے گی

نہ حکام کا جور بے جا رہے گا

زمانہ وہ جلد آنے والا ہے جس میں

کسی کا نہ محنت پہ دعویٰ رہے گا

یہ سب لے کے (مال و دل و جان و ایمان)

ترا پھر بھی ہم پر تقاضا رہے گا

مرے شوق کا ہے جو مضطر ابھی سے

بھلا وصل میں کیا ٹھکانا رہے گا

دل زار اب اپنے پہلو میں ہرگز!

نہ تھا نہ رکے گا، نہ و ابا رہے گا

جو مٹ جائے گا ہو کے خاک اس گلی کی

وہ اچھا رہے، وہ اچھا رہے گا

اسے کیا ہو پروائے محشر، جو تیرا

بدستور محو تماشا رہے گا

وہ حسن و محبت میں یکساں ہے کامل

وہ دونوں کی آنکھوں کا تارا رہے گا

ترے عشق میں دعویٰ صبر حسرت

ابھی تک بھلا کیا رہا، کیا رہے گا

صوفی پنجاب فروری1924ء

☆☆☆

کوچہ اس فتنہ دوراں کا دکھا کر چھوڑا
دل نے آخر ہمیں دیوانہ بنا کر چھوڑا

پردہ ہم سے وہ جو کرتے تھے نہ کرنے پائے
شوق بے باک نے اس کو بھی اٹھا کر چھوڑا

بزم اغیار میں ہر چند وہ بیگانہ رہے
ہاتھ آہستہ مرا پھر بھی دبا کر چھوڑا

تجھ سے ملنے پہ کسی کی ہمیں پروا نہ رہی
سب کو دنیا میں تری یاد لگا کر چھوڑا

ان کے آنے کی خبر سن کے تمنا نے مری
دل میں اک شوق کا طوفان بپا کر چھوڑا

لطف ماضی کی جو کچھ یاد تھی باقی دل میں
اس کو بھی تیرے تغافل نے مٹا کر چھوڑا

مجھ کو معلوم ہے، پیمانہ مے میں ساقی
تو نے جو کچھ کہ مری آنکھ بچا کر چھوڑا

دامن حسن ترا خون شہادت نے مرے
عطر خوشبوئے محبت میں بسا کر چھوڑا

مرگ حسرت کا بہت رنج کیا، آخر کار
اثر عشق نے ان کو بھی رلا کر چھوڑا

ہزارداستان لاہور مارچ 1924ء

☆☆☆

مستزاد ہندوی ذوقافیتین

کاہے کہی نہیں چین، بنواری بنا
روئے کٹے ساری رین، مراری بنا
کوو جتن حیاو نہ دھارے
نیند نہ آوے نین، گردھاری بنا
دیکھ سکھی کوؤ چھینت ناہیں
اس حسرت ہی گئیں، بہاری بنا

☆☆☆

ان کی محفل میں پا کے جام شراب
کام اپنا ہوا بنام شراب
ہو رہے ہیں مرے لئے کیا کیا
بزم ساقی میں اہتمام شراب
مے کدے سے گیا نہ کوئی بے ہوش
اے خوشا حسن انتظام شراب
محتسب سے بھی فصل گل میں لیا
ہم نے ڑ بھڑ کے اذن عام شراب
بڑھ گئی سبزی چمن میں کچھ اور
رونق حسن لالہ فام شراب
روک دیں گے عبادت شب شیخ
رندیوں لیں گے انتقام شراب

خوب غفلت میں ہو رہے ہیں بسر
دن، بہ صبح طعام و شام شراب
دین و دنیا کو بھول بھال کے ہم
ہو گئے فائز المرام شراب
مے کدوں سے پہنچ گئے حسرت
خانقاہوں میں بھی پیام شراب

اودھ اخبار لکھنو 24 فروری 1924ء

☆☆☆

خود بینی تو بسکہ بہ تمکیں برابر است
فریاد من بہ شکوۂ رنگیں برابر است!
آئندہ وعدہ ہائے وصال تو شوق را
در تازگی بہ لطف نخستیں برابر است
کفرم گرت خوش آید از ایماں شدم نفوذ
پیش من ارمغان دل و دیں برابر است
اظہار امتنان تو بر ترک عشق من
در پردہ با نہایت نفریں برابر است
پائین بزم عیش تو ام، گوشہ بخاک
باصد ہزار و بستر و بالیں برابر است
تاریک بخت من کہ مرا ناز ہا بروست
با گیسوئے سیاہ خودت میں برابر است

حسرت برائے بلبل ناکام در چمن!
شکر بہار و شکوۂ گلچیں برابر است

مشرق گورکھپور 24 فروری 1924ء

☆☆☆

دل از صدمہ ہجر پر خوں نماید
سر شک غم طرفہ گلگوں نمائد
بچشم تمنا یم آں شوخ رعنا
نماید بہ حسن دگرچوں نماید
بہ بزم تو ہر دور ساغر بہ رنداں
بہ تاثیر یک دور گردوں نماید
عجب چیست گر مثل خود حسن رویت
مرا شوق ہم روز افزوں نمائد
کلامت کہ سرتا سر اعجاز باشد
بہ اہل ہوش نیز افسوں نمائد
جما لے کہ از عشق تو دام گیرد
سخن صرف تزئین مضمون نمائد
زہے حسن و تصویر خواہش کہ حسرت
زلیلےٰ ربائد بہ مجنوں نمائد!

ہمایوں لاہور مارچ 1924ء

☆☆☆

پیماں لطف و عہد وفا رانگا ہدار
جاں ہا کہ را اتست خدارا نگاہدار
پنہاں بگومے حرف محبت با اہل شوق
غمازی نسیم و صبا رانگاہدار
اظہار لطف تو بہ ہوش پیشگاں خواس پست
حسرت پسندی دل مارا نگاہدار!
از آہ بے قرار دل آزردگاں تبرس
تاثیر اضطراب دعارا نگاہدار
در خورد سرزنش نبود جرم عاشقی
عذر وفا پذیر و سزارا نگاہدار
در پیش تست مرحلہ خون عاشقاں
شمشیر ناز و تیغ ادارا نگاہدار
چوں بندۂ غم تو بہر حال خوشدل است
از درد اومپرس و دوار انگاہدار
دشنام ناز خویش بہ اغیار صرف ساز
تکریم اہل صدق و صفارا نگاہدار
زنہار اگر زحسن بخواہی مراد عشق
حسرت اصول فقر و فنا را نگاہدار

سلطان الاخبار 19 مئی 1924ء

☆☆☆

مہمان اور مہمان عزیز

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

کون رکھے گا تم سے جان عزیز
دل ہیں مانوس درد، ہے گویا
قیدیوں کو نگاہ بان عزیز
عاشقوں کی خراب حالی کو
رکھ نہ ظالم، خدا کو مان عزیز
ہم بھی گرویدۂ شہادت میں
آپ کو ہے جو امتحان عزیز
رہ کے دور ان سے لطف زیست کہاں
جان کے ساتھ ہے جہان عزیز
اک ہمیں اپنے سر سے ہیں بیزار
ورنہ کس کو نہ ہو گی جان عزیز
کس قدر گوش یار کو حسرت!
ہے ترے غم کی داستان عزیز

مشرق گورکھپور 11 مارچ 1924ء

☆☆☆

دشمن ہر عاقل و فرزانہ باش
اے دل اندر عاشقی دیوانہ باش
ہم نشیں، بازم حدیث لطف یار
گوئے و بر تکرار آن افسانہ باش
درد عشق اے مہمان جان من
باش و وجہ رونق ایں خانہ باش

التفات از من مجو در بزم غیر
بے رخی ور زد توہم بیگانہ باش
ساقیا جامے بہ حسرت نیز ہم!
کامران شیشہ و پیمانہ باش

الاسلام لاہور مارچ 1924ء

☆☆☆

جیتے ہیں درد محبت کے سہارے عاشق
عاشق عشق بھی ہیں حسن کے مارے عاشق
آ گئی کس کے جمال عرق آلود کی یاد!
رات بھر گنتے رہے ہجر میں تارے عاشق
تمہیں انصاف کرو تم سے جدا رہ کے بھلا!
عمر آرام سے کس طرح گزارے عاشق
آزمایا ہے کہو تم نے کسے میرے سوا!
نام ہی نام کے ہیں اور یہ سارے عاشق
اس نے دیکھا بھی نہ محفل میں بلانا تو کجا
رہ گئے دور سے کر کر کے اشارے عاشق
اب اٹھاؤ بھی کہیں پردہ، بہت آج تلک
کر چکے چشم تصور سے نظارے عاشق!
قدر حسرت انہیں کب جا کے ہوئی ہے کہ ہوئے
وہ بھی اک شوخ جفا کار پہ بارے عاشق

IqbalCyberLibrary.NET All rights reserved. © 2002-2006

انقلاب کلکتہ 19 مئی 1924ء

☆☆☆

رنج بے جا پہ کیا ہم نے جو اظہار ملال
ان کی چتون سے عیاں پھر ہوئے آثار ملال

حال اس خوف سے ہم کہہ نہیں سکتے اپنا
کہ مبادا ہو ترا دل بھی گراں بار ملال

وہ جو بگڑے تو بنی حسن کی تصویر غضب
گل ناز ان کے ہوئے طرۂ دستار ملال

تارک عشق ہوئے پھر بھی نہ چھوٹا غم عشق
عمر بھر دل میں کھٹکتا ہی رہا خار ملال!

اپنی محفل میں علی الرغم عدو کر کے طلب
مجھ کو ناحق وہ بناتے ہیں گنہگار ملال

چھپ سکے گا نہ چھپائے سے کبھی دل کا غبار
کب تلک آپ کیے جائیں گے انکار ملال

روٹھ کر من بھی کہیں جلد وہ جائیں حسرت
کہ سنائیں انہیں ہم جا کے یہ اشعار ملال

شوکت بمبئی 12 فروری 1924ء

☆☆☆

پیش او سجدہ عاشقانہ کنیم

کثرت شوق را بہانہ کنیم!
شرح جور و جفائے یار و ہیم
پردۂ شکوۂ زمانہ کنیم
دست بردار از دعا شدہ ایم
کہ غمت را نہ زاں نشانہ کنیم
گلہ شکوہ ہائے ماچہ کنی
لطف راخوئے گیر تانہ کنیم
حسرت از گمرہاں شویم اگر
فرق بے گانہ ویگانہ کنیم

دین ودنیا کلکتہ 22 مئی 1924ء

☆☆☆

لطف و کرم کی راہ سے اے جان عاشقاں
رہ جا کبھی تو آن کے مہمان عاشقاں
ہر ہر قدم پہ راہ وفا میں ہے خوف جاں
گر ہو نہ لطف یار نگہبان عاشقاں
سچ پوچھئے تو حسن سے کچھ کم نہیں ہے عشق
یہ جان عاشقاں ہے وہ جاناں عاشقاں
رنگینی سر شک محبت کے حسن سے
دامان عاشقاں ہے گلستان عاشقاں
خلق خدا ہے گوش بر آوازہ جمال
مانیں گے اب بھی آپ نہ احسان عاشقاں

ہم کو گدا نہ جان کہ اے سرفراز ناز!
افتادگی ہے شیوہ شایان عاشقاں

نور خیال یار سے روشن ہے سر بسر
با وصف ظلم ہجر شبستان عاشقاں

لیتے ہیں آرزو کا یہیں آ کے سب سبق
گویا ہے بزم یار دبستان عاشقاں

لکھتا ہوں مرثیہ نہ قصیدہ نہ مثنوی
حسرت غزل ہے صرف مری جان عاشقاں

زمانہ کانپور مئی 1924ء

☆☆☆

یک رہ بہ دیار غم گزر کن
بر خانہ خرابیم نظر کن

از فتنہ آہ درد منداں
ایمن چہ نشستہ، خطر کن!

گاہے بہ مزار من گر آئی
پوشیدہ ز خلق چشم تر کن

فریاد مکن زدست جورش
یا اے دل زار بے اثر کن

گاہے شب غم بہ یاد لطفش
گاہے با میدآں سحر کن!

خاک درش ازرہ عقیدت

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

برداشتہ سرمہ نظر کن
حسرت ز لباس عقل بگذر
رو کسوت عاشقی بہ برکن!

نظارہ لاہور مئی 1924ء

☆☆☆

آرزو لازم ہے وجہ آرزو ہو یا نہ ہو
التفات اس کافر خود بیں کی خو ہو یا نہ ہو

دیکھنا ہے حضرت دل ہم سے ان کے روبرو
آپ کے بارے میں بھی کچھ گفتگو ہو یا نہ ہو

چاہتے ہیں وہ چمن میں کثرت حسن گلاب
موتیا بیلا چنبیلی ناز بو ہو یا نہ ہو

ہم سے کہتے ہیں، کریں گے آج اظہار کرم
اس سے کچھ مطلب نہیں محفل میں تو ہو یا نہ ہو

اب کسی کو اور چاہیں گے نہ ہم تیرے سوا
حسن کی دنیا میں تجھ سا خوبرو ہو یا نہ ہو

کوئے جاناں میں صلوۃ عشق پڑھنے کے لئے
دیکھئے آب شہادت سے وضو ہو یا نہ ہو

ان سے نوبت لڑکے پھر ملنے کی آئے یا نہ آئے
چاک دامن تمنا اب رفو ہو یا نہ ہو

پیش حسن یار بے پروا زبان شوق سے
شرح احوال محبت موبمو ہو یا نہ ہو

شغلِ مے حسرت ہے روزِ ابر و باراں میں ضرور
صحنِ گل زار و کنارِ آب جو ہو یا نہ ہو!

ترچھی نظر لکھنو اپریل 1924ء

☆☆☆

جس فتنۂ دوراں کو ابھی آئے تھے گل دیکھ
چلتے ہیں لئے پھر مجھے اے دل وہیں چل دیکھ
یہ بھی ہے کوئی بات کہ وعدے ہی کئے جا
اور حال مرا آن کے دیکھ آج نہ کل دیکھ
برگشتہ مرے بخت پہ کر طعن ہزاروں
اور زلف کا اپنی نہ تو خم دیکھ نہ بل دیکھ
کیا کیا شبِ غم دل ہمیں دیتا ہے تسلی
اب جلد ہی آنے کو ہے پیغامِ اجل دیکھ
چھپتے ہیں کب اے شوخ ترے ناز کے انداز
تیور نہ یہ بدلے ہیں نہ بدلیں گے، بدل دیکھ
دل کو مرے قابو میں نہ پا کر وہ بصد ناز
بولے کہ نہ دیوانہ بن اتنا بھی سنبھل دیکھ
کاکل میں بھی اب سیر کریں شامِ ابد کی
عارض میں ترے خوب رہے صبحِ ازل دیکھ
اے وہ کہ تجھے شوق ہے تحسینِ سخن کا!
میرا جو کہا مان تو حسرت کی غزل دیکھ

☆☆☆

خبر کیا تھی ترے عزم سفر کی! روانی رک چکی اب چشم تر کی

وہ عاشق مجھ سے تھے کہ ان کو
خبر تھی میرے شوق بے خبر کی

مری محرومیوں کا حال سن کر
انہیں اب فکر ہے رد اثر کی

رہے وہ محفل افروز رقیباں
شب غم ہم نے رو رو کر بسر کی

نظیر اس کوئے دل کش کا نہ پایا
بہت کچھ سیر دیکھی بحر و بر کی

مہوس ہیں بہت نازان اکسیر
کہاں ہے خاک ان کے رہ گزر کی

بھلا حوروں کی زینت میں یہ مستی
کہاں سے آئے گی حسن بشر کی

وہ ہیں مجبور ناز دل ربائی!
کہے دیتی ہے بے باکی نظر کی

دل آگاہ کو اے حسن رسوا!
تری خواہش نہ کرنی تھی مگر کی

سکون یاد جاناں میں شب ہجر
عجب آرام سے ہم نے بسر کی

چلو سوئے عدم تم بھی کہ حسرت
وہیں کچھ قدر ہے اہل ہنر کی

حور کلکتہ 22 مئی 1924ء

☆☆☆

گلشن میں نہ دل بلبل ناکام لگائے
پنہاں یہیں صیاد بھی ہے دام لگائے
یہ بات عجب عادت انسان میں ہے داخل
تقدیر کا، خود کر کے خطا، نام لگائے
اک سمت کہیں بزم طرب میں کوئی مسرور
ہونٹوں سے ہے جام مے گلفام لگائے
اور ایک طرف بستر غم پر کوئی مجبور
چھاتی سے پڑا ہے دل ناکام لگائے
مسجد میں کہیں محو عبادات ہیں زاہد
جنت کی دلوں کو طمع خام لگائے
بیٹھا ہے کہیں راہ خرابات مغاں میں
دکان ہوس کوئی مے آشام لگائے
ہر حال میں راضی برضا ہم ہیں کہ حسرت
کیا دخل جو ان پر کوئی الزام لگائے

سیاست لاہور 19 مئی 1924ء

☆☆☆

کوشش وصال یار کی معذور ہو چکی
اب ہم سے خدمت دل رنجور ہو چکی
عرضی جناب حسن میں بھجوا کے شوق کو
ہر دم ہے اب یہ سوچ کہ منظور ہو چکی
لے کر چلی ہے مغفرت حق ہمیں کہاں
جنت میں ہم سے عاشقی حور ہو چکی
تاریکی لحد میں ہے درکار نور عشق
کافی فقط سپیدی کافور ہو چکی
دستور کے اصول مسلم ٹھہر چکے
شاہی بھی رام غلبہ جمہور ہو چکی
سرمایہ دار خوف سے لرزاں ہیں کیوں نہ ہوں
معلوم سب کو قوت مزدور ہو چکی
اور آپ اس سے چاہتے کیا ہیں سوائے سوز
حسرت یہ نار عشق ہے، یہ نور ہو چکی!

صوفی پنجاب فروری 1924ء

☆☆☆

منحصر وقت مقرر پہ ملاقات ہوئی
آج یہ آپ کی جانب سے نئی بات ہوئی
ان کا دیدار ہے مشکل سے بھی کچھ بڑھ کے محال
آرزو مفت میں کیوں مورد آفات ہوئی
دل مشتاق میں اک شوق کا طوفان اٹھا

وعدۂ وصل کا دن ختم ہوا، رات ہوئی
مذہب عشق میں ناکامی جاوید کی خو!
فرض، منجملہ احکام عبادات ہوئی
آج تک مثل عدو حق میں ہمارے بھی کبھی
نہ محبت ہوئی ان سے، نہ مراعات ہوئی
حسن کی نیم نگاہی بھی تمنا کے لئے
موجب ناز ہوئی وجہ مباہات ہوئی
دم آخر وہ ملے بھی تو ملے کیا حسرت!
کھیت جب سوکھ چکے اپنے تو برسات ہوئی

شوکت بمبئی 18 مارچ 1924ء

☆☆☆

شوق کہاں آرزوئے شوق ہے
جس سے جہاں مست مے ذوق ہے
درجہ ترے عشق فسوں کار کا
حسن کے رتبے سے بھی مافوق ہے
گردن حسرت میں پئے امتیاز
خوب غلامی کا ترے طوق ہے

الناظر لکھنو 21 نومبر 1923ء

☆☆☆

کہاں گئے موہے باوری بنائے کے
باوری بنائے کے جھلکیا دکھائے کے
ان سون بھیج بھی ہے سگری
رکت رنگ بھبھور کا چنری
حسرت کون بتھا سب ہمری
آئے سنے کہے شیام سے جائے کے

☆☆☆

رباعی در وصف توفیق الٰہی

ہو کر ہی رہا ہمیشہ میرا چاہا
جب جو میرے دل نے اس سے چاہا چاہا
توفیق اسے کہتے ہیں کہ چاہا بھی وہی
میں نے، جو کچھ اس نے مجھ کو دینا چاہا

زمیندار لاہور 25 مئی 1924ء

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دعا میں ذکر کیوں ہو مدعا کا
کہ یہ شیوا نہیں اہل رضا کا!
طلب میری بہت کچھ ہے، مگر کیا
کرم تیرا ہے اک دریا عطا کا
کہاں تک ناز اٹھائے آخر اے حسن
ہوس تیرے مزاج خود ستا کا
نہیں معلوم کیا اے شاہ خوباں
تجھے کچھ حال اپنے مبتلا کا
بجائے اسم اعظم آپ کا نام
وظیفہ ہے مرا صبح و ما کا
غضب کا سامنا ہے عاشقوں کو
دیار حق میں افواج بلا کا
نثار ان پہ ہوئے اچھے رہے ہم
تقاضا تھا یہی خوئے وفا کا
گنہگارو! چلو عفو الٰہی
بہت مشتاق ہے عرض خطا کا
تیری محفل میں اہل دل کو جلوہ
نظر آ جائے گا شان خدا کا
اٹھایا ہے مزا دل نے بہت کچھ
محبت کے غم راحت فزا کا

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

جفا کو بھی وفا سمجھو کہ حسرت!
تمہیں حق ان سے کیا چوں و چرا کا

شوکت بمبئی 15 جنوری 1924ء

☆☆☆

کچھ خوف خدا کا ہے نہ ڈر خلق خدا کا
کیا آئے خیال ان کو شہیدان وفا کا!
خوشبو ترے ملبوس کی لائی ہے کہاں سے
تجھ تک نہ ہوا تھا جو گزر باد صبا کا!
طول شب ہجراں میں، پریشانی دل پر
طرہ ہے خیال اور بھی اس زلف دوتا کا
خطرہ بھی تری خو سے ہے امید کرم کو
عالم ہے شب وصل عجب بیم و رجا کا
آ کر ترے دربار میں سب ہو گئے یکساں
جھگڑا نہ رہا مرتبہ شاہ و گدا کا!
لکا نہ کرو خود پئے تعزیر کہ لپکا
پڑ جائے گا عصیان محبت کو سزا کا
ہیں ان کے رضا کاری بری لوٹ طلب سے
کوئی بھی جو ہو ان میں گنہگار دعا کا
آسان ہے، مشکل بھی ترے شوق کی منزل
اس راہ میں کچھ کام نہیں راہنما کا

سر ہے انہیں مطلوب تو دو شوق سے حسرت
اس امر میں کچھ دخل نہیں چون و چرا کا!

معارف اعظم گڑھ جولائی 1924ء

☆☆☆

جرم کو دید کا سبب نہ کیا
تم نے یوں بھی ہمیں طلب نہ کیا

پائے بوسی کی دھن میں وصل کے دن
شوق نے انتظار شب نہ کیا

شکر غم نے کبھی ہمیں صد شکر
گردِ بادۂ عنب نہ کیا!

ہم نے کیا جانے اس کو سجدہ شوق
کب کیا بے خودی میں کب نہ کیا

رحم آیا انہیں بھی آخر کار
سن کے ہم نے بھی کچھ عجب نہ کیا

تو نے خم سے ہمیں کبھی ساقی
سینہ با سینہ لب بہ لب نہ کیا

شکوۂ سنج الم ہوئے حسرت
ستم یار کا ادب نہ کیا

☆☆☆

قدموں پہ ان کے رکھ کے سر رفع ملال کر دیا
ہمت عذر خواہ نے آج کمال کر دیا
دور ہم ان کے بزم سے جیتے رہے تو کیا رہے
آہ وہ زندگی جسے غم نے وبال کر دیا
مجمع اہل شوق کا عذر بھی تم نے کچھ سنا
یا یونہی ازراہ جفا حکم قتال کر دیا
چاہو اگر تو دیکھ لو حق کو انہیں میں دوستو
جس نے کہ عشق و حسن کو اپنی مثال کر دیا
دل سے کبھی جو سر ہوئی آہ وہ پر اثر ہوئی
شوق نے جب خبر ہوئی قال کو حال کر دیا
گنجفہ کھیلتے ہوئے آپ سے ہار ہم گئے
اور انہیں کیا خیال ہے! ہم نے خلال 1 کر دیا
آنے لگے نہ پا کے خوار حسرت انہیں بھی ہم سے عار
جن پہ کہ ہم نے سب نثار مال و منال کر دیا
عشق و حسن ڈہری ضلع شاہ آباد

☆☆☆

شکوہ اس داستاں سے کچھ نہ ہوا
ہمت عاشقاں سے کچھ نہ ہوا
بارش لطف و رحم حق کے بغیر
کوشش مر زباں سے کچھ نہ ہوا
مار ڈالا شکستہ حالوں کو!

یہ تو اس جان جاں سے کچھ نہ ہوا
عاشقی میں پے حصول مراد!
دانش کا رواں سے کچھ نہ ہوا
نہ کرم غیر پر نہ ہم پر ستم
اس تغافل نشاں سے کچھ نہ ہوا
لو وہ دامن چھڑا کے چل بھی دیئے
عاشق ناتواں سے کچھ نہ ہوا

---

1 خلال کر دیا یعنی مات دے دی

عشق نے کی گداز دل کی سبیل
جب غم دو جہاں سے کچھ نہ ہوا
تم جو اپنے شریک حال رہے
گردش آسمان سے کچھ نہ ہوا
ان کو جی بھر کے دیکھ بھی نہ سکا
حسرت بد گماں سے کچھ نہ ہوا

سلطان الاخبار بمبئی 25 جون 1924ء

☆☆☆

پنہاں شدنت دو گونہ شد خوب
اے روئے تو بے نقاب محجوب
پیشت چہ شود، گرم شمارند
ورز مرۂ بندگان معتوب
ماگام زن صراط عشقیم

Iqbal Cyber Library All rights reserved ©2002-2006

دور از رہ ضالین و مغضوب
یا بے خبر ان ہوشیاریم
منجملہ سالکان مجذوب
منت کش دیگراں مے مخواہش
آنزا کہ بتو شدہ است منسوب
بوسیدہ کف تو گشت لرزاں
از من بہوائے شوق مکتوب
حسرت بہ غزل چو شمس تبریز
باشد سخن تو نغز و مرغوب

معارف اعظم گڑھ فروری 1924ء

☆☆☆

کیا کیا ہوئی ان کے غم رسوا سے ندامت
رکھنے جو لگے سر پہ مرے تاج کرامت
جلوہ ہے نظر سوز ترا سب کو خبر ہے
دیکھوں تری جانب کو مری آئے جو شامت
ہر شے کی ہے دنیائے تمنا میں گرانی
ہاں اک جو ارزاں ہے تو کالائے ملامت
کوشش تو بہت کی مگر اس شاہ ادب سے
دل کو نہ ملی صوبہ تمکین کی نظامت
ہے کفر محبت کا یہی حال تو شائد!
بڑھ جائے گی سب سے مرے نامے کی ضخامت

تجھ کو بھی خبر کچھ ہے کہ اے فتنہ دوراں
کیا کیا تری قامت نے بپا کی ہے قیامت
حسرت ہی پہ موقوف نہیں کوئے بتاں سے
لے نہ سکا کوئی بھی ایمان سلامت

☆☆☆

لطف تو گر اختیار مانیست
سرمایہ اعتبار مانیست
نازم بہ چو عشق حسن گوید
آن کیست کہ جاں نثار مانیست
از درد و الم کجا است چیزے
کاندرول و جان راز مانیست
اے بادہ ناب عشق بوئے
جز بوئے تو خوشگوار مانیست
پیوستہ پیام سوز جاں را
از کیست اگر زیار مانیست
نوعے ز کمال عشق بیروں
از حیطہ اقتدار مانیست
حسرت بہ درش رسیدہ نازو!
کایں شان کداست، کارمانیست

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. © 2002-2006

السلام اے شہ بشیر و نذیر
داعی و شاہدو سراج منیر

آرزو ہے کہ نام پاک حضورؐ
کاش ورد زباں ہو وقت آخیر

بہ طفیل صغیر ذرہ عشق
محو سارے ہوئے گناہ کبیر

تم نے کیوں کر کیا دلوں کو شکار
ہے بظاہر کمان پاس، نہ تیر

اب نہیں حسن کو لگاؤ سے لاگ
کر گئی کام شوق کی تاثیر!

کوچہ یار میں ہیں سب یکساں
بادشاہ و گدا، امیر و فقیر!

نالہ دل میں تھا غضب کا اثر
ہل گئی جس سے عرش کی زنجیر

دل عاشق ہے سوز جاں کا ہلاک
جان عاشق ہے درد دل کی اسیر

روٹھ کر اب وہ من چکے حسرت
بن چکی تم سے وصل کی تدبیر

☆☆☆

ہم کہیں تا کجا حدیث نیاز
جب سنے بھی کہیں وہ دلبر ناز

عشق طاعت گزار ہو کہ نہ ہو
حسن ہر حال میں ہے بندہ نواز
رہ گئے ذات حق میں ہو کے فنا
اب نہ ہم ہیں، نہ دل، نہ سوز، نہ ساز
دولت آرزو سے مالا مال!
دل عاشق ہے اک دفینہ راز
خون دل سے وضو کریں تو کہیں
بن پڑے عاشقوں کی جا کے نماز
ہندو ایران ہیں خاص مسکن عشق
ماورائے عراق و شام و حجاز
دیکھئے دل پہ کیا بنے حسرت
عشوہ گر حسن، عشق ہے جانباز

☆☆☆

بے سکر گل رہے دل بلبل کہاں تلک
اے ساقی بہار تغافل کہاں تلک
ہم سے گنہگار بھی جنت میں جائیں گے
کام آئے گا نہ ان کا توسل کہاں تلک
تدبیر نغمہ سنج ترقی ہے، غافلو
تقدیر نوحہ خواں تنزل کہاں تلک
اے دل کر اختصار، کہیں داستان عشق
ان کو رہے گی یاد بھلا کل کہاں تلک

آخر مزید رنج شمیم و عزیز 1 پر!
حسرت خیال برق و تجمل کہاں تلک

☆☆☆

حسن کے ہم ہلاک دید بھی ہیں
یعنی شاہد بھی ہیں شہید بھی ہیں
خانہ زاد جفائے مختص دوست
طالب شدت مزید بھی ہیں
باوجود علائق کثرت!
عصر توحید کے وحید بھی ہیں
ہوش گم کردہ سبیل رشاد
عقل کے پیرو رشید بھی ہیں
کامیاب مراد غم حسرت!
شادی شوق کے مرید بھی ہیں
حال کیا ان سے بار بار کہیں
نہ سنیں گے وہ ہم ہزار کہیں
دل کے زخموں کا جب حساب نہ ہو
کیا کہیں گر نہ بے شمار کہیں
مر مٹے ہیں اسی لئے کہ ہمیں
شاید اپنا وہ جاں نثار کہیں
مایہ عیش بھی ہے غم کی خلش
اب اسے گل کہیں کہ خار کہیں

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
2002-2006

شاہ خوباں کہ وردِ رہزنِ دل
کیا تجھے اے نقاب دار کہیں

تا کجا یادِ یار سے شبِ غم!
قصۂ دردِ انتظار کہیں

روئے جاناں کے عاشقوں کو نہ کیوں
لوگ دیوانۂ بہار کہیں

ان کی آنکھیں اگر کہیں، تو غضب
دل کا افسانہ شکار کہیں!

نامرادی مراد ہے حسرتؔ!
جب تمھیں کود وہ خام کار کہیں

علی گڑھ میگزین علی گڑھ جولائی 1924ء

☆☆☆

---

1 عبداللہ خاں شمیم باندوی، عزیز اللہ گورکھپوری، عظمت اللہ بری کانپوری، تجمل حسین گورکھپوری مرحوم احباب فقیر حسرت موہانی

مجھ کو دنیا سے خوف کید نہیں
میں کہ پابند عمر و زید نہیں

معتبر ہیں دیارِ عشق میں سب
کچھ یہاں نیک و بد کی قید نہیں

منکرِ عشق ہے تو واعظِ شہر
لاکھ عابد بنے عبید 1 نہیں!

سر بسر ہے مری کتاب سیاہ

کوئی گوشہ کہیں سفید نہیں

دید صیاد کے سوا حسرت

اور کچھ آرزوئے صید نہیں

علی گڑھ میگزین علی گڑھ 23 مئی 1924ء

☆☆☆

ہم حال انہیں یوں دل کا سنانے میں لگے ہیں

کچھ کہتے ہیں پاؤں دبانے میں لگے ہیں!

لاکھوں ہیں تری دید کے مشتاق، مگر ہم

محروم تجھے دل سے بھلانے میں لگے ہیں

اور ایسے کہاں حیرت و حسرت کے موقعے

اے دل جو ترے آئینہ خانے میں لگے ہیں

کہنا ہے انہیں یہ کہ ''نہ ہم ہوں گے مخاطب''

پر کہتے نہیں، زلف بنانے میں لگے ہیں

کچھ ہوش سروپا کا نہیں، رند خرابات

اٹھی ہے گھٹا، دھوم مچانے میں لگے ہیں

قاتل ترے دامن پہ مرے خون کے دھبے

کچھ اور بھی خنجر سے چھٹانے میں لگے ہیں

ہر دم ہے یہ ڈر، پھر نہ بگڑ جائیں وہ حسرت

پہروں جنہیں رو رو کے ہنسانے میں لگے ہیں

عالمگیر لاہور جولائی 1924ء

☆☆☆

آنکھ تیری بھی تا سحر نہ لگے!
عاشقوں کی کہیں نظر نہ لگے

وہ بھی کورنش ہے کوئی جس کے لئے
ان کے قدموں سے جھک کے سر نہ لگے

دیکھیں دل کیا کرے، پتا ان کا
بے نشان ہو کے بھی اگر نہ لگے

یہ بھی ہے ماننے کی بات کوئی
مر مٹیں ہم تمہیں خبر نہ لگے!

کور ہے چشم، جاں کو ہاتھ اگر!
آپ کی خاک رہ گزر نہ لگے!

ہمت اتنی دل ہوس میں کہاں
کہ اسے تیری ضد سے ڈر نہ لگے

---

1 اردو زبان میں اس لفظ کا تلفظ بائے مفتوح کے ساتھ بھی صحیح سمجھا جاتا ہے لہذا اگر کسی اور لفظ کے ساتھ بہ ترکیب فارسی مرکب نہ ہو تو راقم کے نزدیک اس کا قافیہ کید کے ساتھ جائز ہے۔۔۔حسرت

شجر شوق ہے ترا وہ شجر
جس میں حسرت کبھی ثمر نہ لگے

زمیندار لاہور 11 جولائی 1924ء

☆☆☆

ہر دم رضائے یار سے نزدیک ہم رہے
امیدوار وعدہ یعطیک ہم رہے

تحریک حریت کو جو پایا قرین حق!
ہر عہدہ میں معاون تحریک ہم رہے

خلق خدا کو مان کے شرکت کا مستحق
درباب ملک منکر تملیک ہم رہے

دشوار تھا بغیر یقین روح کا سکوں
اچھا ہوا کہ دشمن تشکیک ہم رہے

ہر حال ہر خیال میں، ہر اعتبار سے
حسرت مطیع عشق رہے، ٹھیک ہم رہے

الناظر لکھنو جنوری 1924ء

☆☆☆

آشنا ہو کر نظر نا آشنا کرنے لگے
ہم سے کیا دیکھا کہ تم پاس حیا کرنے لگے

رشک آیا ہے مجھے کیا کیا جب ان کے روبرو
مدعی بے باک عرض مدعا کرنے لگے

حلقہ اغیار میں بھی پا کے ان کو گرم لطف
ہم لب حسرت سے شور مرحبا کرنے لگے

اور تو کچھ بھی نہ ہم سے اس کے آگے بن پڑا
حسن خلق یار کی مدح و ثنا کرنے لگے

دلربائی کا بھی کچھ کچھ ڈھب انہیں آنے لگا

بات مطلب کی اشاروں میں ادا کرنے لگے
کون کہتا ہے کہ ہم ہیں مائل ترک وفا
آپ ناحق اپنے دل کو بد مزا کرنے لگے
بھول کر حکم خدا، یاد باتاں رہنے لگی
کیا تمھیں کرنا تھا حسرت آہ کیا کرنے لگے

زمیندار لاہور 11 جولائی 1942ء

☆☆☆

ترے در کی خاک ہو کر، دو جہاں میں نام کرتے
ابھی اور بھی وہیں ہم کوئی دن مقام کرتے
بہ کمال سرفرازی، میں شہید ناز ہوتا!
جو وہ خنجر جفا سے، مجھے خود تمام کرتے
نہ کسی نے یہ سمجھایا، نہ خود ان کے جی میں آیا
کہ مزار عاشقاں تک وہ کبھی خرام کرتے
مجھے دیکھتے ہی بولے کہ یہ کون بے ادب ہے
وہ بھلا سلام لیتے، وہ بھلا کلام کرتے
ہمیں کیا بھلا تھکاتی رہ شوق کی درازی
کہ تمھیں اگر نہ پاتے سفر دوام کرتے
جسے کہتے ہیں ہم سا اک اصول خود کشی تھا
عمل اس پہ، کوئی کہتا، نہ کبھی عوام کرتے
چلو جان دے کے حسرت ہوئی خوب غم سے جیت

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

وہ کبھی نہ تم سے ملتے، یونہیں صبح و شام کرتے

شوکت بمبئی 20 فروری 1924ء

☆☆☆

نہ صورت کہیں شادمانی کی دیکھی
بہت سیر دنیائے فانی کی دیکھی
مری چشم خوں بار میں خوب رہ کر
بہار آپ نے گل فشانی کی دیکھی
تمنا نے اس روئے زیبا کو دیکھا
کہ تصویر حسن جوانی کی دیکھی
عجب شوق سے دست ساقی میں ہم نے
صراحی مئے ارغوانی کی دیکھی
زہے رعب حسن، ان کے در پر کسی نے
ضرور نہ کچھ پاسبانی کی دیکھی
نہ تم سا خوش اخلاق پایا، ہم نے
کہیں شان یہ دل ستانی کی دیکھی
مجھے کر کے مایوس بولے وہ حسرت
مسرت غم جاودانی کی دیکھی

سیاست لاہور جولائی 1924ء

☆☆☆

درد دل کی انہیں خبر نہ ہوئی
کوئی تدبیر کارگر نہ ہوئی

کوششیں ہم نے کیں ہزار مگر
عشق میں ایک معتبر نہ ہوئی

کر چکے ہم کو بے گناہ شہید
آپ کی آنکھ پر بھی تر نہ ہوئی

نارسا آہ عاشقاں وہ کہاں
دور ان سے جو بے اثر نہ ہوئی

آئی بجھنے کو اپنی شمع حیات
شب غم کی مگر سحر نہ ہوئی

شب تھے ہم گرم نالہ ہائے فراق
صبح اک آہ سرد سحر نہ ہوئی

تم سے کیوں کر وہ چھپ سکے حسرت
نگہ شوق پردہ در نہ ہوئی!

محی الدین خاں جعفری بھوپال 12 مئی 1924ء

☆☆☆

باقی ہے جو کچھ خلش درد کبھو کی!
اب تک یہ مرے دل میں نشانی ہے کسو کی

ارزانی مے سن کے ترے دور میں ساقی
ہر دل میں ہوس عام ہوئی جام و سبو کی

تڑپاتی ہے کیا کیا مجھے یاد آتی ہے جس دم

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

غیروں پہ نوازش وہ تری نرمی خو کی
مقصد ہے جلانا کبھی اس کو کبھی مجھ کو
خاطر تجھے منظور ہے میری نہ عدو کی!
آلائش ظاہر سے بری ہیں تیرے درویش
کہتا ہے انہیں کون ضرورت ہے وضو کی
قائم ہے بیک حال مرے در جگر میں
قدرت نہ فنا کی ہے نہ قوت ہے نمو کی!
بے زار ہوں میں زخم دل زار سے حسرت
اب تک اسے کیوں یعنی تمنا ہے رفو کی

گلزارِ سخن پونا جولائی 1942ء

☆☆☆

ہولی

منہ پہ رنگ نہ ڈار مراری
منتی کرت ہوں تہاری
پنیا بھرن کاہ جائے نہ دیہیں
شیام بھرے پچکاری
تھر تھر کانپت لاجن حسرت
دیکھت ہیں نرناری

13 مارچ 1924ء

☆☆☆

ٹھمری

کھاں چھائے رہے گردھاری

اور رن مل سدھ بھول ہماری

رووت دھووت تلپھت بلکت

برھ کی رین گئی کٹ ساری

جیا جات برکھا رت حسرت

دیکھ دیکھ بدریا کاری

☆☆☆

ترجمہ قول حضرت شیخ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

زاہد سفید آب رحمت چکد

زسبز اہل دل راحجت چکد!

صفید ابر پا کان دنیا بود

چوں سبز آید از ذکر مولا بود

☆☆☆

تخمیس مطلع عراقیؒ

نہ کسی سے دشمنی ہے نہ کسی سے آشنائی

دو جہاں سے منہ کو موڑا تری یاد کیا لگائی

مجھے صوم سے ملا کچھ، نہ نماز راس آئی

صنحارہ قلندر سزاوار بمن نمائی

کہ دراز و دور دیدم رہ و رسم پارسائی

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

یونہی مائل ہے یہ سر اس کی جبیں سائی کا
شوق محتاج نہیں حوصلہ افزائی کا
آج کل حسن رخ یار کی بے تابی کو
ضد یہ ہے نام نہ لے کوئی شکیبائی کا
یہ بھی احسان ہے ان کا کہ مجھے کر کے تباہ
دیکھنے آئے تماشا مری رسوائی کا
رنج دوری سے ہوا عیش تصور جو بہم
ہو گیا اور ہی عالم شب تنہائی کا
ان سے ارباب نظر کی ہے یہ خواہش حسرت
اٹھ رہے کوئی دقیقہ نہ خود آرائی کا

زمانہ کانپور دسمبر 1924ء

☆☆☆

عرفان عشق نام ہے میرے مقام کا
حامل ہوں کس کے نغمہ نے کے پیام کا
متھرا سے اہل دل کو وہ آئی ہے بوائے انس
دنیائے جاں میں شور ہے جس کے دوام کا
مخلوق اک نگاہ کرم کی امیدوار
مستانہ کر رہی ہے بھجن رادھے شیام کا
محبوب کی تلاش ہوئی رہبر محبوب

برسانے سے جو قصد کیا نندگام کا
گوکل کی سر زمین بھی عزیز جہاں بنی
کلمہ پڑھا جو ان کی محبت کے نام کا
براندا بن بھی روکش جنت بنا کہ تھا
پامال ناز انہیں کی بہار خرام کا
لبریز نور ہے دل حسرت زہے نصیب
اک حسن مشک فام کے شوق تمام کا

مقام برسانہ 28 اگست 1926ء

☆☆☆

وہ کہتے ہیں پھر تجھ کو آنا پڑے گا!
ہمیں کو پھر الٹے منانا پڑے گا!
نہ جب تجھ سے مطلب رہا کچھ تو دل سے
تری یاد کو بھی بھلانا پڑے گا
تری یاد بھی چھوٹ جائے گی لیکن
بہت دل کو صدمہ اٹھانا پڑے گا
کہاں جائے گی عشق بازی کی عادت
کہیں اور دل کو لگانا پڑے گا
تجھے بزم خوباں میں در خور کا اپنے
بلا کر نمونہ دکھانا پڑے گا!
دکھا کر تماشائے واسوخت آخر!
تجھے پھر سے اپنا بنانا پڑے گا

Iqbal Cyber Library .Net All rights reserved. ©2002-2006

اردوائے غرض ہیں بہت کچھ، پہ حسرت
وہ کہتے ہیں پھر تجھ کو آنا پڑے گا!

اردوئے معلیٰ کانپور دسمبر 1930ء

☆☆☆

وہ بھی کیا دن تھے کہ جلوہ فراموش نہ تھا
دین و دنیا کا مجھے تیرے سوا ہوش نہ تھا
کس قدر عام تھی ارزانی مے کی شہرت
عہد ساقی میں نہ تھا کوئی جو مے نوش نہ تھا
اور بھی سب کو دکھائی تھی صباحت کی بہار
بعد میرے وہ مرے غم میں سیاہ پوش نہ تھا
شام گیسو بھی تری تھی سبب غفلت دل
میں فقط بے خبر صبح بنا گوش نہ تھا
پیرہن کوئی اتارا نہ انہوں نے حسرت
وہ کہ خوشبوئے محبت سے ہم آغوش نہ تھا

اردوئے معلیٰ کانپور جنوری 1927ء

☆☆☆

متھرا کہ نگر ہے عاشقی کا
دم بھرتی ہے آرزو اسی کا
ہر ذرہ سر زمین گوکل!

وارا ہے جمال دلبری کا
برسانہ و نند گاؤں میں بھی
دیکھ آئے ہیں جلوہ ہم کسی کا
پیغام حیات جاوداں تھا
ہر نغمہ کرشن بانسری کا
وہ نور سیاہ تھا کہ حسرت
سرچشمہ فروغ آگہی کا!

اردوئے معلی نومبر 1934ء

☆☆☆

کرنے کو تو میں عہد کروں ترک ہوس کا
پر دل سے کہوں کیا جو نہیں ہے مرے بس کا
لے تجھ سے ملے گھر میں وہی حال ہے میرا
ہو صحن چمن میں جو گرفتار قفس کا
پھر لے کے چلا دل ہمیں تا کوئے ملامت
خطرہ نظر آیا کچھ اسے پیش و نہ پس کا
کیا جلد ہوا خاتمہ دور تمنا
وقفہ نہ ملا شوق کو دو چار برس کا
بے گانہ آئین محبت ہیں وہ حسرت
رکھتے ہیں جو عشاق پہ الزام ہوس کا

عارف کانپور دسمبر 1924ء

☆☆☆

نہ لے کر دل کرو انکار دل کا
کہ چھپتا ہے بہت دشوار دل کا
پھر ان سے بعد مدت کیوں ملے ہم
جنوں پھر ہو گیا بیدار دل کا
یونہیں دیتے رہو تم داغ پہ داغ
پھلا پھولا رہے گلزار دل کا
ندامت کیوں نہ ہوتی ان سے ہر بار
کہا ہم نے کیا ہر بار دل کا
ہوئے ہیں جب سے دونوں ان کے حسرت
نہ دل میرا، نہ میں ہوں یار دل کا

☆☆☆

انہیں شوق خود آرائی نہ ہوتا
تو اتنا دل بھی سودائی نہ ہوتا
تغافل تجھ سے کیوں کرتے خود ان کا
اگر دعوائے زیبائی نہ ہوتا
تری بدنامیوں کا ڈر ہے ورنہ
ہمیں کچھ خوف رسوائی نہ ہوتا
نہ ہوتے ہم ان کے ہم عاشق تو شاید
انہیں بھی ناز یکتائی نہ ہوتا

جفا بے شک وہ کم کرتے جو حسرت
ستم جزو دلا رائی نہ ہوتا!

☆☆☆

شوق پہنچا حد جنوں کے قریب
نہ ہو ادارئ دیار حبیب
لے چلا پھر کشاں کشاں مجھ کو
دل اسی ارض محترم کے قریب
ان کی اس بندہ پروری کے نثار
ہم کہاں ورنہ اور کہاں یہ نصیب
خلد ہے کوئے یار ورنہ کہاں
یہ سکوں بخشیاں، یہ کیف، یہ طیب
لو مدینے کو پھر چلے حسرت
دیدنی ہے یہ ماجرائے غریب

اردوئے معلیٰ کانپور 1934ء

☆☆☆

ترے کشتے اے جان جان محبت
حقیقت میں ہیں کامران محبت
کرم بھی ترا یادگار وفا تھا!
ترا جور بھی ہے نشان محبت

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

جناں آفریں تھی بہار تمنا
بہار آفریں ہے خزان محبت

جو سر گشتہ، یاس و حیران غم ہو
وہی عقل ہے کامران محبت

زہے قبلہ دیں و ایمان حسرت
خوشا رتبہ آسمان محبت

اردوئے معلیٰ کانپور نومبر 1929ء

☆☆☆

مظہر شان کبریا صل علےٰ محمدؐ
آئینہ خدا نما، صل علےٰ محمدؐ

موجب ناز عارفاں، باعث فخر صادقاں
سرور و خیر انبیاء صل علےٰ محمدؐ

مرکز عشق دل کشا، مصدر حسن جانفزا
صورت و سیرت خدا صل علےٰ محمدؐ

مونس دل شکستگاں پشت پناہ خستگاں
شافع عرصہ جزا، صل علےٰ محمدؐ

حسرت اگر رکھے ہے تو، بخشش حق کی آرزو
ورد زباں رہے سدا صل علےٰ محمدؐ

مستقل کانپور 1928ء

اب کہاں صبر کو قرار کا ہوش

مطرب عشق ہے ترانہ فروش
ہو رہی ہے صباح عشق طلوع
ہو چلے ہیں چراغ عقل خموش
حلقہ، زاہدوں کی ہو حق پر
طعنہ زن ہے ترے جنوں کا خروش
شوق فردائے وصل یار میں اب
فکر امروز ہے، نہ شکوۂ دوش
دعویٰ ترک مے نہ کر حسرت
حکم ساقی اگر ہوا کہ "بنوش"

اردوئے معلی دسمبر 1933ء

☆☆☆

آشنا ہو کے بوئے یار سے ہم
سخت بے زار ہیں قرار سے ہم
سرمہ لائیں گے بہر دیدۂ عشق!
کوچہ حسن کے غبار سے ہم
کام رکھتے ہو جبر و قہر سے تم
جان زار و دل فگار سے ہم
اپنی یہ سادگی کہ داد وفا
پائیں گے اس جفا شعار سے ہم
کر چلیں پھر کہیں نہ کب جنوں
سایہ ابر نو بہار سے ہم!

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved 2002-2006

ازرہ بے دلی بہ صحن چمن
خوش ہیں گل سے، خفا نہ خار سے ہم
عاشقی ہو کہ شاعری حسرت
فرد نکلے ہر اعتبار سے ہم

☆☆☆

وفا تجھ سے اے بے وفا چاہتا ہوں
مری سادگی دیکھ کیا چاہتا ہوں
تری آرزو ہے اگر جرم کوئی
تو اس جرم کی میں سزا چاہتا ہوں
وہ مجھ کو برا جانتے ہیں تو جانیں
میں اس پر بھی ان کا بھلا چاہتا ہوں
تجھے خیل خوباں سے اے جان خوبی
جدا جانتا، مانتا، چاہتا ہوں
میں بیمار غم ہوں مداوائے غم کو
ترے در کی خاک شفا چاہتا ہوں
نصیحت گروں کی ملامت سے بے غم
میں اس شوخ کو برملا چاہتا ہوں
اسے بے بتائے وہ خود جانتے ہیں
جو میں اپنے حق میں دعا چاہتا ہوں
ترے زلف و رخ کے تصور کی نعمت
شب و روز صبح و مسا چاہتا ہوں

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved 2002-2006

میں اس طرۂ زلف مشکیں کو حسرت
پے غارت جاں دوتا چاہتا ہوں

☆☆☆

شکر الطاف نہیں، شکوۂ بیداد نہیں
کچھ ہمیں تیری تمنا کے سوا یاد نہیں
گیسوئے دوست کی خوشبو ہے دو عالم کی مراد
آہ وہ نکہت برباد کہ برباد نہیں
محو گل ہیں یہ عنا دل کہ چمن میں گویا
خوف گلچیں کا نہیں، خطرہ صیاد نہیں
جان کر دی تھی کسی نے ترے قدموں پہ نثار
یہ بھی تو بھول گیا، یہ بھی تجھے یاد نہیں
تجھ سے یا تیری محبت سے اسے کیا سروکار
دل جو ناکام نہیں، روح جو ناشاد نہیں
شکوۂ چرخ جفا جو سے گزر کر جو کہے
کچھ تجھے بھی، یہ مجال لب فریاد نہیں
قید مذہب سے بھی کچھ بڑھ کے ہے قید غم عشق
حسرت آزاد ہے کہنے ہی کو، آزاد نہیں

اردوئے معلی جنوری 1930ء

☆☆☆

تجھ کو اے محو تغافل میری پروا ہی نہیں
حال دل کس سے میں کہتا تو نے پوچھا ہی نہیں

اہل دل کے دل میں اے جان من و جان جہاں
آرزو بھی ہے تری اک سر میں سودا ہی نہیں

میری بے تابی کا سن کر ہم دموں سے ماجرا
ہنس کے وہ کہنے لگے ہم نے تو دیکھا ہی نہیں

خوب ہوگر دیکھنے آئیں وہ میرا حال زار
درس عبرت بھی تو ہے خالی تماشا ہی نہیں

مر مٹے ان پر تو حسرت اس قدر نازاں ہو کیوں
اس گلی میں کچھ تمہیں کوئی سمجھتا ہی نہیں

اردوئے معلی جنوری 1930ء

☆☆☆

وہ دن اب یاد آتے ہیں کہ رہتے تھے بہم دونوں
نہ تھے آگاہ آزار غم فرقت سے ہم دونوں

نہ کر سکتا تھا باہم فرق محبوب و محبت کوئی
جدا ہونے لگے تھے جس گھڑی باچشم نم دونوں

نہ ہم پر ہے نہ دشمن پر کرم اس شوخ پر فن کا
بہم ہے رشک دونوں کو مگر ہیں وقف غم دونوں

جمال یار سے روشن بہر شان و بہر صورت
مرے پیش نظر ہیں جلوۂ دیر و حرم دونوں

دل و جان محبان پر ہے یکساں لطف عام اس کا
نگاہ یار کے حسرت ہیں ممنون کرم دونوں

سروش لاہور 1931ء

☆☆☆

ہم کو ہوش و خرد سے کام نہیں
عشق پابند انتظام نہیں
حیف اس دل کی بے ملالی پر
جو ترے غم سے شاد کام نہیں
عالم جاں میں نور غم کی ضیا
صبح گویا ہے جس کی شام نہیں
کہتے ہو تم یہی سزا ہے تری
ہم اس میں بھی کچھ کلام نہیں
جام جب تھا تو مے نہ تھی حسرت
اب جو مینا ملا تو جام نہیں!

☆☆☆

سلام علیک اے جوار مدینہ
جوار سراپا بہار مدینہ
زہے راحت یقظہ ونوم اینجا
خوشا لطف لیل و نہار مدینہ

سوید اے دل ہے دل حسن حق کا
نہیں یہ شب نور بار مدینہ
مشام تمنا میں خوشبوئے جنت
پھرے لے کے ہم یادگار مدینہ
مدینے چلو کیوں نہ ہر سال حسرت
بلائیں جو خود تاجدار مدینہ

☆☆☆

یاد شہر و کوئے یار آنے لگی
آرزو کو بوئے یار آنے لگی
زلف یار اندر ہوائے حسن یار
تا رخ نیکوئے یار آنے لگی
شوق مخمور ہوس ہونے لگا
نکہت گیسوئے یار آنے لگی
حسن کی نذر عقیدت بے شمار
ہر طرف سے سوئے یار آنے لگی
زخم دل دیکھا تو حسرت ہم کو یاد
قوت بازوئے یار آنے لگی

اردوئے معلی نومبر 1925ء

☆☆☆

تحسین ہے لب پر ترے دشنام نہیں ہے
الزام تمنا کوئی الزام نہیں ہے
خوبی تری بے قید ہے خواہش مری بیحد
ان دونوں کے آغاز کا انجام نہیں ہے
ایسا کوئی دنیا میں نہیں عشق نظر باز!
اے حسن دلآرا جو ترا رام نہیں ہے
بیٹھے ہیں تری یاد میں کونین سے فارغ
اب ہم کو کسی چیز سے کچھ کام نہیں ہے
پر نور مے عشق، دل روشن عرفاں
آئینہ عالم ہے، مرا جام نہیں ہے
برپا ہیں ہر سمت حوادث کے طلاطم
دریا مری تقدیر کا آرام نہیں[1] ہے
دیوانہ ہوں ساقی کی نظر کا، مری مستی
حسرت گرد بادۂ گلفام نہیں ہے

☆☆☆

مرے بعد گزرے وہ مشق ستم سے
ندامت کے پہلو نمایاں ہیں غم سے
نکلنا ہے مشکل دل مبتلا کا!
ترے طرۂ زلف کے پیچ و خم سے
بھلائے یہ بھی قصہ رابطہ ماضی
بھلایا نہ جائے گا تم سے نہ ہم سے

خموش ان کو دیکھا کئے وقت رخصت
بہے اشک غم بھی نہ فرط الم سے
تصوف نے حسرت سنا خوب نغمہ
بیان عرب کا زبان عجم سے

☆☆☆

ترے غم سے مدد جب دل نے چاہی
مٹی سب ظلم عصیاں کی سیاہی
ہوئی ہے رہنمائے منزل حق
جنون عشق کی گم کردہ راہی
ترے مستوں کی اے سلطان مستاں
گنہگاری ہے عین بے گناہی
متاع عقل ہے مشتاق غارت
ادھر بھی ایک ایمائے تباہی
غلام خواجہ اجمیر حسرت
بجا ہے گر کریں دعوے شاہی

اجمیر شریف 8 رجب 1950ء

☆☆☆

طلب عادت نہیں اہل رضا کی
یہ لغزش تھی زباں مدعا کی!

عبارت ہے مرے ذوق فنا سے
اشارت اس نگاہ آشنا کی
کرم اس جان ارباب وفا سے
مرے حق میں ہے پیغام ہلا کی
بقدر شوق ارباب نظر ہے!
ترقی ان کے حسن خود نما کی!

---

1 آرام نہیں ہے یعنی ساکن نہیں ہے۔ تیز شور ہے، محاورہ فارسی میں دریا ساکن تھا کو دریا آرام بود لکھتے ہیں (حسرت)

عبادت بن گئی ہے عاشقوں کی
حکایت اس جمال دلربا کی!
اب ان آنکھوں میں ہے صبح شب وصل
نہ شوخی کی، نہ گنجائش، حیا کی
سبب حسرت ہوئی فیضان حق کا
نظر لطف کبیر الاولیا 1 کی!

☆☆☆

ترا حق ہے بہ حکم خود نمائی
شہنشاہی بہ ملک دل ربائی
ہوئی اب تک نہ ہوتی ہے، نہ ہو گی
وفا تم سے، نہ ہم سے بے وفائی
دماغ عشق عالی تھا جبھی تو
نہ کھینچی حسن کی بھی میرزائی

تصنع تھا تری بیگانگی میں
قیامت ہے یہ طرز آشنائی
ملے ان سے تو حسرت اب کے یاد
بسر کیوں کر ہوا عہد جوانی!

اردوئے معلّیٰ اپریل 1923ء

☆☆☆

فراق یار میں حیرت کا طرفہ عالم ہے
کہ اس کے جوش میں گم فرق شادی و غم ہے
جفا شعاری ارباب حسن کی کا طر
سر ارادت احباب خود بخود خم ہے
بہار باغ کو ہے رنج بے ثباتی کا
کہ چشم گل میں نمودار اشک شبنم ہے
میں خوش نہیں اثر جذب دل سے اور کیوں ہوں
کہ پاس آپ کی تکلیف کا مقدم ہے
بگڑ کے غیر سے حسرت وہ پھر ملے بھی تو کیا!
جو پہلے شہد مرے حق میں تھا وہ اب سم ہے

اردوئے معلّیٰ دسمبر 1932ء

☆☆☆

پھر اک شوق بسیار کی آرزو ہے

طواف در یار کی آرزو ہے!
جو لبریز ہو بادۂ عشق حق سے
پھر اس جام سرشار کی آرزو ہے
دو عالم کے افکار سے ہو کے فارغ
رواں سبکسار کی آرزو ہے
نہ ہو کم ترے درد کی جاں نوازی
یہ تھی اور دل زار کی آرزو ہے
گناہ محبت کا بندہ ہوں مجھ کو
جنون خطا کار کی آرزو ہے
تن آسانیاں دوسروں کو مبارک
یہاں امر دشوار کی آرزو ہے

---

1 حضرت مخدوم جلال الدین کبیرالاولیا پانی پتی

متاع دل و جان کو ہم لے کے حسرت
چلے ہیں خریدار کی آرزو ہے

اردوئے معلی جون 1933ء

☆☆☆

دیدۂ دل سے بہار حسن خوباں دیکھئے
صورت انسان میں بھی اک عالم جاں دیکھئے
ندرت حسن بشر کو قدرت حق جانئے
شعلہ عشق بتاں ہیں نور ایماں دیکھئے

شوق کے اصرار نے حسرت الہ آباد میں
آج پھر ہم کو بنایا ہے، غزل خواں دیکھیے

اردوئے معلٰی جنوری1932ء

☆☆☆

بنے وہ رونق محفل جس انجمن میں رہے
رہے بہار چمن ہو کے جس چمن میں رہے
قریب ہے کہ ترے سوز غم سے میرے لئے
بوجہ نور نہ کچھ فرق جان و تن میں رہے
زہے نصیب جو ہو میرے حال کو بھی نصیب
وہ ابتری جو تری زلف پر شکن میں رہے
ادب کا ہے یہ تقاضا کہ تیرے شوق کی بات
سنے نہ کوئی مرے دل میں یا دہن میں رہے
جو فیض عشق یہی ہے تو کیا عجب حسرت!
کہ امتیاز نہ کچھ شیخ و برہمن میں رہے

ایوان گورکھپور جولائی1934ء

☆☆☆

دل کو غم کونین سے بیگانہ بنا دے
اے جلوۂ جاناں مجھے دیوانہ بنا دے
بدمست سیاہ کار کو مخمور حق آگاہ

دیکھیں ہمیں کیا ساقی میخانہ بنا دے

حالت ہے فقیرانہ مری، وہ شہ خوباں

چاہے تو فقیرانہ سے شاہانہ بنا دے

دنیا کے لئے ہو سبق رشد و ہدایت

گر عشق مرے حال کا افسانہ بنا دے

فرزانگی ہوش سے بے زار ہے حسرت

حیرت اسے دیوانہ فرزانہ بنا دے

الناظر لکھنو ستمبر 1934ء

☆☆☆

محبوب ہیں محبوب کی ہر بات بجا ہے

اب مجھ سے تغافل بھی وہ فرمائیں تو کیا ہے

پھر شکوۂ غم کا مجھے کیوں شوق ہوا ہے

پھر ہنس کے وہ کہہ دیں گے یہی تیری سزا ہے

ہم خوش ہیں بہرحال، جفا ہو کہ وفا ہو

وہ یوں کہ محبت کی سزا میں بھی مزا ہے

---

1 پنڈت جگموہن ناتھ رینہ بانی مشاعرہ الہ آباد

سونگھی تھی جو اک بار وہ خوشبوئے گریباں

اب تک یہ اسی بوئے گریباں کا نشا ہے

کہنے کو تو ظاہر میں خفا ہم بھی ہیں لیکن

کچھ دل کا عجب حال ہے جب سے وہ خفا ہے

ہم چھین کے لے بھی گئے پان آپ کے منہ کا

کہتے ہی رہے آپ کہ دیں گے نہ دیا ہے
شرما کے وہ بولے بھی تو کیا ''ہم سے نہ بولو''
کیا خوب تری چھیڑ کا حسرت یہ صلا ہے
اختر لاہور اکتوبر 1934ء

☆☆☆

مجھ سے اے دل انہیں گلا نہ رہے!
تو رہے برقرار یا نہ رہے
شوق کو دل میں بر بنائے ہجوم
ڈر یہی ہے کہ راستا نہ رہے
آپ ہی کو کرم کی خو نہ رہی
یا ہمیں در خور خطا نہ رہے
وصل میں بوئے جسم یار کو آج!
شوق میں پردۂ قبا نہ رہے
ان سے کیا تم نے کہہ دیا حسرت!
کہ وہ اب مائل جفا نہ رہے

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ترانہ حج

مایوس نہ کر کہ میں خدایا
جب تو نے طلب کیا، تو آیا
فالحمد کہ آج بعد یک سال
پھر شوق ترے حضور لایا
والشکر کہ بعد از سعی بسیار
پھر حاصل دست بوس[1] پایا
یعنی بصد اہتمام تقبیل!
سر تیری جناب میں جھکایا
پھر مسجد خیف میں پہنچ کر
حظ کیف صلوٰۃ کا اٹھایا
مژدہ عرفات نے پھر اک بار
غفران ذنوب کا سنایا
مزدلفہ کی راہ سے منا تک
پھر شوق طواف کھینچ لایا
دسویں ذی الحجہ کو عصر کے وقت
پیغام قبول حج کا آیا!
مومن کی زمیں میں تو نے حسرت

حج کا یہ ترانہ خوب گایا

☆☆☆

پسند شوق ہے آب و ہوا مدینے کی
عجب بہار ہے صل علے مدینے کی

بہ امتیاز و بہ تخصیص خواب گاہ رسولؐ
قلوب اہل والامین ہے جا مدینے کی

صعوبتوں میں بھی اک راحت سفر کی ہے شان
جو یاد رہتی ہے صبح و مسا مدینے کی

علاج علت عصیاں کی فکر کیا ہو اسے
جسے نصیب ہو خاک شفا مدینے کی

سکون خاطر حسرت بنی وہ رابغ 2 میں!
خبر جو لائی تھی باد صبا مدینے کی

---

1 دست بوس یعنی تقبیل حجر اسود

---

1 مکہ مکرمہ سے جدہ سے مدینہ شریف جاتے ہوئے راستے میں ایک منزل۔۔۔

ہے؟

جوش غم کو موجب عیش فراواں کیجئے
جی میں ہے اب یوں علاج درد حرماں کیجئے

گریہ رنگیں کو وجہ زیب داماں کیجئے
آہ سوزاں کو چراغ خانہ جاں کیجئے

شکوہ جور و جفا کو چھوڑ کر شکر ستم

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

کیجئے اور خوب سا ان کو پشیماں کیجئے
غم نہ ہو ممکن تو چار آنسو ندامت کے سہی
کچھ تو آخر حرمت خون شہیداں کیجئے
آپ ہی کے عشق کا حسرت ہے اس پر بھی اثر
آپ ہی اب حسن کی مشکل کو آساں کیجئے

☆☆☆

کوئی ان کی بزم جمال سے کب اٹھا خوشی سے کہاں اٹھا
جو کبھی اٹھا بھی اٹھائے سے تو اسی طرف نگراں اٹھا
اثر تغافل یار سے شب تار ہجر میں دفعتاً
ہوئیں سوز غم کی یہ کثرتیں کہ دل و جگر سے دھواں اٹھا
ہے عجیب دلکش و جاں فزا ترے کوئے حسن کا ماجرا
کہ اثر سے قوت عشق کے میں گرا تھا پیر، جواں اٹھا
یہ خلوص غم کی نہ تھی کمی تو پھر اور کیا تھا؟ کہے کوئی
کہ نہ واشد درد دل ہوئی، نہ ہنوز پردہ جاں اٹھا
میں وہ رند بادہ پرست ہوں کہ ہوا جو میکدے میں گزر
پے خیر مقدم ادھر سے میں، تو ادھر سے پیر مغاں اٹھا
کوئی عشق بازی کا مشغلہ نہیں کھیل اے دل مبتلا!
مگر اب کیا ہے یہ حوصلہ تو خوشی سے ناز بتاں اٹھا
یہ سزا کہاں یہ جزا ہوئی، یہ خلاف خواہش مدعی
پے قتل حسرت ملتجی، خود اگر وہ جان جہاں اٹھا

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved

☆☆☆

گاہ یک سر لطف، گاہے سر بسر بیداد ہیں
دل ربائی کے انہیں کیا کیا طریقے یاد ہیں

مرحبا اے حسن غم اے یادگار عشق دوست
جان و دل تیری بدولت شاد ہیں، آباد ہیں

کچھ تو بارے وہ تغافل میں کمی کرنے لگے
جب سے یہ جانا کہ ہم آمادۂ فریاد ہیں

حسن صورت میں ترے شامل ہے حسن التفات
ہم انہیں باتوں کے تو گرویدہ ہیں، برباد ہیں

چھیڑ سے بولے وہ حسرت کیوں ہمیں چاہو کہ ہم
بے مروت ہیں، جفا جو ہیں، ستم ایجاد ہیں

☆☆☆

مدنی صبح کا عجب ہے نور!
قابل دید ہے یہ بارش نور

نظر آتا ہے پیش روئے حضورؐ
اہل بینش کو نور جلوۂ طور

آپ کا غم ہے عاشقوں کے لئے
فی المثل اک شراب ناب سرور

وائے بر حال عاشق محروم
پاس ہو کر بھی، ہو جو یار سے دور

مستیزان حب آلِ رسولؐ!
پاک ہیں باوجود فسق و فجور
ذات ان کی ہے مصدر البرکات
اس سے انکار، دین کا ہے فتور
طعنِ اغیار پر ہے ناز مجھے!
کہ میں حسرت ہوں مستفیضِ قبور

☆☆☆

محبت نے اثر پیدا کیا یہ دل نشیں ہو کر
کہ لب تک شکوہ ہائے حسن بھی آئے حسین ہو کر
ہدایت کا زمانہ تشنہ تھا، اہلِ سویت نے
دکھائی سب کو راہ حریت بے خوف دیں ہو کر
عروجِ ماہ دشمن ہے سکونِ سحر کا حسرت!
وہ لیکن باعثِ تسکین دل ہیں مہ جبیں ہو کر

☆☆☆

آرزوئے حسرت

(حج 1936ء)

یعنی حسرت موہانی کی تازہ نظم جو براہ عراق حاضری مدینہ منورہ کے موقع پر لکھی گئی

اے شہ شاہان رسل السلام
حاضر دربار ہے پھر یہ غلام!

بحر کی آسانی رہ چھوڑ کر!
خواہش آرام سے منہ موڑ کر!

بصرہ و بغداد سے تا کاظمین
ہو کے چلا سوئے مزار حسینؓ

خوبی قسمت جو ہوئی رہنما
بندہ مولائے نجف بھی بنا

آگے نجف سے بہ دیار عرب
کھینچے رہ دشت و جبل کے تعب

پہنچے تو سب ہو گئے تیرے حضورؐ
رنج مبدل بہ سکون و سرور

حاصل حسرت یہ سفر ہو مدام!
بیت نبیؐ سے سوئے بیت الحرام

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2006

تری یاد بے اختیار آ رہی ہے
تمنا کی فصل بہار آ رہی ہے
حرم سے ہوا خوش گوار آ رہی ہے
دوائے دل بے قرار آ رہی ہے
ترے کہنہ ملبوس کی دھجی، دھجی
پے راحت جاں بکار آ رہی ہے
کہوں حال کیا اس کی جاں پروری کا
جو کعبے سے خوشبوئے یار آ رہی ہے
ہوس دل کی ان سے جدا ہو کے حسرت
سراسیمہ و اشک بار آ رہی ہے

☆☆☆

میسر ہے شاہ نجف کی غلامی
زہے کامرانی زہے شاد کامی
ملے مجھ کو بھی مثل سلمانؓ و بوذرؓ
وہی خواجہ تاشی، وہی نیک نامی
وہ بے خوف و غم کیوں نہ ہو بن گئے ہوں
حقیقت میں شیر خدا جس کے حامی
پہنچ کر درشاہ مرداں پہ اکثر
خصوصی شرف پا گئے ہم سے عامی
نظر آئے مولا کے روضے پہ حسرت

عقیدت کو انوار حق مثل جامی 1ے

☆☆☆

قد بدا مشہد مولائی اینجو اجملی
کہ مشاہد شدا زیں مشہدم انوار جلی!
ہو گئی بارگہہ رب میں وہ یک سر منظور
ہم نے کی تھی جو دعا موسیٰ کاظم کے حضور
پھر حال دل قرار سے بے زار ہو چکا!
جینا فراق یار میں دشوار ہو چکا!
واں تک پہنچ پہنچ کے پھر آیا میں بے مراد
ایسا تو اس گلی میں کئی بار ہو چکا!
اس شوخ بادہ خوار کو در باب مے کشی
اصرار ہے تو ہم سے بھی انکار ہو چکا
رنگینی سر شک محبت سے بارہا
داماں آرزو گل و گلزار ہو چکا
اب حسن و عشق سادہ کی وہ پاکیاں کہاں
تم شوخ ہو چکے میں ہوس کار ہو چکا
اہل نظر کو دیکھ کے مجبور اشتیاق
وہ حسن بے خبر بھی خبردار ہو چکا
حسرت نیاز عش بایمائے ناز حسن!
راز آشنائے لذت آزار ہو چکا

☆☆☆

اسی کا جلوہ ہر جانب عیاں ہے
نمود حسن بے صورت کہاں ہے
ملی دل کو مراد نامرادی
ترے غم کی بدولت شادماں ہے
فقیر بے نوائے در گہ عشق
امیر بے نیاز دو جہاں ہے!
نکلنے پائے کیوں کر یاد ان کی
در دل پر محبت پاسباں ہے
نہ چھوڑی تم نے حسرت عشق بازی
تمنا پیر ہو کر بھی جواں ہے!

☆☆☆

خود ہم کو بلانے لگے دے دے وہ قسمیں
باقی نہ کوئی فرق رہا عشق و ہوس میں!
موقع ہے عجب کش مکش لطف و ستم کا
قابو میں ہیں وہ ناز کے ہم شوق کے بس میں
نسبت ہے رہی عاشقی و حسن میں باہم
فی الجملہ ہوا کرتی ہے جو شعلہ و خس میں
لازم ہے یہاں غلبہ آئین سویت
دو ایک برس میں ہو کہ دس بیس برس میں

یاد ان کی ہوئی وجہ سکون ہجر میں حسرت
بلبل کے لئے باد بہار آئی قفس میں!

☆☆☆

تیر ناز آئے تو ان کا آزمانے کے لئے
پیش کرتے ہیں دل اپنا ہم نشانے کے لئے!
میں بھی خوش، میرا خد ابھی خوش ہے تیرے درد سے
درد گو وجہ مصیبت ہے زمانے کے لئے!
چھیڑ اگر منظور ہے ان کو تو باوصف حجاب
پھر وہ دیکھیں گے مجھے پھر مسکرانے کے لئے
چھوڑ کر وہ چل نہ دیں آخر زراہ انتقام
مجھ کو تنہا رات دن آنسو بہانے کے لئے
وہ کہیں پوچھے تو حسرت کس پہ مرتے ہو، کہ ہم
نام تک تیار ہیں اس کو بتانے کے لئے!

24 ستمبر 1936ء

☆☆☆

قسمت شوق آزما نہ سکے!
ان سے ہم آنکھ بھی ملا نہ سکے
ہم سے یاں رنج ہجر اٹھ نہ سکا
واں وہ مجبور تھے وہ آ نہ سکے

ڈر یہ تھا رو نہ دیں کہیں وہ انہیں
ہم ہنسی میں بھی گد گدا نہ سکے

ہم سے دل آپ نے اٹھا تو لیا
پر کہیں اور بھی لگا نہ سکے!

اب کہاں تم، کہاں وہ ربط وفا
یاد بھی جس کی ہم دلا نہ سکے

دل میں کیا کیا تھے عرض حال کے شوق
اس نے پوچھا تو کچھ بتا نہ سکے

ہم تو کیا بھولتے انہیں حسرت
دل سے وہ بھی ہمیں بھلا نہ سکے

☆☆☆

یہ جو آویزہ تیرے کان میں ہے
جان خوبی وہ مرے گمان میں ہے

وہ جو ہیں جان عشق و جان جمال
ہاں یہ مطلع انہیں کی شان میں ہے

اس نے ہم سے سنی نہ شوق کی بات
ہنس کے پوچھا یہ کس زبان میں ہے

خود وہ آغاز عشق میں بھی نہ تھا
لطف جو اس کی داستان میں ہے

شیب میں اب کہاں وہ لطف شباب
کچھ اگر ہے تو ان کے پان میں ہے

طرفہ حسرت بہ شوخیِ انشاء!
رنگِ جرأت مرے بیاں میں ہے

☆☆☆

ہم عاشقِ فاسق تھے ہم صوفیِ و صافی ہیں
پی لیں جو کہیں اب بھی درخورد معافی ہیں!
بے کار تھی ململ بھی گرمی میں شبِ فرقت
کام آئیں گی جاڑے میں فرویں جو لحافی ہیں
عقلوں کو بنا دے گا دیوانہ جمال ان کا
چھا جائیں گی ہوشوں پر آنکھیں وہ غلافی ہیں
ہم ستم کرتے کیوں شکوہ کیا ان سے
آئینِ محبت کے شیوے یہ منافی ہیں
جھوٹی بھی گوارا تھی، باقی بھی غنیمت ہے
دو گھونٹ بھی ساقی سے مل جائیں تو کافی ہیں
ہم ان کی جفا سے بھی، راضی تھے مگر ناحق
اب ہو کے وہ خود نادم سرگرمِ تلافی ہیں
جدت میں ہے لاثانی، حسرت کی غزل خوانی
کیا طرفہ مطالب ہیں، کیا تازہ قوافی ہیں
28 ستمبر 19ء

☆☆☆

وجہ کیا خواب میں نہ آنے کی!
شرم انہیں ہو نہ روٹھ جانے کی
رشک باقی ہے اب نہ کوئی رقیب
نہ ضرورت کسی بہانے کی
غیر ممکن ہے تیرے بعد ہوس
دل کسی اور سے لگانے کی
سرمہ چشم عیش تھی بخدا!
خاک تیرے غریب خانے کی
مٹ گئیں آپ بھی مٹا کے تجھے
سختیاں خود بخود زمانے کی
اب نہ دل ہے نہ وہ ذخیرۂ شوق
توڑ دوں کنجیاں خزانے کی
یعنی کہنے کی ہے غرض، نہ ہوس
اب کسی کو غزل سنانے کی
ان کے بعد اب وہ کیا ہوئی حسرت
دل فریبی ترے فسانے کی!

11 مئی 1937ء

☆☆☆

غیر دیکھی ہو غم ہجر سے حالت میری
خواب میں آئے مٹانے وہ شکایت میری
کیسے بھولوں میں خطا کار یہ کہنا ان کا

یاد آئے گی مرے بعد نصیحت میری
دے کے جان اپنی کیا تائب عصیاں مجھ کو

رنج کیا کیا نہ سہے اس نے بدولت میری
خدمت شاہ شہیداں میں سفارش کر کے

اب وہ بے لوث بنا دیں گے ریاضت میری
فکر اور میرے خورد و نوش کی اب تک حسرت

ان سے چھوٹی ہے نہ چھوٹی گی رقابت میری

☆☆☆

عاشقی کا حوصلہ بے کار ہے تیرے بغیر
آرزو کی زندگی دشوار ہے تیرے بغیر

کاروبار شوق کی اب وہ تن آسانی کہاں
دل پہ ذوق شاعری اک بار ہے تیرے بغیر

شرکت بزم سخن سے بھی ہمیں، باوصف عزم
بربنائے بے دلی انکار ہے تیرے بغیر

جس فراغت کا تمنائی تھا میں تیرے لئے
اب وہ حاصل ہے تو اک آزار ہے تیرے بغیر

درد دل جو تھا کبھی وجہ مناہات و شرف
بہر حسرت موجب صدعا رہے تیرے بغیر

☆☆☆

ہوس اچھی ہے اپنے سر کی ہوس!
غوث الاعظمؒ کے سنگ در کی ہوس!

جلوہ دیکھا تھا جو حرم میں کہیں
پھر نہ دیکھے یہ ہے نظر کی ہوس

لے چلی پھر کہاں بسوئے عراق
خبر یار بے خبر کی ہوس!

مانگ بہر مریض دل سے دعا
گر ہے درمان کارگر کی ہوس

شاہ جیلاں کی ہے طلب حسرت
ورنہ کب تھی تجھے سفر کی ہوس!

☆☆☆

عجب انداز ہے فضل خدا کا
مدینے کی ہوائے جاں فزا کا

نگاہ لطف اور ہم سے سیہ کار
کرم دیکھو حبیب کبریا کا!

پڑھے اس روئے روشن سے تمنا
سبق بدر الدجی شمس الضحیٰ کا

شہنشاہوں سے بھی ہے بڑھ کے رتبہ
ترے کوچے کے ہر ادنیٰ گدا کا

بفرط بارش انوار حسرت!

نہیں کچھ فرق یاں صبح و مسا کا

☆☆☆

(اثنائے سفر بیروت از جدہ تاریخ 15 فروری 1939ء مقام طور سینا)

دل بھی پابند تمنا ہے اسی دیدار کا
طور پر جو نور چمکا تھا جمال یار کا!
عین دانائی ہے نادانی دیار عشق میں
کام ہر دیوانہ کرتا ہے یہاں ہشیار کا
طالب جنت ہوں کیوں افتادگان کوئے حسن
تجربہ ہے جن کو تیرے سایہ دیوار کا
بندۂ فرمان ساقی ہوں مجھے اے شیخ وقت
کس لئے ہو پاس تیری لا بدود نہار کا
مذہب عشاق ہے بے گانہ قید رسوم
یاں نہیں حسرت بکھیڑا سبحہ و زنار کا

☆☆☆

(اثنائے سفر بیروت شام از جدہ تاریخ 15 فروری 1939ء درمیان بحیرہ متوسط)

سامنا ان کے حسن طاعت کا
سبب اچھا ہے میری حیرت کا
ختم کرتے ہو کیوں عطا پہ جفا

کچھ تو موقع رہے شکایت کا
یاد اس بے خبر کی پھر آئی
پھر اٹھا دل میں درد شدت کا
ہو جائے ہجوم شوق میں گم
خوف ناصح تری ملامت کا
ہو جو حاصل تری محبت میں
نام راحت ہے اس مصیبت کا
کیا کریں ہے خلاف رسم وفا
شکوہ اس یار بے مروت کا
جان حسن کلام ہے لاریب
سخن دل شکار حسرت کا

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

☆☆☆

(اثنائے راہ جدہ از سویز تاریخ 25 فروری 1939ء باخرہ زم زم)

آپ کے حسن جہاں سوز کا جلوہ دیکھا
ہم نے گھر پھونک کے خوب آج تماشا دیکھا
کیا بتائیں دم نظارہ بفرط حیرت
کیا نہ دیکھا رخ زیبا میں ترے کیا دیکھا
دل ربائی میں ترے حسن کو پایا بے مثل
جاں نوازی میں ترے ناز کو یکتا دیکھا
کھنچ گئی نور علی نور کی تصویر جمیل
بعد کعبے کے جو آنکھوں نے مدینہ دیکھا

ہم نہ کہتے تھے یہ لپکا نہیں اچھا حسرت
خاک میں مل کے محبت کا نتیجا دیکھا

☆☆☆

آئی جو یاد یار بصد شان اعتنا
محرومیوں سے دل میں اٹھا شور مرحبا
بے تاب آرزو ہو نہ کیوں جان پاک عشق
بکھرے جو دوش حسن پہ وہ گیسوئے دوتا
دیکھ اے جفائے یار خدا کے غضب سے ڈر
بے جرم خون اہل تمنا نہیں روا!
بے خود ہیں اہل شوق کہ اے نازنین حسن
خوشبوئے عاشقی میں بسی ہے تیری روا
اس حسن بے عدیل کی ہو کیا صفت بیاں
پیدا ہیں جن کے نور سے انوار کبریا
مجبور ہجر پا کے وہ مجھ کو دم فراق
حسرت کہیں نہ چھیڑ سے کہہ جائیں بے وفا

☆☆☆

سوز غم ہے یہ کچھ بخار نہیں
تم کو اس کا بھی اعتبار نہیں
کچھ بھی ہو تم سے، طعن یا دشنام

ہم کو واللہ ناگوار نہیں!
تھی کبھی یاد ان کی وجہ سکوں
اب کسی حال میں قرر نہیں
حیف اس کی بے ملالی پر
جو ترے درد کا شکار نہیں
سہل کہتا ہوں ممتنع حسرت
نغز گوئی مرا شعار نہیں

☆☆☆

تم کو اس بات کا خیال نہیں
ورنہ جینا مرا محال نہیں
حسن کو صبر پر ہے کیوں اصرار
عشق پابند اعتدال نہیں
تم سے رکھتا ہے کون دل کو عزیز
تم نے یہ کیا کہا کہ ٹال نہیں
حال دل سن کے مجھ سے ہو کیوں خفا
ایلچی کو کہیں زوال نہیں
دامن شعر عشق پر حسرت
داغ، ہمال و ابتذال نہیں

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. 2002-2006

(اثنائے راہ جدہ از سویز بحر احمر مورخہ 26 فروری 1939ء باخرۂ زم زم)

کیا ہو، یہ آج پوچھیں گے اس نازنیں سے ہم
تجھ سا جو کوئی ڈھونڈھ نکالیں کہیں سے ہم

کہہ دے نہ ان کے منہ پہ کہیں شوق پائے بوس
ڈرتے نہیں کچھ آپ کی چیں جبیں سے ہم

کیا بات ہے ترے کرم فتنہ خیز کی!
واقف ہیں اس خطاب عتاب آفریں سے ہم

تنہا نہ جاؤ چھوڑ کے ہم کو، غم فراق
کیوں کر اٹھے گا پوچھ رہے ہیں تمہیں سے ہم

حسن بتاں سراج طریق صفا بنا
حق الیقیں تک آئے ہیں عین الیقیں سے ہم

ہمت کا سر جھکا ہے در غوث پاک پر!
پانا جو کچھ ہے پائیں گے حسرت یہیں سے ہم

☆☆☆

عاشق وہی کامل ہے جو رسوائے جہاں ہو
شاہد وہی احسن ہے جو بے نام و نشاں ہو

مقصود ہے پابندی آئین محبت
زنہار اگر ہم کو سر سو دوزیاں ہو!

ایذا طلب عشق ہیں بے تاب کہ دیکھیں
کب طفل سے وہ شوخ جفا کار جواں ہو

بیمار غم آئے ہیں شفا پائیں تو جائیں

کیا ورنہ ہمیں تو جو مسیحائے زماں ہو
عارف ہے، جو نظارہ حق دل کو ہو منظور
کافر ہے اگر شیفتہ حسن بتاں ہو
تم دشمن عشاق بہر حال ہو یعنی!
آشوب نظر فتنہ دل، آفت جاں ہو
ہم کو تو بھی ملنا ہے وہیں خاک میں حسرت
معلوم نہیں منزل جاناں کہ کہاں ہو

☆☆☆

روٹھنے پر بھی مجھے بھول نہ جانے والے
اے بہ دوران سفر خواب میں آنے والے
لے کے آغوش محبت میں بہ اقرار خطا
ہم بھی ہیں آج انہیں رو رو کے رلانے والے
آج انہیں کے قدموں پر ہے، مرا فراق نیاز
جیتے جی تھے جو مرے ناز اٹھانے والے
یہ بھی اک چھیڑ تھی شاید بے تنبیہہ وفا!
ورنہ تم یوں تو نہ تھے مرے ستانے والے
نگہ دوست ہے محجوب تو ہم بھی حسرت
لب تک اب شکوہ حرماں نہیں لانے والے

☆☆☆

دل گو زغمش نشاں ندارد
مرغے است کہ آشیاں ندارد

نفعے ست ہر آں ضرر کہ از تست
جان باختنم زیاں ندارد!

حکم است بہ نزدمن ہر آیماش
گنجائش ایں و آں ندارد

قول علما چو قول انگلیں
نا معتبر است و جاں ندارد

حسن است بہ رعب حسن محفوظ
ہر چند کہ پاسباں ندارد

قانع بہ غم تو جان حسرت
شاد ست و سر فغاں ندارد

☆☆☆

دن رات کی زق زق بق بق، دن رات کا رونا دھونا ہے
کیا تم نے یہ دل میں ٹھانی ہے معلوم نہیں کیا ہونا ہے

تم اور جو چاہو کام کرو، ناحق نہ ہمیں بدنام کرو
ہم اور قصور ترک وفا ایسا تو ہوا ہے، نہ ہونا ہے

کھیلے ہم کھیل محبت کا انجام سے ہو کر بے پروا
معلوم نہیں کیا پانا ہے، معلوم نہیں کیا کھونا ہے

تم ہم سے چھٹے کچھ ایسی گھڑی، ملنے کی نہ پھر امید رہی
اب یاس کی آہیں بھرنا ہیں اور خون کے آنسو رونا

کیا کہتے تھے حسرت ان سے کبھی فرقت میں کیسے نیند آئے گی
حالانکہ اب وہ دنیا میں نہیں، پھر بھی تمہیں ہر شب سونا ہے

☆☆☆

یاد یار بے نشان آنے لگی
اور یہ پیرس میں کہاں آنے لگی!
خلوت جنت سے با صد لطف و ناز
کامران و شادماں آنے لگی
بھول بیٹھی تھی جو مدت سے مجھے
آج وہ پھر ناگہاں آنے لگی
کھچ کے مے خود بارگاہ زہد سے
تا در پیر مغاں آنے لگی!
ناز کر حسرت کہ پھر بخشِ کرم!
تیرے ان کے درمیان آنے لگی

☆☆☆

بازار ہے گو غریب میں خوبان جہاں کا
پر گل کی طرح حسن بھی کم بو ہے یہاں کا
غمزے میں وہ فطرت ہے، نہ وہ ناز میں گرمی
گم بردِ تصنع میں ہے سب جوش بیاں کا
عشاق کی جانب سے تقاضائے وفا پر

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

کہتے ہیں وہ جھگڑا یہ نکالا ہے کہاں کا
وہ گرم ہو یا سرد، وہ خوشبو ہو کہ خوش رو
منظور نظر ہے دل بے تاب و تواں کا
کیا کہیئے کہ رہتا ہے بہر حال تصور!
حسرت ہمیں لندن کی اسی آفت جاں کا

☆☆☆

تابپایت رسید نم ہوس است
مردن و آرمید نم ہوس است
باغم تو کہ جان اہل وفا است
مے راحت کشیدنم ہوس است
بکمال قصور ورک و نظر
حسن روئے تو دیدنم ہوس است
شخصت از خیل ماہ و شان فرنگ
دیدن و برگزید نم ہوس است
از ریاض جمال و حسرت!
گل امید چید نم ہوس است

☆☆☆

بے مہری اہل دل سے اس بت کی دیدنی ہے
قصہ ہمارے غم کا یارو شنیدنی ہے

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved 2002-2006

آنکھ اس کی غمزہ پرور بات اس کی نغمہ دربر
یہ لے شنیدنی تھی، وہ مے کشیدنی ہے
کیا کیا مزے اٹھیں گے کاوش کے خار غم سے
یاد اس کے ابروؤں کی دل میں خلیدنی ہے
جوش جنوں کا ہر دم ہے مجھ سے یہ تقاضا
وہ حبیب ہو کہ دامن قطعاً دریدنی ہے
قطع نظر نہ کر لو، اس بے وفا سے اس از خود
آفت یہ اک نہ اک دن حسرت رسیدنی ہے

☆☆☆

آنکھ اس کی جو فتنہ بار اٹھی
ہر نظر الاماں پکار اٹھی!
لے کے ہر جان کا شکیب جھکی
کر کے ہر دل کو بیقرار اٹھی
خیل خوباں سے شام وہ حسیں
بن کے سلمائے روزگار اٹھی
دین و ایماں کی اس کی خیر کہاں
جس کی جانب نگاہ یار اٹھی
کر کے آخر وہ فتنہ پلتورا!
دل حسرت کا بھی شکار اٹھی

مقام بیروت 3 ستمبر 1939ء

☆☆☆

عیش میری شکستہ حالی کا
عکس ہے ان کی بے ملالی کا

عہد عسرت بھی تیرے ساتھ وہ تھا
کیا زمانہ فراغ بالی کا!

حسن تیرا بہ امتزاج وفا
اک نمونہ تھا بے مثالی کا

پھر وہ آمادہ خرام ہیں سر
پھر ہے مشتاق پائمالی کا

مہرباں ہو کے پاس کچھ تو کرو!
لب حسرت کی بے سوالی کا

☆☆☆

رعنائی میں حصہ ہے جو قبرص[1] کی پری کا
نظارہ ہے مسحور اسی جلوہ گری کا

رفتار قیامت یونہیں کیا کم تھی پھر اس پر
اک طرہ ہے فتنہ تری نازک کمری کا

پوشاک میں کیا کیا شجری نقش ہیں دل کش
باعث نہ یہی شوق کی ہوں جامہ وری کا

لاریب کہ اس حسن ستمگار کی سرخی
موجب ہے مرے زہد کی عصیاں نظری کا

باوصف تلاش ان کی خبر کچھ بھی نہ پا کر

کیا کہیے جو ہے حال مری بے خبری کا

جب سے یہ سنا ہے کہ وہ ساکن ہیں یہیں کے

عالم ہے عجب شوق کی آشفتہ سری کا!

ساتھ ان کے جو ہم آئے تھے بیروت سے حسرت

یہ روگ نتیجہ ہے اسی ہم سفری کا

16 ستمبر 1939ء

☆☆☆

یونان کو مدت سے تھی موہان سے نسبت

شاید ہے مجھے بھی اسی عنوان سے نسبت

مائل جو ہوئے اس بات کافر کے، اب ان کو

کچھ دین سے رغبت ہے نہ ایمان سے نسبت

حاصل ہے وہی مجھ کو تیرے ساتھ سفر میں

فی الجملہ جو آقا کو ہو دربان سے نسبت

از بسکہ یہی میری کلیری 2 کا ہے مسکن

مجھ کو بھی ہے اس خطہ یونان سے نسبت

پریو سے مجھے بھی وہی گویا ہے تعلق!

حسرت جو کسی جسم کو ہو جان سے نسبت

☆☆☆

اب وہ فرماتے ہیں کب میں نے دکھائیں آنکھیں
آپ نے مفت میں رو رو کے سجائیں آنکھیں

مضطرب ہم بھی رہے رات تڑپ کر کاٹی
دل بھی بے چین رہا ان کی جو آئیں آنکھیں

حسن مغرب میں ہمیں ساعدو گیسو کے سوا
اور بھی کچھ نظر آیا تو وہ بھائیں آنکھیں

رات مجھ ملزم پابوس کو ازراہ کرم!
سرزنش کچھ بھی نہ کی خود وہ لے جائیں آنکھیں

داغ لگ جائے گا دامان وفا میں حسرت
تم نے دیکھو جو کہیں اور لگائیں آنکھیں

☆☆☆

---

1 جزیرہ سائپرس 2 ٹھیک سمجھ میں نہ آیا کہ یہ اشارہ کس طرف ہے میریا کلیری ایک اطالوی موسیقار تھی 1669ء، 1745ء اگر اشارہ اس کی طرف ہے تو چرا سے طوفان سے کیوں نسبت دی گئی۔ اگر اشارہ کسی اور شخصیت کی طرف ہے تو اس کو ممکن کچھ معلوم نہ ہو سکا۔

مداوائے دل دیوانہ کرتے
یہ کرتے ہم تو کچھ اچھا نہ کرتے!

وفا صادق اگر ہوتی ہماری
وہ کرتے بھی تو جور اتنا نہ کرتے

ہم اچھا تھا جو بہر پردہ پوشی
محبت کا تری چرچا نہ کرتے

تمہاری فتنہ پردازی کا شکوہ
جو ہم کرتے تو کچھ بے جا نہ کرتے
نگاہیں عاشقوں کی تھیں ہوس کار
وہ کیا کرتے اگر پروا نہ کرتے
جو پھر ملنے کی ہوتی کچھ بھی امید
تو ہم اس کے لئے کیا کیا نہ کرتے
طلب کا حوصلہ ہوتا تو اک دن
خطاب اس بت سے بے کار نہ کرتے
ہمارا پاس انہیں کچھ بھی جو ہوتا
کسی کی اور ہم پروا نہ کرتے
شکیبائی کا دم رکھتے تو حسرت!
انہیں یوں شوق سے دیکھا نہ کرتے

☆☆☆

چاہیں نہ کبھی درد محبت کی دوا ہم
کرتے ہیں جو پابندی آئین وفا ہم
آزاد ترے شوق کا ہے جان تمنا!
کوئی کہے کچھ بھی اسے کہتے ہیں شفا ہم
آرائش گیسو میں ہے مشغول وہ بدخو
ایسے میں اسے چھیڑ کے دیکھیں تو بھلا ہم
کیا پائیں ترے جلوۂ مخمور کی لذت
چکھ دیکھیں نہ جب تک یہ مئے ہو شربا ہم

خواہش کی با صرار یہ پرسش ہے تو کیوں ہے
ہم سے کہ بہر حال ہیں راضی برضا ہم
کر لیجیے کرنا ہے جو کچھ لطف و مداوا
پھر گردش دوراں میں کہاں آپ کجا ہم
حربت کامل کی قسم کھا کے اٹھے ہم!
اب سایہ برٹش کی طرف جائیں گے کیا ہم
گاندھی کی طرح بیٹھ کے کیوں کاتیں گے چرخہ
لینن کی طرح دیں گے نہ دنیا کو ہلا ہم
اعلون کی تصدیق پس پشت ہے حسرت
مسلم ہیں تو دب کر نہ رہیں گے بخدا ہم

☆☆☆

ہم رات کو اٹلی کے حسینوں کی کہانی
سنتے رہے رنگینی ژوپا کی زبانی!
آنکھوں کا تبسم تھا مرے شوق کا موجب
چتون کی شرارت ہے مری دشمن جانی
ہونٹوں کے قریب جو وہ زلف معنبر
جھٹ چوم لیا ہم نے، طبیعت ہی نہ مانی
ہوتی جو خبر اس کو تو کیا کیا نہ بگڑتی!
ژوپا نے غنیمت ہے کہ یہ بات نہ جانی
اٹلی میں تو کیا میں تو یہ کہتا ہوں کہ حسرت!

دنیا میں نہ ہو گا کوئی اس شکل کا ثانی!

☆☆☆

دل شکاری میں نہیں دخل سر موتیرا
کام کرتی ہے تری نرگس جادو تیرا!
مشک و عنبر میں یہ تفریح کے سامان کہاں
پیرہن ان سے بھی کچھ بڑھ کے ہے خوشبو تیرا
دل پذیری کے ہر انداز کی ہے تجھ سے نمود
رخ بھی رنگیں ہے ترا قد بھی ہے دلجو تیرا
شکل زیبا ہی تری شہرۂ دنیائے جمال
کشورِ حسن میں چرچا ہے ہر سو تیرا
جانِ عاشق کے لئے نیش محبت بن کر
بے آزار ہوا عقرب گیسو تیرا
کج ادائی کا تری ہم بھی نہ دے دیں یہ جواب
تو نہ میرا ہے نہ میں اے بت بد خو تیرا
آہ وہ رات کہ اس رات کو باوصف حجاب
سر حسرت کے لئے وقف تھا زانو تیرا

☆☆☆

تمہارا ناز فرمانا برا ہے!
ہمارا ہوش میں آنا برا ہے

ترا ہر بات پر اے حیلہ پرور
مرے سر کی قسم کھانا برا ہے
تکلف سب سے کر اے جان محفل
مجھی سے تیرا شرمانا برا ہے
یہی کہہ دو کہ اب مانا نہ ہو گا!
یہ تڑپانا یہ ترسانا برا ہے
مری ہر دم کی بیتابی سے جل کر
وہ کہتے ہیں یہ دیوانا برا ہے
مرے دل سے ہے راضی غم تمہارا
نہ کہنا اب یہ کا شانا برا ہے
یہی کہہ دے نہ اک دن اے ستمگر
تری حاجت کا برلانا برا ہے
وہاں بھی کیا نہیں اصنام پندار
تو کیوں مسجد سے بت خانا برا ہے
ہرے ہو جائیں گے سب داغ دل کے
ترا حسرت ادھر جانا برا ہے!

☆☆☆

گو شکوۂ او خطا جا شد
ایں ہم زنش روا نباشد
مے داند و خوب مے شناسد
آنکہ بمن آشنا بناشد

ہیہات اگر فقیر حسنت
منجملہ اغنیا نباشد
وین نیز کہ پاک باز عشقت
در زمرۂ اصفیا نباشد
ہم پایہ مرحبا است حسرت
از دے چہ خوش چرا نباشد

لندن یکم اکتوبر 1939ء

☆☆☆

بری ہو کے اندیشہ بیش و کم سے
ہم آساں گزرے حدود حرم سے
سماں مسجد خیف کی برکتوں کا
بڑھا خوب نظارۂ جام و جم سے
کریں گے وہ کیا لے کے عیش دو عالم
جو عشاق گرویدہ ہیں ان کے غم سے
عطا پاش از بسکہ تھی رحمت ان کی
ولی بن کے چمکے خطا کار ہم سے
ہمیں بھی ملے حسرت اے کاش حصہ
در حضرت حق کے فیض اتم سے

بمقام منا 19 جنوری 1940ء

☆☆☆

فنا ہے بقا مسلک عاشقی میں
اگر رونما ہو دیار نبیؐ میں
کبھی دیکھ لو گے خود اپنی گلی میں
جو کچھ ہم ہیں ٹھانے ہوئے اپنے جی میں
خوشا ربط و ناز و نیاز محبت
کہ یہ جنگ میں ہے نہ ہے آشتی میں
ہمیں بھی ناز اپنی جانبازیوں پر
جو وہ فرد ہیں شیوۂ دلبری میں
سفر جب نہ ہو پھر مدینے سے حسرت
وہ کب آئیں گے دن تری زندگی میں

اثنائے راہ مدینہ 25 جنوری 1940ء

☆☆☆

یہ ملک تمنا بصد طرفہ کاری
ترا شوق کرتا رہے شہر یاری
ترے در پہ عشاق اے شاہ خوباں
غلامانہ کرتے رہیں جاں نثاری
رضا تیری ثابت ہے اپنی خوشی سے
مقدم بہ آئین خدمت گزاری
تری نذر کو لائے ہیں نقد جاں ہم
بصد عذر خواہی، بصد شرم ساری

شرف رکھتی ہے بادشاہی پہ بے شک
مدینے کی حسرت غریب الدیاری

مدینہ منورہ 28 جنوری 1940ء

☆☆☆

کھلے جس سے گلہائے امیدواری
سواری تری ہے کہ باد بہاری!
جزا فزائش غم جدا ہو کے تم سے
ہمیں کیا ملا حاصل اشک باری
ترے درد میں سخت مشکل ہے ساقی
کہ باقی رہے رسم پرہیز گاری
خود ان پر نہیں روشن اے کاش ہوتی
جو ہے ان کی فرقت میں حالت ہماری
وہ قائم ہیں خوئے تغافل پہ اب تک
نہ کام آئی حسرت مری بے قراری

ایضاً ایضاً

☆☆☆

مصیبت بھی راحت فزا ہو گئی ہے
تری آرزو راہنما ہو گئی ہے
یہ وہ راستہ ہے دیار وفا کا!

جہاں باد صر صر صبا ہو گئی
میں درماندہ اس بارگاہ عطا کا
گنہگار ہوں اک خطا ہو گئی ہے
ترے رتبہ دان محبت کی حالت
ترے شوق میں کیا سے کیا ہو گئی ہے
پہنچ جائیں گے انتہا کو بھی حسرت
جب اس راہ کی ابتدا ہو گئی

صحرائے عرب 5 فروری 1940ء

☆☆☆

ترے غم کی ناشاد یاں چاہتا ہوں
محبت کی بربادیاں چاہتا ہوں
میں اس قید کی سرفرازی پہ نازاں
تمنا کی آزادیاں چاہتا ہوں
میں ویرانہ دل میں، اس نور جاں کے
تصور کی آبادیاں چاہتا ہوں

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

میں بھی امیدوار ہوں باغ نعیم کا
آخر گنہگار ہوں کیسے کریم کا!

وابستہ حکیم ازل ہے مرا علاج
واقف نہیں کوئی مرے حال سقیم کا

آوارگی پسند ہے صحرائے شوق کی
طالب نہیں خدا سے میں عقل سلیم کا

حد سے نہ بڑھ چلیں تری غفلت شعاریاں
کر کچھ تو پاس میری وفائے قدیم کا

ہے بوئے شوق سے جو معطر مشام جاں
ارماں نہیں ہوائے جناں کی شمیم کا

حاجت نہیں کہ اس سے کروں عرض آرزو
بندہ ہوں ہیں خدائے کریم و علیم کا

حسرت مجھے پسند نہیں طرز لکھنو
پیرو ہوں شاعری میں جناب نسیم کا

☆☆☆

خنجرش مانند ازروانیہا
شکوہ دارم ز سخت جانیہا!

منم و گریہ نہا نیہا
رفت باد وست شاد مانیہا

IqbalCyberLibrary All rights reserved ©2002-2006

بہ دلش نالہ ام نکر و اثر
تاچہ آید زبے زبا ینہا

غیر و لطف نوازش پیدا
منم و پرسش نہا نیہا

بہ دلم دخل شادمانی نیست
می کند یاس پاسبا نیہا

بخیالش دلم تسلی شد
میہماں کرد میزبا نیہا

بلکہ گویم فسانہ حسرت!
کہ کند آہ راز دانیہا

IqbalCyberLibrary.Net
M.A.M All rights reserved. 2002-2006

☆☆☆

مجھے ہو خواہش بال ہما کیا!
نہیں میں ان کے کوچے کا گدا کیا

جو آتا ہے تو آؤ بے تکلف
یہ عرض جلوہ حیرت فزا کیا

نہیں ہے خاطر خرم کی پروا
مجھے کم ہے دل درد آشنا کیا

نبھی بیماری الفت سے برسوں
کریں اب ہم تمنائے شفا کیا

دل وقف الم ہاں پھر تو کہنا
وہ رنج ہجر کا ہے ماجرا کیا

نہ ہو مجھ سا کوئی محو تمنا
ہوا کرتی ہیں باتیں دل سے کیا کیا
گرایا پائے ساقی پر نشے میں
ترا اے لغزش پا پوچھنا کیا
یہ کہتا ہے مرا دست تمنا
حیا ان کی بنا لے گی مرا کیا
ہوا حسرت مجھے پھر شوق صحرا
جنوں نے پھر مجھے سمجھا دیا کیا

☆☆☆

نہ ہو گی شفا چارہ گر دیکھ لینا
نہ جائے گا درد جگر دیکھ لینا
وہ شرمائے بیٹھے ہیں گردن جھکائے
غضب ہو گیا اک نظر دیکھ لینا
نہ بھولے گا وہ وقت رخصت کسی کا
مجھے مڑ کے پھر اک نظر دیکھ لینا
وہ شرمائی صورت، وہ نیچی نگاہیں
وہ بھولے سے ان کا ادھر دیکھ لینا
کہاں ہم کہاں وصل جاناں کی حسرت
بہت ہے انہیں اک نظر دیکھ لینا

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

درد الفت کیا کہوں کیا ہو گیا
روح جسم جان شیدا ہو گیا!
مانع فریاد اب کوئی نہیں
مجھ کو سمجھے لوگ سودا ہو گیا
گریہ بے تاب نے رسوا کیا
حال دل سب آشکارا ہو گیا
بار بار آتا ہے یہ کس کا خیال
بے خودی بتلا مجھے کیا ہو گیا!
ان کی ہمنامی تو حاصل ہو گئی
غم نہیں حسرت جو رسوا[1] ہو گیا
مری نگاہ شوق کا شکوہ نہیں جاتا
سوتے میں بھی وہ پاس سے دیکھا نہیں جاتا
پاس ان کے تصور میں بھی جایا نہیں جاتا
سر سے قدم ناز لگایا نہیں جاتا
جا کر کوئی اس محو تغافل سے یہ کہ دے
اب تو دل بے تاب سے تڑپا نہیں جاتا
کرتے تھے کبھی حوصلہ ترک محبت
اب صدمہ دوری بھی اٹھایا نہیں جاتا
اصرار نہ احباب کریں سیر چمن کا!
میں کشتہ دوری نہیں جاتا نہیں جاتا
اب اس کو تغافل نہ کہوں میں تو کہوں کیا
کیا خواب میں بھی آپ سے آیا نہیں جاتا

1 سید ابوالہاشم مرحوم رسنوا

امید نہیں ان سے ملاقات کی ہر چند
آنکھوں سے مگر شوق تماشا نہیں جاتا
گھبرا کے کہا صبر نے بے تابی دل سے
اب مجھ سے دل زار میں ٹھہرا نہیں جاتا
واللہ تجھے چھوڑ کے اے کوچہ جاناں!
حسرت سے تو فردوس میں جایا نہیں جاتا

☆☆☆

کیا کہوں تم سے مدعا کیا ہے
کاش میں خود ہی جانتا کیا ہے
ہاں دل درد مند پھر تو ذرا
وہ تپ غم کا ماجرہ کیا ہے
حکم پر ان کے جان دیتا ہوں
میں نہیں جانتا قضا کیا ہے
میں تو رونے پہ خود ہوں آمادہ
اے غم یار چھیڑتا کیا ہے
زیر دیوار یار رہتا ہوں
حاجت سایہ ہما کیا ہے
مست صہبائے شوق ہوں حسرت
ہوش جانے مری بلا کیا ہے

☆☆☆

کیا تم کو علاج دل شیدا نہیں آتا
آتا ہے پر اس طرح کہ گویا نہیں آتا

ہو جاتی تھی تسکین سو اب فرط الم سے
اس بات کو روتے ہیں کہ رونا نہیں آتا

تم ہو کہ تمھیں وعدہ وفائی کی نہیں خو
میں ہوں کہ مجھے تم سے تقاضا نہیں آتا

ہے پاس یہ کس کی نگہ محو حیا کا
لب تک جو مرے حرف تمنا نہیں آتا

ان کی نگہ مست کے جلوے ہیں نظر میں
بھولے سے بھی ذکر مے و مینا نہیں آتا

شوخی سے وہ معنائے ستم پوچھ رہے ہیں
اب لفظ جفا بھی انہیں گویا نہیں آتا

میں درد کی لذت سے رضا مند ہوں حسرت
مجھ کو ستم یار کا شکوا نہیں آتا!

☆☆☆

جوش ارماں میں خیال رخ زیبا نہ رہا
کثرت شوق سے یار اے تماشا نہ رہا

پھیر لی پیر خرابات نے جب چشم کرم
ہم کو بھی حوصلہ ساغر و مینا نہ رہا

کام بیمار محبت کا شفا سے گزرا
خواہش مرگ ہوئی شوق مسیحا نہ رہا
میرے اظہار وفا کی انہیں پروا نہ رہی
ان کی تخصیص جفا کا مجھے دعویٰ نہ رہا
اب تو ہیں وحشت حسرت کے فسانے مشہور
زور دیوانگی قیس کا چرچا نہ رہا!

☆☆☆

تصور میں بھی ان کے کچھ عجب عالم نکلتا ہے
اسی پر تو مری حیرانیوں کا دم نکلتا ہے
وہ ظاہر میں عبث دلدادۂ بے گانہ خونی ہیں
کہیں دل سے خیال الفت باہم نکلتا ہے
دل مایوس میں ہوتا ہے خون آرزو و حسرت!
وہی آنکھوں سے بن کر اشک غم پیہم نکلتا ہے

☆☆☆

دل کہ ذکر وصال کرتا ہے!
شوق امر محال کرتا ہے!
عشق رفتار یار کافی تھا
چرخ کیوں پائمال کرتا ہے
دل مضطر کی سادگی دیکھو

پھر انہیں سے سوال کرتا ہے

شرم عصیاں سے غرق کا ساماں

عرق انفعال کرتا ہے

دل مایوس بھی عجب شے ہے

پھر اسی کا خیال کرتا ہے

تو گرفتار عشق ہے حسرت!

تجھ کو ناداں خیال کرتا ہے

☆☆☆

ہجر میں ضبط غم شوق کا دعویٰ چھوٹا

ہاتھ سے دامن صبر دل شیدا چھوٹا

ہم سے اس شوخ سے اگلی محبت نہ رہی

گلہ ترک ملاقات کا جھگڑا چھوٹا

اب نہیں کوئی بھی ارماں، خوشا ناکامی

ایک آفت سے دل وقف تمنا چھوٹا

واقف بے خودی عشق سے پوچھے کوئی

قیس کے ہاتھ سے کیوں دامن لیلیٰ چھوٹا

نہ رہی دشت نوردی کی ہمیں بھی حسرت

ہم سے جس روز سے وہ بادیہ پیا چھوٹا

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

چشم پر خون سے بہا کرتا ہے اک نالا پڑا
آہ کس نا آشنا سے تھا ہمیں پالا پڑا

کن امیدوں سے کیا تھا جانب **ملک** اثر
سو وہاں ناکام لوٹے ہے مرا نالا پڑا

ایک ٹھوکر ہی سہی اے شوخ بے پروا خرام
رہ گزر میں ہے تری اک آرزو والا پڑا

کر چلا تھا میں بیاں اس شعلہ رو کے حسن کا
سو لب تقریر میں گرمی سے بتخالا پڑا

کرتی تھی لیلائے شب نورمہ کامل نثار
سو رہا تھا بام پردہ گیسوؤں والا پڑا

اس شرابی کا وہ عالم آج تک نظروں میں ہے
حسرت دیوانہ دل پھرتا ہے متوالا پڑا

☆☆☆

بے تاب نظر آیا، بدنام نظر آیا
عاشق جو نظر آیا، ناکام نظر آیا

ناکامی ہجراں نے یہ رنگ جہان بدلا
جو صبح کا جلوہ تھا سو شام نظر آیا

اے آہ دل عاشق، دیکھیں تری تاثیریں
پہلے سے وہ بڑھ کر خود کام نظر آیا

اللہ ری محرومی، اللہ ری ناکامی
جو شوق کیا ہم نے سو خام نظر آیا

اس شغل سے آنکھوں کو دم بھر جو نہیں فرصت
رونے میں وہ کیا ایسا آرام نظر آیا
ہم جس کو سمجھتے تھے سرمایہ آزادی
وہ عشق بتاں آخر اک دام نظر آیا
رسوائی کی گلیوں میں پھرتا ہے پڑا حیران
یہ عشق کا حسرت کے انجام نظر آیا

☆☆☆

موسم گل میں وہ چلنا باد عشرت خیز کا
یاد ہیں وہ مستیاں وہ توڑنا پرہیز کا!
ہم نے دیکھا ہے جنوں شوریدگان شوق کا
مت سنا واعظ فسانہ شور رستا خیز کا
سینکڑوں کو کر دیا دل باختہ جاں باختہ
ہائے عالم اس کی رفتار قیامت خیز کا
وہ بگڑنا بھی کبھی مجھ سے تو منّنے کے لئے
یاد ہے انداز تیرے جور لطف آمیز کا
پیرو تسلیم ہوں شیدائے انداز نسیم!
شوق ہے حسرت مجھے اشعار حسرت خیز کا

☆☆☆

عاشقم باطرب چہ کار مرا

مے کشد رنج انتظار مرا

چشم مستتش بعشق داد سبق

بے خبر کرد ہوشیار مرا

من حیراں کجا و عقل کجا

نا صحابہ جنوں گزرا مرا

یاد آں نازنیں حشر خرام

ہیچ نگذاشت از قرار مرا

درد دل را دوانمے خواہم

کاں زیار است یادگار مرا

ہیچ ناید ز جنبش حسرت

از غم عشق ناگوار مرا!

☆☆☆

آج وہ شوخ جو نو شاہ بنا

ملک خوبی کا شہنشاہ بنا

روئے رنگیں پہ وہ رنگین سہرا

دل ربائے دل آگاہ بنا

جلوۂ حسن نکوے دل پر

حشر بنتا تھا سونا گاہ بنا

جب ملی جذبہ شادی سے حیا

گاہ بگڑا وہ حسین گاہ بنا

بے نقابی پہ جمال رخ یار

مظہر قدرت اللہ بنا!
نگہ یار کی تمکین بڑھی
حسن ذی شان سے ذی جاہ بنا
دل حسرت بھی کہ تھا محو الم
آج شادی کا گذر گاہ بنا

☆☆☆

کیا پوچھتے ہو عاشق بیمار کا مزاج
آہ اس فدائے لذت آزاد کا مزاج
شاید تم اپنے ہاتھ سے دو گے اسے سزا
ہے عرش پر تمہارے گنہگار کا مزاج
عادت اسے بھی ہو گئی رونے کی بے سبب
میرا سا ہو گیا مرے غمخوار کا مزاج
کس کس کا خون آج نہ ہو جائے دیکھئے
بگڑا ہوا ہے یار کی تلوار کا مزاج
میرا نشان مٹائے تامل ہے اس میں کیوں
اللہ رے ان کی شوخی رفتار کا مزاج
وہ اور دیکھے عاشق بے کس کے حال کو
کس نے بدل دیا نگہ یار کا مزاج
میں کیا کہوں کہ شرم سے کیسے جھکا کے سر
پوچھا انہوں نے حسرت بیمار کا مزاج

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved 2002-2006

☆☆☆

بڑھ گئی ہے ان کے آ جانے سے شان روز عید
آسماں پر ہے دماغ رتبہ دان روز عید
ہو رہا ہے میزباں محو تماشائے جمال
مہمان بے خودی ہے مہمان روز عید
بے قراری اپنی کردوں اپنی شوخی پر نثار
اور آخر کیا انہیں دوں ارمغان روز عید
وہ حیا پرور ملا کس طرح مجھ سے کیا کہوں
بے خودی افزا ہے یعنی داستان روز عید
بے رخی ہے آج کی رسم مروت سے بعید
کچھ تو کر اے حیلہ جو پاس نشان روز عید
ہوں خیال خاطر احباب سے ظاہر میں خوش
ورنہ میں مہجور اور خوش ہوں میان روز عید
خاطر غم دیدہ حسرت ہے محو غم ہنوز!
کر چکے ہیں بار ہا ہم امتحان روز عید

☆☆☆

گزر گئی حد سے پائمالی عتاب ترک کلام کب تک
رہے گی مسدود اے ستم گر رہ پیام و سلام کب تک
بہت ستاتی ہے اس کی دوری تلافی غم بھی ہے ضروری
ہو جلد صبح وصال یا رب رہے گی فرقت کی شام کب تک

مرید پیر مغاں ہوں آخر مجھے خطر کیا ملامتوں کا
ناموس و ننگ چھوڑوں رہے گی پروائے نام کب تک
قفس میں صیاد بند کر دے نہیں تو بے رحم چھوڑ ہی دے
میان امید و بیم آخر رہینگے ہم زیر دام کب تک
اگرچہ خود دل فگار بھی ہیں مگر تغافل شعار بھی ہیں
وہ کر چکے تجھ پہ لطف حسرت یہ آرزوئے خام کب تک

☆☆☆

کچھ عرض حال کرنے نہ پائے کسی سے ہم
کس طرح شکوہ سنج نہ ہوں بیخودی سے ہم
دھومیں مچی ہیں آمد فصل بہار کی!
مانوس دل پاتے ہیں دیوانگی سے ہم
واعظ بیان روضہ رضوان سے فائدہ
آگاہ ہو چکے ہیں کسی کی گلی سے ہم!
ناکامیوں پہ اپنی ہنسی آ گئی تھی آج
سو کتنے شرمسار ہوئے بے کسی سے ہم
اللہ رے مزاج کی حسرت پرستیاں
گویا کہ آشنا ہی نہیں ہیں ہنسی سے ہم
ہمدردی الم سے بڑھا اور بھی الم
باز آئے ہم نشیں تری اس دوستی سے ہم
کیا پوچھنا ہے لطف الم ہائے شوق کا
ملتے ہیں ایسے رنج سے بھی کس خوشی سے ہم

وہ بر سر جفا ہیں تو ہم مائل وفا
تنگ آ گئے ہیں شوق کی دل بستگی سے ہم

ابر بہار میں نہ ہوائے جناں رہی
یعنی نہ ہاتھ کھینچ سکے مے کشی سے ہم

ملتا نہیں جو ہوش کا اپنے کہیں پتہ!
اب اس کا حال پوچھیں گے وارفتگی سے ہم

کس درجہ دل پذیر ہے حیرانی جنوں
فارغ ہیں شوق عزت فرزانگی سے ہم

حسرت ہیں وقف پیروی مومن و نسیم
کیوں سلسلہ ملائیں کسی لکھنوی سے ہم

☆☆☆

جفا سے بعد مردن بھی ہمیں وہ شاد کرتے ہیں
لگا کر ٹھوکریں خاک لحد برباد کرتے ہیں

فغاں لب تک نہیں لاتے کبھی ہم یاد گلشن میں
قفس میں بھی خیال خاطر صیاد کرتے ہیں

کہیں کیا ہجر میں کیونکر دل مضطر بہلتا ہے
نہ پوچھو کیسے تسکین دل ناشاد کرتے ہیں

نہیں ہیں بے سبب اشک ندامت ان کی آنکھوں میں
وہ میرا گریہ ناکام شاید یاد کرتے ہیں!

جفائے ناروائے یار کا شکوہ نہ کر حسرت

کہیں دلدادگان درد بھی فریاد کرتے ہیں

☆☆☆

ستایئے نہ مجھے ہوں ہی دلفگار ہوں میں
رلایئے نہ مجھے خود ہی بے قرار ہوں میں
برا نہ مانیو اے کج ادائے جاناں
بگڑ کے تجھ سے نہایت ہی شرمسار ہوں میں
انہیں نے توڑ کے توبہ شراب پلوائی
رہیں ابر ہوں منت کش بہار ہوں میں
گئے وہ دن کہ تمنا وصال یار کی تھی
یہ حال اب ہے کہ ممنون ہجر یار ہوں میں
ترا یہ رنگ کہ ہے بے سبب خفا مجھ سے
مرا یہ حال کہ بے وجہ بے قرار ہوں میں
نہ دوں بہشت کے بدلے میں ایک جام شراب
نہ آفتاب سے بدلوں وہ بادہ خوار ہوں میں
وہ درد مند ہوں حسرت کہ اب بجائے ستم!
کرے جو لطف بھی کوئی تو اشک بار ہوں میں

☆☆☆

زاہدوں میں ہوں نہ رندوں میں نہ میخواروں میں ہوں
بیخود ہر دو جہاں ہوں تیرے سرشاروں میں ہوں

بے خود پیمانۂ محبت کا نہ پوچھو حال کچھ!
بے خبر ظاہر میں ہوں باطن میں ہشیاروں میں ہوں

درد الفت سے نہیں واقف مگر کیا کم ہے یہ
عاشقان درد کے میں کفش برداروں میں ہوں

اے خوشا قسمت شراب بے خودی کا ہوں خراب
اے زہے تقدیر ان آنکھوں کے بیماروں میں ہوں

بیوفائی مجھ کو کیا معلوم کہتے ہیں کسے
وہ مری سرکار ہیں ان کے وفاداروں میں ہوں

لے گئی ہے بے خودی کیا جانئے مجھ کو کہاں
میں نہیں ہوں محفل یاراں میں گو یاروں میں ہوں

بیخودی میں کیا ہوا کرتا ہے کیا جانے کوئی
سب سمجھتے ہیں یہی مجھ کو کہ بیکاروں میں ہوں

خفتہ بختان محبت کا یہ کہتا ہے نصیب
ظاہراً سوتا ہوں میں باطن میں بیداروں میں ہوں

نام آزادی زباں پہ میری حسرت آئے کیوں
کس کے آخر دام الفت کے گرفتاروں میں ہوں

☆☆☆

ہو جفا ہم پہ نہ ہم شکوہ بیداد کریں
تا کجا خاطر بے رحمی صیاد کریں!

طعن وہ بعد کو دیں مست محبت کا مجھے
پہلے خود بے خودی عشق عدو یاد کریں!

بسمل شوق ہیں ملتا ہے تڑپنے میں مزا
سخت جانی کا گماں ہم پہ نہ جلاد کریں
کیا سمجھتا ہے اسیران قفس کو صیاد
دل ہلا دیں جو کبھی درد سے فریاد کریں
اور ہو جائے گی بے چین طبیعت حسرت
عیش ایام تمنا کو نہ ہم یاد کریں!

☆☆☆

بسر کی عمر ساری کوئے جاناں کی گدائی میں
بلا جانے مری کیا ہیں مزے فرمانروائی میں
نہیں معلوم یہ کس کعبہ ارماں کا چوکھٹ ہے
کہ سر اپنا جھکا جاتا ہے شوق جبہ سائی میں
خیال یار سے تسکین خاطر ہو تو ہو شاید
تسلی اور دے گا کون شب ہائے جدائی میں
زہے بے کس نوازی، وہ دل بیمار پر میرے
نہیں کرتے ستم مشہور ہیں گو کج ادائی میں
جواب نامہ ہائے شوق سے محروم ہیں حسرت
جفائیں ہو رہی ہیں پردۂ صبر آزمائی میں

☆☆☆

ترک ہوس زلف چلیپا نہیں ممکن

اب جائے میرے سر سے یہ سودا نہیں ممکن

پھر اور تغافل کا سبب کیا ہے خدایا

میں یاد نہ آؤں انہیں ایسا نہیں ممکن

تسکین سے بڑھتی ہے جلن اور بھی دل کی

یعنی تپش غم کا مداوا نہیں ممکن

نقش قدم یار کو بھی پاس ادب ہے

مثل کف پا سر سے لگانا نہیں ممکن

کب تک دل مضطر نہ کرے درد سے فریاد

اب اے ستم صبر تقاضا نہیں ممکن

اس بے خودی شوق کی ہو کس سے شکایت

وہ سامنے ہیں پھر بھی تماشا نہیں ممکن

جنت کی تمنا ہو ترے کوچے کے ہوتے

حسرت سے یہ اے حور سراپا نہیں ممکن

☆☆☆

حواس خرد سے بہت دور ہوں میں

شراب محبت کا مخمور ہوں میں

ہمہ در پے لطف رندی و مستی

تمنائی عیش موفور ہوں میں

لگی ہے مرے لب پہ مہر خاموشی

مگر واقف سر مستور ہوں میں

دکھا دوں مزا ان کو ان کے ستم کا

مگر پاس الفت سے مجبور ہوں میں

خراباتیان محبت کا بندہ

وہی حسرت رند مشہور ہوں میں

کھونٹا ضلع فتح پور 5 فروری 1901ء

☆☆☆

وہ کس کس شرم سے عذر جفا تقریر کرتے ہیں

مگر پاس وفائے عاشق دل گیر کرتے ہیں

بحسرت دیکھتے ہیں غیر پر لطف و کرم ان کے

بہ ناکامی سپاس آہ بے تاثیر کرتے ہیں

گرفتاران غم کو کیا ضرورت قید ظاہر کی

ترے سودائیوں کو لوگ کیوں زنجیر کرتے ہیں

بھلا دیتی ہے مضمون یاد اس محو تغافل کی

بڑی مشکل سے مکتوب وفا تحریر کرتے ہیں

نہیں یارائے خاموشی کہاں تک ضبط غم حسرت

فراق یار میں ہم نالہ شب گیر کرتے ہیں

موہان 11 اگست 1910ء

☆☆☆

ملتے ہیں اس ادا سے کہ گویا خفا نہیں

کیا آپ کی نگاہ سے میں آشنا نہیں

تسکین ہم نشیں سے بڑھا درد اور بھی
یعنی غمِ فراق کی کوئی دوا نہیں!

شوقِ بقائے درد کی ہیں ساری خاطریں
ورنہ دعا سے اور کوئی مدعا نہیں

کب تک کسی کے نازِ تغافل اٹھائے دل
کیا امتحانِ صبر کی کچھ انتہا نہیں!

محرومیوں نے دل کا یہ کیا حال کر دیا
گویا امیدِ وصل سے ہم آشنا نہیں

ارماں مرے وصال میں نکلیں تو کس طرح
جوشِ طرب سے دل میں کہیں راستا نہیں

شوقِ جفا ہے آج تلک ان سے رسم ہے
کہتا ہے ان کو کون کہ وہ با وفا نہیں

آتا تو ہوں خیال میں ان کے کبھی کبھی
میں مورِ و جفا ہوں تو یہ بھی برا نہیں

خود اس کو میری عرضِ تمنا کا شوق ہے
کیوں ورنہ یوں سنے ہے کہ گویا سنا نہیں

میری نگاہِ شوق پہ اس درجہ خفگیاں
اور اپنی چشمِ شوخ کو مطلق سزا نہیں!

حسرت مرے کلام میں مومن کے رنگ ہیں
ملکِ سخن میں مجھ سا کوئی دوسرا نہیں!

☆☆☆

کب یہ کہتے ہیں کہ ہم تیرے گنہگار نہیں
ہاں مگر اتنی جفا کے بھی سزاوار نہیں

میرے اظہار ندامت کو پشیمان کیا
اب نہ کہنا کہ ہمیں رحم سے انکار نہیں

عقل بھی اصل میں اک شعبہ حیرانی ہے
ہوشیاری ہے یہی میری کہ ہشیار نہیں

نہ سہی آپ جفا سے جو نہیں باز آتے
جایئے جایئے اب ہم کو بھی اصرار نہیں

خرمی شوق شہادت کو مبارک حسرت
مجھ کو ابرام ہے اس شوخ کو انکار نہیں

آگرہ مارچ 1903ء

☆☆☆

محو حسرت ہوں وقف محنت ہوں
میں کہ دلدادہ محبت ہوں

لا ابالی مزاج رکھتا ہوں
شاعر مبتلا طبیعت ہوں

عالم بے خودی میں ہے مسکن
مست ہوں ہوشیار حیرت ہوں

حکمران دیار استغنا
صاحب دولت فراغت ہوں

الغرض کیا بتاؤں کون ہوں میں
حسرت اک آشنائے حسرت ہوں

☆☆☆

فصل بہار آئی ہے جوشِ گل چمن میں
اک دھوم سی مچی ہے مستان نعرہ زن میں
سیکھی تھی خود فروشی مکتب میں آرزو کے
پاتے ہیں درس حیرت اس بت کی انجمن میں
تیری نزاکتوں کی اے ناز کی سراپا
تشبیہ گل میں پائی ہم نے نہ یاسمن میں
دیوانہ کر دیا ہے یہ کس کی آرزو نے
چرچا ہے کس صنم کا ہر شیخ و برہمن میں
توڑے گی فصلِ گل کیا پیمان پارسائی
جاں آ چلی ہے پھر کچھ اک خواہش کہن میں
اس جانِ مضطرب کو کیوں کر قرار آئے
آفت کی شوخیاں ہیں اس حسن سحر فن میں
واں حیرتِ محبت کچھ دیکھنے نہ دے گی!
جانے کو یوں تو حسرت جائے اس انجمن میں

18 اکتوبر 1900ء

☆☆☆

میں ہوں اے زلف سیہ تیرے پریشانوں میں

نام میرا بھی لکھا ہے ترے دیوانوں میں

دست نازک سے تو قاتل کے نہ اٹھی تلوار

اور ہوا نام مرا مفت گراں جانوں میں

کوئی سر خوش ہے کوئی مست ہے کوئی ہے خراب

مے کشوں کے بھی عجب رنگ ہیں مے خانوں میں

کر دیا جس نے مجھے دونوں جہاں سے غافل

ایسی کیا شے تھی، وہ ساقی ترے پیمانوں میں

گھر کے ارمانوں میں کہنا وہ تصور کا ترے

ہائے یہ مجھ کو کہاں لائے ہیں بے گانوں میں

یاد ایام کو ہم جوش جنوں حسرت!

خوار پھرتے تھے پریشاں بیابانوں میں

علی گڑھ کالج 1899ء

☆☆☆

درو ام غمش حال دل زار چہ گویم

افسانہ آں مرغ گرفتار چہ گویم

اندازہ لطف ستم یار ندانم

اے بے خبر از لذت آزار چہ گویم

یک جہو مستش ز جہاں بے خبرم کرد

از حال تماشائے رخ یار چہ گویم

بے مہری احباب و جفائے غم ہجراں
کردند چہ با حسرت بیمار چہ گویم

فتح پور ہنسوہ 1893ء

☆☆☆

میں تو سمجھا تھا قیامت ہو گئی
خیر پھر صاحب سلامت ہو گئی

سجدوں میں کون جائے اعظا
اب تو اک بت سے ارادت ہو گئی

جب میں جانوں دل بھی آؤں نہ یاد
گرچہ ظاہر میں عداوت ہو گئی

ان کو کب معلوم تھی طرز جفا
غیر کی صحبت قیامت ہو گئی

عشق نے ان کو سکھا دی شاعری
اب تو اچھی فکر حسرت ہو گئی!

موہان 1893ء

☆☆☆

ہائے ری برباد سامانی مری
بے کسی کرتی ہے دربانی مری

مجھ سا آوارہ نہ پایا میرے بعد

مدتوں روئی پریشانی مری
چوم کے ان کے قدم نادم ہوں میں
ہائے ری جھوٹی پشیمانی مری
ہو رہا ہے غیر مجھ سے بد گماں
ہنس رہی ہے چاک دامانی مری
واسطہ زلف پریشاں کا تمھیں
دیکھ ہی جاؤ پریشانی مری
ہو گئی ظاہر لباس شعر میں
وہ جو پنہاں تھی پریشانی مری
ہو جسے ہو خواہش عقل سلیم
مجھ کو تو اچھی ہے نادانی مری!
فتح پور ہنسوہ 1895ء

☆☆☆

کیا کہا ان کے درد دل نشیں ہے
کوئی پوچھے دل اندوہگیں سے
خسا محسود چشم عاشقاں ہے
لگی ہے ان کے پائے نازنیں سے
وہ اس انداز سے کرتے ہیں انکار
کہ ہاں کا کام لیتے ہیں نہیں سے!
تماشا ہے دلوں کی آگ ساقی
بجھا دیتا ہے آب آتشیں سے

ستم کرتے ہیں پردے میں حیا کے
غضب ڈھاتے ہیں چشم سرمگیں سے
نسیم کوئے جاناں ہے کہ حسرت
ہوا آتی ہے فردوس بریں سے

☆☆☆

مضطر ہے بہت میری طبیعت کئی دن سے
دیکھی جو نہیں آپ کی صورت کئی دن سے
مے خانے سے محروم چلے آتے ہیں یوں ہی
ہوتی نہیں ساقی کی عنایت کئی دن سے
چھیڑے ہے مجھے پھر خلش خار محبت
بے چین ہے پھر میری طبیعت کئی دن سے
مجھ سا بھی نہ ہو محو تصور کوئی یعنی!
ملتی نہیں رونے کی بھی فرصت کئی دن سے
کہتے ہیں جنون بے خودی عشق کو احباب
سنوائے ہے کیا کیا مری حیرت کئی دن سے
کس فتنہ محشر نے کیا وصل سے انکار
برپا ہے مرے دل میں قیامت کئی دن سے
ہے ناک میں دم اور بھی بے چین ہوں حسرت
کرتے ہیں جو احباب نصیحت کئی دن سے

☆☆☆

ہزاروں بار نکلے اشک لیکن پھر بھی کم نکلے
الٰہی اور کیسے آرزو ہے چشم نم نکلے!

خرام ناز سے مردے ہزاروں ہو گئے زندہ
مسیحا سے بھی بڑھ کر تیرے انداز قدم نکلے

ہزاروں بار چھیڑا جوشش غم ہائے فرقت نے
ہزاروں بار آنسو آپ کے سر کی قسم نکلے

کیا پھر جذبہ بے اختیار شوق نے واپس
ابھی ہم کوچہ جاناں سے تھے دو ہی قدم نکلے

رہے کوئی کہاں تک کش مکش ہائے محبت میں
نہ غم جائے، نہ نکلیں حسرتیں دل کی، نہ دم نکلے

جفائے ناروائے یار بھی اک لطف پنہاں ہے
کہیں تجھ سے نہ اے دل دیکھنا ذوق ستم نکلے

خیال خاطر احباب سے رہتے تھے خوش حسرت
حقیقت میں گرفتار غم و رنج و الم نکلے

☆☆☆

وہ جو بے وچین ہوئے دیکھ کے حالت میری
ہو گئی اور پریشان طبیعت میری

رات بھر ان کے تصور سے ہوا کیں باتیں
کیا ہی آرام سے گزری شب فرقت میری

لذت درد جگر سے ہے یہی کچھ آگاہ!
اللہ اللہ ری بے چین طبیعت میری

مشغلہ ڈھونڈ ہی لیتی ہے کوئی رونے کا
بیٹھنے دیتی نہیں چین سے حسرت میری

دیکھ لینا کہ وفا میری رلائے گی تمھیں
یاد آئے گی مرے بعد محبت میری

بیقراری شب ہجراں کی ہے مرغوب مجھے
کچھ عجب چیز ہے اے درد طبیعت میری

آہ وہ ذکر پہ حسرت کے کسی کا کہنا
لوگ کہتے ہیں کہ ہے اس کو محبت میری

موہان 1995ء

☆☆☆

فکر آزادی و آرام سے آزاد رہے
عمر بھر خوب ہوا قیدی صیاد رہے

منت لطف عزیزاں سے تو آزاد رہے
ہم سفر میں رہے ناشاد بھی تو شاد رہے

صفت بے خودی شوق نہ پوچھو ہم سے
مست ہو کر غم کونین سے آزاد رہے

لطف اس میں بھی ملا نسبت جاناں سے ہمیں
غم شب ہائے جدائی سے بھی ہم شاد رہے

روئے جاناں کو نہ حاجت کبھی غازے کی ہوئی
یعنی ہم حیرتی حسن خدا داد رہے!

ہم اسیران قفس حال کہیں کیا اپنا

عمر بھر مورد بے رحمی صیاد رہے

قصہ ترک محبت کی حقیقت معلوم

حسرت اور قید غم عشق سے آزاد رہے

موہان 1315ء

☆☆☆

کہاں شکوے تھے جو رنا روا کے

کہاں اب شوق ہیں ان کی جفا کے

سناتے ہیں انہیں افسانہ قیس

بہانے ہیں یہ عرض مدعا کے!

زباں کو وقف شکر جور کر کے

مزے کیا کیا لئے ان کی جفا کے

نگاہ شوق کے شکوے بہت ہیں

تمہارے جلوۂ حیرت افزا کے

کچھ ایسا لطف ہے ان کے ستم میں

وفا قربان ہوتی ہے جفا کے!

مشام جاں معطر ہو رہا ہے

دکن سے آتے ہیں جھونکے صبا کے

نگاہوں میں بسے ہیں اپنی حسرت

وہ جلوے ان کے انداز حیا کے

علی گڑھ کالج 1895ء

☆☆☆

خدا جانے تجھے اے دل تمنائے شفا کیوں ہے
یہ ان کے درد سے بے وجہ آخر تو خفا کیوں ہے
یہ کس کی شوخیِ رفتار نے فتنے اٹھائے ہیں
ابھی گزرا ادھر سے کون یہ آفت بپا کیوں ہے
مچی ہے حسرتوں میں دھوم کس کا تیر آیا ہے
دلِ پر آرزو میں آج شورِ مرحبا کیوں ہے
حسینانِ جہاں کو ان کے ہوتے میں نچاہوں گا
کوئی عیسیٰ نفس کیوں ہے کوئی یوسف لقا کیوں ہے
زہے قسمت سنا ہے نام کس کا آج کانوں نے
زباں پر میری حسرت کلمہ صل علےٰ کیوں ہے

الہ آباد 1897ء

☆☆☆

غمِ ہجراں کا یا رب کس سے ماجرہ کہیے
نہ کہے گر تو کیا کیجئے اگر کہیے تو کیا کہیے!
شبِ غم جز خیالِ یار اپنا کون مونس ہے
اسی کو دوست کہیے یار کہیے آشنا کہیے!
سمجھے قدر داں گر یہ حسرت کسے یا رب
کسے اب محرمِ رازِ دلِ درد آشنا کہیے
سمجھے دل کو ہمدم کس کے شوقِ بے نہایت کا

نگاہ شوق کو کس کی نظر کا آشنا کہیے!
اسی سے کچھ تسلی ہو دل ناشاد کی شاید
خیال یار سے درد جگر کا ماجرا کہیے!
کہاں ہر لحظہ پیش دوست محو لطف رہتے تھے
کہاں یہ صدمہائے غم اٹھاتے ہیں کہ کیا کہیے!
نسیم صبح جاتی ہے سوئے ملک دکن حسرت
تپش ہائے جدائی کا اسی سے ماجرا کہیے

علی گڑھ کالج 1899ء

☆☆☆

وہ آرزوئیں ہیں حسرت وہی ہے
مجھے تم سے اب تک محبت وہی ہے
ہوئی گرچہ ترک محبت کو مدت
مگر مجھ کو رونے کی عادت وہی ہے
بظاہر وہ ہر چند مجھ سے خفا ہوں
مگر دل ہی میں محبت وہی ہے!
جو کی مے سے توبہ بھی تو کیسی توبہ
ابھی ابر آئے تو عادت وہی ہے
بسر ہو گی کیونکر شب ہجر حسرت
ابھی تک تپ غم کی شدت وہی ہے

فتح پور ہنسوہ 1899ء

☆☆☆

جفا تیری بہت اے بے مروت بڑھتی جاتی ہے
ہمیں بھی خواہش ترک محبت بڑھتی جاتی ہے
ادھر جرم محبت پر وہ برہم ہوتے جاتے ہیں
ادھر دل میں تمنائے شہادت بڑھتی جاتی ہے
وہ اظہار وفا پر بھی جفائیں کرتے جاتے ہیں
دل وقف ندامت کی ندامت بڑھتی جاتی ہے
بظاہر ان میں گو خوئے تغافل آتی جاتی ہے
مگر ہے یوں کہ ان کو مجھ سے الفت بڑھتی جاتی ہے
سکھا دی ہیں نرالی شوخیاں کچھ لطف جاناں نے
مرے دست تمنا کی شرارت بڑھتی جاتی ہے
جمال یار میں ہر دم ترقی ہوتی رہتی ہے
دل حیران کی جس سے روز حیرت بڑھتی جاتی ہے
طبیعت خوگر درد محبت ہوتی رہتی ہے
تمہار جور بے پایاں کی لذت بڑھتی جاتی ہے
ادھر شب کو وہ محو خواب راحت ہوتے جاتے ہیں
ادھر آنکھوں کی مایوسی کی حسرت بڑھتی جاتی ہے

فتح پور ہنسوہ 1898ء

☆☆☆

بہار آئی ہے ساقی بادہ گلگوں پلانا بھی

کہاں کی پارسائی کیسی توبہ جام لانا بھی
ہوا کیا فائدہ ناصح نصیحت ہائے بیجا سے
مرا سر کس لئے کھایا بھلا کچھ میں نے مانا بھی
ستم کیا کیا نہ ہوں گے پردہ صبر آزمائی میں
انہیں جور و جفا کا مل گیا اب تو بہانا بھی
بدل دی ان کی عادت صحبت اغیار نے کیسی
کہ ان کو آ گیا دلہائے مضطر کا ستانا بھی
یہ حالت انتہائے ضعف نے کر دی مری آخر
کہ جوش غم سے اب ممکن نہیں آنسو بہانا بھی
وہ آغاز محبت میں کرم ان کا وفا ان کی
رہے گا یاد حسرت ہم کو برسوں وہ زمانا بھی

فتح پور 1896ء

☆☆☆

نہ ملے گر نہیں ملتا کوئی!
یاں بھی پروا نہیں کرتا کوئی
لطف پر ختم ستم کرتے ہیں
کرنے پات انہیں شکوا کوئی
نا امیدی کا برا ہو آخر!
اب نہیں دل میں تمنا کوئی
یاد آئیں گی وفائیں میری
مجھ سا شیدا نہ ملے گا کوئی

خود ہی بدنام جہاں ہوں حسرت
کیا کرے گا مجھے رسوا کوئی!

1898ء

☆☆☆

از دل شدگاں حجاب تا کے
یعنی ز من اجتناب تا کے
اے آتش ہجر یار رحمے
آخر ز تو دل کباب تا کے
مغرور مشو بہ دل پذیری
ایں رونق و آب و تاب تا کے
تا کے بہ ہوائے تو بسوزم
اے غیرت آفتاب تا کے
مستی بگزار حسرت آخر!
ایں چنگ مے و رباب تا کے

فتح پور 1898ء

☆☆☆

ہم پہ طعنے ترک الفت کے
یہ نئے ڈھنگ ہیں شرارت کے
مورد لطف یار تھے جب ہم

وہ بھی ایام تھے قیامت کے
بس ہے ناکامی وفا کا خیال
اب نہیں حوصلے محبت کے
گریہ بے قرار محرومی
ہم تو قائل ہیں تیری لذت کے
ظلم کر کے مری وفا سے یہ کیوں
ہو رہے ہیں گلے شکایت کے
جان ناکامی محبت ہے
مرتبے ہیں یہ اشک حسرت کے

علی گڑھ کالج مارچ 1900ء

☆☆☆

فکر سے تو نہ ہوا وصل کا سامان کوئی
تو ہی تدبیر بتا اے دل ناداں کوئی!
وصل میں نذر نہیں درخور جاناں کوئی
بے خود شوق سے ہوتا نہیں ساماں کوئی
ہم نے بھی شکوۂ بیداد کی کھائی ہے قسم
دیکھیو جور کا رہ جائے نہ ارماں کوئی!
موسم گل میں عجب رنگ ہیں دیوانوں کے
پاک دامن ہے کوئی چاک گریباں کوئی
رہ نوردانِ جنوں سے اسے پوچھو حسرت

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved 2002-2006

جانے کیا مرتبہ خار مغیلاں کوئی!

مشاعرہ علی گڑھ کالج 1898ء

☆☆☆

تاثیر صبر کی نہ میری دعا کی ہے!
وہ مائل وفا ہیں یہ قدرت خدا کی ہے
دل میں بھی اپنے جور سے نادم نہیں ہو تم
سچ سچ کہو قسم تمھیں میرے وفا کی ہے
کرب شب فراق سے دیتا نجات کون
جان نزار پر یہ عنائت قضا کی ہے
سنتے ہیں آج کل ہیں وہ پھر مائل جفا
تقدیر اوج پر دل درد آشنا کی ہے
حسرت غلام شافع روز شمار ہے
کب اس کو فکر پرسش روز جزا کی ہے

علی گڑھ کالج 1900ء

☆☆☆

چادر میں چھپے ہوئے حیا سے
کیا کہئے وہ آئے کس ادا سے
مشتاقوں نے کر ہی لی زیارت
تم کام نہ لے سکے حیا سے!

وہ مجھ پہ کرم کریں تو کیوں کر
مجبور ہیں عادت جفا سے!
معلوم ہے ان کی کج ادائی
کیا فائدہ عرض مدعا سے
ہم ہیں اثر وفا سے ناخوش!
شکوہ نہیں آپ کی جفا سے
کچھ عرض ہی کر سکے نہ حسرت!
نادم ہیں ہم اپنے مدعا سے

جھانسی 1898ء

☆☆☆

بے کلی سے مجھے راحت ہو گی
چھیڑ دیں آپ عنائت ہو گی
وصل میں ان کے قدم چومیں گے
وہ بھی گر ان کی اجازت ہو گی
بے قراری کے مزے لوٹیں گے
آج پھر درد کی شدت ہو گی
ایک دن کھول کے جی رولیں گے
ضبط غم کی جو اجازت ہو گی
قصہ غم نہ کہوں گا حسرت
جو رکی ان کے شکایت ہو گی

فتح پور ہنسوہ 1896ء

☆☆☆

رنج ہجراں میں قیامت کا مزا ہوتا ہے
درد الفت بھی غضب عیش فزا ہوتا ہے

جا چکا سر سے مرے عشق بتاں کا سودا
اب کوئی لاکھ بھی سمجھائے تو کیا ہوتا ہے

خوگر ہجر کو ہوتی ہے تڑپ سے تسکین
درد خود درد محبت کی دوا ہوتا ہے

چشم جاناں کے ہیں دنیا سے نرالے انداز
جب سے نظر کرتی ہے اک لطف نیا ہوتا ہے

وہ خفا ہیں کہ دعا بھی تھی شکایت میری
میں ہوں محجوب کہ اب دیکھیے کیا ہوتا ہے

شکوہ غم نہ کیا ہے نہ کروں گا حسرت
اس میں بے مہری جاناں کا گلا ہوتا ہے

فتح پور 1898ء

☆☆☆

حسرت زار کا یاران وطن بھول گئے
مرغ پابند کو مرغان چمن بھول گئے

ہم نے تکلیف محبت میں وہ راحت پائی

کہ طریق گلہ رنج و محن بھول گئے

خوبروئی تری مشہور ہوئی عالم میں
لوگ افسانہ عذرا و دمن بھول گئے!

نہ ملیں گے دل بے تاب کرے لاکھ اصرار
ہم بھی جا اب تجھے اے عہد شکن بھول گئے

غلبہ درد سے ہیں درد سراپا اشعار
یعنی ہم پیروی اہل سخن بھول گئے

ایک ہمدردی رسوا تھی انیس حسرت!
سو وہ ابھی اسے جا کے دکن بھول گئے

علی گڑھ کالج 1900ء

☆☆☆

ساقی ہے جوش گل ہے لب جوں بار ہے
توبہ بھی ٹوٹ جائے تو پوری بہار ہے!

شوق جنوں ہے آمد فصل بہار ہے
دامان صبر دل شدگاں تار تار ہے!

افسانہ مصائب ہجراں تھا درد خیز
غم خوار کو بھی میرے سر غم گسار ہے!

چھیڑا ہے دست شوق نے مجھ سے خفا ہیں وہ
گویا کہ اپنے دل پہ مجھے اختیار ہے!

ان کی ادائے مست کا جاتا نہیں خیال
آنکھوں میں لطف شب کا ابھی تک خمار ہے

وہ سب مزے تھے کاوشِ دردِ جگر کے ساتھ
اب اشک بار آنکھ نہ دل بے قرار ہے
شاید جہاں سے حسرتِ دیوانہ چل بسا!
ہاں ہاں جبھی تو چشمِ جنوں اشک بار ہے

☆☆☆

پھر تغافل کس لئے ہے گر محبت دل میں ہے
سچ بتا کیا تیرے آخر بے مروت دل میں ہے
امتحانِ صبرِ خاطر ہے تجھے مد نظر
یا مری جانب سے باقی کچھ کدورت دل میں ہے
کم نگاہی چھیڑ سے ہے صرف اے محوِ جفا
یا نرالی اور ہی کوئی شرارت دل میں ہے
سو اگر منظور ہے اندازہ صبر و قرار!
امتحاں دینے کی یاں اب کس کے طاقت دل میں ہے
چھیڑ ہے تو ہم سے ناکامیوں سے کیوں تو ہی بتا
ناز برداری کی آیا قابلیت دل میں ہے
ہے تجھے منظور تڑپانا مرا اے دل شکن
یا نہیں تو خواہشِ ترکِ محبت دل میں ہے
ہو رہی ہیں آرزوئیں مل کے آپس میں جدا
کج ادائی سے تری برپا قیامت دل میں ہے
میری جانب سے بحمداللہ، نہیں کوئی کمی
بے رخی پر بھی تری ویسی ہی الفت دل میں ہے

تو نے اے پیاں شکن کیوں پھیر لی چشم کرم
آرزوئے شوق سر گرم شکایت دل میں ہے
اے تغافل کیش ارماں اور تو سب خوں ہوئے
ایک باقی تیری پابوسی کی حسرت دل میں ہے

بتقلید شاہ ظفر دہلوی 1899ء

☆☆☆

وارفتگان جلوۂ جاناں کدھر گئے
اے شخص بے خودی ترے مہماں کدھر گئے
جور خزاں نے رونق گلشن کو کیا کیا
مرغان باغ بادل نالاں کدھر گئے
کرنے لگے کرم کے عوض کج ادائیاں
وہ وعدہ ہائے لطف فراواں کدھر گئے
وہ بر سر کرم ہیں تو ہم ہوش میں نہیں
یا رب ہمارے دل کے سب ارماں کدھر گئے
اب تک در قبول سے نالے پھرے نہیں
کیا جانئے کہ ہو کے پشیماں کدھر گئے
حسرت جفائے یار کی کیوں ہیں شکایتیں
پاس وفا کے وہ ترے پیاں کدھر گئے

علی گڑھ کالج 20 اگست 1899ء

☆☆☆

جھوم جھوم آنے لگا ابر بہاری دیکھیے
کب تلک باقی رہے پرہیز گاری دیکھیے

پھر ہے اس بیداد گر سے شوق عرض آرزو
خاطر ناکام کی بے اختیاری دیکھیے!

ہے تمنا دل میں اب تک اک نگاہ لطف کی
جور اپنا دیکھیے حسرت ہماری دیکھیے!

جوش گل کے ساتھ پھر جوش جنوں بڑھنے لگا
اٹھ چلی دنیا سے رسم ہوشیاری دیکھیے!

یار سے خط و کتابت تھی سو وہ بھی اب نہیں
بخت ناہموار کی ناسازگاری دیکھیے

ناز بردار الم لکھا ہے نامے میں مجھے
اس سراپا ناز کی مضمون نگاری دیکھیے

خاطر محروم کا اللہ رے پاس وفا!
ہے ابھی تک مائل امیدواری دیکھیے

حال دل پر آ گئی تھی کچھ ہنسی سو ہجر میں!
حسرت محو الم کی شرم ساری دیکھیے

مشاعری علی گڑھ کالج 25 نومبر

☆☆☆

سروں کو ہو گیا ہے انس شوق پائمالی سے
نہ پوچھو اس شرابی کے خرام لاابالی سے

نظروں میں پھر گئیں کیفیتیں سب عہد ساقی کی

بھر آئے اشک خوں نظارۂ مینائے خالی سے
پریشانی پہ گیسو کے ہزاروں ناز ہیں، شاید
وہ بے پروا نہیں واقف مری آشفتہ حالی سے
انہیں دھوکے میں ڈالا ہے ہماری خونفشانی نے
نشاں دیتے ہیں اشک سرخ چہرے کی بحالی سے
وہ عرض رحم کر سمجھے شکایت جور بے جا کی
بہت بگڑے مرے افسانہ آشفتہ حالی سے!
یہ گل ہیں یا کھلے ہیں منہ حسینان گلستاں کے
مگر سب محو حیرت ہیں کسی کی خوش جمالی سے
ہماری قدر دانی خوب کی شہنشاہ غم نے
ملا ہے خلعت حسرت اسی دربار عالی سے

☆☆☆

خود بجاں آیا ہوں جور خاطر غم ناک سے
میں نہیں ڈرتا تمہارے خنجر بے باک سے
اضطراب دل کی آخر مجھ سے ہیں کیوں پرسشیں
پوچھ لیں خوب آپ اپنے غمزدہ چالاک سے
گردش پیانہ ساقی تری کیا بات ہے!
کر دیا آزاد فکر گردش افلاک سے
وجہ ترک پارسائی تجھ سے واعظ کیا کہیں
ذوق صہبا دور ہے ظالم ترے ادراک سے
ہم اسیران ستم پر قہر ہے منع فغاں!

ہے سکوں دشوار صید بستہ افتراک سے
شوق جنت سے ہیں فارغ عاشقان کوئے یار
پوچھ دیکھے کوئی ہم افتادگان خاک سے
آہ درد آلود میں حسرت نہ ہو کیوں کر اثر!
نکلی ہے آخر ہمارے سینہ صد چاک سے

☆☆☆

آشنا ہیں جلوہ ہائے ساقی مخمور سے
کیا غرض ہم کو بیان ماجرائے طور سے
رات بھر ہوتی رہیں باقی دل رنجور سے!
کچھ نہ پوچھو شغل ناکام شب ذی جور سے
واقف دیوانگی ہیں مائل جوش و جنوں
شوق سودا جا چکا اپنے سر پر شور سے
ہم نشیں وہ کیا ہوئے آغاز الفت کے مزے
پھر رلا دے اس زمان عیش کے مذکور سے
پرسش عشاق کو سمجھے جو نقص دلبری!
کام مجھ آ پڑا ہے اس بت مغرور سے
وہ سراپا لطف مفتون تغافل ہو گیا!
اور ہم رہنے لگے محروم سے مجبور سے
شکوہ غم کی اجازت ہو سو یاں وہ بھی نہیں
ناک میں دم ہے دیار شوق کے دستور سے
اب کہاں وہ ولولے سیر چمن کے اے بہار

اس قدر اصرار کیوں ہے عاشقِ مہجور سے
ترکِ الفت پر بھی دل کی کچھ عجب حالت ہوئی
دیکھ کر اس کافرِ نا آشنا کو دور سے!

کیوں نہ ہوں اردو میں حسرت ہم نظیری کی نظیر
ہے تعلق ہم کو آخر خاک نیشا پور سے

☆☆☆

عذرِ گناہ پر بھی اس درجہ کج ادائی
اللہ ری کم نگاہی اللہ ری بے وفائی
دل کی ہجومِ غم سے حالت بدل گئی ہے
اے کاش کہ نہ ہوتی اس شوخ سے لڑائی
بے چین کر رہی ہے محرومیِ تمنا
بے تاب کر رہا ہے رنجِ شبِ جدائی
کچھ بھی اثر نہیں ہے اس پر جفا کے دل پر
اس رنجِ بے اثر کی دیکھی شکستہ پائی
تیرِ افسوں کہاں ہے اے گریۂ ندامت
کر آہِ نارسا کی کچھ تو ہی رہ نمائی!

عفوِ خطا کی حسرت بے کار ہیں امیدیں
اس دشمنِ وفا سے اب ہو چکی صفائی

علی گڑھ کالج 1901ء

☆☆☆

شرم جفا سے لطف سراپا بنے ہوئے
وہ آج کل ہیں جان تمنا بنے ہوئے

شاہ جنوں نے خلعت آزادگی دیا
زنداں میں ہیں خیال کے صحرا بنے ہوئے

حسرت کہ تھے فدائے تماشائے روئے یار
سو خود ہی پھر رہے ہیں تماشا بنے ہوئے

☆☆☆

رنگ حرماں وہ کہاں زمزمہ شادی میں
قید کا لطف نہیں راحت آزادی میں

رنگ لایا اثر سوز و دروں کا شکوہ
پڑ گئے آبلے آخر لب فریادی میں

حسرت اک ریگ رواں ایک ہے دریائے مرداں
فرق یہ ناسخ و آتش کی ہے استادی میں

☆☆☆

رباعی

جاناں کہ ہزار جاں فدائش بادا
صد چوں من زار در ہوائش بادا

ایں رتبہ کجا کہ جان فدائش گویم
البتہ فدائے کف پائش بادا

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ضمیمہ ''ب'' کلیات حسرت موہانی

مشتمل بر نظم الحج وغزلیات 1941ء و 1942ء نظم الحج

نوٹ: یہ نظم ماہ ذیقعد 1950ء میں فقیر کے پہلے سفر حج کے دوران میں جہاز رحمانی پر شروع کی گئی بعد حج کے مکے میں ختم ہوئی۔

حج کو ہوا حکم رسول کریمؐ!
بسم اللہ الرحمٰن الرحیم!
جز و بنا سلسلہ راز کا!
مسئلہ ساماں خدا ساز کا
بحر عرب میں بسکون تمام
مرکب الیاس ہوا خوش خرام!
راہ طلب کٹنے لگی بے خطر!
غلبہ صفرا تھا نہ دوران سر!
رحمت حق سب کی ہوئی دستگیر!
کچھ نہ رہا فرق امیر و فقیر
جدہ میں آ کر رہے پا در رکاب
شام سے تا صبح بصد اضطراب!
جذب کی تاثیر دکھانے لگا!

ہر سفری دھوم مچانے لگا!
گریہ بے تاب کی شدت ہوئی!
دل کی عجب شوق سے حالت ہوئی
دور حرم کن کہ دراں خوش خریم
ہست سیہ پوش نگارے مقیم!
گنگ ہوئی بسکہ زبان مقال!
طواف حرم کا نہ کھلا کچھ بھی حال!
دید کے قابل ہے وہ دوران عشق!
طواف میں ہوں جبکہ غلامان عشق
قافلہ والوں نے بصد امتیاز
خیف کی مسجد میں ادا کی نماز!
جوش میں تھی رحمت پروردگار!
سننے کو ہر ایک دکھی کی پکار!
صبح کو مزدلفہ سے پڑھ کر نماز!
آ کے منا میں ہوئے پھر محو راز
پھر بھی بلا حجت و چون و چرا!
دل سے سب احکام یہ لائے بجا!
راہنما جب کشش دل ہوئی
سخت جو تھی نرم وہ منزل ہوئی!
ختم ہوئی قلت زاد سفر!
چلنے لگی باد مراد سفر!
سطح فلک صاف ہوا معتدل!

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved 2002-2006 ©

باد بہاری بھی ہو جس سے خجل
وقت یلملیم میں ہوا شام کا
شور مچا پوشش احرام کا!
تلبیہ بر لب ہوئے دیوانہ وار!
عاشق سرگشتہ رواں سوئے یار!
پہنچی جو موٹر بہ حدود حرم!
گریہ شوق آہ سے ہو کر بہم
قبلہ مقصود پہ کی جب نظر
رہ نہ سکی کچھ سروپا کی خبر!
کعبہ کی خوبی بزبان عجم!
دیکھیے کیا خوب ہوئی ہے رقم!
قبلہ خوباں عرب روئے او!
سجدہ شوخان عجم سوئے او
کچھ نظر آیا تو یہ آیا کہ ہاں!
اک کرم حق کا ہے دریا رواں!
آٹھویں ذوالحجہ کو بصد احتشام!
جبکہ ہوا جا کے منا میں قیام!
چل کے منا سے عرفات آئے سب
دل میں لئے شوق نجات آئے سب
مورد اکرام الٰہی ہوئے!
شام سے مزدلفہ کو راہی ہوئے!
رجم حجر و ذبح بزد حلق سر!

مصلحت ان کی نہ کچھ آئی نظر!

طواف زیارت پہ ہوا حج تمام!

نظم بھی یہ ختم ہوئی والسلام

لے چلی ہے پھر آرزوئے حرم

عاشقان حرم کو سوئے حرم!

ملتی جلتی ہے جاں نوازی میں

بوئے باغ جناں سے بوئے حرم

دیکھ لیتے ہیں صاف اہل نظر

جلوۂ حق کو رو بروئے حرم

شان رب العلےٰ نظر آئی

چشم دل کو زہے علوے حرم

منہ دو عالم سے موڑ کر حسرت!

بیٹھ رہنے کو بس ہے کوئے حرم

اثنائے راہ مکہ جدہ 1941ء

☆☆☆

پھر آنے لگیں شہر محبت کی ہوائیں

پھر پیش نظر ہو گئیں جنت کی فضائیں

اے قافلہ والو، کہیں وہ گنبد خضرا

پھر آئے نظر ہم کو کہ تم کو بھی دکھائیں

ہاتھ آئے اگر خاک ترے نقش قدم کی

سر پر کبھی رکھیں کبھی آنکھوں سے لگائیں

نظارہ فروزی کی عجب شان ہے پیدا
یہ شکل 1 و شمائل یہ عبائیں یہ قبائیں
کرتے ہیں عزیز ان مدینہ کی جو خدمت 2!
حسرت انھیں دیتے ہیں وہ سب دل سے دعائیں

مدینہ و اثنائے مدینہ 22,23 جنوری 1921ء

☆☆☆

دل ہے نازاں کہ تری صورت زیبا دیکھی
آنکھ حیراں کہ اک حسن کی دنیا دیکھی
پہلے آنکھیں ہوئیں گرویدہ پھر آنکھوں کی طرح
چاہنے دل بھی لگا آپ کو دیکھا دیکھی!
بد گماں مجھ سے بھی کیوں غیر کے مانند ہوئے
مجھ کو دیکھ انہ مرے دل کی تمنا دیکھی
فطرت حسن ہے بے باک، مگر ہم یہاں
تیری شوخی میں بھی اک شان محابا دیکھی
زلف شب رنگ پہ گل نار لباسی کی بہار
آج حسرت نے رخ یار میں کیا کیا دیکھی

☆☆☆

گر حسن دولت است بہ گنجش آئینہ
در ناز خاتمے است بہ زمیش نگینہ

شبہا بسے بہ عیش بردی ہنوز
مخمور آں خمار لطیف و شیسنہ

---

1 صنعار مدینہ کی شان میں 2 اس سال احباب واعزائے کانپور ولکھنو نے پندرہ سو روپے سے زیادہ کی رقم فقیر کے ذریعہ سے عزیزان مدینہ کی خدمت میں پیش کی ۔ یہ اشارہ اسی جانب ہے۔

حسرت بہ عرض حال نکوشد کہ فی المثل
شایان سنگ ہرزہ نہ آ بگینہ

☆☆☆

عجب ہم کو آیا نظر ایک آج
طرح دار معشوق عاشق مزاج
دل اس کا محبت کے غم سے قریں
نظر اس کی سوز دروں کی آمیں
توجہ کا لے جو تغافل سے کام
کرم جس کی بے اعتنائی کا نام
بچے اس سے کیونکر دل عاشقاں
جسے خود ہو سودائے حسن بتاں
وہ حسرت نہ کیوں دل نوازی کرے!
جو چھپ چھپ کے خود عشق بازی کرے

برجہاز رحمانی 3فروری 1921ء

☆☆☆

کس وجہ دل پسند ہے پوشش یہ خواب کی
آئینہ دار آپ کے حسن شباب کی

کرتی ہے دل کو اور بھی آمادۂ ہوس
تیری یہ بے رخی یہ ادا اجتناب کی

اہل نظر سے آپ کو لازم نہ تھا حذر
ہوتی ہے اہل فسق سے حاجت حجاب کی

کچھ ان کو قدر شوق نہیں، ورنہ آرزو
امیدوار تھی کرم بے حساب کی

حسرت وہ بے نیاز محبت ہیں، کچھ انہیں
اب تک خبر نہیں ترے حال خراب کی

☆☆☆

ہم نے ہر ہر بات اپنے حق میں جانی آپ کی
مہربانی ہو کہ نا مہربانی آپ کی!

ہے نرالی سبز کی بھی روئے روشن پر بہار
اوڑھنی بہتر تھی لیکن ارغوانی آپ کی!

خود غرض ہم کو بھی ٹھہرایا جو غیروں کی طرح
دیکھیے اچھی نہیں یہ بدگمانی آپ کی!

آپ کے معشوق ہو کر عاشقی کی داستاں
کاش ہم بھی ایک دن سنتے زبانی آپ کی

اس گل رعنا کا حسرت یونہی کیا کم تھا جمال

ہو گئی ہے طرہ اس پر جو خوش بیانی آپ کی

5فروری

☆☆☆

پھر کہاں دل رہے کہاں نہ رہے
جب تمہیں اس پہ مہرباں نہ رہے
خود غرض عشق، خوف حسن کو بھی
چاہتا ہے کہ درمیاں نہ رہے
دل تسکین کیوں بنو، ہمارے لئے
تم یہ مانا کہ دلستاں نہ رہے
یاس بہتر ہے، دیکھ اور بے مہر
آرزو کوئی نیم جاں نہ رہے
مان لیں پیر ہم بھی حسرت کو!
عشق حسرت اگر جواں نہ رہے

5فروری

☆☆☆

نہ پوچھو خاطر بسمل میں کیا ہے
یہ خود سوچو تمہارے دل میں کی ا ہے
پناہ جہد پیہم ہو، تو خطرہ
فریب دوری منزل میں کیا ہے

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

ہوس مجرم ہے پر لوث گناہ کے
تمہارے دعویٰ باطل میں کیا ہے
سزا دو گے ہمیں کب تک کہاں تک
خدا جانے تمہارے دل میں کیا ہے
دعا کر وہ ملیں خود، ورنہ حسرت!
تری اس سعی بے حاصل میں کیا ہے

ہر دم انہیں یاد ہے کسی کی
چھپتی نہیں بات عاشقی کی!
دل شاہد حسن کا طلب گار
آنکھیں غم آرزو سے خوں بار
شوق اس کا بری التجا سے
بے گانہ ہے عرض مدعا سے
کردار میں ہیں سب اس کے مستور
معشوقی و عاشقی کے دستور
حسرت ایسوں کی پائے بوسی!
کچھ عیب نہیں قسم خدا کی!

اثنائے راہ کراچی تا دہلی 1941ء

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

ہر سمت مری چشم تمنا نگراں ہے
معلوم نہیں جلوۂ جاناں نہ کہاں ہے!

شاید یہ وہی ہے جو مرے شوق نظر کے
باطن میں تو موجود ہے ظاہر میں نہاں ہے

عاشق جسے کہتا ہے محبت کا فریضہ
بدعت کا اسی چیز پہ زاہد کو گماں ہے

کونین کی راحت سے بھی زنہار جو بدلے
دل درد محبت کا ترے مرتبہ داں ہے

حسرت کا دل آئینہ ہے اک صورت حق کا
گو اس کی نظر شیفتۂ حسن بتاں ہے

اثنائے راہ دہلی تا کانپور 5 فروری 1917ء

☆☆☆

طالب ہوں فیض غم کا اک حسن بے نشاں سے
دست سوال میرا اونچا ہے آسماں سے

اظہار آرزو کی آئی نہ ان سے نوبت
دل نے دریغ رکھا اس راز کو زباں سے

اک طرفہ ماجرہ ہے، باوصف خود نمائی
قصہ حذر کسی کا انبوہ عاشقاں سے!

عشق بتاں ہے بے شک تمہید حق پرستی
رقبہ ہے ملک دل کا ملحق دیار جاں سے

حسرت کو عاشقی میں تھا زعم پختہ کاری!
پھر بھی شکست کھائی اس شوخ نکتہ داں سے

برطرح مشاعرہ کانپور 23 فروری 1941ء

☆☆☆

جب سوا میرے نہ تھا کوئی نشانہ تیرا
یاد ہے مجھ کو ابھی تک وہ زمانہ تیرا
پا کے وہ گرم نظر مجھ کو سر عرش جہاز
کبھی چھپنا تو کبھی پھر نظر آنا تیرا
میرے اصرار پہ وہ ہاتھ چھڑا کر آخر
دستخط آپ سے اردو میں بنانا تیرا!
کج ادائی کے لئے شوق کو ٹھہرا نہ ہوس
مجھ سے کچھ خوب نہیں ہے یہ بہانا تیرا
رام اخلاص نہ ہو جن کی مروت حسرت!
کیا قیامت ہے دل ایسوں سے لگانا تیرا

کانپور 19 ستمبر 1941ء

☆☆☆

آپ کیوں ہم کو نامراد کریں
اپنے عہد وفا کو یاد کریں
حسن کا حق ہے صاحبی ہم اسے

ہدیہ بندگی سے شاد کریں

کیوں نہ ہو ہم کو ناز، جب وہ بھی

دعویٰ عاشقی پہ صاد کریں

خود بخود رہے گی فکر معاش

پھر نہ ہم کیوں سر معاد کریں!

سوئے منزل بڑھے چلیں حسرت!

کچھ نہ پروائے ابر باد کریں!

اثنائے راہ یمنی تا کافیہ 22 نومبر 1941ء

☆☆☆

قیمت مے کہ بہ پیمانہ جاں ہے ساقی

کون کہتا ہے کہ یہ نرخ گراں ہے ساقی

للہ الحمد کہ رندوں میں علی الرغم حسود

سکہ فیض ترا اب بھی رواں ہے ساقی

تشنہ کا مان مے ناب ہیں جاں برلب شوق

کرم اب بھی نہیں دشوار، کہاں ہے ساقی

تو نے رکھ دی تھی جہاں چھین کے ہم سے بوتل

روح مستی اسی جانب نگراں ہے ساقی

دل ہے کس کا طلب گار خدا ہی جانے

کیا یہیں سے ہے کہ بے نام و نشاں ہے ساقی

تو ہے فیاض تو پھر فیض میں کیوں دیر اتنی

دے کہیں جلد کہ مجھ کو خفقاں ہے ساقی

محتسب کی نہ سنی ہے نہ سنے گا حسرت
کہ وہ مے خوار ترا مرتبہ داں ساقی!

23 نومبر 1941ء

☆☆☆

نظر حسن کی ہے بینائی
آپ کی شان جلوہ فرمائی!
پھر قریب آ گیا دیار حبیب
پھر بڑھی دل کی ناشکیبائی
پھر وہی سروہی ہے شوق سجود
پھر وہی درد وہی جبین ساقی
زاہدوں میں بہ جرم حب رسول
دور پہنچی ہے میری رسوائی
بے نیاز دو کون ہے حسرت!
ان کے اکرام کا تمنائی!

اثنا راہ مدینہ کیم جنوری 1942ء

☆☆☆

جسم سنگ کعبہ میں کیفیت جاں دیکھئے
پوشش اسود سے پیدا بیض ایماں دیکھئے!
سایہ میزاب رحمت میں بہ ایقان تمام

جذبہ عشق حقیقی کو نمایاں دیکھئے!
مایہ زمزم سے ہوئی بالیدہ روح اتقا
صاف آئینے میں شکل آب حیواں دیکھئے
ملتزم 1 کو جانئے گر فی المثل آغوش حق
سنگ اسود کو بہ شان دست یزداں 2 دیکھئے
ذوق عرفاں ہو تو حسرت بیت حق میں ہر گھڑی
دیدۂ دل سے بہ ہر سو روئے جاناں دیکھئے
4 جنوری 1942ء

☆☆☆

حب حق کے ہے برابر حاصل دنیا و دیں
حب آل مصطفےٰؐ و حب خیر المرسلینؐ
من و سلویٰ سے بھی ہے بہتر اگر ملتی رہے
یا رسولؐ اللہ ترے در پر ہمیں نان جویں
حاضر دربار ہے حسرت بہ امید قبول
یا شفیع المذنبیں یا رحمت اللعالمین
برجہاز اکبر 29 جنوری 1942ء

☆☆☆

سرزنش کے واسطے اس شوخ کی چیں جبیں
سم کسی کے حق میں ہو میرے لئے ہے انگبیں

ہیں نہاں جور جلی میں بھی ترے لطف خفی

ہاں سے بھی کچھ بڑھ کے ہے اے جان جاں تیری نہیں

کیوں نہ ہو تیرا تغافل بھی مثل التفات

ہر اشارہ دلربا ہے ہر کنایہ دل نشیں

---

1 دروازہ کعبہ کے دائیں جانب کی دیوار 2 حدیث "ید اللہ" کی طرف اشارہ۔

توبہ پھر ٹوٹی میں ٹھہرا پھر گنہگار ہوس

فتنہ اکبر پس حج پھر ہے اک ذات حسیں

کیوں ڈروں طعن ملامت گر سے حسرت کہ نہ دوں

میں بھی مثل مولوی "ہذا جنون العاشقیں"

☆☆☆

معجزہ دیکھا سر شام آپ کا

مطلع خورشید ہے بام آپ کا

یاد ہے اب تک وہ ز راہ کرم

وعدے پہ آنا سر شام آپ کا

میرا وہ اصرا نشید غزل

نغمہ آہستہ خرام آپ کا!

رات کی تنہائی میں آخر وہ خود

عذر میں فرم کلام آپ کا

مٹ کے رہے بہ تقریب وصل

درد مرے دل کا زکام آپ کا

ہار ہوئی آخر کار آپ کی

بازی گیا جیت غلام آپ کا
دعوئ مے خواری حسرت غلط
آپ کی بوتل ہے نہ جام آپ کا

17اپریل 1943ء

☆☆☆

پنہاں کرم نمود و بظاہر وفا نہ کرو
نازش چہ لطفہاست کہ بر شوق ما نہ کرو
جانم زیاں عشق ترا سود خود شمرد
دل نیز ایں معاملہ کر دو خطا نہ کرو
حسرت اگر بسوخت بہ حرص وصال دوست!
ترسم کہ او فریضہ عشقش ادا نہ کرو!

حیدرآباد دکن 26 اگست 1942ء

☆☆☆

گرویدہ اہل شوق جو حسن بتاں کے ہیں
شاید یہ سب نشانے اسی بے نشاں کے ہیں
سجدے جبیں اہل عقیدت کے فی المثل
سب سنگ نور ہیں جو ترے آستاں کے ہیں
اب دل میں ہے کہ صرف ترے ہو کے بیٹھ جائیں
قضیئے چکا کے سب جو زمین و زماں کے ہیں

اب یہ بھی ہے قریب کہ مٹ جائیں یک قلم
سینے میں داغ جتنے غم دلبراں کے ہیں
حسرت وہ سن رہے ہیں جو اہل وفا کا حال
اس میں بھی کچھ فریب تری داستاں کے ہیں

کراچی 30 نومبر 1942ء

☆☆☆

ہر لحظہ وظیفہ ہے جان و دل آگاہ کا!
الحسن ہو الحق کا والعشق ہو اللہ کا!
ہم بادۂ پرستی کے ہر حال میں ہیں قائل
وہ ابر کی ظلمت ہو یا نور شب ماہ کا
کیوں کر نہ کہے دنیا مقبول خدا اس کو!
مطبوع رعایا ہو فرمان اگر شہہ کا
بے عشق رہی آخر محروم حق آگاہی
انجام نظر آیا یہ دانش گمراہ کا!
پرسش کو وہ آئے ہیں یا سرزنش غم کو
کیا عقدہ کھلے حسرت اس آمد ناگہ کا

☆☆☆

قطعات تاریخ طبع کلیات حسرت موہانی

(از محبت باصفا حضرت صدق جائسی)

پاک دل حسرت ادیب نامور
نیک خو صوفی منش، رنگیں بیاں
چند دن کو، حیدر آباد آئے تھے
جب سے ہیں وجہ نشاط دوستاں
گھیرے رہتے ہیں انہیں شام و سحر
شعر کے شیداء برنگ عاشقاں
رات اس محفل کی، روشن شمع تھے
دن کو اس مجلس کی ہیں روح رواں
مجھ کو بھی ملتے ہیں، رہتے میں کبھی!
جیسے نعمت کوئی، بے وہم و گماں
جوہری اہل دکن کو جان کر!
کھول بیٹھے ہیں جواہر کی دکاں
چرخ سے لائے ہیں تارے توڑ کر
ہر غزل ان کی ہے، رشک کہکشاں
آب و تاب شعر سے ان کے ہے ماند
آبروئے جلوۂ حسن بتاں
شعلہ طور اس کے آگے سرد و خشک
طور کے شعلوں میں یہ گرمی کہاں

کوہ نور اغلب ہے، آتا سامنے
کھو چکا اس کو، مگر ہندوستاں
منظر آنکھیں ہیں، لکھ اے صدق سال
کلیات حسرت، الماس کلاں

☆☆☆

ادیب رنگیں بیاں ہیں حسرت شہیر ہندوستان ہیں حسرت
دل و جگر کے لئے ہے نشتر، کلام حسرت زبان حسرت
یہ مصرعہ صدق سال بھی ہے، شگون بھی نیک فال بھی ہے
جمیل سرمایہ ادب ہے کلام عمدہ بیان حسرت

1362ء

☆☆☆

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

غزلیات بابت 1943ء

بر طرح مشاعرہ قلی بازار کانپور مورخہ 13 مارچ 1943ء

نہ مرنے کی باتیں، نہ جینے کی باتیں
کرو ہم صغیرو مدینے کی باتیں

علیؑ باب علم اس سے ٹھہرے کہ ان کو
نبیؐ نے بتائی تھیں سینے کی باتیں

شریعت ہوئی، نردبان حقیقت
یہ ہیں بام عرفان زینے کی باتیں

مٹائے محبت نے سب عیب اب یاں
نہ بغض و حسد ہے نہ کینے کی باتیں

بڑا چور ہے نفس امارہ حسرت
نہ سننا کبھی اس کمینے کی باتیں

☆☆☆

بر طرح مشاعرہ جاجمبوٹینری مورخہ 12 اپریل 1943ء

صلوۃ شوق بقدر جمال یار نہیں
چمن کا حسن باندازہ بہار نہیں!
ترے کرم کا سزاوار زینہار نہیں
وہ تن کہ خستہ نہیں ہے، وہ دل کہ زار نہیں
ہر اس نفس کو ہم اپنے کہیں گے ننگ وجود
جو ان کے انس کی خوشبو سے مشکبار نہیں!
وہ عشق عشق نہیں ہے نہ ہو جو پوشیدہ
وہ حسن حسن نہیں جو نقاب دار نہیں
ہزار شکر کہ مستغنی، شفا ہو کر
مری دعا بھی ترے غم سے شرمسار نہیں
ترے بغیر، ترے عشق جاں فزا کے بغیر
مری حیات ہے بے مدعا، بہ کار نہیں!
بجا ہے گر تری نسبت سے جان حسرت کو
ترے فراق کا صدمہ بھی ناگوار نہیں!

☆☆☆

اثنائے راہ حیدرآباد دکن تاریخ 31 مئی 1943ء

جہاں تک ہم ان کو بھلاتے رہے ہیں
وہ کچھ اور بھی یاد آتے رہے ہیں!
انہیں حال دل ہم سناتے رہے ہیں

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006

وہ خاموش زلفیں بناتے رہے ہیں
محبت کی تاریکی یاس میں بھی
چراغ ہوس جھلملاتے رہے ہیں
جفا کار کہتے رہے ہیں جنہیں ہم
انہیں کی طرف پھر بھی جاتے رہے ہیں
وہ سوتے رہے ہیں الگ ہم سے جب تک
مسلسل ہم آنسو بہاتے رہے ہیں
بگڑ کر جب آئے ہیں ان سے، تو آخر
انہیں کو ہم الٹے مناتے رہے ہیں
وہ سنتے رہے مجھ سے افسانہ غم
مگر یہ بھی ہے مسکراتے رہے ہیں
نہ ہم ہیں نہ ہم تھے ہوس کار حسرت
وہ ناحق ہمیں آزماتے رہے ہیں!

☆☆☆

مقام حیدرآباد دکن مورخہ 8 جولائی 1943ء

جائز نہیں چاہ اس کی مصیبت یہ بڑی ہے
کس فتنہ ایمان سے کہاں آنکھ لڑی ہے!
ہر لحظہ ہے رسوائی کونین کا دھڑکا
ہر ساعت شوق اپنی قیامت کی گھڑی ہے

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006

پہلے تو کرم خود ہی کیا تم نے پھر اب کیوں
آنکھوں سے لگی اشک ندامت کی جھڑی ہے
ہم کو یہ تری برہمی مرحمت آلود
کیوں کر نہ گوارہ ہو کہ پھولوں کی چھڑی ہے
کیا حسن پرستی بھی کوئی عیب ہے حسرت
ہونے دو جو اخلاق کی تنقید کڑی ہے!

☆☆☆

اثنائے راہ کانپور از حیدر آباد دکن 9 جون 1943ء

چادر جو کہیں حسن رخ یار کی سر کی!
قابو میں طبیعت نہ رہی ذوق نظر کی!
سوتے میں جو دیکھا تھا رخ یار کا عالم
آنکھوں میں یہ خنکی ہے اسی نور سحر کی!
ہے شوق بھی دیوانہ ترے نقش قدم کا
مائل ہے عقیدت بھی ترے سجدۂ در کی
لغزش سی جو ہے اس کے قدم میں دم رفتار
یہ ناز کی مستی یہ نزاکت ہے کمر کی!
چاہا تھا کہ پھر ان کو نہ چھیڑیں گے نہ چھیڑا
خواہش کوئی بھی ان سے نہ کرنی تھی کمر کی
آ جاتی ہے ناگاہ جدائی کی مصیبت

ہوتی ہے خبر کس کو ترے عزم سفر کی
یا حسن ہے یا عشق، ہر اک نقش یہاں کا
کیا بات ہے اے شوخ ترے راہ گزار کی
کچھ فائدہ حسرت نہ ہوا ضبط ہوس کا
پوشیدہ محبت نہ رہی "ش" بہ سر کی

☆☆☆

6اگست 1943ء

کلفت پہ مری خوش تھے وہ ہر بات وہی تھی
ہونٹوں پہ جو دیکھا تو ہنسی کھیل رہی تھی

ایضاً

پھر ساعتیں تمام ہوئیں انتظار کی
تقریب پھر قریب ہوئی وصل یار کی

☆☆☆

مقام کانپور 3 ستمبر 1943ء

اس شوخ کو رسوا نہ کیا ہے نہ کریں گے
ہم نے کبھی ایسا نہ کیا ہے، نہ کریں گے

محفوظ ہے یہ راز، ترے لطف ستم کا
اغیار میں چرچا نہ کیا ہے، نہ کریں گے

بولے تو یہ بولے وہ تقاضائے کرم پر
یوں ہی سہی اچھا، نہ کیا ہے، نہ کریں گے

نسبت ہے تعارف کی جو ان سے وہ رہے گی
تخصیص کا دعویٰ نہ کیا ہے، نہ کریں گے

اغیار کے قابو میں بھی یہ قول ہے ان کا!
"حسرت سے تو وہ پردہ نہ کیا ہے نہ کریں گے"

☆☆☆

کانپور 13 اکتوبر 1943ء مستزاد حسرت زیرِ عنوان "یار اغیار"

آشنا جب سے وہ بد خو وہ ستم گار ہوا
فتنہ بیدار ہوا

جان دل سے ہوئی، دل جان سے بیزار ہوا
صبر دشوار ہوا

اب نہ دنیا کی تمنا ہے نہ عقبیٰ کی ہوس
اک ترا شوق ہے بس

دل جو اے جان جہاں تیرا طلبگار ہوا
سب سے بیزار ہوا

دل کو حاصل ہوئی افکار دو عالم سے نجات

بن گئی خوب یہ بات
چھوٹ کر سب سے تری قید کا اقرار ہوا
اور بہ اصرار ہوا
بے وفائی کا جو خطرہ تھا وہ پیش آ کے رہا
تجھ سے اے محو جفا
لطف کا شکوہ غم پر بھی، نہ اظہار ہوا
صاف انکار ہوا
ہم نے حسرت کی سفارش تو بہت کی تھی مگر
نہ ہوا کچھ بھی اثر
پہلے جو بیگانہ تھا اب وہ دل آزار ہوا
یار اغیار ہوا

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

☆☆☆

غزلیات بابت 1944ء

مقام ناندیر ریاست حضور نظام مورخہ 7 جنوری 1944ء

کہیں کیا چپ ہیں نافہموں کے ڈر سے
انہیں ہم دیکھتے ہیں کس نظر سے
انہیں کو ہو نہ خط لکھنے سے انکار
یہ ہم بدظن ہیں نا حق نامہ بر سے

قیامت ہے کہ ہو بے گانہ تم بھی!
بہ ظاہر امتیاز خیر و شر سے!
محبت خیر مطلق ہے بہر حال
وہ حق سے ہو کہ ہو حسن بشر سے
وہ کیا واقف نہیں مجھ سے کہ ناحق
ڈریں میری فغان بے اثر سے
علاج رنج مہجوری کو حسرت!
وہ آئیں دیکھئے کب تک سفر سے

☆☆☆

کانپور 8 تا 12 مارچ 1944ء

ہر دل میں ہے خواہش تری ہر سر میں ہے سودا ترا
آئینہ دار عشق ہے خود حسن بے ہمتا ترا!
معذور ہے تاب نظر، مجبور ہیں اہل بصر
مستور حق ہے سر بسر، اے نور جاں جلوہ ترا
ہر ہر اشارت نازنیں، ہر ہر کنایت دل نشیں
اے حسن یار مہ جبیں، ہر نقش ہے زیبا ترا
گھٹتی رہی تیری خودی، اے خاکسار عاشقی
یہ بات بھی اچھی رہی بڑھتا رہا درجا ترا
تیری جفا بھی ہے وفا، منظور باب صفا

یعنی بفتوائے رضا جائز نہیں شکوا ترا

جو حسن دیکھا بے اماں، اس کو بھی ہم سمجھے کہ ہاں

اے دل ربائے دل براں اک نقش ہے گویا ترا

رہتا ہے ڈر ہر دم یہی، یہ گریہ، بے چارگی

کر دے نہ راز عاشقی اے دل کہیں افشا ترا

محبوب ہر قلب و جگر، مطلوب ہر جن و بشر!

ہے نور بخش ہر نظر، اک جلوۂ یک تا تیرا

ہر لحظ تیری آرزو، ہر دم ہے تیری جستجو

حسرت بھی ہے اے ماہ رو مدت سے دیوانا تیرا

☆☆☆

22 مارچ 1944ء کانپور

اب تک ہے یاد اے تند خو مقتل میں وہ آنا ترا

وہ سر جھکا دینا مرا وہ حکم فرمانا ترا

پا کر مجھے گرم نظر، اچھا نہیں اے فتنہ گر

چلمن کا پردہ چھوڑ کر دانستہ ترسانا ترا

رشک دل و جاں ہے بجا، بہتر ہے دیر آشنا

تقدیر میں موزا ترا، قسمت میں دستانا ترا

جاں پرور و شوق آفریں، راحت فزا خاطر نشیں

نغمے نے بھی اے نازنین دل سے سنا گانا ترا

دل عاشقوں کے لے لئے، پہلے تو کس کس ناز سے
اب اے پری کیا قہر ہے صورت نہ دکھلانا ترا

اس شوخ کا شکوہ کیا، حسرت یہ تو نے کیا کیا
اس سے تو اے مرد خدا، بہتر تھا مر جانا ترا

☆☆☆

کانپور 7 فروری 1944ء بابت مشاعرہ آل انڈیا ریڈیو دہلی

محبت کے اثر کی طرفہ سامانی نہیں جاتی
خود ان سے اپنی صورت اب تو پہچانی نہیں جاتی

غلط ہے دعوی عرفان حق ارباب حکمت کا
حقیقت ان سے بوجھی جاتی ہے جانی نہیں جاتی

ہوس کے حوصلے ہیں پست دنیائے محبت میں
نگاہ آرزو کی پاک دامانی نہیں جاتی

یہ آخر کیا قیامت ہے کہ باوصف خرد مندی
ہوس کے معرکوں میں دل کی نادانی نہیں جاتی

مری مظلومیاں بھی جرم ٹھہری ہیں نہ کیوں ٹھہریں
کہ اب اس جور نادم کی پشیمانی نہیں جاتی

طلبگار وفائے حسن ہے عشق ہوس پرور
یہ خو جاتی تو ہے لیکن بآسانی نہیں جاتی

وفا کے ہم نے حد کر دی جو ان کے جور پیہم پر

وہ اب حیران غم ہیں ان کی حیرانی نہیں جاتی
زوال نور لازم ہے مجازی حسن خوباں کو
وہ مطلق حسن ہے جس کی درخشانی نہیں جاتی
سویت آپ کا مقصد، بغاوت آپ کا مسلک!
مگر اس پر بھی حسرت کی غزل خوانی نہیں جاتی

☆☆☆

اثنائے راہ کانپور از حیدرآباد دکن 14 جون 1944ء

وہ رخصت سب سے ہو کر جا رہے ہیں
قیامت کا سماں دکھلا رہے ہیں
احبا بھر رہے ہیں سرد آہیں
اعزا اشک غم برسا رہے ہیں
مخاطب سب سے ہیں، اک وہ مجھی سے
بظاہر بے رخی فرما رہے ہیں!
اب آئیں گے کبھی کاہے کو یاں ہم
یہ دھمکی بھی وہ دیتے جا رہے ہیں
یہ خفگی ہی نہ نکلے، جس کو حسرت
لگاوٹ اب بھی ہم ٹھہرا رہے ہیں

(ایضا مقام جھانسی)

☆☆☆

سمجھتے ہیں کہ دھوکا کھا رہے ہیں
مگر پھر بھی وہیں ہم جا رہے ہیں
بغیر ان کے تسلی ہو چکا دل!
یہ ہم ناحق اسے بہلا رہے ہیں
وہ جو چاہیں کہیں، آج ان کو حسرت
بہ منت پھر ہمیں بلوا رہے ہیں!

☆☆☆

کانپور 4 ستمبر 1944ء

گفتار میں آئے جو وہ لعل گہر افشاں
دنیائے ساعت ابھی ہو جائے زر افشاں!
تزئین جمال اس کی ہے جس شان پہ نازاں
اس ناز کی تائید میں ہے کس قدر افشاں
دل ہے ترے اس تیر محبت کا نشانہ
نکلے بھی جو پہلو سے تو نکلے وہ پر افشاں
اس حسن دل افروز کی خوبی ہے مسلم
اور اس میں کرے کون اضافہ مگر افشاں!
زخم دل حسرت کے لئے تھے جو نمک پاش

اغیار کے حق میں وہی لب ہیں شکر افشاں

☆☆☆

(بہ طرح مشاعرہ جامعہ ادبیہ کانپور 22 ستمبر 1944ء)

شوق کے آنسو یہ میرے دامن جاں میں نہیں
پھول وہ میں نے چنے ہیں جو گلستاں میں نہیں
میں بھلا کب چاہتا رنج محبت سے نجات
باب آسائش مرے آئین حرماں میں نہیں
کون سی دل داریاں ہیں جو بہ شکل التفات
آج بھی پوشیدہ اس جور نمایاں میں نہیں
کون سے اقرار کے پہلو وہ ہیں اے حیلہ جو
جو تری ہاں میں، ترے اقرار آساں میں نہیں
بس کہ ہے اس زلف کافر کی غضب ہر ہر شکن
کون سے رخنے ہیں جو حسرت کے ایماں میں نہیں

کانپور 6 اگست 1944ء

☆☆☆

دل ان سے مل کے اب ان کو بھلا نہیں سکتا
مگر یہ کیوں ہے، میں خود بھی بتا نہیں سکتا
بقدر حوصلہ عاشقی ہے شوق وصال

مگر وہ شوق جو دل میں سما نہیں سکتا
ستم یہ کس کے تغافل کا ہے کہ اب دل میں
میں پھر سے شوق کی دنیا بسا نہیں سکتا
یہ کس کے عجز تمنا کا پاس ہے کہ وہ شوخ
بزعم ناز بھی دامن چھڑا نہیں سکتا
تری نظر کا ہے ناوک وہ ناوک دل دوز
نشانہ کوئی بھی جس کا بچا نہیں سکتا
انہیں یقین محبت نہیں غضب تو یہ ہے
کہ چیر کر میں دل اپنا دکھا نہیں سکتا
اگرچہ میں ہمہ تن درد ہو جگر حسرت!
کوئی جو پوچھے کہاں ہے، بتا نہیں سکتا

☆☆☆

کانپور 6 جنوری 1945ء غزلیات بابت 1945ء

پاس تو رہتے ہیں مگر دور ہیں
کھل کے وہ ملتے نہیں مجبور ہیں
طعن عزیزاں کا نہ ہو خوف اگر
میرے لئے اب بھی وہ رنجور ہیں
جان کے معذور تغافل انہیں
شوق کے سب طور بدستور ہیں

پردۂ اقرار میں انکار کے
کتنے ہی پہلو ہیں کہ مستور ہیں
حسرت ان انکھوں کی دلآ ہے شفا
حسن کی بیمار جو مشہور ہیں

☆☆☆

لکھنو 10 فروری 1945ء

شوق کو جرم سے بری نہ کیا
تم نے کچھ پاس دل بری نہ کیا
خام تھی اپنی بندگی، جو انہیں
مائل بندہ پروری نہ کیا!
حسن سے عشق نے بوقت خطاب
خوف طعن سبک سری نہ کیا
زاہد محروم ہے کہ حق نے اسے
سرفراز قلندری نہ کیا
عشق صادق نے حسن کامل سے
نہ سنا ذکر برتری نہ کیا
مر مٹے ہم، کسی سے اتنا بھی
آپ نے ذکر سرسری نہ کیا
شکوہ سنج ان سے کیوں ہوئے حسرت

احترام ستم گری نہ کیا!

☆☆☆

(مسلک حسرت)

برائے آل انڈیا مشاعرہ بمبئی مورخہ 25 فروری 1945ء

تکمل علاج دنیوی کو حسرت
ہے خواہش حسن عاقبت 1 بھی لازم

1 بہ مصداق ربنا اتنا فی الدنیا حسنۃ و فی الاخرۃ حسنۃ

درویشی و انقلاب مسلک ہے مرا
صوفی مومن ہوں اشتراکی مسلم
زانرو کہ بہ نہج بیت مال 1 احلام
فی الجملہ ہے آئین سویت 2 قیام

☆☆☆

(برطرح مشاعرہ جامعہ ادبیہ کانپور منعقدہ 15 مارچ 1945ء)

اشارت دل ربا ہو گی کنایت دل نشیں ہو گی
تعلق حسن سے جس شے کا ہو گا نازنیں ہو گی

میسر جس کو ہو گا فخر تیرے خیر مقدم کا
وہ دن رات فزا ہو گا وہ شب عیش آفریں ہو گی

عنایت کی نظر کا جب تقاضا ان سے ہوتا ہے
وہ کہتے ہیں نہیں ہو گی نہیں ہو گی نہیں ہو گی

قسم کھانے کے قابل کیوں نہ ہو گی اس کی خوش بختی
محبت جس کے دل میں آپ کی خلوت گزیں ہو گی

نشان آستان حسن ہو گا جس طرف حسرت
اسی جانب کمال شوق کی مائل جبیں ہو گی

☆☆☆

مقابل ہے، بہ سعی کامرانی
تری ضد ہے ہماری جاں فشانی

مرے دل کو ترے غم کی نشانی
مبارک ہو بہ شکل شادمانی

غم عشق آں کہ عیش است و فراغت
بہ ایں سوز و گداز جاودانی

☆☆☆

کانپور 19 مارچ 1945ء برائے مشاعرہ آل انڈیا ریڈیو

لکھنو 26 مارچ 1945ء

All rights reserved. ©2002-2006

نہ وہ بولے نہ ہم روئے، پھر آخر
اٹھے کیوں کر حجاب درمیانی

1 یعنی کل قومی دولت کا اجتماع نظام تشکیل و تقسیم 1 سوویت Soviet

خطاب حسن ادھر تھا بے خطابی
زبان عشق تھی ادھر بے زبانی

وہ یک سر ب ء نازعاشقاں ہیں
قیامت ہے یہ شان دل ستانی

پھرا قاصد مرا اس در سے ناکام
نہ خط آیا نہ پیغام زبانی

نہ فرق آیا تیری بے مہریوں میں
نہ کام آئی مری آزردہ جانی

کف ساقی میں ہے نور علی نور
مے گلگوں بہ جام ارغوانی

نہ ان کی بے وفائی معتبر ہے
محبت میں، نہ میری بدگمانی

جمال یار پر غصے میں حسرت
فروازاں ہے جمال سر گرانی

☆☆☆

برائے آل انڈیا مشاعرہ راولپنڈی ۱۰ اپریل ۱۹۴۵ء کانپور ۲۸ تا ۳۱ مارچ ۱۹۴۵ء

☆☆☆

حوصلہ ان کی شناسائی کا
سر پھرا ہے دل سودائی کا

برہمی ان کی بجا ہے کہ تجھے
پھر ہوا زعم شکیبائی کا

ملگجی ہے تیری پوشاک تو کیا
یہ بھی اک رنگ ہے زیبائی کا

گردن دیدہء یک بیں پہ رہا
حق ترے حسن کی یکتائی کا

شوق مایوس کے حق میں نظر
کام کرتی ہے مسیحائی کا

میری رسوائی کی جانب تو نہیں
رخ تری انجمن آرائی کا

آپ مجبور ہیں بے حوصلہ ہیں ہم
نام بدنام ہے یک جائی کا

خوب ہے تمکنت حسن جواب
شیوہء عشق کی مرزائی کا

شعر حسرت میں ابھی تک ہے ہنر
عیب بھی قافیہ پیمائی کا

ایضا

اعتراف آپ کی یکتائی کا

فرض ہے دیدۂ بینائی کا
اس لب لعل پہ ہنگام خطاب
ختم ہے وصف شکر خائی کا
کم نہیں فرق عقیدے کے لئے
فخر اس در کی جبیں سائی کا
کیا غضب ہے کہ رہے حسن حریف
وہ بھی ہر خواہش غوغائی کا
اور کیا جانے تیرے سوا
مرتبہ تیرے تمنائی کا
طے نہ ہوگا تیرے کوچے کے سوا
مرحلہ دل کی شکیبائی کا
حسن سے اپنے وہ غافل ہیں انہیں
کیا سلیقہ ہو دل آرائی کا
خود ہے وہ جلوہ تماشا دشمن
کیا قصور اس میں تماشائی کا
جائے عبرت ہے یہ معشوق عشق
قصہ یوسف کی زلیخائی کا
عشق حسرت کے سوا عکس کہاں
آپ کے حسن کی رعنائی کا

☆☆☆

اثنائے کانپور از راہ راولپنڈی لاہور ۳۰ اپریل ۱۹۴۵ء

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

کیسے روکیں چارہ سازی کیا کریں
خوئے دل ہے عشق بازی کیا کریں

خاکساری پیشہ ہیں ان کے فقیر
آرزوئے سرفرازی کیا کریں

غارت دل سہل ہے ان کے لئے
اہتمام ترکتازی کیا کریں

زاہدوں کی طینتوں میں ہے فتور
ادعائے پاک بازی کیا کریں

ہو چکے جو حسن مطلق کے مرید
وہ سر عشق مجازی کیا کریں

رکھتی ہے اہل وفا کی شرم انہیں
اعتراف بے نیازی کیا کریں

دلبری حسرت ہے فطرت حسن کی
حسن والے دل نوازی کیا کریں

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved ©2002-2006

☆☆☆

۱۷ اپریل ۱۹۴۵ء

رونق دل یوں بڑھائی جائے گی
غم کی اک دنیا بسا لی جائے گی

آ پڑا ہے عاشقی سے واسطہ
اب طبیعت کیا سنبھالی جائے گی

میری جانب وہ توجہ کی نظر
بزم دشمن میں چھپا لی جائے گی

ہوں گی پوری ان کی سب فرمائشیں
ایک بھی ہم سے نہ ٹالی جائے گی

بے نیاز ایں و آں ہے ناز یار
آرزو کی بات خالی جائے گی

☆☆☆

شوق کہتا ہے کہ خوبی حسن کی
نور کے سانچے میں ڈھالی جائے گی

بے خودی میں پھر وہ تصویر جمال
دل کی آنکھوں سے لگا لی جائے گی

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved 2002-2006

☆☆☆

برائے مشاعرہ لکھنؤ ۱۲۷ اپریل ۱۹۴۵ء

بے رخی سے کام وہ لیں گے مگر
خوب جب چاہت بڑھا لی جائے گی
صحت بیمار غم کے واسطے
ان کے دامن کی ہوا لی جائے گی
میری بے تابی سے شوخی آپ کی
جب خفا ہو گی منا لی جائے گی
دل نہ توڑو حسرت ناکام کا
زلف تو پھر بھی بنا لی جائے گی

☆☆☆

تمکنت ان کی بڑھی شوق میرا کم نہ ہوا
فیصلہ عاشقی وحسن کا محکم نہ ہوا

سن کے ان سے کہ میرے جور کی توہین ہوئی
منفعل ہے سرِ تسلیم کہ میں خم نہ ہوا

کیوں میری خاطرِ مجموع پریشاں نہ ہوئی
تیرے گیسو کی خطا کیا ہے جو برہم نہ ہوا

تو نہ آیا تو شبِ غم ترے بیماروں کا
درد دل اور بڑھا دردِ جگر کم نہ ہوا

چھوڑ کر اس بت بد خو کی محبت حسرت
کہتے ہو کھا کے قسم کچھ بھی تمہیں غم نہ ہوا

برائے مشاعرہ جامعہ ادبیہ کانپور 8 جون 1945ء

☆☆☆

کانپور ۱۱ جون ۱۹۴۵ء

ستم کو جزو سمجھتے ہیں دل ربائی کا
یہ کیا طریق یہ کیا ڈھب ہے آشنائی کا

وہ اپنے حسن کی تنقیص کرتے ہیں مجھ سے
یہ ایک طرفہ نمونہ ہے خود ستائی کا

نیاز عشق یہی ہے تو کچھ بعید نہیں

غرور حسن جو دعویٰ کرے خدائی کا
نگاہ داری آداب عشق نے شب غم
سبق دیا مرے نالوں کی رسائی کا
جسے نہ سوز محبت سے کچھ بھی ہو سروکار
اسے حرام ہے دعویٰ غزل سرائی کا
بہ غور دیکھ رہے ہیں تیری وفا کے اسیر
مآل اہل ہوس کی گریز پائی کا
کچھ ان کی رنجش بے جا سے ڈر نہیں حسرت
کہ ہے خلوص کو موقع ابھی صفائی کا

☆☆☆

مقام اشتراکیت کانپور ماہ جون ۱۹۴۵ء

معیشت میں بہر سو رنگ فطرت ہے جہاں میں ہوں
اخوت ہے جہاں میں ہوں سویت ہے جہاں میں ہوں
مقام فرد بھی محفوظ ہے نوز جماعت میں ہوں
نمایاں ہر طرف وحدت میں کثرت ہے جہاں میں ہوں
اصول اشتراک،آئین بیت المال سے مشتق
اساس کار جمع وخرچ ملت ہے جہاں میں ہوں
فلاحت ہو کہ حرفت،کامیابی سعی انساں کی
نظام اجتماعی کی بدولت ہے جہاں میں ہوں
بری ہے فکر یاں ہر فرد کی لوث عقیدت سے

مسلم اقتدار علم وحکمت ہے جہاں میں ہوں
رواج بر بریت ہے مذاہب کے تعصب میں
فضائے امن وصلح وآدمیت ہے جہاں میں ہوں
بلا تائید محنت کچھ بھی افزائش جو ہو حسرت
وہ دولت کے لئے اک طوق لعنت ہے جہاں میں ہوں

☆☆☆

کانپور۱۴تا۱۸جولائی

وصل کے شوق کا خود وصل سے اطفا نہ کرے
عشق صادق جو ہو مخلص بھی تو ایسا نہ کرے

اس پہ افسوس کہ بینائے محبت ہو کر
جلوۂ دوست کا ہر شے میں تماشا نہ کرے

تاب دیدار نہ ہو جس میں خود اس کا قصور
عشق اس حسن نظر سوز کا شکوہ نہ کرے

قدرت حسن پہ کچھ فرض نہیں پرسش غم
اس کی مرضی پہ ہے موقوف کرے یا نہ کرے

تجھ کو دعویٰ توکل ہے تو لازم ہے کہ تو
فکر امروز بہ اندازہ فردا نہ کرے

مرجع عشق ترا حسن مسلم ہے تو پھر
کیا کرے کوئی اگر تری تمنا نہ کرے

مجھ کو صبر وخرد وہوش سے بیگانہ کیا
اور ابھی دیکھیے کیا کیا دل دیوانہ کرے

التفات ستم خاص ہے کافی حسرت
حسن سے عشق توجہ کا تقاضا نہ کرے

☆☆☆

☆

حسن بے پردہ بے نقاب نہیں
کیا حجاب نظر حجاب نہیں

وقف ھل من مزید ہے لب شوق
ستم یار بے حساب نہیں

اور ہے کیا جو بزم ساقی میں
مے کشوں کے لئے شراب نہیں

فتنہ ء روز حشر ہے بیدار
شب ماہ میں وہ محو خواب نہیں

جان حسرت پہ قہر ہے غم ہجر
جس سے بڑھ کر کوئی عذاب نہیں

ہم سے دانستہ جو خطاب نہیں
کیا توجہ یہ اجتناب نہیں

متبسم یہ برہمی ان کی
تیغ گویا ہے جس میں آب نہیں

میری مایوسی کی حد نہ رہی
دل کو اب آرزو کی تاب نہیں

مئے گلگوں کی روشنی میں کہیں
دخل تاریکی سحاب نہیں

ان کے دل میں ہے جا مگر حسرت
ان کی محفل میں بار یاب نہیں

☆☆☆

بلبل بے کس سے کیا پوچھیں کہ نشیمن تھا کہاں
باغباں بھی جب یہ کہتا ہو کہ گلشن تھا کہاں
جوہری بم کی یہی گر کار فرمائی رہی
حسرت اک دن خلقت پوچھے گی کہ لندن تھا کہاں

☆☆☆

غزلیات بابت ۱۹۴۶ء (تخمیس حسرت برغزل حافظ)

مرے حق میں کیا نہ ہوگا کبھی رحم کا اشارہ
نہ کبھی خطاب پنہاں نہ عتاب آشکارا
کہ یہ ہو تو بے کسی کا مجھے غم بھی ہے گوارا
یہ ملا زمان سلطان کہ رساند ایں دعا را

کہ بہ شکر بادشاہی زنظر مراں گدا را
کوئی میرے دل سے پوچھے ترے غم کی بے پناہی
ہے بیاں کی حد سے بیروں مرے حال کی تباہی
یہ کچھ اور دے رہی ہے مری آرزو کی گواہی

ہمہ شب امیدوارم کہ نسیم صبح گاہی
بہ پیام آشنائی بنو از داآشنا را

یہی اب تو التجا ہے کہ بہ زہد نخوت انگیز
یہ جو تھا بصد تکلف مجھے شغل مے سے پرہیز

اسے کردے ختم ساقی بہ عطائے رافت آمیز
بہ خدا کہ جرعہ وہ تو بہ حافظ سحر خیز
کہ دعائے صبح گاہی اثرے کند شما را

☆☆☆

تخمیس حسرت موہانی بہ غزل حافظ بسلسلہ فال مورخہ ۱۸ مارچ ۱۹۴۶ء اثنائے راہ دہلی

فارغ از وسوسہ سود وزیاں خواہد بود
تاز مے خانہ دمے نام ونشاں خواہد بود
سر ما خاک را پیر مغاں خواہد بود
بے عدو حسن ہے تیرا مری خواہش بے حد
بدعتی کہتے ہیں مجھ کو تو کہیں اہل خرد
عاشقی پیشہ ہے دل نیک سمجھتا ہے نہ بد
بہ زمینے کہ نشان کف پائے تو بود
سال ہا سجدہ صاحب نظراں خواہد بود
جب کہے خواب میں خود آکے وہ شاہ خوباں
جب کہ حافظ بھی مصدق ہو بہ فال دیواں
تجھ کو حسرت یہ مبارک سندھ ومہر ونشاں
پردہ بردار کہ تا سجدہ کند جملہ یہاں
طاق ابروئے تو محراب خواہد بود

☆☆☆

مورخہ ۴ جون ۱۹۴۶ء بحالت خواب بہ مقام کانپور

All rights reserved. ©2002-2006

☆☆

جذبہ شوق کی تاثیر دکھانا ہے مجھے
آپ رو رو کے خود ان کو بھی رلانا ہے مجھے

قابل دید ہے مجبوری دل کا عالم
ابھی لائے تھے جہاں سے وہیں جانا ہے مجھے

یوں تو روشن ہے سب ان پر مرے دل کی خواہش
ہمنوا ان کی زبان کو بھی بنانا ہے مجھے

بد گمانی کا برا ہو کہ خفا ہیں دونوں
اب نہ آنا ہے کسی کو نہ بلانا ہے مجھے

تجھ پہ آکر جو ستایا تھا مجھے دل نے کبھی
تجھ سے اب ہو کے جدا دل کو ستانا ہے مجھے

پائے بوسی کی تمنا میں ترے نقش قدم
کہیں مل جائیں تو آنکھوں سے لگانا ہے مجھے

کوچہ یار چھٹا ہے نہ چھٹے گا حسرت
خاک میں اب تو یہیں مل کے دکھانا ہے مجھے

۳۰ نومبر ۱۹۴۶ء مطابق ۵ محرم الحرام کانپور

☆

شفاعت کا لوائے احمدی جس دن اٹھا ہوگا
ہمارے ہاتھ میں دامان شاہ کربلا ہوگا
گواہی پیش ہوگی جس گھڑی خون شہادت کی
تو حق میں پیروان حق کے بے شک فیصلہ ہوگا
سپر بن جائے گی جب دوستی آل محمد کی
رجائے مغفرت میں منتقل بیم وسزا ہوگا
خطائیں بخش دی جائیں گی لاریب اہل عقیل کی
بتولؑ وحیدرؑ وحسنینؑ کا جب واسطہ ہوگا
ڈریں حسرت جنہیں ڈر ہو عقوبات قیامت کا
ہمیں تو آج بھی معلوم ہے اس روز کیا ہوگا

☆☆☆

۲۳ دسمبر ۱۹۴۶ء مقام کانپور

پھر سے تقدیر آزمانا چاہیے
ربط انہیں سے پھر بڑھانا چاہیے
بجھ گئی دل میں جو شمع امید
اس کو پھر روشن کرانا چاہیے

حسن کی بے مہریوں کے سب گلے
آرزو کو بھول جانا چاہیے
جن کو مدت سے بھلا بیٹھے تھے ہم
پھر انہیں دل سے لگانا چاہیے
مضطرب ہے پھر بھی حسرت کیوں نہ ہو
جب کہ اس کو بھی آزمانا چاہیے

☆☆☆

نامکمل بحالت خواب ۲۶ دسمبر ۱۹۴۶ء
عاشقی کیا کامیاب آرزو ہونے لگی
ان کو حال عاشقاں کی جستجو ہونے لگی
شوق کی رعنائیوں سے حسن کی رنگینیاں
جب ہوئیں بے باک بحث رنگ و بو ہونے لگی
ایضاً ۲۸ دسمبر ۱۹۴۶ء

☆☆☆

اس ستم گر کے لئے درس وفا دیتی ہے
زندگی خود مجھے پیغام قضا دیتی ہے
غزلیات حسرت موہانی بابت ۱۹۴۷ء

☆☆☆

بے دلی از بس کہ وجہ فرط حیرانی ہوئی
التفات یار سے کیا کیا پشیمانی ہوئی
اشک بار آیا وہ خاک کشتگان عشق پر
حسن کی جانب سے یہ اچھی گل فشانی ہوئی

۲۴ اگست ۱۹۴۳ء اثنائے راہ کلکتہ از کانپور

☆☆☆

زہد مایوس ونامراد رہا
عشق دنیائے غم میں شاد رہا
خود فراموشیوں میں بھی تو ہمیں
بھول جانا کسی کا یاد رہا
وہ جفا کار تھا جو کر کے وفا
ان سے امید وار داد رہا
وہ ستم کیش و دل نواز ہرے
میں طرب کوش وغم نہاد رہا
وصل کا شوق عشق میں حسرت
فی المثل موجب فساد رہا

۲۲ مئی ۱۹۴۳ء اثنائے راہ دہلی از کانپور

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

آئینہ بنی ہے بے عملی بے خلقی کا
اک طرفہ نمونہ ہے یہ نعم البدلی کا
فطرت ہے بری شائبہ شرک سے میری
خطرہ ہے مجھے کچھ نہ خفی کا نہ جلی کا
اے حسن ترے ناز کی خدمت میں قدیمی
حاصل ہے مجھے فخر نیاز ازلی کا
بخشا ہے پسندیدگی خلق نے یک سر
درجہ مرے اشعار کو ضرب المثلی کا

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.net
All rights reserved.
©2002-2006

غزلیات حسرت موہانی بابت ۱۹۴۸ء

تخمیس غزل سعدی یکم فروری ۱۹۴۸ء مقام دہلی

مستی وپا لغزش پا می روی
فارغ از باک خطر می روی
بے حجاب و بے محابا می روی
سرو سیمینا بہ صحرا می روی
نیک بے مہری کہ بے ما می روی

مشک بار از حلقہ ہائے موئے تو
بوئے عشق آید ز حسن خوئے تو
سجدہ ہائے مہ جبیناں سوئے تو
اے تماشاہ گاہ عالم روئے تو
تو کجا بہر تماشا می روی

سایہ گیر منزل ذی جاہ تست
پاس دار اذن خاطر خواہ تست
ہم چو حسرت بندہ درگاہ تست
دیدہ سعدی و دل ہمراہ تست
تا نہ پنداری کہ تنہا می روی

☆☆☆

عاشق ہی عاشق ہے جو رسوائے جہاں ہو
معشوق وہی حق ہے جو بے نام ونشاں ہو

☆☆☆

۱۹ جولائی ۱۹۴۸ء مقام کانپور

جنس ہوس ارزاں ہے خریدار جہاں ہو
اس وقت خدا جانے وہ عیار کہاں ہو
یہ شان بھی اچھی ہے ترے بے خبروں کی
ہر لحظہ اگر نام ترا ورد زباں ہو
ہے میرے لئے محفل اغیار بھی اک چیز
پر شرط یہ ہے تو بھی وہاں جلوہ فشاں ہو
ہے شوق کو منظوری وہی ان کی توجہ
جس شان توجہ پہ تغافل کا گماں ہو ۔
کھل جائے بھرم دعوئ پرہیز کا حسرت
کاش ان کی زباں ہو کبھی اور مرا دہاں ہو ۔

☆☆☆

خم نقشیں سے نہ مینا سے نہ کچھ جام سے ہے
رونق محفل ساقی مئے گل فام سے ہے

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved. ©2002-2006

بد گماں آپ ہیں کیوں؟ آپ کا شکوہ ہے کسے
جو شکایت ہے ہمیں گردشِ ایام سے ہے
مر مٹے ہم تو وہ کہتے ہیں یہ ہے غم سے فرار
اپنے حق میں غرض ان کی فقط الزام سے ہے
آ بھی چکیے کہیں اب جلد کہ بیتاب ہے شوق
انتظار آپ کی آمد کا سرِ شام سے ہر
آپ کیا پوچھتے ہیں ہجر میں دل کی حالت
آپ کی یاد جو ہمدم ہے تو آرام سے ہے
آپ سے توڑ کے امید کے سارے رشتے
اب ہمیں کام جو کچھ ہے غمِ ناکام سے ہے
آپ حسرت کو یہ کیا کہتے ہیں دشمن مرا
آپ کا نام اسی عاشقِ بدنام سے ہے

☆☆☆

کانپور ۲۲ مئی ۱۹۴۸ء

بلا نوشی بھی کیوں ہو رہینِ مستی
زہے آئینِ دیں مے پرستی
مزارِ عاشقاں پر فاتحہ کو
نہ آئے تم تو کیا حسرت برستی
ترے غم سے عجب عالم ہے دل کا
کہ یہ نگری اجڑتی ہے نہ بستی
تمنا ایک حالت پر ہے قائم

بلندی جس کی پیدا ہے نہ پستی
حد اندازہ و تخمیں سے باہر
متاع عشق مہنگی ہے نہ سستی
نہ بدلی خوئے خوبان جفا کیش
گئی جان وفا کیشاں ترستی
حیا مجبور تھی خواہش جنوں خیز
نہ کی حسرت نے پھر بھی پیش دستی

☆☆☆

کانپور ۱۰ اکتوبر ۱۹۴۸ء

ہماری بے خبری کا بھی کچھ ٹھکانہ ہے
کہاں سے آئے ہیں جانے کہاں کو جانا ہے
مگر یہ اصل سے پیوستگی کی ہے اک شکل
غرض وصال سے ہے موت اک بہانہ ہے

ہم ان کے وہ ہمارے

(مستزاد حسرت برائے مشاعرہ دہلی مورخہ ۱۳، اپریل ۱۹۴۸ء)

جیتے رہے تسکین محبت کے سہارے ۔۔ ہم شوق کے مارے
مونس رہے اس پرسش پنہاں کے اشارے ۔۔ ہر حال میں بارے
دل کر سکا نہ حوصلہ ترک تمنا ۔ اس شوخ سے اصلا
ہم کو یہی ضد تھی مگر اس کا نتیجہ ۔ نکلا یہ کہ ہارے
صد شکر وہ ہے پھر بر سر لطف وعنایت ۔ ازراہ مروت
اب ہے پھر وہی بات ہم ان کے ہیں تو حسرت ۔ ہیں پھر وہ ہمارے

☆☆☆

۱۲ نومبر ۱۹۴۸ء

گزرا اسی طرف سے جو ہے کاروان شوق
ہر ہر قدم پہ اب بھی ہیں پیدا نشان شوق
البتہ دیدنی ہے یہ وارفتگی کی شان
ہیں کیسے والہانہ دواں رہروان شوق
پہنچیں جلد منزل مقصود تک ضرور
لاریب ہے یہ جنس گراں بھی ارزان شوق
قابو میں ان کو دیکھ کے دل ہے نہ ہے دماغ

ہو کس زباں سے دیکھیے شرح بیان شوق
حسرت ہو کاروبار محبت یہی رہا
چمکے گی خوب شہر خرد میں دکان شوق

☆☆☆

۱۹نومبر ۱۹۴۸ء

رنگ روئے طرب بھی زرد رہا
دل بہر حال رام ورد رہا
زیر دشمن بھی حوصلہ میرا
مرد ہنگامہ نبرد رہا
تھا بہت گرم عاشقی کا مزاج
سو بھی ان کے حضور سرد رہا
تیہ قربت میں باوجود خطر
عشق بے باک رہ نورد رہا
اس جفا سے بھی کر کے نباہ
حسرت اہل وفا میں فرد رہا

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

از ۲۸ تا ۳۱ دسمبر ۱۹۴۸ء مقام لکھنؤ فرنگی محل

بر سر لطف ہے وہ جان جہاں آج کی رات
دیدنی ہے یہ مروت کا سماں آج کی رات

کھینچ کے آجائے جو آغوش تمنا میں جو حسن
پیری عشق بھی ہو جائے جواں آج کی رات

بے کہے ان پہ ہے روشن میرے دل کی حالت
بے زبانی ہوئی جاتی ہے زباں آج کی رات

شوق کی حد میں ہے باوصف لقا شوق لقا
الغرض شوق ہے بے نام ونشاں آج کی رات

التفات ان کی نگاہوں کا ستم ہے حسرت
شکر بھی دل کی زباں پر ہے فغاں آج کی رات

☆☆☆

غزلیات حسرت موہانی بابت ۱۹۴۹ء

شوق کا شکوہ رنگین بھی نہ ہوگا شاید
حسن کی خاطر نازک پہ گراں آج کی رات

کیا عجب ہے کہ مریضانہ ہوس کے حق میں
خود وہ ہو جائیں مسیحائے زماں آج کی رات

کیوں نہ ہو اہل ریا سر بہ گریبان ملال
کامرانی ہے نصیب دگراں آج کی رات

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved. ©2002-2006

۱۱، اپریل ۱۹۴۹ء اثنائے راہ کانپور از دہلی

طلب لذت وزاد سے بھی کچھ نہ ہوا
اس جفا پیشہ ستم گار سے بھی کچھ نہ ہوا

پھر بھی صیاد کو توفیق ترحم نہ ہوئی
شیون مرغ گرفتار سے بھی کچھ نہ ہوا

وہ عیادت کو جو آئے تو بے گانہ رہے
نظر آخر بیمار سے بھی کچھ نہ ہوا

نگہ خلق میں پھر بھی نہ بڑھی کچھ عظمت
شیخ کے جبہ ودستار سے بھی کچھ نہ ہوا

حسن کے جور تغافل میں ترقی کے سوا
شوق کے گریہ ناچار سے بھی کچھ نہ ہوا

مژدہ وصل نہ مانا تھا نہ حسرت کو ملا
انفعال نگہ یار سے بھی کچھ نہ ہوا

☆☆☆

Iqbal Cyber Library
All rights reserved ©2002-2006

یکم جولائی ۱۹۴۹ء کانپور بحالت خواب

تصور میں وہی پیش نظر تھا
نہ جانے دل میں وہ پنہاں کدھر تھا

پس یک جنبش بادحوادث
ثبات اپنا چراغ رہ گزر تھا

تری بے اعتنائی کی بدولت
تمنا کا جہاں زیر وزبر تھا

میان حسن وعشق اک ربط باطن
گہے رہ بر تو گاہے نامہ بر تھا

نظر مجھ پر کرم تھی، اگر تھی
بظاہر تھا ترا غصہ اگر تھا

ترے زیر قدم آنے کا مشتاق
مرا سر تیرے پائے ناز پر تھا

نہ چھوٹی ہم سے حسرت عشق بازی
یہ سب کس کی توجہ کا اثر تھا

دہلی ۲۱ اگست ۱۹۴۹ء

پھر یاد جو آئی ہے مدینے کی بلانے
کیا یاد کیا پھر شاہ دوسرا نے
ایسا ہے تو پھر فکر کیوں ہے زاد سفر کی
کیا غیب کے کھل جائیں گے مجھ پر نہ خزانے
میں غلبہ اعداء سے ڈرا ہوں نہ ڈروں گا
یہ حوصلہ بخشا ہے مجھے شیر خدا نے
تھا شب کو جو میں حاضر دربار نبوت
چھوڑا ہے عجب اثر دل پہ عجب اس کی فضا نے
حسرت مجھے اس جان جہاں سے ہے تعلق
سمجھے کہ نہ سمجھے کوئی جانے کہ نہ جانے

☆☆☆

ایک نعتیہ غزل جو بحالت خواب ذہن میں آئی تھی۔ مندرجہ ذیل مطلع یاد رہ گیا۔ باقی پوری غزل میں نے کسی جگہ نوٹ کر لی تھی۔ مگر وہ کاغذ کہیں کھو گیا اور غزل ذہن سے بالکل اتر گئی۔ کسی نے مجھ کو بے بال و پری نے مجھ کو‘‘ کے الفاظ قافیہ وردیف تک یاد ہیں۔ صرف مضمون فراموش ہو گیا ہے۔

جلد سے جلد پہنچنا ہے مدینے مجھ کو
کیوں نہ تڑپوں کہ بلایا نبیؐ نے مجھ کو

☆☆☆

مقام بمبئی ۲۶ دسمبر ۱۹۴۶ء بہ اوقات مختلف

پھر کیوں تری طلب میں نہ ہوں جان و دل فدا
جب مانتے ہیں سب کہ یہ نعمت ہے بے بہا

دنیا سے منہ کو موڑ کے اے محو ذات حق
ہم عاصیوں کے پاس کبھی خواب میں تو آ

کیا کیا ہیں کیا بتاؤں مرے دل کی خواہشیں
وابستہ تیری ذات سے اے جان مدعا

عشاق کی نظر میں ترا ظل عاطفت
ہے خیل آرزو کے لئے سایہ ء ہما

تیرا ستم بھی ہم پہ کرم ہے زہے ستم
تیری جفا بھی ہم کو وفا ہے،زہے جفا

تیرے خرام ناز سے گلشن کی ہر روش
ہر دم ہے منتظر کہ قیامت ہو کب بپا

حاشا وزنہار کہ اے جان حسن وعشق
حسرت کے دل میں اور بھی کچھ ہو ترے سوا

☆☆☆

غزلیات حسرت موہانی بابت ۱۹۵۰ء

بسلسلہ غزل سابق نوشتہ آخر دسمبر ۱۹۴۹ء، ۱۹ جنوری ۱۹۵۰ء

سوچا بہت پہ ہم کو نہیں آج تک پتا
کچھ دل نے کی خطا کہ ہوئے تم یونہی خفا

تم کو نگاہ شوق سے دیکھا تو کیا ہوا
کچھ جرم تو نہیں جو یہ ہو درخور سزا

☆☆☆

All rights reserved. ©2002-2006

دہلی مورخہ ۲۳ جنوری ۱۹۵۰ء

دل میں جو شوق بتاں آرمیدہ ہے
کیوں کر نہ ہم کہیں یہ قلندر رسیدہ ہے
لوگوں سے حال سن کے ہمارا وہ بول اٹھے
تکرار کیوں ہے اس کی جو قصہء شنیدہ ہے
عشاق کی نظر میں ترا جلوہ جمیل
چشمان آرزو کے لئے نور دیدہ ہے
تیری طلب میں خاک بسر ہے سکون دل
تیری ہوس میں شوق گریبان دریدہ ہے
اتنا بھی کیا ضرور کہ اے اجتناب حسن
حسرت کے حق میں بھی ترا دامن کشیدہ ہے

☆☆☆

۳۰، ۳۱ جنوری ۱۹۵۰ء مقام کانپور

خاطر مغموم ہے گو نوحہ خوان زندگی
کثرت امید ہے اب تک نشان زندگی
قطرے کو دریا کی اس کو وصل حق کی ہے طلب
کر چکے ہیں بار ہا ہم امتحان زندگی
چار دن کی چاندنی عشرت عہد شباب
عارضی تھی وہ فراغت مہمان زندگی
واقعات عاشقی آنے لگے ایک ایک یاد
ختم ہونے پر جب آئی داستان زندگی
کچھ بھی ہو سیل حوادث کا اگر مجھ کو خطر
میں یہ کہتا ہوں قسم کھا کر بہ جان زندگی
واصلان حق فنا فی اللہ ہے جن کا مقام
اہل دنیا کو ہو کیوں ان پر گمان زندگی
بن گیا قوت امید سے بہر ہوس
موت کا خطرہ بھی گویا ہم زبان زندگی
کس قدر ہموار ہے حسرت رہ ملک فنا
سہل منزل کو رواں ہو کاروان زندگی

☆☆☆

۱۷تا۱۹مارچ ۱۹۵۰ء مقام کانپور

ہر لحظہ خود کشی کا طلب گار ہو گیا
جینا فراق یار میں دشوار ہوگیا

تسکین غم سے سوز محبت کا راستہ
اہل وفا کے واسطے ہموار ہو گیا

اچھا ہوا کہ شیخ پہ بھی عاشقی کا رنگ
ایسا پڑا کہ رونق دستار ہو گیا

ہمت نہ ہو سکی طلب التفات کی
ڈر یہ رہا،ادھر سے جو انکار ہو گیا

اس شوخ کی نگاہ کا جادو میں کیا کہوں
جس پر نظر پڑی وہ گرفتار ہو گیا

سن سن کے تیری درد محبت کی لذتیں
ہر شخص جان ودل سے خریدار ہو گیا

سب کچھ تیری طلب میں فدا کر کے جان ودل
عاشق میں کیا ہوا کہ سبک بار ہو گیا

حسرت یہ خو بری ہے ترے اقتدار کی
شکر جفا ہے اور وہ بیزار ہو گیا

☆☆☆

۲۸ مارچ ۱۹۵۰ء کانپور

پیمان وفا کے ایفا کا ہم ان سے تقاضا بھول گئے
اس کا بھی تو اب احساس نہیں، کیا یاد رہا کیا بھول گئے

تم جب سے ہوئے ہو ہم سے جدا
اپنا بھی وہ مسلک ہے ٹھہرا
لوگوں میں ہو جس سے چرچا ہم بھی گویا تمہیں بھول گئے

دینی جو انہیں ہوتی نعمت، خود ہی وہ نہ دیتے حسرت
کیوں تم نے طلب میں سبقت کی آئین تمنا بھول گئے

☆☆☆

۱۸ جولائی ۱۹۵۰ء مقام کانپور

جب دور سے وہ گنبد خضرا نظر آیا
اللہ کی قدرت کا تماشا نظر آیا
ہر چار طرف بارش انوار کا عالم
موجد پئے دیدہ ء بینا نظر آیا

☆☆☆

مسجد میں جو تھا متصل روضہ اطہر
اک قطعہ وہ جنت کا نمونہ نظر آیا
البتہ سکوں بخشی وخوشبوئی کی رو سے
ہر حصہ دنیا سے نرالا نظر آیا

☆☆☆

حق بنی کو اس روضہ اطہر کا منارا
ہم مرتبہ عرش معلا نظر آیا
ہم ہجر کے ماروں کو اسی قرب میں یکسر
بیاری فرقت کا مداوا نظر آیا
القصہ جو محروم سکوں تھا دل حسرت
آخر وہ یہیں آ کے شکیبا نظر آیا

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.

۱۹ جولائی ۱۹۵۰ء مقام کانپور

مذاق عشق بر خور دار کردے
مجھے محو جمال یار کردے
مرے سرمایہ ہوش وخرد کو
بہ یک حکم جنوں بیکار کر دے
یہ کیوں کر ہو کہ جب وہ خود بلائیں
تو زاہد خشک بھی انکار کر دے
عجب کیا گر مرا خوں از سر نو
ترے خنجر کو جوہر دار کر دے
پس از ترک ہوس، کیا ہو جو وہ شوخ
کہیں پھر شوق کو بیدار کردے
تماشا ہو جو توفیق الٰہی
انہیں خود ہیں مجھے خود دار کر دے
مرا ذوق ستم اے کاش حسرت
اسے بھی ضد میں بے آزاد کر دے

☆☆☆

☆

۳ تا ۱۲، اگست ۱۹۵۰ء مقام کانپور

رندوں کے لئے میخانے میں کچھ قحط مے گل فام نہیں
محروم نہیں رہتا کوئی مگر، ساقی کو نوازش عام نہیں
مخصوص کرم ہے بھی کوئی معلوم نہیں یہ کسی کو بھی
غیروں کی شکایت بھی ہے یہی، میرا ہی خیال خام نہیں
تقدیر کا شکوہ کیوں میں کروں ہر حال میں راضی کیوں نہ رہوں
تعمیل تمنا کیوں چاہوں ایسا ہو تو حسرت نام نہیں

☆☆☆☆

۲۳،۲۴، اگست ۱۹۵۰ء مقام کانپور

باد نسیم ادھر سے کہ باد صبا چلی
باد مراد ہو کے چلی جو ہوا چلی

فرقت میں یاد یار کی اللہ رے بے رخی
ہم سوچتے ہی رہ گئے کیا آئی کیا چلی

دعوئے ترک عشق پہ مجھ کو تری نظر
کیا کچھ نہ طعن وطنز کی باتیں سنا چلی

میری وفا کا ذکر بھی بے صرفا آگیا
محفل میں تیری بات جب اے بے وفا چلی

حسرت غرور حسن کی خدمت میں عاشقی
پھر بے قرار ہو کے پئے التجا چلی

☆☆☆

۲ ستمبر ۱۹۵۰ء اثنائے راہ بمبئی مقام کانپور

خو نہ چھوٹی گناہ گاری کی
حد ہے یہ شرم ساری کی

دل میں پیدا ہے نور حب جمال
باوجود کمال تاریکی

نکلیں آنسو برائے عفو گناہ
کہ ضرورت ہے آب جاری کی

بے ہشی میں بھی حال دل نہ کھلا
رہ گئی شرم پردہ داری کی

جور جو جور جان کر بھی تو ہم
خو نہ ڈالیں گے آہ وزاری کی

شکوہ سنجی کو غم نواز کیا
عاشقی نے وہ طرفہ کاری کی

تو نے حسرت بہ خوب ڈالی ہے
طرح نو آرزو نگاری کی

☆☆☆

IqbalCyberLibrary.Net All rights reserved ©2002-2006

۲۳،۲۴ ستمبر ۱۹۵۰ء مقام کانپور

یہ مجال کس کی ہے اے پری کہ ترے جنوں کی دعا کرے
وہ کرے بھی کوئی تو وہ کرے جسے اس کا اہل خدا کرے

نہ تجھے کرم سے ہے واسطہ نہ ہے درگزر ہی کا حوصلہ
کس امید پہ تیرے روبروکوئی اعتراف خطا کرے

تری بے نیازی حسن کا،یہ ہے عاشقوں سے مطالبہ
نہ کوئی کرم کی ہوس کرے نہ کوئی ستم کا گلا کرے

تجھے کچھ بھی خوف خدا نہیں،یہ طریق کیا ہے اے حسیں
تو اسی کا دشمن جاں بنے دل ودین جو تجھ پہ فدا کرے

مجھے حسرت آج بھی یاد ہے وہ حسن کا مصرع غم نوا
نہ دعا کرو نہ دوا کروکوئی مر نہ جائے تو کیا کرے

☆☆☆

جہاز محمدی درمیان بحر احمر ۱۶ ستمبر ۱۹۵۰ء

کس کو چاہوں اور میں تیرے سوا
لیس للا انسان الا ما سعی
کر سکے نہ تجھ پہ جان و دل فدا
ہو سکا ہم سے نہ تیرا حق ادا
طرہ زلف ان کا ہوتا ہے دوتا
دیکھیے کس کس پہ آئے یہ ملا
کہ ادھر بھی ایک ایمائے کرم
اے کہ تیری ذات ہے بحر السخا
کوئی دنیا میں کہاں تری مثال
با جمال و باکمال و دل ربا
روح پرور ہے ہوائے کاخ دوست
جان فزا ہے اس کے کوچے کی ہوا
قسمت حسرت کی محرومی نہ پوچھ
بے اثر ہے آہ نالہ نا رسا

☆☆☆

جب نظر وہ دیار آتا ہے
گریہ بے اختیار آتا ہے
دل مرا مل کے عشق سے گویا
برسرروزگار آتا ہے
دیکھیے کب شکیب حسرت کو
شکر غم پر قرار آتا ہے

IqbalCyberLibrary.Net
All rights reserved.
©2002-2006

۲۰ نومبر ۱۹۵۰ء

شوق کو داد حیا ملتی نہیں
وہ نگاہ آشنا ملتی نہیں

بوئے کوئے یار ہے باوصف زعم
نکہت باد صبا ملتی نہیں

دیدنی ہے یہ مروت حسن کی
جرم الفت کی سزا ملتی نہیں

ان سے ملنے کی ہوس میں شوق کو
ڈھونڈتا ہے اور دعا ملتی نہیں

آشکارا ہو کہ پنہاں وہ نظر
ملتی ہے کیا ملتی نہیں

عاشقی سے خوئے ناز حسن دوست
بر سبیل اعتنا ملتی نہیں

یہ بھی حسرت کیا ستم ہے عشق سے
حسن کی داد جفا ملتی نہیں

IqbalCyberLibrary.net All rights reserved.

۱۲ اکتوبر ۱۹۵۰ء مقام کانپور

سب ترے دام تمنا میں ہیں اے یار بندھے
جن بندھے انس بندھے کافرو دیندار بندھے
دیکھنے ہی میں ہیں وہ حلقۂ گیسو نازک
جن میں ہیں کتنے ہی دل ہائے گراں بار بندھے
تم اگر سیر کو نکلو تو پھنسیں دل لاکھوں
دل شکاری کا وہ عالم دم رفتار بندھے
جب ترا جلوہ نظر سوز مسلم ہے تو پھر
کس خطا پر ہیں ترے طالب دیدار بندھے
پر تو حسن سے زیبا ہی رہے گا حسرت
چاہے جس طور سے وہ طرۂ دستار بندھے

دیباچہ طبع اول

جن جن بزرگوں سے فقیر کو فیض پہنچا ہے۔ان میں سے اکثر کی جانب کہیں نہ کہیں اشارہ موجود ہے۔بزرگان دین اسلام کے علاوہ ایک موقع پر سری کرشن کا نام بھی آیا ہے۔حضرت سری کرشن علیہ الرحمہ کے باب میں فقیر اپنے پیر اور پیروں کے پیر حضرت سید عبدالرزاق بانسوی قدس سرہ کے مسلک عاشقی کا پیرو ہے۔

مسلک عشق ہے پرستش حسن

ہم نہیں جانتے عذاب وثواب

یہ کل غزلیں اس زمانے میں لکھی گئی ہیں۔جب کہ فقیر پر حکومت کی جانب سے دوسرا مقدمہ چلایا جا رہا تھا۔مگر اس کے سبب سے انشا اللہ تعالیٰ کہیں پریشان خیالی کے نمونے نظر نہ آئیں گے۔

(وما توفیقی الا باللہ۔)

(فقط)

(فقیر حسرت موہانی)

عبارت خاتمہ حسرت موہانی (حصہ اول) طبع ثانی متعلق بہ ضمیمہ الف

طبع اول کے دیباچہ میں بیان ہو چکا ہے کہ ۱۸۹۳ء سے ۱۹۰۲ء تک کی شاعری ایک بڑا مجموعہ نظموں، قصیدوں، غزلوں اور نظم انگریزی کے ترجموں کی شکل میں راقم حروف کے پاس موجود ہے۔ جس کی نسبت گمان یہ تھا کہ نظر ثانی کے بعد قابل اشاعت ہو جائے گی۔ لیکن بعد میں کچھ تو اس خیال سے کہ ابتدائی کلام کی اصلاح وترقی کے لئے یہ کوشش کوہ کندن کاہ برآوردن کی مصداق قرار پائے گی۔ اور کچھ اس لحاظ سے کہ رفتہ رفتہ راقم حروف کی طبیعت نے اپنے لئے اصناف سخن میں غزل کو اپنے حسب حال پاکر منتخب کرلیا ہے۔ اس کے کل مجموعہ خرافات کو یک قلم نظر انداز کر دیا گیا ہے۔ البتہ چند غزلیں ضرور رہنے دیں۔ لیکن ان کو بھی اپنے ابتدائی لباس میں بلا اصلاح چھوڑ دیا۔ تا کہ اہل نظر کو ان کے مطالعے سے راقم حروف کے مذاق سخن کی تدریجی ترقی کا اندازہ ہو سکے۔

ان غزلوں کی کمزوری اور بیرنگی کے متعلق نقدان کلام سے عفو اور درگزر کی امید ہے۔ (فقط)

بندہ محبت فقیر حسرت موہانی علی گڑھ

۴، اپریل ۱۹۱۶ء

The End ------------------------- اختتام